

عزیز

قرآن، حدیث اور ادب میں

۱۰/۱۱

علیہ السلام

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

”ولایۃ عسلی بن ابی طالب حصنی

فمن دخل حصنی امن من عذابی“

علی بن ابی طالب کی ولایت میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں
داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

عقرب

قرآن، حدیث اور ادب میں

دسویں جلد (۱۰)



تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الایمنی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضویؒ شعور گو پال پوری

امینی، عبدالحسین، ۱۳۸۱-۱۳۳۹

[الفہریرنی الکتاب والسنتہ والادب - ارووہ - تخریص]

فہریر، قرآن، حدیث اور ادب میں مولف عبدالحسین الامینی الفہریر

ترجمہ و تخریص: سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری، ۱۳۳۱-۱۳۸۹=۲۰۱۰-۱۳۸۹

ج ۱-۱۰۷

ISBN: 978-600-92030-7-9 (جلد ۱-۱۰)

فہریرت نویکی بر اساس اطلاعات فہریر

کتاب نامہ: بصورت زیر نویس

۱- فہریر نمبر ۲- علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ ق، اثبات خلافت، ۳- فہریر نمبر ۳- شعور جموں جہا۔ ۳- شعور قومی عربی۔

جموں جہا الف، رضوی شعور، علی اختر مترجم، ج، عنوان: ج، عنوان: الفہریرنی الکتاب والسنتہ والادب، ارووہ، تخریص

۲۹۷/۲۵۲

BP2223/54 الف ۸ غ ۳۰۳۶۲

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام: فہریر: قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد ۱-۱۰)

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی الفہریر

ترجمہ و تخریص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

ناشر: گلستان زہرا پبلی کیشنز، لاہور

ناشر ہکار: قرآن و عترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ تجلیہ، قم المقدسہ)

پبلیکیشن: مکتبہ بینار شعور گوپال پوری (سیدان بہار)

اشاعت: ۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۲۰۱۲ء طبع اول

تعداد: ۵۰۰ جلد

قیمت: =/۵۰۰ روپے

ملنے کا پتہ:

پاکستان: گلستان زہرا پبلی کیشنز، لاہور۔ ۵۳۰۰۰

ایران: قم کے دفتر قرآن و عترت فاؤنڈیشن، مدرسہ تجلیہ خیابان جنت پارک ۷۷، ۳۶۷، چہار راہ شہداء، قم المقدسہ۔

ہندوستان: ۱- بیک پور کے پتھن پور، سیدان، بہار، پین کوڈ، 884 1286

۲- ممبئی کے (عاطف ریح کتب خانہ)، ۵۸، نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ، تھانی (مقابل اجرامٹھانی) ڈوگر میسنری، ۳۰۰۰۰۔

جلد حقوق قرآن و عترت فاؤنڈیشن کیلئے محفوظ ہیں

فہرست مطالب

۹.....	مناقب خلفائے ثلاثہ
۱۶.....	ابن عمر کی بیعت اور بیعت سے انکار
۲۳.....	بیعت یزید پر اجماع اور عمومی اتفاق
۲۷.....	گفتار و کردار کے تماشے
۳۲.....	چند نمونے دیکھئے
۳۳.....	نظریہ ابن عمر، قتال و صلوات کے بارے میں
۳۷.....	ابن عمر کی نماز
۴۰.....	ابن عمر کا دوسرا عذر
۴۱.....	ابن عمر اپنے باپ کی بدعتیں زندہ کرتے ہیں
۶۸.....	عشرہ مبشرہ
۷۷.....	طلسم ہو شر با
۸۳.....	فضائل معاویہ کے لاف و گزاف
۱۱۱.....	معاویہ انصاف کے ترازو پر
۱۱۲.....	۱۔ معاویہ اور شراب
۱۱۶.....	۲۔ معاویہ کی سود خوری
۱۱۶.....	۳۔ معاویہ نے سفر میں پوری نماز پڑھی
۱۱۷.....	۴۔ عیدین میں اذان کی بدعت
۱۱۹.....	۵۔ معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھائی
۱۲۰.....	۶۔ جمع بین الاخین کی بدعت

- ۱۲۱..... ۷۔ قصاص کے معاملے میں بدعت
- ۱۲۲..... ۸۔ نماز میں مسنون تکبیروں کو ترک کیا
- ۱۲۳..... ۹۔ علیؑ کی ضد میں اللھم لبیک کہنا چھوڑ دیا
- ۱۲۵..... توجہ طلب
- ۱۲۷..... ۱۰۔ نماز سے قبل خطبہ کی بدعت
- ۱۲۸..... ۱۱۔ حد خداوندی کا ترک
- ۱۲۹..... ۱۲۔ معاویہ ناجائز لباس پہنتا ہے
- ۱۲۹..... ۱۳۔ ۲۳ھ کا سنگین ترین جرم ’زیاد‘ کو اپنا بھائی بنایا
- ۱۳۶..... ۱۴۔ یزید کی ولی عہدی سنگین ترین پاپ
- ۱۳۸..... دوسرا رخ
- ۱۳۹..... شام میں بیعت یزید اور امام حسنؑ کا قتل
- ۱۴۱..... عبدالرحمن بن خالد اور بیعت یزید
- ۱۴۲..... سعید بن عثمان
- ۱۴۲..... بیعت یزید کے متعلق معاویہ کے خطوط
- ۱۴۵..... دوسری صورت
- ۱۴۵..... سعید بن عاص کے نام معاویہ کا خط
- ۱۴۶..... معاویہ کا خط امام حسینؑ کے نام
- ۱۴۸..... مدینہ میں بیعت یزید
- ۱۴۸..... پہلا سفر
- ۱۵۶..... بیعت کی سعی میں دوسرا سفر
- ۱۶۳..... ۱۵۔ صفحات تاریخ پر معاویہ کے سیاہ کارنامے

۱۷۱.....	۱۶۔ معاویہ کی علی سے جنگ
۱۷۸.....	۱۔ فرزند جگر خوارہ کی تباہ کاریاں
۱۷۹.....	۱۸۔ ناروا آہستیں
۱۸۳.....	معاویہ کی صفائی میں ابن حجر کا عذر لنگ
۱۸۵.....	وفود کی کہانی
۱۸۵.....	پہلا وفد
۱۸۷.....	دوسرا وفد
۱۹۰.....	پردہ اٹھتا ہے
۱۹۲.....	معاویہ نے جریر کے ہاتھوں حضرت علیؑ کا جواب لکھا
۱۹۳.....	صاف صاف
۱۹۶.....	معاویہ کے گندے ارادے
۱۹۹.....	کلمات وارشادات
۲۰۳.....	تحکیم کا مقصد
۲۰۴.....	لچر دلائل
۲۰۷.....	اجتہاد کیا ہے...؟
۲۱۷.....	اجماع
۲۱۷.....	قیاس
۲۲۰.....	دوسرا بہانہ
۲۲۳.....	تیسری روایت



مناقب خلفاء ثلاثہ

عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ کے زمانے میں جب ہم صحابہ کرام کے درمیان کسی کو ترجیح دیتے تھے تو سب پر ابو بکر کو ترجیح دیا کرتے تھے، پھر عمر بن خطاب، پھر عثمان بن عفان کو۔ (۱)
 یہی حدیث فضل عثمان کے باب (۲) میں یوں ہے کہ ہم رسول خدا کے عہد میں کسی کو ابو بکر کے برابر نہیں سمجھتے تھے پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان۔ پھر ہم رسول کے اصحاب کو ایک دوسرے پر فضیلت دیئے بغیر چھوڑ دیا کرتے تھے۔

یہی روایت تاریخ بخاری، (۳) مسند احمد (۴) میں بھی ہے۔ داؤد (۵) اور طبرانی (۶) نے ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ: ہم لوگ رسول کے سامنے کہتے تھے افضل امت ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان۔ رسول خدا یہ سن کر انکار نہیں فرماتے تھے۔ (۷)

سہلی سکیٹہ

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس روایت کو اہل سنت کے علماء نے عقیدہ کی اساس کی حیثیت سے تسلیم

۱۔ صحیح بخاری: ج ۵، ص ۲۳۳۔ (ج ۳، ص ۱۳۷ حدیث ۳۳۵۵)

۲۔ صحیح بخاری: ج ۵، ص ۲۶۲۔ (ج ۳، ص ۱۳۵۲ حدیث ۳۳۹۴)

۳۔ تاریخ بخاری: ج ۱، ص ۱۳

۴۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۱۴، (جلد ۲، ص ۸۴، حدیث، ۴۶۱۲)

۵۔ مسند ابوداؤد: (ج ۳، ص ۲۰۶ حدیث ۴۶۲۸)

۶۔ المعجم الکبیر: (ج ۱۲، ص ۲۲۰ حدیث ۱۳۱۳۲)

۷۔ فتح الباری: ج ۷، ص ۱۳ (ج ۷، ص ۱۶) تاریخ ابن کثیر: ج ۷، ص ۲۰۵ (ج ۷، ص ۲۳۰، حوادث ۳۵) سنن ترمذی: ج ۱۳، ص ۱۶۱

(ج ۵، ص ۵۸۸ حدیث ۳۷۰۷) طرح النشریب: ج ۱، ص ۸۲

کیا ہے اور متکلمین نے اسی روایات سے استدلال کیا ہے۔ علماء حدیث اس کے نقل میں بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ جھوم جھوم کر اس کی شرحوں کے انبار لگائے ہیں۔ خلافت راشدہ کی عمارت اسی روایت پر تعمیر ہوئی ہے، اسلام کی عظیم ترین بیعت سقیفہ کو اسی روایت سے تو انائی جلتی ہے۔ اس لیے وضاحت کے لئے اس کا تفصیلی تجزیہ ضروری ہے۔

عبداللہ بن عمر زمانہ رسالت میں کسی خوبی و برتری کے حامل نہیں تھے، وہ اس وقت بالغ بھی نہ تھے۔ اسی لئے رسول خدا نے انھیں بدر واحد میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی۔ صحیح بخاری (۱) کے مطابق وہ جنگ خندق میں پندرہ سال کے ہوئے تو اجازت جنگ ملی، ارباب سیرت کے مطابق وفات رسول کے وقت ان کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی، فطری طور سے اس سن و سال کا آدمی محاسن و فضائل معین کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے۔ اس کے لئے تو طویل معاشرتی تجزیہ، رائے صاحب اور باریک بینی و دقت نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ فضیلت کا معیار وہ معین کر سکتا ہے جو شخصیتوں کے نفسیات و عقائد پہچانتے ہوئے معیار فضیلت کی کسوٹی پر پرکھ سکے اور اس سلسلے میں وہ خواہش نفسانی کا شکار نہ ہو۔

ابن عمر کی اس روایت کے متعلق ابن حجر (۲) کا خیال یہ ہے کہ اس سکوٹ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فضیلت کا دروازہ بعد کے لئے قطعی بند ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث غلط اس صورت حال میں غلط ہو جائے گی۔

ان حاشیوں نے جو زامانی قید لگائی ہے وہ حضرت علی کے زمانہ یا رسول بعد کے زمانوں میں فضائل نفسانی و اخلاقی کے مقابل قطعی لچر یعنی نفو، بے ربط پوج حضرت علی کی مدح قرآن و حدیث میں ہے جس کی وجہ سے انہیں تمام صحابہ پر ترجیح حاصل ہے، عمر کی بزرگی و بڑھاپا کبھی فضیلت میں اضافہ نہیں کرتے۔

۱۔ صحیح بخاری: ج ۶، ص ۷۳۔ (ج ۲، ص ۲۸ حدیث ۲۵۲۱)۔ تاریخ طبری: ج ۲، ص ۲۹۶۔ (ج ۲، ص ۲۷۷)۔ حیوان الاثر: ج ۲،

ص ۷۰۶۔ (ج ۱، ص ۲۱۰) فتح الباری ج ۷، ص ۲۳۲۔ (ج ۷، ص ۲۹۳)

۲۔ فتح الباری: (ج ۷، ص ۱۷)

یہ بیعت ابو بکر کے سلسلے میں ارباب سقیفہ کی ان نادانیوں کے برخلاف قرآن و حدیث میں موجود مدح علیؑ کو دیکھنا چاہیے اس کے علاوہ اگر صرف حدیث انسؓ پر توجہ دی جائے تو فیصلہ آسانی سے ہو جائے گا کہ ابن عمرؓ کو اس کرتے ہیں:

قال رسول اللہ: ان اللہ افترض علیکم حب ابی بکر و عمر و عثمان و علی
 کما افترض الصلاہ و الزکاہ و الصوم و الحج. فمن انکر فضلهم فلا تقبل منه
 الصلوۃ ولا الزکوۃ ولا الصوم ولا الحج. (۱)

اس کے علاوہ ابن عمرؓ کا یہ خیال ہے اور ان کے باپ عمرؓ حضرت علیؑ کے متعلق کہتے ہیں کہ
 ”هذا مولای و مولاکل مومن. من لم یکن مولاه فلیس بمومن۔“ (۲)

ابن عمرؓ کا اصحاب ثلاثہ کے بعد سکوت اس قدر لچر تھا کہ اسے صاحب استیعاب نے حدیث جعدیہ کے ذریعہ چھپایا۔ حالانکہ وہ منکر الحدیث اور متروک ہے۔ (۳) اس کی روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ ہم لوگ عہد رسولؐ میں فضیلت کے سلسلے میں کہتے تھے کہ سب سے پہلے ابو بکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؑ۔

ایک دوسری روایت محمد ابی البلاط کے طریق سے ہے کہ ہم لوگ زمانہ رسولؐ میں کہتے تھے کہ یہ خلافت، رسولؐ کے بعد ابو بکرؓ کا حق ہے پھر عمرؓ کا پھر عثمانؓ کا اور پھر علیؑ کا حق ہے۔ اور اس کے بعد ہم سکوت کرتے تھے۔ (محمد ابی البلاط کا ارباب جرح و تعدیل کے یہاں کہیں اتنے پتہ تک نہیں ملتا۔ (۴)
 ارباب فہم نے اگر الغدیر جلد ششم کا مطالعہ کیا ہوگا تو ان پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ ابن عمرؓ کی رائے قطعی مہمل اور باطل ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو سقیفہ کے دن کیوں کر نہ پیش کیا گیا، وہاں تو صرف

۱۔ ریاض الصخرۃ؛ ج ۱، ص ۲۹ (ج ۱، ص ۴۳)

۲۔ فتوحات الاسلامیہ؛ ج ۳، ص ۳۰۷۔ شرح المواہب زرقانی؛ ج ۷، ص ۱۳

۳۔ لسان المیزان؛ ج ۲، ص ۱۰۵۔ ج ۳، ص ۱۸۳۔ (ج ۲، ص ۱۳۳ نمبر ۱۹۳۹۔ ج ۳، ص ۲۱۲ نمبر ۵۶۸۶)

۴۔ لسان المیزان؛ ج ۵، ص ۹۶۔ (ج ۵، ص ۱۰۹ نمبر ۷۱۰۷)

دلیل دی گئی کہ ابو بکر یار غار ہیں اس لئے مستحق خلافت ہیں۔ پھر تو دھواں دھار دھاندلی اور قتل و غارت گری کے ذریعے چار پانچ کی بیعت کو ساری امت پر تھوپ دیا گیا۔ خود یار غار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ جب ایک یہودی نے ابو بکر سے کہا کہ مجھ سے رسول خدا کے اوصاف بیان فرمائیے تو انھوں نے کہا کہ میں رسول کے ساتھ دو انگلیوں کی طرح تھا لیکن اوصاف رسول بیان کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ اس سلسلے میں علی سے رابطہ قائم کرو۔ اور پھر حضرت علی نے اوصاف رسول بیان کئے۔

سوال یہ ہے کہ محض غار کی صحبت مستحق خلافت کیسے بنا دے گی؟ جب کہ حضرت علی نے مہد سے لیکر لحد تک حق رفاقت نبھایا، رسول کے ساتھ سائے کی طرح رہے، قرآن کی روشنی میں وہ نفس رسول تھے، ان کی ولایت رسول اور خدا کی ولایت سے متصل تھی، ان کی مودت اجر رسالت قرار پائی۔ حدیث: ”من کنت مولاه فعلی مولاه“ کے بعد بھی کسی دوسرے کو مستحق خلافت سمجھنا کس قدر حیرت ناک امر ہے۔

اگر متذکرہ حدیث مفاضلہ صحیح تھی تو صحابہ کے سامنے پیش کی جاتی۔ لیکن وہاں تو جو تم پیزار، الزام و جوابی الزام کے بعد حضرت علی کو قتل کرنے تک کا منصوبہ بن گیا تھا۔ کسی کو یہ حدیث یاد نہ آئی۔ رسول کا جنازہ اسی صورت میں تین روز تک پڑا رہا۔ ابو بکر و عمر نے جنازے میں شرکت بھی نہ کی۔ چنانچہ علامہ نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر و عمر کی دفن رسول میں شرکت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس سے اہم امر خلافت میں منہمک تھے۔ کیونکہ اگر بیعت کا معاملہ تاخیر میں پڑتا تو اختلاف شدید اور خطر ناک مفاہد رونما ہوتے۔

اگر عبداللہ بن عمر کی حدیث صحیح ہے تو ابو بکر نے بروز سقیفہ عمر اور ابو عبیدہ کو خود پر ترجیح کیوں دی؟ یہ کیوں کہا کہ ان دونوں میں سے کسی کی بیعت کر لو؟ ابو بکر نے ابو عبیدہ کو رکن سے کیوں کہا کہ آؤ تمہاری بیعت کر لو، تم بقول رسول اکرم اس امت کے امین ہو۔

ابو بکر نے تقریر میں کیوں کہا کہ: بخدا! میں تم سے افضل نہیں ہوں اور نہ اس منصب کا سزاوار ہوں۔ انھوں نے اپنا جانشین عمر کو کیوں بنایا؟ دوسروں پر انہیں ترجیح دی تو صحابہ نے غم و غصہ کا مظاہرہ کیا

ہر ایک اپنے کو مستحق خلافت سمجھتا تھا۔ کیوں عشرہ مبشرہ کی فرد طلحہ نے ابوبکر سے کہا کہ سنگدل عمر کو خلیفہ بنا کر خدا کو کیا جواب دو گے؟ ابوبکر اپنی عمر کے آخری ایام میں پشیمانی کا مظاہرہ کیوں کرتے تھے کہ کاش میں نے یہ خلافت کا بار عمر یا ابوعبیدہ کی گردن پر ڈال دیا ہوتا؟ وفات پیغمبر کے دن عمر نے ابوعبیدہ کے ہاتھ پر کیوں بیعت کرنی چاہی؟ عمر نے ابن عباس سے کیوں کہا کہ بخدا مجھ سے اور ابوبکر سے زیادہ مستحق علی ہیں؟ عمر زخمی ہوئے تو ابن عمر نے باپ سے کہا: آپ علی کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ جواب دیا: میں پسند نہیں کرتا کہ میری زندگی میں یا میرے بعد علی خلیفہ ہوں۔ (۱)

ارکان شوریٰ سے کیوں کہا کہ بخدا اگر علی کو حکمران بنا دیا جائے تو تمہیں حق پر چلائیں گے۔ پوچھا گیا: یہ جانتے ہوئے، بھی، آپ، انھیں، خلیفہ، کیوں، نہیں، بناتے، جواب دیا: اگر جانشین، بناؤں تو جو مجھ، سے بہتر تھا (ابوبکر) اس نے جانشین بنایا اور اگر نہ بناؤں تو بھی جو مجھ سے بہتر تھا (رسول خدا) اس نے معاشرے کو بے جانشین چھوڑا۔ (۲) آخر کیوں عمر نے زخمی ہونے کے بعد سالم کو خلیفہ بنانے کی آرزو کی کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو انھیں خلیفہ بنانے میں مجھے کوئی تردد نہ ہوتا۔ (۳) کبھی سالم کے ساتھ ابوعبیدہ جراح کے زندگی کی تمنا کرتے تھے۔ (۴) کبھی کہتے کہ ابوعبیدہ کی جانشین بنانے میں کسی سے مشورہ نہ کرتا۔ (۵)

عائشہ نے ابن عمر کو ذریعہ عمر کے سلام پہونچا کر جانشین نامزد کرنے کی خواہش ظاہر کی تو عمر نے کہا کہ اگر ابوعبیدہ، معاذ یا خالد زندہ ہوتے تو بڑے فخر سے انھیں کو خلیفہ بناتا۔ (۶)

-
- ۱۔ انساب الاشراف: ج ۵، ص ۱۶ (ج ۶، ص ۱۲۰)۔ استیعاب: ج ۳، ص ۴۱۹ (القسم الثالث، ص ۱۱۵۴۔ نمبر ۱۸۷۸)؛ فتح الباری: ج ۲، ص ۵۵ (ج ۲، ص ۶۸)۔ شرح ابن ابی الحدید: ج ۳، ص ۱۷۰ (ج ۱۲، ص ۲۶۰ خطبہ ۲۲۳)
 - ۲۔ ریاض البصر: ج ۲، ص ۲۴۱۔ (ج ۲، ص ۲۵۱)
 - ۳۔ التہذیب بالقرآن: ج ۲، ص ۲۰۴۔ طرح التہذیب: ج ۱، ص ۳۹۔ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۲۔ (ج ۳، ص ۲۲۷ حوادث ۲۲۳)
 - ۴۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن: ج ۳، ص ۲۲۸۔ (ج ۳، ص ۳۳۳)
 - ۵۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۲، ص ۱۶۰۔ (ج ۲، ص ۲۵۱)۔ (ج ۲، ص ۳۶۱ نمبر ۳۰۵)
 - ۶۔ الامامة والسياسة: ج ۲، ص ۲۲۔ ج ۱، ص ۲۸۔ اعلام النساء: ج ۲، ص ۸۷۔ ج ۳، ص ۱۲۷

اس کے علاوہ ابوداؤد نے ابن عوف سے اعتراض کیا کہ علیؑ کو چھوڑ کر تم نے عثمان کی بیعت کیوں کی۔ (۱) معاویہ نے کہا کہ یہ خلافت بنی عبدمناف کی چیز تھی لیکن لوگوں نے ابوبکر و عمر کی بیعت کر لی۔ عباس نے علیؑ سے کہا: ہاتھ بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کر لوں۔ (۲) عباس نے ابوبکر کو تھماڑا کہ قرابت و صلاحیت دونوں لحاظ سے ہم ہی حقدار ہیں۔ (۳) بیعت عثمان کے وقت عمار و مقداد کا اختلاف پھر بیعت کے بعد علیؑ کا عبدالرحمن بن عوف سے احتجاج کہ آج دیا ہے کل لینے کے لئے حالانکہ خدا ایسا نہ کرے گا۔

زبیر نے کہا تھا کہ اگر عمر مر گئے تو میں طلحہ کی بیعت کروں گا کیونکہ بخدا بیعت ابوبکر ایک ہنگامی حادثہ تھا جو ختم ہو گیا۔ زبیر نے طمع خلافت کے الزام میں سبقت و قرابت کی دہائی دی۔ حضرت علیؑ نے خطبہ ششقیہ میں ابوبکر کے زبردستی پیرا بن خلافت پہننے کا تذکرہ کیا۔ شیخین کے بعد خدا اور رسولؐ کے محبوب ابوعبیدہ تھے۔ عائشہ ان تین کا نام لے کر چپ ہو جاتی تھیں۔ ابن ابی ملیکہ کے جواب میں عائشہ نے انہیں تین کے نام کے بعد خاموشی اختیار کی ہے، آخر کیوں؟

ابن عمر کی حدیث مفاضلہ سے خود انہیں کی مروی حدیث میل نہیں کھاتی کہ لوگ بلال کو ابوبکر پر ترجیح دیتے تھے یہاں تک کہ خود بلال نے کہا:

میں تو خود ان کا عمل صالح ہوں۔

کہاں ابن عمر کی بکو اس اور کہاں کعب بن زبیر، ربیعہ بن حارث، فضل بن ابی لہب، عبداللہ بن ابی سفیان، نجاشی، جریر بن عبداللہ بجلي، زجر بن قیس کے شاندار اشعار، جن میں حضرت علیؑ کی ولایت، وصیات اور طہارت کا اعلان کیا گیا ہے۔

آپ اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ ابن عمر نے جو خلفاء ثلاثہ کو حضرت علیؑ پر ترجیح دی ہے اس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ انحطاط پذیر اور حکومت اسلامی اپنے اصلی مرکز سے قطعی دور جا پڑی ہے۔ نص

۱۔ سند احمد: ج ۱، ص ۷۵۔ (ج ۱، ص ۱۲۰ حدیث ۵۵۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۷، ص ۲۴۵۔ (ج ۲، ص ۲۶۲، ۳۵۳ نمبر ۳۱۰۶)۔ مختصر تاریخ دمشق: ج ۱۱، ص ۳۴۷

۳۔ الاممہ والسیاسة: ج ۱، ص ۱۵۔ (ج ۱، ص ۲۱)

اور الٰہی تعین کی جگہ پر چند افراد کے انتخابی تماشے نے حکمرانی کو مطلق العنان اور ڈیموکراسی کی طرف پہنچا دیا۔ خواہ لوگ راضی ہوں یا نہیں۔ پھر شورلی کا تماشہ ہوا جس میں عبدالرحمن، بن عوف کی شمشیر علی کی گردن پر چمکی اور حکومت سراسر استبدادی ہو کر رہ گئی۔ طلحہ ابن طلحہ اور شجرہ ملعونہ کے چھو کرے حکومت سے گیند کی طرح کھیلنے لگے۔ یزید جیسا بد کردار حکمراں بن گیا۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ معزز، مشاہیر افراد جو خیر و صلاح سے آراستہ تھے، ان کا ذرا بھی حکومت میں اثر نہیں رہ گیا بلکہ وہ اقتصادی و سیاسی فشار میں جتلا کر دیئے گئے۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ قانون الٰہی کا حیا پانچا کیا جا رہا ہے، قرآن پس پشت ڈال دیا گیا ہے، سنت متروک ہو گئی ہے۔ کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں ہے۔

خدا کی پناہ! لوگ کیسے گستاخ ہو گئے تھے کہ نہ اصحاب کا احترام تھا نہ حرمت رسول کا لحاظ۔ حکم رسول کے خلاف علی کو خلفاء ثلاثہ سے پشت دکھایا جا رہا تھا۔ عام آدمیوں کی صف میں علی کو لاکر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ احادیث رسول جس میں علی کو منتخب روزگار، اور احد الخیر تین، خیر البریہ، محبوب خدا و رسول، بمنزلہ سر، بمنزلہ ہارون من موسیٰ اور اپنا گوشت و پوست اور خون کہا ہے، ان کی صلح و جنگ کو اپنی صلح و جنگ کہا ہے، ان کے مقابل اپنی من مانی بیان کر کے ثلاثہ کو برتری دی جا رہی تھی۔ اگر ثلاثہ کے بعد سبھی لوگ برابر تھے تو کیا علی کے لئے آیہ تطہیر، آیہ مہابلہ اور آیہ ولایت نہیں نازل ہوئی۔ یہ آیات ابن عمر کے قول سے متضاد نہیں؟ کیا اندھے اور آنکھوں والے برابر ہیں؟ کیا نور و ظلمت، عالم و جاہل، فاسق و مومن، اندھا بہر اور آنکھ والا اور سننے والا برابر ہے؟ یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟

ذرا دیکھئے تو کہ علی کو ثلاثہ کے بعد عام آدمیوں کے صف میں لایا گیا ہے جبکہ سابق الاسلام، اولین نماز گزار اور ساقی کوثر، محبوب خدا و رسول اور لافقی کے مصادیق تھے۔ ابن عمر نے اپنی ذلیل ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ جاہل کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو سبقت اسلامی، پاسداری اسلام اور زہد و پاکدامنی، بخشش و صدقہ اور جملہ محاسن و فضائل کے لئے علی کے مقابل دوسرا کوئی نام پیش کرے۔ (۱)

ابن عمر کیسے ثلاثہ کے بعد سب کو ایک لکڑی سے ہانکتا ہے جبکہ اہل بیت میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ خود احادیث کی روشنی میں ابو ذر جیسے شبیہ عیسیٰ ہیں، (۱) عمار جیسے سراپا ایمان، (۲) ابن مسعود جیسے شبیہ محمدؐ، (۳) حذیفہ جیسے مقرب رسولؐ (۴) اور سلمان فارسی جیسے لقمان عصر تھے، (۵) عباس عم رسولؐ تھے جن کے واسطے سے عمر دعا کرتے تھے۔ (۶) معاذ و اسامہ اور دوسرے معزز اصحاب رسولؐ تھے۔ ابن عمر کو ان حضرات کی عظمت کا پتہ نہیں تھا۔ ابن عمر جیسا ذلیل اس بات پر بھی راضی نہ ہوا کہ عثمان سے افضل کہے جنہیں عادل صحابہ نے قتل کر ڈالا۔ معاویہ، مغیرہ، مروان، ابو بکر بن شیبہ، ابو طلحہ جیسوں سے افضل ہوں جن کے لئے سیاہ کردار سے صفحات تاریخ بھرے ہوئے ہیں۔

ابن عمر کی بیعت اور بیعت سے انکار

یہ ابن عمر کی حقائق جنہی کا معیار تھا اور اسی حماقت کی وجہ سے وہ امیر المؤمنین کی بیعت سے روگردان رہے اور عثمان کی بیعت کر لی بلکہ عثمان کے ساتھ آخری ایام تک جب کہ تمام مہاجرین و انصار خلع بیعت

- ۱۔ طبقات ابن سعد: ج ۳، ص ۱۶۷، ۱۶۸، طبع لیدن۔ (ج ۳، ص ۲۲۸، ترمذی: ج ۲، ص ۲۲۱، ج ۵، ص ۶۲۸، حدیث ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۰، سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۶۸۔ ج ۱، ص ۵۵، حدیث ۱۵۶۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۱۶۳، ۱۶۴، ۲۲۳، ج ۵، ص ۱۹۷۔ ج ۶، ص ۳۳۲۔ ج ۲، ص ۳۳۷، حدیث ۶۳۸۳۔ ص ۳۶۶، حدیث ۶۵۹۳۔ ص ۳۳۶، حدیث ۷۰۳۸۔ ج ۶، ص ۲۵۵۔ حدیث ۲۱۲۱۷۔ ج ۷، ص ۹۵۵، حدیث ۲۶۹۴۷۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۳۲۔ ج ۳، ص ۳۸۵، حدیث ۵۳۶۰
- ۲۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۸۸۔ ج ۳، ص ۳۳۷، حدیث ۵۶۶۴۔ ص ۳۹۴، ص ۳۳۲، حدیث ۵۶۶۶، ۵۶۶۷، ۵۶۸۰
- ۳۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۲۰۔ ص ۳۶۱، حدیث ۵۳۹۶
- ۴۔ صحیح مسلم کتاب القطن: ج ۵، ص ۱۰، حدیث ۲۲۔ مسند احمد: ج ۵، ص ۳۸۶، ج ۶، ص ۵۳۳، حدیث ۲۲۷۷۰۔ ج ۵، ص ۳۸۸، ج ۶، ص ۵۳۶، حدیث ۲۲۷۸۰۔ دلائل النبوة بیہقی: ج ۶، ص ۴۰۶۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۳، ص ۹۳۔ ج ۱۲، ص ۲۶۶، نمبر ۱۲۳۱، مختصر تاریخ ابن عساکر: ج ۶، ص ۲۳۹۔ الاصلیہ: ج ۱، ص ۳۱۸، نمبر ۱۶۴
- ۵۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۶، ص ۲۰۳، ۱۹۸، ج ۲۱، ص ۳۲۲، ۳۰۸، نمبر ۲۵۹۹۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: ج ۱، ص ۳۰۵، ۳۰۶
- ۶۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۲۹، ۳۲۵، ۳۲۲، ج ۳، ص ۳۷۷، حدیث ۵۳۲۸

کے طلبگار تھے یہ عثمان کے وفادار رہے۔ عثمان کے ساتھ اسی فریب کاری نے انہیں قتل کرایا۔ بلاذری نے عمر نافع کا بیان نقل کیا ہے کہ ابن عمر نے مجھ سے کہا کہ عثمان نے ایام محاصرہ کے درمیان مجھ سے پوچھا:

منیرہ بن اخص کے مشورے کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے، جو کہتا ہے کہ خلع بیعت نہ کرو گے تو قتل ہو گے، اس لئے حکومت چھوڑ دو؟

میں نے کہا: اگر حکومت نہ چھوڑو گے تو کیا قتل سے زیادہ کچھ ہوگا؟ کہا: نہیں۔ میں نہ کہا: تو پھر ایسی روایت قائم نہ کرو کہ عوام جب چاہیں خلع بیعت کر لیں۔ جس جاے کو خدا نے تمہیں پہنایا ہے اسے بدن سے علیحدہ نہ کرو۔ (۱)

اسی کے ساتھ دوسری روایات میں دیکھئے کہ بام خانہ پر عثمان کو دیکھ کر ایک بلوائی نے کہا کہ اسے قتل نہیں کریں گے بلکہ معزول کریں گے۔ عثمان نے کہا: میرے لئے قتل ہونا آسان ہے لیکن معزول ہونا مشکل ہے۔

کس قدر احمقانہ رائے ابن عمر نے دی تھی۔ معزول ہونے کی روایت قائم ہونے سے کہیں زیادہ قتل ہونے کی سنگین روایت ہو گئی۔ جہاں تک حکومت کے وقار کی بات ہے وہ تو خلع اور قتل دونوں صورت میں ممکن تھا لیکن قتل ہونا زیادہ بدتر ثابت ہوا۔ اگر عثمان علیحدہ ہو جاتے تو ان کے زندہ رہنے سے بے شمار فتنے جو بعد میں پیدا ہوئے وہ نہ ہوتے۔ ایک یہی فتنہ کہ زندہ تھے تو آواز تھی کہ نعل کو قتل کر دو جب قتل ہو گئے تو نعل کے انتقام کی صدا بلند ہوئی۔ اور پھر جھوٹ، فریب اور نیرنگی کا شرمناک تماشہ ہوا۔ ایک خاتون نے ڈرامہ دوسرے شام کے عفریت بنے نالک کیا۔ ایک صاحب فلسطین سے چلائے مجھے مرد عاص کہتے ہیں ہمیں نے وادی السباع میں بیٹھ کر عثمان کو قتل کرا دیا۔

یہ کہنے تیزی سے اپنے کو معاویہ کے پاس پہنچا دیا اور پھر انتقام خون عثمان کی گہار چنانے لگا۔ صفین جیسی لڑائی ہوئی اور بے شمار صحابہ و تابعین کے ساتھ نیکو کار حضرات قتل ہوئے۔ کیا یہ ابن عمر کی

احتماقہ رائے کا نتیجہ نہیں تھا؟ اگر عثمان نے انھیں کا ہمدردانہ مشورہ مان لیا ہوتا تو معاشرہ میں شورش نہ ہوتی اور ملک آباد رہتا۔

ابن حجر لکھتے ہیں کہ قتل عثمان کی وجہ سے صوبوں میں شورش ہوئی اور حمل و صفین اور نہروان جیسی لڑائیاں ہوئیں، یہ تینوں جنگیں یا تو قتل عثمان کی وجہ سے ہوئیں یا اس کا نتیجہ تھیں۔ (۱) ارشاد رسول کہ اس پر مصیبت نازل ہوگی ان کا حادثہ قتل ہی مراد ہے۔ (۲)

مجھے تو ابن عمر کے اقدام بیعت عثمان اور بیعت علی سے انحراف میں کوئی دانشمندی نظر نہیں آتی نہ کوئی معقول دلیل ہی نظر آتی ہے۔ صرف ایک بہانہ جسے ابن حجر نے تراشا ہے کہ ابن عمر خلافت علی کے قائل نہ تھے کیونکہ ان کی بیعت نہیں کی تھی چونکہ ان کی بیعت میں شدید اختلاف رونما ہو گیا تھا اور ابن عمر کا عقیدہ تھا کہ جس کی مشفقہ بیعت ہوگی اسی کی بیعت کریں گے۔ اسی دلیل سے ابن زبیر اور عبد الملک کی بیعت نہ کی (کیوں کی یہ دونوں آپس میں برسر پیکار تھے)۔ یزید کی بیعت کر لی پھر ابن زبیر کے بعد عبد الملک کی بیعت کی (۳) وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر نے اس مدت میں ابن زبیر اور عبد الملک کی بیعت سے اپنے کو روک رکھا جس طرح اس سے قبل علی یا معاویہ کی بیعت سے اپنے کو روک رکھا تھا لیکن جب امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی تو ابن عمر نے معاویہ کی بیعت کر لی۔ معاویہ کے بعد یزید کی بیعت کی۔ اسی طرح بعد میں اختلاف ہوا تو ابن زبیر اور عبد الملک کے ساتھ برتاؤ کیا جب ابن زبیر قتل ہوئے تو عبد الملک کی بیعت کر لی۔ (۴)

ابن حجر کا لہجہ یعنی بے ربط۔ لغو اور بے بنیاد بہانہ محض عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ہے۔ تاریخی روایات کے مطابق حضرت علی نے اس سے بیعت کرنے کو کہا تو اس نے انکار کیا۔ فرمایا: تو پھر ضامن

۱۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۱۰۔ (ج ۱۳، ص ۱۱۳) (۱۵)

۲۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۳۲

۳۔ فتح الباری: ج ۵، ص ۱۹

۴۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۱۶۵۔ (ج ۱۳، ص ۱۹۵)

دو کہ شہر سے باہر نہ جاؤ گے۔ اس نے ضامن بھی نہیں دیا تو مالک اشتر نے امیر المومنین سے عرض کی یہ تازیانہ اور تگوار سے آسودہ خاطر ہے، فرمائیں تو اس کی گردن مار دوں؟ فرمایا: میں زور زبردستی بیعت لینا نہیں چاہتا، یہ شخص بچپن سے بد اخلاق تھا اور بڑا ہوا تو اور بھی بد اخلاق ہو گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ دوسرے دن آ کر امیر المومنین سے کہنے لگا: چونکہ تمام لوگ آپ کے موافق نہیں ہیں اس لئے معاملہ کو شوریٰ پر چھوڑ دیجئے۔ حضرت نے فرمایا: وائے ہوا یہ جو کچھ بھی ہوا ہے یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے؟ کیا تجھے انبوء بیعت کی خبر نہیں، نکل جا یہاں سے دفعتاً ہو جا۔ تجھے ان باتوں سے کیا مطلب؟ دوسرے دن معلوم ہوا کہ وہ مکہ جا کر حضرت علیؑ کے خلاف شورش برپا کر رہا ہے۔ آپ نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا تو آپ کی صاحب زادی ام کلثوم نے عرض کی: امیر المومنین! وہ مکہ چلا گیا ہے اور آپ کی حکومت کے خلاف بغاوت نہیں کر رہا ہے فقط وہاں پر سکونت پذیر ہونا چاہتا ہے۔ آپ نے اس لئے سفارش کی کہ آپ کے شوہر کا لڑکا تھا اس لئے حضرت نے بیٹی کی بات مان کر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ (۱)

اب ذرا ابن عمر سے پوچھئے کیا تم نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی جبکہ اکثر لوگ اس کے مخالف تھے۔ صرف پانچ نفر سے بیعت تحقق ہوئی تھی۔ اسی بیعت نے امت میں افتراق و انتشار پیدا کیا۔ ابن عمر نے تو یہ طوفان اور بد تمیزی بہت نزدیک سے دیکھی تھی۔ کسی کو ڈرایا گیا، کسی کو قتل کیا گیا، کسی کو لالچ دی گئی، اکثر پاک دامن حضرات اس سے کنارہ کش تھے اور خود ابو بکر اس بات کا اقرار کر رہے تھے کہ مجھ سے زیادہ حق دار علیؑ تم میں موجود ہیں۔

اپنے باپ عمر کی بیعت بھی اس حال میں کی کہ اجتماع کا دور دور تک پہنچ نہ تھا، حیرت انگیز نامزدگی ہو گئی اور حکومت کو ایک تند خو کے حوالے کر دیا گیا۔ (نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں) قدم قدم پر لغزشوں کی معافی، تمام لوگ اس نامزدگی سے سخت ناراض ہیں۔ ابو بکر پر پل میں پڑے ہیں کہ خدا کو کیا جواب دو گے؟ عوام پر ایک سنگ دل اکھڑ کو مسلط کر کے۔

شورئی کے مطابق عبدالرحمن کی دہاڑ تھی: یا علی! بیعت کرو ورنہ گردن مار دوں گا۔ (۱) لیکن ابن عمر کو ان تمام اختلافات کا ذرا بھی پتہ نہیں۔ مزہ یہ کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ معاویہ کی خلافت بھی جولائی اور دھونس قتل کے بل پر ہوئی وہ بھی عمومی اتفاق کے ساتھ وجود پذیر ہوئی۔ ابن عمر کو یہ بھی پتہ نہیں کہ عشرہ مبشرہ کی فرد سعد بن ابی وقاص نے معاویہ کی بیعت نہیں کی۔ سعد نے ایک دن معاویہ سے کہا: اے بادشاہ سلامت آپ پر سلام۔ معاویہ نے کہا: مجھے امیر المومنین کیوں نہ کہا؟ سعد نے کہا: ہم لوگ مومنین ہیں، ہم نے تمہیں امیر نہیں بنایا۔ تمہیں امیر المومنین کیوں کہیں؟ (۲) ابن عمر کو تو یہ بھی پتہ نہیں کی ابن عباس بھی معاویہ کے مخالف تھے۔ حج کے موقع پر معاویہ مدینہ گئے۔ وہاں سعد، ابن عمر اور ابن عباس سے ملاقات ہوئی۔ معاویہ نے کہا: ابن عباس تم نے ہمارا حق نہیں پہچانا اس لئے ہمارے مخالف ہو موافق نہیں ہو حالانکہ میں عثمان کا چچیرا بھائی ہوں جو ناحق قتل ہوئے۔ میں دوسروں سے زیادہ حق دار خلافت ہوں۔ ابن عباس نے جواب دیا: اس لحاظ سے تو امین عمر تم سے زیادہ حق دار خلافت ہوئے کیونکہ ان کے باپ قتل ہوئے تھے۔ معاویہ نے کہا: ان دونوں میں فرق ہے۔ عمر کو مشرکوں نے قتل کیا اور عثمان کو مسلمانوں نے۔ ابن عباس نے کہا: بخدا! اس لحاظ سے کہ عثمان کو مسلمانوں نے قتل کیا تم حق خلافت سے اور بھی دور ہو جاتے ہو۔ تمہارے تمام استدلال قطع ہو جاتے ہیں۔ اس گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن عباس سے معاویہ نے ہاتھ اٹھالیا۔ (۳)

خود عائشہ نے معاویہ کی خلافت کو مسترد کر دیا، معاویہ نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ عائشہ مجھے خلافت کے لائق نہیں سمجھتیں۔ بھلا انھیں اس سے کیا سروکار!

امام حسن نے فرمایا کہ اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ تم صدر مجلس میں ہو اور میں پائین مجلس

۱۔ صحیح بخاری باب کیف یالج الامام ج ۱۰ ص ۲۰۸ (ج ۶ ص ۲۶۳۵ ح ۶۷۸۱)؛ تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۷۰، ۳۷۱ (ج ۲ ص ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶)؛ الامتہ وولایتہ ج ۱ ص ۲۵ (ج ۱ ص ۳۱)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۰ (ج ۲ ص ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶)؛

الصواعق محرقہ ص ۳۶ (ص ۱۰۶)؛ فتح الباری ج ۱ ص ۱۶۸ (ج ۱ ص ۱۹۷)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۲ (ص ۱۳۳)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۵۱؛ ج ۶ ص ۱۰۶ (ج ۲ ص ۳۵۹ نمبر ۲۳۲۶)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۹ ص ۲۶۹

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۰۷ (ج ۲ ص ۳۶۰ نمبر ۲۳۲۶)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۹ ص ۲۷۰، ۲۷۱

ہوں۔ (۱)

اسی طرح اکثر بزرگ اصحاب مدینہ اس کے مخالف تھے اور اس پر اعتراض و مذمت کرتے تھے کیونکہ اس کی بدعتوں کے گواہ تھے۔ اپنی آنکھوں سے اس کے مظالم و جرائم، دشنام طرازیان قید و جلا وطنی کو دیکھ رہے تھے۔ گو کی ابن عمر خواب دیکھتا ہے کہ معاویہ کے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔ اسی طرح عمر بن عبدالعزیز نے خواب دیکھا۔ حالانکہ اصحاب رسولؐ نے اس کی بدعتوں اور مجرمانہ حرکتوں کی وجہ سے مخالفت کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسولؐ نے اس پر لعنت کی اور اس کے خلاف لڑنے کا حکم دیا ہے۔

جب بھی معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔ (۲) پتہ نہیں ابن عمر اس حدیث کی کیا تاویل کرے گا کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ پوچھا گیا: ہمیں کیا حکم ہے؟ فرمایا: پہلے کی بیعت پر باقی رہو۔ (۳) یہ بھی فرمایا:

جب بھی دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (۴) یا یہ کہ جب بھی اتحاد قوی ہو اور دوسرا آ کر خلافت میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے تو اسے قتل کر دو۔ (۵) اور یہ روایت تو ابن عمر عاص کی ہے کہ جو شخص کسی امام کی بیعت دل سے کر لے تو اسے تا حد امکان پیروی کرنی چاہیے، اگر دوسرا آ کر برسریکا رہو تو اس کی گردن مار دو۔

۱- شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۵ (ج ۱۶ ص ۱۲)

۲- کنز الدقائق منادی: ص ۱۰، (ج ۱ ص ۱۹) اکال فی ضعف الرجال: (ج ۲ ص ۱۳۶ نمبر ۳۳۳)

۳- صحیح مسلم: ج ۶ ص ۱۷۱ (ج ۴ ص ۱۱۹ حدیث ۴۴ کتاب الامارہ۔ سنن ابن ماجہ: ج ۲ ص ۲۰۴ (جلد ۲ ص ۹۵۸ حدیث ۲۸۷۱) سنن بیہقی جلد ۸ ص ۱۳۳ تفسیر الوصول جلد ۲ ص ۳۵ جلد ۴ ص ۴۲۔ مسند احمد: ج ۲ ص ۲۹۷ (ج ۲ ص ۵۷۶ حدیث ۷۹۰۰)۔ الحلی: ج ۲ ص ۳۶۰ (مسئلہ ۱۷۷)

۴- صحیح مسلم: ج ۶ ص ۲۳ (ج ۴ ص ۱۲۳ حدیث ۶۱ کتاب الامارہ)۔ المسند رک علیٰ محمد بن یحییٰ: ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۶۹ حدیث ۲۶۶۵)۔ سنن بیہقی: ج ۸ ص ۱۳۳۔ الفضل ابن حزم: ج ۴ ص ۸۸۔ الحلی: ج ۹ ص ۳۶۰ تفسیر الوصول: ج ۲ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۴۲)

۵- صحیح مسلم: ج ۶ ص ۲۳ (ج ۴ ص ۱۲۷ حدیث ۶۰ کتاب الامارہ)۔ سنن بیہقی: ج ۸ ص ۱۶۹ تفسیر الوصول: ج ۲ ص ۳۵۔

(ج ۲ ص ۴۲)۔ الحلی: ج ۹ ص ۳۶۰

عبدالرحمن بن عبد رب کا بیان ہے کہ یہ حدیث سن کر میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ تمہیں خدا کی قسم! سچ بتاؤ کیا تم نے خود رسول اکرمؐ سے سنا ہے؟ دونوں کان پر ہاتھ رکھ کر دہاڑا کہ ان کانوں سے سنا ہے اور اس دل نے یاد رکھا۔ میں نے اس سے کہا کہ معاویہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ دوسروں کا مال ناحق کھاؤ جب کہ حکم خدا اس کے خلاف ہے۔ یہ سن کر عبداللہ کچھ دیر خاموش رہا، پھر کہا کہ جب وہ حکم خدا کی موافقت کرے تو اس کی اطاعت کرو جب مخالفت کرے تو اس کا حکم نہ مانو۔ (۱)

نودی نے شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ دوسرے خلیفہ کو قتل کر دو کیونکہ اس نے خلیفہ برحق اور امام کے خلاف بغاوت کی ہے پھر وہ معاویہ کی ناحق بغاوت اور اموال کی ضبطی وغیرہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ (۲)

نودی ایک اور حدیث (آئندہ بہت زیادہ خلفاء ہوں گے) کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب بھی کسی خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے خلیفہ کی بیعت کی جائے تو بیعت اول صحیح اور دوسری باطل ہے۔ دوسری بیعت سے وفاداری حرام ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ بیعت دوم کرنے والے دانستہ بیعت کریں یا نادانستہ۔ ایک منطقہ میں ہو یا دوسرے منطقے میں۔ بہر حال اول کی بیعت صحیح ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ قرعہ اندازی کی جائے گی۔ (۳)

علماء کا اتفاق ہے کہ ایک وقت میں دو خلیفہ کی بیعت جائز نہیں (۴) خواہ ملک وسیع ہو یا نہیں، ہمارا بھی یہی نظریہ ہے۔ لیکن اگر ملک وسیع ہو تو دو کی بیعت کے لئے احتمال جواز ہے البتہ قطعی نہیں۔ مازری نے بعض متاخرین کے اسی نظریہ کی نشاندہی کی ہے۔ لیکن اس میں معاشرے کی تباہی اور حکم رسولؐ کی مخالفت ہے۔

ان تمام احادیث اور فتاویٰ کی روشنی میں ابن عمر پر لازم تھا کہ جب مہاجرین وانصار اور اصحاب

۱۔ صحیح مسلم: ج ۶، ص ۱۸۔ (ج ۴، ص ۱۲۰ حدیث ۴۶۔) سنن بیہقی: ج ۸، ص ۱۶۹۔ سنن ابن ماجہ: ج ۲، ص ۴۶۔ (ج ۲، ص ۱۳۰۶)

حدیث ۳۹۵۶۔ (۱) محلّی: ج ۹، ص ۳۶۰

۲۔ شرح مسلم نودی مطبوعہ رھاشیر ارشاد الساری: ج ۸، ص ۴۳۔ (ج ۱۲، ص ۲۳۱، ۲۳۲)

۳۔ الارشاد: ص ۵۲۵۔ ص ۳۵۷

۴۔ شرح مسلم نودی: ج ۸، ص ۴۳

بدر نے اجتماعی طور سے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی تو آپ بھی بیعت کر لیتے۔

ابن حجر فتح الباری (۱) میں لکھتے ہیں کہ ۳۵ھ میں قتل عثمان کے بعد تمام مہاجرین و انصار نیز اصحاب کبار نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی، صرف معاویہ اور شام والوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ اس لئے بہت سے حادثے رونما ہوئے۔ ابن عمر پر لازم تھا کہ باغی معاویہ کے خلاف حضرت علیؑ کے ساتھ ہو کر جنگ کرتے اگر وہ حکم خدا اور رسولؐ کے پابند ہوتے۔ بلکہ بقول عبداللہ بن ہاشم مرقال اگر وہ دین دار نہ بھی ہوتے عام انسان بھی ہوتے تو جگر خوارہ کے فرزند کے خلاف علیؑ کی طرف سے جنگ کرنی چاہئے تھی۔ (۲)

حضرت علیؑ کی بیعت کی تو دو نیک مردوں نے بھی مخالفت نہیں کی۔ صرف چند ہوا خواہان عثمان میں چھ سات نفر نے مخالفت کی، ان میں آٹھویں ابن عمر تھے۔ آخر صرف دس افراد کی بیعت سے خلافت ابو بکر کیسے منعقد ہوگئی؟ اس وقت تو اختلاف و تشعب کا بہانہ بنا کر ابن عمر جیسے لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی تھی۔ کاش ابن عمر نے اپنے باپ ہی کا مقولہ یاد رکھا ہوتا کہ جب تک ایک بھی بدری زندہ ہے تو خلافت اسی کا حق ہے پھر احد میں شریک صحابی کا پھر فلاں اور فلاں۔ طلح بن طلحہ لوگوں کا جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے ان کا خلافت میں کوئی حق نہیں ہے۔ (۳)

حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ تمام متقدمین کا اجتماعی اور مسلم ہے۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط میں یہی لکھا کہ تم فتح مکہ کے موقع پر آزاد کئے گئے ہو تم لائق خلافت نہیں ہو بلکہ تم شوری کی مہری کے لائق بھی نہیں ہو۔ (۴)

۱۔ فتح الباری: ج ۷، ص ۵۔ (ج ۷، ص ۷۷)

۲۔ کتاب الصغیر: ص ۳۰۵۔ (ص ۳۵۷)

۳۔ طبقات ابن سعد طبع لندن: ج ۳، ص ۲۳۸۔ (ج ۳، ص ۳۳۲)۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۱۷۶۔ (ج ۱۳، ص ۲۰۷)۔ اسد الغلبہ: ج ۳، ص ۳۸۔ (ج ۵، ص ۲۱۲ نمبر ۷۷۷)

۴۔ الامامہ و السیاسة: ص ۷۱، دوسرے ایڈیشن کا حوالہ ص: ۸۱، (ج ۱، ص ۸۵)۔ العهد القریب: ج ۲، ص ۲۳۳۔ دوسرے ایڈیشن کا حوالہ: ص ۲۸۳۔ (ج ۳، ص ۱۳۶)۔ بیج البلاغہ: ج ۲، ص ۵۔ شرح ابن ابی الحدید: ج ۱، ص ۲۳۸۔ ج ۳، ص ۳۰۰۔ (ج ۳، ص ۷۶ خطبہ ۳۳۔ ج ۱۳، ص ۳۶ کتاب ۶)

ابن عباس نے بھی فرمایا کہ تم طلیق بن طلیق ہو تمہیں خلافت سے کیا سروکار؟ (۱) سغیہ بن عریض صحابی نے معاویہ سے مناظرہ میں فرمایا کہ تم طلیق ہو تمہیں خلافت سے کیا سروکار؟
عبدالرحمن بن غنم اشعری نے ابو ہریرہ، ابوداؤد کو تمہیں میں اتھاڑا تھا مجھے تم لوگوں پر حیرت ہے آخر تم لوگ علی کو شوریٰ پر مخالفت ڈالنے کا مشورہ کیسے دے رہے ہو۔ حالانکہ جانتے ہو کہ تمام مہاجرین و انصار اور اہل جاز نے علی کی بیعت کر لی تھی۔ جنہوں نے بیعت کی وہ بیعت نہ کرنے والوں سے افضل تھے اور شوریٰ میں معاویہ کی جگہ کہاں؟ وہ تو طلیق ابن طلیق ہونے کی وجہ سے لائق خلافت نہیں ہے۔ (۲)

مصعب نے بھی یہی بات کہی ہے کہ اے معاویہ! تمہاری حیثیت تو طلیق کی ہے، سزاوار خلافت کیسے ہو سکتے ہو؟ (۳) بنا بریں معاویہ جیسے طلیق بن طلیق کی بیعت کرنا کہاں تک ابن عمر کے لئے جائز تھا دشمنی اہل بیت کی بات دوسری ہے۔

بیعت یزید پر اجماع اور عمومی اتفاق

عبداللہ ابن عمر نے اتفاق عمومی اور اجماع کا بہانہ کر کے یزید کی بیعت بھی کی تھی۔ لیکن یہ اجماع کہاں ہوا؟ کب صلحائے امت اور دینداروں نے اس کی بیعت کی؟ اصحاب و تابعین تو اس کی شہوات و ہوس بازی کے دباؤ میں تھے۔ وہ شراب خوار اور فسق و فجور میں مشہور تھا چنانچہ بولس سلامہ شاعر نے اس کے متعلق کہا ہے کہ ”اے موذن! ذرا آہستہ اللہ اکبر کہنا۔ ابھی بادشاہ سلامت حسین کینروں سے اپنا بستر گرم کر رہے ہیں۔ دوسری طرف علماء نے امامت کے لئے عادل ہونے کی شرط قرار دی ہے۔“

۱۔ الامامہ و السیاسة: ج ۱، ص ۸۵ دوسرے ایڈیشن کا حوالہ: ص ۹۷۔ (ج ۱، ص ۱۰۰)۔ شرح ابن ابی الحدید: ج ۲، ص ۲۸۹۔ (ج ۸، ص ۶۶ خطبہ ۱۲۳)

۲۔ الاستیعاب: ج ۲، ص ۴۰۲۔ (ج ۲، ص ۸۵۰ نمبر ۱۳۳۹)۔ اسد الغابہ: ج ۳، ص ۳۱۸۔ (ج ۳، ص ۳۸۷ نمبر ۳۳۷۰)

۳۔ مروج الذهب: ج ۱، ص ۷۸۔ (ج ۳، ص ۵۲)

قرطبی (۱) لکھتے ہیں کہ:

شرط امامت و حکمرانی عادل ہونا ہے، فاسق کی امامت منعقد نہیں ہوتی نہ بیعت صحیح ہے کیونکہ اجرائے احکام کے لئے نیز قیامت میں اپنا شفیع بنانے کے لئے، حقوق کی نگہداشت کے لئے بہر حال امام کا عادل ہونا ضرور ہے۔ معاویہ نے تو یزید کی بیعت کے لئے ہزاروں پاپ کئے (۲) خیانت کی، دھونس و دھمکی دی اور ابن عمر سے اجماع کا نام دیتے ہیں۔ وہ قتل امام حسنؑ اور دوسرے حوادث کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتے۔

واقعہ کربلا جیسا لرزہ خیز واقعہ اسی ابن عمر جیسوں کی تائید سے پیش آیا، واقعہ حرہ جس میں ساڑھے سات سو سے زیادہ اصحاب قتل ہوئے اس کے ذمہ دار بھی یہی ابن الوقت ہیں۔

اصحاب نے اعلان کیا تھا کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہیں جو دیندار نہیں، شراب پیتا ہے، ساز و شباب میں ڈوب رہتا ہے، کتوں سے کھیلتا ہے، اوباش اسے گھیرے رہتے ہیں، میں تمہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ہم نے اس کی بیعت کا فائدہ اپنی گردن سے اتار دیا ہے (۳) مسور کو اسی گواہی پر تازیانے بھی کھانے پڑے (۴) ابن عمر نے ان اصحاب کے متفقہ فیصلے کے برخلاف امویوں کو جمع کر کے کہا کہ دیکھو تم اپنی بیعت نہ توڑنا اور نہ قیامت میں تمہیں بیعت شکنوں کے پرچم تلے جمع کیا جائے گا۔ ابن عمر کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ فاسق کی بیعت صحیح نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ فسق و فجور کے مظاہرے کے بعد خلع بیعت واجب ہو جاتی ہے، یزید جیسے فاسق کی بیعت تو بنیادی طور سے متحقق ہی نہیں ہوتی، کیونکہ بیعت اصل میں خلیفہ کے ہاتھ پر ہوتی ہے لیکن وہ عہد و پیمانہ خدا اور رسولؐ سے باندھا جاتا ہے۔ اس بیعت کو آزادانہ ہونا چاہیے نہ کہ زور و دباؤ سے۔ دھونس و دھمکی اور تلوار کا بیعت سے رشتہ نہیں ہے۔ خود ابن عمر بھی ابتدا

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۸۷۔

۲۔ انساب الاشراف بلاذری ج ۳ ص ۳۱۔

۳۔ تاریخ طبری۔ جلد ۷ ص ۳ (ج ۵ ص ۳۸۰) حوادث سن ۶۲ ہجری (انساب بلاذری ج ۳ ص ۳۱) (ج ۵ ص ۳۳۸) فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۹ ج ۱۳ ص ۷۰۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۸۰ (ج ۷ ص ۲۷۷) ۱۸ نمبر ۳۱۳۵۔ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۲ ص ۱۶۔

میں بیعت یزید کے منکر تھے۔ (۱) لیکن ایک لاکھ کی تھیلی نے انکار تک بدل دیا۔ کہاں تو معاویہ سے کہا کہ یہ قیصریت اور ہرقلیت ہے اور کہاں یہ کہ اب اجماع کا گہوار پچار ہے ہیں۔ (۲)

اسی یزید نے چند جاہ طلبوں کی مدد سے عالم اسلام میں ظلم و تشدد کی ہوڑ یعنی رقابت، شرط.... مچادی۔ حرمت مدینہ برباد ہوئی، کعبہ خراب ہوا اور اس کی حرمت ضائع ہوئی، ہزاروں صحابہ کہتے رہے اور دھونس و لالچ کی بنیاد پر حکومت استوار ہو گئی۔ کیا یہی اجماع ہے؟ اس اجماع کی بیچ رکھنے کے لئے ابن عمر نے کچھ احادیث گڑھی ہیں فرماتے ہیں: ابو بکر کو صدیق کہتے ہو، صحیح ہے، عمر کو شدت پسند کہتے ہو صحیح ہے، عثمان مظلوم قتل ہوئے، معاویہ و یزید مقدس سر زمین کے دو بادشاہ ہیں۔ سفاح، سلام، منصور، جابر، مہدی، امین اور امیر العصب یہ سبھی قبیلہ کعب بن لوی کے بادشاہ ہیں اور یہ سبھی نیک اور بے مثل ہیں۔ (۳)

ابن عمر نے اس قسم کے عقائد کا پرچار کر کے اسلام میں مجرمانہ کاروائیوں کا راستہ کھولا۔ چنانچہ صحابی و صحابی زادہ محمد بن ابی جہم نے جب یزید کی شرا بخوری کی گواہی دی تو انہیں قتل کر دیا گیا۔

۱۔ الامامہ ج ۱ ص ۱۳۳ (ج ۱ ص ۱۵۰) تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۰ ج ۵ ص ۳۰۳) البدایہ والنہایہ۔

۲۔ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۳۳ (ج ۱ ص ۱۵۰)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳ ص ۳۶۶، ۳۷۷، ۳۷۸) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۲۵۹) سیر اعلام النبلاء (ص ۳۸)

تاریخ الخلفاء ص ۱۴۰ (۱۹۵) ۶۔ الاصابہ ج ۳ ص ۲۷۳

گفتار و کردار کے تماشے

ابن عمر کا خلافت و بیعت کے متعلق یہ طرز نظر تھا۔ ظاہر ہے کہ تمام امور میں ان کی وقعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تاریخی واقعات میں ان کی حماقت و نادانی کے بڑے منحوس نمونے نظر آتے ہیں۔ وہ امیر المؤمنین سے شدید نفرت رکھتے تھے اور باغی امویوں سے انکا گہرا راز نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انکی اہمیت نہ تو علویوں کے نزدیک ہی رہ گئی نہ امویوں کے نزدیک۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے زیادہ کسی شخص کو بھی رسول کے بعد جماع کی نعمت سے سرفراز نہیں کیا گیا۔ (۱)

اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ انتہائی شہوت پرست تھے۔ یہ ابن عمر کی حماقت ہی تو ہے کہ انھوں نے رسول خدا کو بھی اپنی طرح شہوت پرست بنا دیا۔ انھیں پتہ ہی نہ تھا کہ رسول خدا کی صلاحیتیں اور توانائیاں انتہائی متوازن اور متناسب تھیں، اسی وجہ سے رسول خدا نے اپنی انھیں تمام مترکز اور متناسب توانائیوں اور صلاحیتوں پر فخر و مباحث فرمایا ہے۔ ابن عمر نے خود باپ سے اپنی حماقت کی سند لی ہے کہ جب شرکت جہاد کی اجازت مانگی تو مسترد کرتے ہوئے فرمایا۔ بیٹا! مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں تم زنا کاری اور شہوت رانی میں پھنس جاؤ گے۔ (۲)

جس شخص کے متعلق محاذ جنگ پر شہوت رانی کا اندیشہ ہو اس کی وقعت دینی معاملوں میں کیا رہ جاتی ہے۔ ابن عمر کی جسارت دیکھئے کہ وہ خود کو رسول خدا سے تشبیہ دے رہا ہے حالانکہ اگر وہ اپنے باپ کی

۱۔ نوادر الاصول حکیم ترمذی؛ ص ۲۱۲۔ (ج ۲، ص ۴، اصل ۱۶۵)

۲۔ سیرہ عمر ابن خطاب؛ ص ۱۱۵، دوسرے ایڈیشن میں؛ ص ۱۳۸ ہے؛ (ص ۱۳۴)

شہوت رانی سے تشبیہ دینا تو مناسب ہوتا۔ محمد بن سیرین نے حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے کہ میرے اندر زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز باقی نہیں سوائے اس کے کہ میں یہ نہیں سوچتا کہ کس سے ازدواج کر رہا ہوں اور کون میری بیوی بنتی ہے۔ (۱)

حضرت عمر کی اسی شہوت رانی نے انھیں گناہ میں مبتلا کیا۔ چنانچہ وہ اپنی کنیز سے ہم بستر ہونا چاہتے تھے۔ کنیز نے کہا مجھے ماہواری آرہی ہے۔ حضرت عمر نے بغیر توجہ کئے ہوئے اس کو باہوں میں سمیٹ لیا تو سمجھ میں آیا کہ سچ کہہ رہی تھی۔ خدمت رسول میں آکر ماجرا بیان کیا تو رسولؐ نے فرمایا اے عمر! خدا تمہارے گناہ کو بخشے، نصف دینار صدقہ دے دو۔ (۲)

شب رمضان میں بیوی سے ہمبستر ہو گئے اور خدمت رسولؐ میں آکر عرض کی: میں اپنی شہوت سے مجبور ہو گیا تھا اب چھکارا کیسے ہو؟ فرمایا: تمہیں ایسا نہ کرنا چاہیے، اس وقت آیت اتری: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾۔ (۳) طبقات ابن سعد میں ہے کہ عائشہ بنت زید کی شادی عبداللہ بن ابی بکر سے ہوئی تھی۔ مرتے وقت عبداللہ نے شرط منوالی تھی کہ میرے بعد کسی دوسرے سے شادی مت کرنا، وہ اپنے عہد پر باقی تھی۔ اکثر خواستگاری ٹھکرادی تھی۔ عمر کی خواستگاری بھی ٹھکرادی۔ عمر نے زبردستی عقد کر کے اس سے جماع کیا۔ وہ عورت نفرتی ہوئی گھر سے چلی گئی اور پھر کچھ دن بعد غلام کو بھیج کر کہلوا یا کہ آئیے میں آپ کے لئے آمادہ ہوں۔ (۴)

۱۔ طبقات ابن سعد: ج ۳، ص ۲۰۸۔ (ج ۳، ص ۲۸۹)۔ المصنف عبدالرزاق: (ج ۶، ص ۱۵۲ حدیث ۱۰۳۲۱)۔ کنز العمال

: ج ۸، ص ۲۹۷۔ (ج ۱۶، ص ۵۳۳ حدیث ۳۵۷۸۷)

۲۔ الکلی ابن حزم: ج ۲، ص ۱۸۸ (مسئلہ ۲۶۳)۔ سنن بیہقی: ج ۱، ص ۳۱۶۔ کنز العمال: ج ۸، ص ۳۰۵۔ (ج ۱۶، ص ۵۶۶)

حدیث ۳۵۸۸۹)۔ سنن ابن ماجہ: (ج ۱، ص ۲۱۳ حدیث ۶۵۰)

۳۔ سورہ بقرہ ۱۸۳

۴۔ طبقات ابن سعد: (ج ۸، ص ۲۶۵)۔ کنز العمال: (ج ۷، ص ۱۰۰)۔ ج ۱۳، ص ۶۳۳ حدیث ۳۷۶۰۳)۔ مسند احمد: ج ۵،

ص ۲۷۹۔ (ج ۵، ص ۲۷۰)

ربیع الا برار (۱) میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: میں نے زبردستی اس لئے جماع کیا کہ خداوند عالم ایسا فرزند عنایت فرمائے گا جو اس کی حمد و ثناء کرے۔

ابن عمر کی ایک اور حماقت۔ ایک شخص نے نذر کی میں صبح سے شام تک کوہ حرا پر رہنے بیٹھوں گا۔ ابن عمر سے مسئلہ پوچھا۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ اس شخص نے ابن عباس سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ کیا تم نماز بھی برہنہ پڑھنے کی نذر کر سکتے ہو؟ تم پر شیطان مسلط ہو گیا ہے۔ جاؤ ایک دن مستکف ہو جاؤ اور کفارہ دو۔ اس نے واپس آ کر ابن عمر سے ابن عباس کی بات بتائی تو کہا کہ ابن عباس کا استنباط کہاں پیدا کیا جاسکتا ہے؟ (۲) ابن عمر کو یہ فقہی مسئلہ بھی معلوم نہ تھا کہ بیہودہ نذر وفا نہیں کی جاتی۔ یہ تو اپنی عورت کو طلاق دینے کا مسئلہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایام ماہواری میں طلاق نہیں دی جاتی۔ اپنی عورت کو ماہواری کے ایام میں تین طلاق دے بیٹھے۔ (۳) اس بات کا طعنہ باپ نے منہ ہو جانے کے بعد دیا۔ کسی نے عمر سے پوچھا: آپ اپنے فرزند کو خلیفہ بنا دیجئے۔ فرمایا: کیا میں اسے خلیفہ بنا دوں جو اپنی عورت کو طلاق دینا بھی نہیں جانتا۔ (۴)

بات بیٹے کی کیا ہے خود باپ کو بھی طلاق زن کا مسئلہ معلوم نہ تھا۔ حضرت عمر نے رسول خدا سے پوچھا۔ رسول نے فرمایا: جا کر عورت سے رجوع کرو۔ جب وہ پاک ہو جائے پھر جب ماہواری آئے اور پاک ہو تو چاہے طلاق دیدینا۔ (۵) جب نادان باپ اپنے بیٹے کی نادانی پر ہنسے تو اس کی نادانی کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ ربیع الا برار: (ج ۳، ص ۵۴۰) ۲۔ کتاب الاثار: ص ۱۶۸

۳۔ صحیح بخاری: ج ۸، ص ۶۷۔ (ج ۵، ص ۲۰۱۱ حدیث ۳۹۵۳)۔ صحیح مسلم: ج ۳، ص ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰

ابن عمر کی دینداری بھی خواہشوں کی پابندی تھی۔ سفر میں نماز جماعت تمام اور اقامت گاہ پر قصر پڑھا کرتے تھے۔ اسی بدعت کی تائید عثمان نے کی تھی پھر امویوں نے اس کی پیروی کی اس بات کو موطا (۱) امام مالک اور مسند احمد (۲) میں دیکھا جاسکتا ہے۔

ایک حماقت یہ بھی تھی کہ ابن عمر مجرم عورتوں کی جوتیاں اتروا لیتے تھے۔ جب صفیہ نے عائشہ کی حدیث بیان کی کہ رسول خدا عورتوں کو جوتیاں پہننے کو اجازت دیتے تھے تو باز آئے۔ (۳)

زرکشی لکھتے ہیں کہ اجماع ہے کہ یہاں خطاب مردوں سے ہے عورتیں مستثنیٰ ہیں۔ (۴) یہ بھی حماقت تھی کہ وہ اپنے کھیت کرائے پر دیدیتے تھے زمانہ رسول، عہد شیخین اور عثمان و معاویہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں۔ جب رافع بن خدیج نے حدیث رسول بیان تو باز آئے۔ لوگوں سے کہتے پھرتے تھے کہ رافع نے گمان ظاہر کیا کہ رسول خدا نے منع فرمایا ہے۔ (۵)

اس کے ذیل میں حاشیہ صحیح مسلم (۶) پر یوں لکھا ہوا ہے کہ ”معاویہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں: حیرت ہے کہ معاویہ کی خلافت کا اقرار کیا جا رہا ہے اور شیخین و عثمان کو حکومت سے تعبیر کیا جا رہا ہے پھر چوتھے کو صاف اڑا دیا گیا جب کہ خلفاء راشدین علیؑ کے بعد ہی مکمل ہوتے ہیں۔ مزہ یہ کہ خود معاویہ نے اپنے بادشاہ ہونے کا اقرار کیا ہے: (انا اول الملوک)۔“

۱۔ الموطا: ج ۱، ص ۱۲۶۔ (ج ۱، ص ۱۳۹ حدیث ۲۰)

۲۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۱۶۔ (ج ۲، ص ۸۶ حدیث ۳۶۳۸)

۳۔ سنن ابوداؤد: (ج ۱، ص ۳۸۹)۔ (ج ۲، ص ۱۶۶ حدیث ۱۸۳۱) کتاب الام (ج ۲، ص ۱۴۷) مسند احمد: ج ۲، ص ۲۹ (ج ۲، ص ۱۰۹ حدیث ۳۸۲۱) سنن بیہقی: ج ۵، ص ۵۲

۴۔ الاصابہ: ص ۱۱۸۔ (ص ۱۰۶ حدیث ۵)

۵۔ صحیح بخاری: ج ۳، ص ۴۷۔ (ج ۲، ص ۸۲۵ حدیث ۲۲۱۸) صحیح مسلم: ج ۵، ص ۲۱۔ (ج ۳، ص ۳۶۲ حدیث ۱۰۹ کتاب البیوع)۔ سنن نسائی: ج ۷، ص ۳۶۱۔ (ج ۳، ص ۱۰۲ حدیث ۳۶۳۰) مسند احمد: ج ۲، ص ۶۔ (ج ۲، ص ۶۷ حدیث ۳۳۹۰)

سنن ابن ماجہ: ج ۲، ص ۸۷۔ (ج ۲، ص ۸۴۰ حدیث ۲۳۵۳)۔ سنن ابوداؤد: ج ۲، ص ۹۱۔ (ج ۳، ص ۲۵۹ حدیث ۳۳۹۳)۔ سنن بیہقی: ج ۶، ص ۱۳۰

۶۔ صحیح مسلم: ج ۵، ص ۲۲۔ (ج ۳، ص ۳۶۲ حدیث ۱۰۹ کتاب البیوع) چاپ شدہ از طرف محمد علی صبیح اور ان کی اولاد

ابن عمر پر تعجب ہے کہ انھوں نے اسلامی راجدھانی اور مرکز دینی میں نشوونما پائی اور بوڑھے ہوئے لیکن اس قدر جاہل اور بے اطلاع تھے کہ معاویہ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں مسئلہ سے واقف ہوئے، اس درمیان وہ حرام کی کمائی کھاتے رہے۔ اس حرام خوری سے رافع بن خدیج نے روکا۔ حالانکہ بیانی پر کھیتی دینے کی حرمت درمیان صحابہ مشہور تھی۔ حدیث جاہر ہے کہ جو شخص بیانی پر کھیتی دینا نہ چھوڑے وہ خدا و رسول سے جنگ کرتا ہے۔ اس کی روایت سعد، ابو ہریرہ، ابوسعید خدری اور زید بن ثابت نے کی ہے۔ (۱)

ابن عمر کو ایسی مشہور بات کا پتہ نہ تھا، پھر بھی انہیں فقیہ کہا جاتا ہے۔ وہ علم و افتخار خلیفہ کے دلارے تھے، جن کے علمی آثار گذشتہ جلدوں میں پیش کئے گئے۔ یہ بھی اسی قسم فقیہ نکلے۔ کیا یہ فاحش غلو نہیں ہے اور معاشرے کو اندھیرے میں رکھنے کی سعی نہیں ہے؟

ایک یہ بھی حماقت تھی جسے دارقطنی نے لکھا ہے کہ عائشہ کو معلوم ہوا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ حالت وضو میں بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ فرمایا کہ رسول خدا روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے پھر وضو نہیں فرماتے تھے۔ (۲)

اس کے علاوہ حماقتوں میں متعہ، میت پر گریہ، حائضہ کا طواف و داغ.... اور حالت احرام میں خوشبو سونگھنے کے افادات لائق ذکر ہیں۔

چنانچہ فتح الباری (۳) میں ہے کہ جب مروان خلافت کا طلب گار ہوا تو اس سے کہا گیا کہ یہاں ابن عمر موجود ہیں، اس نے کہا: ابن عمر مجھ سے زیادہ فقیہ نہیں ہیں، بلکہ وہ مجھ سے سن میں زیادہ ہیں اور صحابی رسول ہیں۔ جو شخص مروان سے بھی کم علم ہو اس کے علمی مفادات کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ شاید اسی لئے ابراہیم نخعی اور حنفی ان کی باتوں پر توجہ نہیں دیتے تھے۔ (۴)

۱۔ سنن نسائی؛ ج ۳، ص ۵۲۔ (ج ۳، ص ۱۰۳ حدیث ۳۶۵۰۔) سنن بیہقی؛ ج ۶، ص ۱۳۳ و ۱۳۸

۲۔ سنن دارقطنی؛ (ج ۱، ص ۱۳۶ حدیث ۱۰)۔ الاچلیہ؛ ص ۱۱۸۔ (ص ۱۰۷ حدیث ۶)

۳۔ فتح الباری ج ۸، ص ۲۰۹۔

۴۔ صحیح بخاری ج ۳، ص ۵۸ (ج ۲، ص ۵۵۸ حدیث ۱۳۶۳) تیسرے الرسول ج ۱، ص ۲۶۷ (ج ۱، ص ۳۱۵)

ابن عمرؓ تو محدث تھے نہ فقیہ۔ ان کی فقہ، حدیث دانی سے بدرتھی اور حدیث دانی بھی سبحان اللہ تھی۔

چند نمونے دیکھئے:

۱۔ طبرانی (۱) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ مرگ ناگہانی مومنین پر عذاب ہے۔ فرمایا: خدا انہیں بخشے، رسولؐ خدا کا تو ارشاد ہے کہ مرگ ناگہانی مومنین پر تخفیف اور کافروں پر عذاب ہے۔ (۲)

۲۔ بخاری (۳) میں روایت بن عمر ہے کہ رسولؐ خدا نے قلب بدر پر مقتولوں سے خطاب فرمایا: کیا تم نے وعدہ خدا کو چھ پایا؟ پھر کہا کہ یہ اس وقت میری بات سن رہے ہیں۔ عائشہؓ سے یہ بات دہرائی گئی تو کہا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ یہ لوگ میری بات اس وقت سمجھ رہے ہیں کہ میں حق کہہ رہا ہوں۔

مسند احمد (۴) میں اس آیت کا اضافہ ہے: "انک لاتسمع الموتی ومانت بسمع من فی القبور۔"

۳۔ حکیم ترمذی (۵) نے نوادر میں ابن عمر کی روایت لکھی ہے کہ عرش مرگ سعد سے لرز اٹھا۔ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ لوگ اس سے سمجھے کہ عرش ایک تخت ہے جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت حدیث عمر میں اتھقانہ طریقے سے پیش کیا گیا ہے جس کی روایت دس سے زیادہ اصحاب رسولؐ نے کی ہے۔ (۶)

۱۔ المعجم الاوسط (ج ۳ ص ۱۰۳ حدیث ۳۱۵۳) ۴۔ فتح الباری: ج ۸، ص ۲۰۹ (ج ۸، ص ۲۶۰)

۲۔ الاصابہ ص ۱۱۹ (حدیث ۸)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۳ ص ۳۶۲ حدیث ۳۷۶۰) ۴۔ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱ (ج ۲ ص ۱۱۳ حدیث ۲۸۴۹)

۵۔ نوادر الاصول (ص ۱۵۳ ص ۹) ۶۔ فتح الباری ج ۷ ص ۹۸ (ص ۱۴۳)

۴۔ شاہ صاحب کی کتاب انصاف میں ابن عمر کی روایت ہے کہ میت پر اس کے اہل کے گریہ سے عذاب ہوتا ہے۔ عائشہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حدیث یوں ہے کہ رسول خدا ایک یہودیہ کی میت سے گذرے جس پر لوگ رورہے تھے۔ فرمایا کہ یہ لوگ رورہے ہیں اور وہ عذاب قبر میں مبتلا ہے۔ ابن عمر نے اس عذاب کو گریہ کی وجہ سے سمجھ لیا جب کہ حکم عام ہے تمام میت کے لئے۔ مسند احمد (۱) میں بھی یہ حدیث تردید عائشہ کے ساتھ موجود ہے۔

۵۔ بخاری (۲) نے کتاب الاذان میں لکھا ہے کہ ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ بلال رات میں دیتے ہیں لہذا تم کھاؤ پیو، جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دیدیں۔۔۔ جب یہ حدیث عائشہ سے بیان ہوئی تو کہا غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ابن ام مکتوم اندھے ہیں لہذا وہ رات میں بھی اذان دے دیتے ہیں لہذا تم کھاتے پیتے رہو جب بلال کی اذان سنیو تو کھانا چینا ترک کرو۔ (۳)

۶۔ مسند احمد (۴) میں ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: مہینہ ۲۹ دن ہے اور اپنے ہاتھ دوبارہ ملائے تیسری بار انگلی ٹیڑھی کی۔ عائشہ نے تردید میں کہا کہ ابن عمر کو اشتباہ ہوا ہے۔ درحقیقت رسول خدا نے ایک مہینے تک عورتوں سے دوری اختیار کی پھر ۲۹ دن میں رجوع کیا، تو لوگوں نے پوچھا: آپ ۲۹ دن میں واپس آئے، فرمایا: مہینہ ۲۹ دن ہوتا ہے۔

ابو منصور بغدادی نے کہا ہے کہ عائشہ نے تردید میں کہا کہ آپ نے فرمایا: مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ ابن عمر غلطی سے تمام مہینوں کو ۲۹ دن کا سمجھتے تھے۔ (۵)

۷۔ صحیحین (۶) میں ہے کہ ابن عمر سے کہا گیا کہ ابو ہریرہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جو شخص تشیح

۱۔ مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۱ (۷ ص ۳۹۸ حدیث ۲۵۸۷۱)

۲۔ صحیح بخاری کتاب الاذان ج ۲ ص ۶ (ج ۱ ص ۲۲۳ حدیث ۵۹۲)

۳۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۲ فتح الباری ج ۲ ص ۸۱ (ج ۲ ص ۱۰۲)

۴۔ مسند احمد ج ۲ ص ۲۱ (ج ۲ ص ۱۱۳ حدیث ۲۸۵۱ ص ۱۵۷ حدیث ۵۱۶۰)

۵۔ الاچلیہ زکشی ص ۱۲۰ (ص ۱۰۹ حدیث ۹) مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۳ (ج ۲ ص ۸۰ حدیث ۳۵۹۷)

۶۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۳۹ (ج ۱ ص ۳۳۵ حدیث ۱۲۶۰) صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۲، ۵۳ (ج ۲ ص ۳۳۵ حدیث ۵۶ کتاب الجنائز)

جتازہ کرے اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔ کہا کہ ابو ہریرہ کو اس کرتے ہیں جب عائشہ نے تصدیق کی تو حسرت سے کہا کہ تب تو ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیئے۔

نظریہ ابن عمر قتال و صلوة کے بارے میں

طبقات (۱) ابن سعد میں قول ابن عمر نقل ہے کہ میں فتنے کے زمانے میں ہرزبردست کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں لیکن جنگ میں حصہ نہیں لیتا۔ ابن حجر (۲) کہتے ہیں کہ ابن عمر فتنے کے زمانے میں جنگ نہیں کرتے تھے چاہے ایک گروہ کا حق اور دوسرے کا باطل ہوتا بھی ثابت ہو جائے، فتنے کے زمانے میں جو بھی امیر بن جاتا اس کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور زکوٰۃ مال بھی اسے دیدیتے۔ (۳)

یہاں ابن عمر کی احمقانہ و شرمناک حرکت کا عذر لنگ تو ملاحظہ فرمائیے: وہ جمل و صفین کے قتال کو فتنہ کا زمانہ کہتے ہیں اور خلیفہ برحق امیر المؤمنینؑ ساتھ نہ دینے کا بہانہ تراشتے ہیں حالانکہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ وہ فتنہ کہتے سادہ لوحوں کو تو سمجھا سکتے ہیں اور اپنا دامن جھاڑ سکتے ہیں لیکن سمجھدار کو نہیں۔ بزرگ صحابی حذیفہ یثربی فرماتے ہیں کہ فتنہ میں اگر تم دین کو پہچان لو تو تمہارے لئے ضرر رساں نہیں۔ فتنہ اسی وقت فتنہ ہے جب تم پر حق و باطل مشتبه ہو جائے۔ (۴) ابن عمر تو دین نہیں سے قطعی دور تھے یا نعمت خدا کے منکر؟ کیا ابن عمر نے باغی گروہ سے قتال کی آیت کہ تجاوز کار کے خلاف جنگ کرو؛ نہیں پڑھی تھی۔ جب ایک عراقی نے انہیں مطلب سمجھایا تو بھڑک اٹھے۔ نکل جا یہاں سے!!! کیا ابن عمر کو فتنہ باغیہ کی پہچان نہیں تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو پہلے ہی اس کی خبر دے کر لوگوں کو چوکنا کر دیا تھا۔ (۵)

۲۔ فتح الباری: ج ۱۳ ص ۳۹۔ (ج ۱۳، ص ۴۷)

۱۔ طبقات ابن سعد: ج ۳ ص ۱۱۰۔ (ج ۳، ص ۱۳۹)

۳۔ البدیۃ والنہایہ: ج ۹ ص ۵۔ (ج ۹، ص ۸۸ و ۸۹ حدیث ۲۷۷)

۵۔ صحیح ترمذی: ج ۹ ص ۳۹۔ (ج ۳، ص ۳۲۳ حدیث ۲۱۹۷)۔ المسد رک علیٰ الحسین: (ج ۳، ص ۳۳۸، ۳۳۹، ج ۴، ص ۳۸۵ حدیث ۸۲۵۲، ۸۲۵۳ حدیث ۸۳۱۰)۔ کنز العمال: ج ۶، ص ۳۱، ۳۲۔ (ج ۱، ص ۱۵۲ حدیث ۳۰۹۹۷)۔

کسی کے لئے بھی بہانہ کا موقع نہیں چھوڑا تھا۔ خود حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میرے پاس جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ (۱)

کیا ابن عمر نے رسول خداؐ کا انتہاءِ عائشہ سے نہیں سنا تھا کہ تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ حجاب کے کتے تجھ پر بھونک رہے ہیں، تو علیؑ سے جنگ کے لئے خالمانہ نکلی ہے۔ ایک زوجہ سے کہا: دیکھنا خبردار! تو نہ ہونا۔ زبیر سے کہا: تم علیؑ سے جنگ کرو گے حالانکہ تم ظالم ہو گے۔ حضرت علیؑ سے کئی بار فرمایا: یا علیؑ! تم جلد ہی باغی گروہ سے جنگ کرو گے اور تم حق پر ہو گے، جو اس وقت تمہاری مدد نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ تم میرے بعد ناکشین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرو گے۔

تم عرب کے بہادر ہو اور ناکشین، قاسطین اور مارقین کے قاتل۔ یہی بات ام سلمہ سے فرمائی۔ (۲)
حضرت علیؑ سے اس کا عہد لیا، صحابہ سے فرمایا کہ تم میں ایک شخص مایا بھی ہے جو تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرے گا جس طرح میں تنزیل کے لئے جنگ کر رہا ہوں۔ ابو بکر و عمر نے کہا: وہ میں ہوں یا رسول اللہ؟ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہے جو میری جوتیاں ٹانگ رہا ہے۔ اور آپ نے علیؑ کو اپنی جوتیاں ٹانگنے کے لئے دی تھیں۔ (۳)

عمار سے فرمایا: تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور معاویہ کی فوج نے آپ کو قتل کیا۔ (۴)

ابو ایوب انصاری، ابو سعید خدری اور عمار کا قول ہے: رسول خدا نے ہمیں ناکشین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ کس کے ساتھ ہو کہ جنگ کریں؟ فرمایا:

۱۔ کتاب الصغیر: ص ۵۳۲ (ص ۳۷۴)

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۵، ص ۴۱۔ (ج ۱، ص ۳۶۹)۔ البدلیہ والنہایہ: (ج ۷، ص ۳۰۶)۔ ج ۷، ص ۳۳۹ حوادث ۳۷۲ھ)۔
کنز العمال: ج ۶، ص ۸۸۔ (ج ۱۱، ص ۳۵۲ حدیث ۳۱۷۲۰)۔ تاریخ بغداد: ج ۱۳، ص ۱۸۷ (نمبر ۱۶۵)۔ کفایۃ الطالب:

(ص ۷۰)۔ ص ۱۶۹ باب ۳۷)۔ استیعاب: ج ۳، ص ۵۳ (القسم الثانی: ص ۱۱۱۷ نمبر ۱۸۵۵)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین: (ج ۳، ص ۱۳۲ حدیث ۴۶۲۱)۔ مجمع الزوائد: ج ۹، ص ۱۳۳۔ (۹) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۸۷

(۳ ص ۳۳۶ حدیث ۵۶۵۹)

۴۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۸۷ (ج ۳ ص ۳۳۶ حدیث ۵۶۵۹)

علیؑ کے ساتھ۔ (۱) کیا یہ واضح احادیث اور گواہیاں ابن عمر سے پوشیدہ تھیں؟ اس کے علاوہ کیا ابن عمر سے رسول اکرمؐ کا یہ بلند آہنگ بھی پوشیدہ تھا کہ ”علی مع الحق والحق مع علی ولن یفترقا حتی یرد علی الحوض“۔

یابہ ارشاد: ”علی مع الحق والحق معہ علی لسانہ والحق یدور حیثما دار علی“۔

یا حضرت علیؑ سے فرمایا: ”ان الحق معک والحق علی لسانک وفی قلبک وبین عینک والایمان مخالط لحمک ودمک کماخالط لحمی ودمی“۔

علیؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا: ”الحق مع ذاء الحق مع ذاء، یزول معہ حیثما زال“۔

یا فرمایا: ”علی مع القرآن والقرآن مع علی لایفترقان حتی یرد علی الحوض“۔

حضرت علیؑ سے فرمایا: تمہارا گوشت میرا گوشت، تمہارا خون میرا خون اور حق تمہارے ساتھ ہے۔

یا لوگوں سے فرمایا: میرے بعد جلد ہی فتنہ اٹھے گا، اس وقت تم لوگ علیؑ سے وابستہ رہنا کیونکہ وہ

سب سے پہلے مجھ سے حشر میں مصافحہ کریں گے۔ وہی صدیق اکبر اور اس امت کے فاروق ہیں۔ حق

دباطل میں فرق کرنے والے۔ وہ مومنین کے یعسوب ہیں اور مال منافقوں کا یعسوب ہے۔ (۲)

حضرت علیؑ کے اہل و عیال کے لئے فرمایا: جو تم سے جنگ کرے میں اس سے جنگ کرنے والا

ہوں۔ جو تم سے صلح کرے میں اس سے صلح کرنے والا ہوں۔ ایک خیمہ میں اہل بیٹ کی طرف اشارہ

کر کے یہی بات فرمائی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۵، ص ۴۱۔ (ج ۱، ص ۳۶۹)۔ البدلیہ والتہامیہ: ج ۴، ص ۳۰۶، ۳۰۵، ج ۴، ص ۳۳۹۔ کتاب الطالاب

ص: ۴۲۔ (ص ۱۷۳، باب ۳۸)۔ مستدرا بی بی بی: (ج ۳، ص ۱۹۳ حدیث ۱۶۲۳)۔ مجمع الزوائد: ج ۴، ص ۲۳۸

۲۔ الامتہ والسیاہ: ج ۱، ص ۶۸۔ (ج ۱، ص ۴۳)۔ ریح الارواء: (ج ۱، ص ۸۲)۔ المسد رک علیؑ: ج ۳، ص ۱۴۳۔

(ج ۳، ص ۱۳۳ حدیث ۳۶۲۸)۔ الصواعق المحرقة: ص ۴۵، ۴۴۔ (ص ۱۲۶، ۱۲۳)۔ استیعاب: ج ۲، ص ۶۵۔ (القسم

الرابع: ص ۴۳، نمبر ۳۱۵)۔ الاصابہ: ج ۳، ص ۱۷۱ (نمبر ۹۹۳)

علی کے ہاتھوں میں انگلیاں جما کے فرمایا: ہذا امیر البربرہ، قاتل الفجرہ، منصور من نصرہ، مخذول من خذله۔ (۱)
 اور بیچہ الوداع میں لاکھوں کے مجمع میں فرمایا: ”من كنت مولاہ فعلى مولاہ، اللهم وال من والاہ و عاد من عاداہ، وانصر من نصرہ و اخذل من خذله، و احب من احبه و ابغض من البغضه و ادر الحق معه حيث دار“۔

ان کے علاوہ بے شمار اعلانات رسولؐ ہیں جو ابن عمر نے فراموش کر دیئے اور ہیکڑی میں حق پوشی کی۔ (۲) یا پھر نص کے مقابلہ میں لپچر اجتہاد کیا۔ یہ شخص اس دن سخت نادم ہو گا جب ندامت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ وہ فرمائیں گے: کاش میں نے فخر باغیہ سے علی کی معیت میں جنگ کی ہوتی۔ (۳)
 میری زندگی کی سب سے بڑی محرومی یہی رہی۔ زندگی کی آخری گھڑیوں میں یہی بات کہی۔ یہی بات ایک عراق سے کہی جسے سنن بیہقی (۴) میں بطریق حمزہ بن عبد اللہ نقل کیا گیا ہے۔

ابن عمر کی نماز

ہرزبردست کے پیچھے نماز پڑھنے کی بات بھی سخت جہالت و نادانی ہے اور شیطان کا غلبہ۔ کیونکہ وہ خیر البریہ حضرت علیؑ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا، جسے قرآن نے طہارت و ولایت کا تمغہ عطا فرمایا۔ اور حجاج جیسے سفاک و بد کردار کے پیچھے نماز پڑھتا تھا۔ سفیان ثوری کا بیان ہے کہ سلمہ بن کھیل اور ذر مہی کے

۱۔ تاریخ بغداد: ج ۲، ص ۳۷۷ (نمبر ۸۸۷)۔ ج ۳، ص ۲۱۹ (نمبر ۱۹۱۵)۔ المصدر رک علیؑ الحسنین: ج ۳، ص ۱۲۹۔ (ج ۳، ص ۱۳۰ حدیث ۳۶۳۳)۔ احکام القرآن: ج ۳، ص ۵۶۰
 ۲۔ مستدرک: ج ۲، ص ۹۳۷۔ (ج ۲، ص ۱۸۲ حدیث ۵۳۵۸)۔ ص ۲۲۵ حدیث ۵۶۵۷)۔ سنن بیہقی: ج ۸، ص ۱۹۲
 ۳۔ طبقات ابن سعد: ج ۲، ص ۱۳۷۔ (ج ۳، ص ۱۸۷)۔ استیعاب: ج ۱، ص ۳۶۹۔ (القسم الثالث: ص ۹۵۳، نمبر ۱۶۱۲)۔ اسد الغابہ: (ج ۳، ص ۲۲۹)۔ ج ۳، ص ۳۳۲ (نمبر ۳۰۸)۔ ریاض الصغیر: ج ۲، ص ۲۳۲۔ (ج ۲، ص ۲۰۱)
 ۴۔ سنن بیہقی: ج ۸، ص ۱۷۲

درمیان مناظرہ ہوا۔ سلمہ کہتے تھے کہ حجاج کافر ہے اور ذر کہتا تھا کہ مومن ہے۔ سلمہ کی دلیل تھی کہ اعش کہتے ہیں کہ واللہ میں نے حجاج کو کہتے سنا ہے کہ حیرت ہے مجھے عبدھذیل (ابن مسعود) پر کہ جو کہتا ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ قرآن تو بس عربی آہنگ ہے اور خدا کی قسم اگر ابن مسعود پاجاتا تو اس کی گردن مار دیتا یا اس کے حلق سے قرآن کھرچ لیتا۔ (۱)

ابن عساکر (۲) نے حجاج کا خطبہ نقل کیا ہے: جہاں تک ہو سکے تقویٰ اختیار کرو لیکن اس میں ثواب نہیں۔ البتہ امیر المومنین عبدالملک کی اطاعت کرو کہ اس میں ثواب ہے۔ خود ابن عمر سے حدیث نقل ہے کہ وہ کذاب اور تباہکار ہے بنی ثقیف کا۔ (۳) حجاج نے زائرین مدینہ کے لئے کہا کہ ان پر انوس ہے کہ یہ بوسیدہ ہڈی کا طواف کرنے جاتے ہیں، امیر المومنین کے قصر کا طواف نہیں کرتے۔ کیا یہ جانتے نہیں کہ خلیفہ خدا رسول سے افضل ہے۔ (۴)

دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا کہ حجاج مومن ہے اور حجاج کافر ہے۔ معاملہ شععی کے پاس گیا تو کہا کہ وہ بت و طاغوت کا مومن تھا اور خدائے عظیم کا کافر تھا۔ (۵) واصل اسے شیخ کافر، قاسم اس کو اسلام کا بھگوڑا، عاصم حرمت کا زیاں کر نیوالاتا تھے۔ طاؤس کو حیرت تھی کہ اہل عراق حجاج کو مومن سمجھتے ہیں اکثر نے اسے کافر کہا ہے۔ (۶) پھر یہ کہ ترمذی کے مطابق حجاج کے متوالین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ (۷)

۱۔ المسد رک علی المصحفین: ج ۳، ص ۵۵۶۔ (ج ۳، ص ۶۳۱ حدیث ۶۳۵۲)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۶۹۔ (ج ۱۲، ص ۱۶۰، ۱۵۹، ۱۵۸ نمبر ۱۲۱)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ص ۲۱۵)

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۶۹۔ (ج ۱۲، ص ۱۵۹، ۱۵۸ نمبر ۱۲۱)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ص ۲۱۳)

۳۔ سنن ترمذی: ج ۶، ص ۲۹۴، ۱۳۳۔ (ج ۴، ص ۳۳۲ حدیث ۲۲۲۰ حدیث ۳۹۳۳)۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۹۲، ۹۱۔

(ج ۲، ص ۲۱۸ حدیث ۵۶۱۲، ص ۲۲۱ حدیث ۵۶۳۲)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۵۰۔ (ج ۱۲، ص ۱۲۱، ۱۲۰ نمبر ۱۲۱)

۴۔ نصاب کافہ ابن عقیل: ص ۱۸۔ (ص ۱۰۶)

۵۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۸۱۔ (ج ۱۲، ص ۱۸۸، ۱۸۷، ۱۸۶ نمبر ۱۲۱)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ص ۲۲۸)

۶۔ الاحقاف بحب الاشراف: ص ۲۲۔ (ص ۶۷)

۷۔ سنن ترمذی: ج ۹، ص ۶۳۔ (ج ۴، ص ۳۳۳ حدیث ۲۲۲۰)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۸۰۔ (ج ۱۲، ص ۱۸۳، ۱۸۲ نمبر ۱۲۱)۔

مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ص ۲۲۶)۔ تیسرے الوصول: ج ۴، ص ۳۶۔ (ج ۴، ص ۴۱)

اسی ہزار قیدی جس میں تیس ہزار عورتیں تھیں۔ (۱)

کیا ایسا سفاک و خونخوار نماز کی امامت کے قابل تھا؟ کاش! ہمیں معلوم ہو سکتا کہ کسی شریعت میں زور و زبردستی کو حق کی علامت بتایا گیا ہے؟ آخر ابن عمر نے اس کی بیعت کیسے کی؟ ابن عمر حجاج کے پیچھے نماز پڑھتا تھا اور خوارج کے سرغنہ نجدہ کے پیچھے۔ ابن حزم کے مطابق ایک بدکار ترین اور دوسرا خارجی تھا۔ (۲)

کیا قرآن و حدیث میں اس بات کی نشاندہی نہیں ہے کہ جماعت کی نماز ایسے کے پیچھے پڑھو جو قرآن و سنت کا واقف کار اور نیک ہو (۹) اگر غلبہ ہی ابن عمر کے یہاں معیار تھا تو جمل و نہراون کے بعد حضرت علیؓ کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا ان کے پیچھے نماز کیوں نہ پڑھی؟ بھلا خارجی کا ماموم بننے کی ثواب کمایا؟ جبکہ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خوارج دین سے نکل بھاگیں گے۔ (۳)

اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں کہ خوارج جہنم کے کتے ہیں۔ (۵)
امیر المؤمنینؓ کا ہاتھ رسولؐ کا ہاتھ تھا۔ ابن عمر نے آپ کی بیعت نہ کر کے برکت گنوائی، حجاج جیسے تباہکار، کذاب کے پیچھے نماز پڑھی اور نفس رسولؐ کی افتد اچھوڑ دی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۸۰، (ج ۱۲، ص ۱۸۵ نمبر ۱۲۱۷)۔ المسطر ف: ج ۱، ص ۶۶۔ (ج ۱، ص ۵۳)

۲۔ طبقات ابن سعد: ج ۴، ص ۱۱۰۔ (ج ۴، ص ۱۳۹)۔ الکلی: ج ۴، ص ۲۱۳

۳۔ صحیح مسلم: ج ۲، ص ۱۳۳۔ ج ۲، ص ۱۱۹ حدیث ۲۹۰ کتاب المساجد۔ سنن ترمذی: ج ۶، ص ۳۳۔ (ج ۱، ص ۳۵۹ حدیث ۲۲۵)۔

سنن ابوداؤد: ج ۱، ص ۹۶۔ (ج ۱، ص ۱۵۹ حدیث ۵۸۲ و ۵۸۳)

۴۔ صحیح بخاری: ج ۱، ص ۱۳۲۱، حدیث ۳۳۱۵۔ (ج ۶، ص ۲۷۸ حدیث ۷۲۳)۔ صحیح مسلم: (ج ۲، ص ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲)

حدیث ۱۳۹ و ۱۵۳ و ۱۵۶ کتاب الزکاة)۔ سنن ترمذی: ج ۹، ص ۳۷۔ (ج ۴، ص ۳۱۷ حدیث ۲۱۸۸)۔ سنن ابن ماجہ

:(ج ۱، ص ۵۹ حدیث ۱۶۸)۔ سنن بیہقی: ج ۸، ص ۱۷۰۔ المسند رک علیؓ: ج ۲، ص ۱۳۶۔ (ج ۲، ص ۱۶۰ حدیث

(۲۶۳۷)

۵۔ الجامع الصغیر: (ج ۱، ص ۶۳۸ حدیث ۴۱۲۸)

ابن عمر کا ایک دوسرا عذر

حلیہ (۱) ابونعیم میں ہے کہ ایک شخص نے بن عمر سے پوچھا: آپ صحابی رسول ہیں، اس جنگ میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟ جواب دیا: اس لئے کہ خدا نے مسلمانوں کا خون بہانے سے منع کیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے: ﴿قَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ﴾ ”ہم نے جہاد کر کے دین خدا کو رائج کر دیا اب تم چاہتے ہو کہ غیر خدا کے لئے جنگ کریں۔ یہی روایت اس دوسرے طریق سے بھی ہے۔“ (۲)

مارئے گوئی ابن عمر کو جو بزم خود اذوقہ صحابہ بنا ہوا ہے مہاجرین و انصار کے مقابلے میں، کیوں انہوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ ہو کر معاویہ و عائشہ سے جنگ نہیں کی؟ جس کا رسول خداؐ نے انہیں حکم دیا تھا۔ یہ ابن عمر کا عذر باپ کے عذر کی طرح ہے کہ رسول خداؐ نے عمر کو ذوالنہدیہ کے قتل کا حکم دیا لیکن انہوں نے لہجہ بہانہ پیش کر کے قتل نہیں کیا (۳) پھر یہ کہ کیا امیر المومنین کی طرف سے جنگ کرنا غیر اللہ کا کام تھا؟ وہ تو باغی گروہ سے جنگ کر رہے تھے۔

اس سے زیادہ حیرت ناک عذر ابن عمر کا یہ ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں ہماری جنگ ایسی ہی ہے جیسے کوئی اجالے میں راستہ چل رہا ہو اور اچانک گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے اور آدمی بھٹک جائے۔ مجھے قطعی سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کے ساتھ ہو کر جنگ کروں۔ (۴) کیا علیؑ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنے میں گھٹا ٹوپ اندھیر چھا رہا تھا؟ کیا ابھی مہاجرین و انصار اندھیروں میں بھٹک رہے تھے؟ کیا ابن عمر کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ شام کا اندھیرا یا عثمان کا اندھیرا گھٹن سے بھر پور تھا؟ معاویہ نے تو دھونس دھمکی سے بیعت کی دوکان چمکائی، یزید کی بیعت لی۔ علیؑ کا عہد خلافت تو اجالوں سے بھر پور تھا۔ خود رسول خداؐ نے

۱۔ حلیہ الاولیاء: ج ۱، ص ۲۹۲

۲۔ حلیہ الاولیاء: ج ۱، ص ۲۹۳

۳۔ مستد: ج ۳، ص ۱۵۔ (ج ۳، ص ۳۹۰ حدیث ۱۰۷۴۳)۔ البدلیہ والنہلیہ: ج ۷، ص ۲۹۸۔ (ج ۷، ص ۳۳۰ حوادث ۷۳)

۴۔ حلیہ الاولیاء: ج ۱، ص ۳۰۹

فرمایا تھا کہ اگر تم علیؑ کو امیر بناؤ گے تو انہیں ہادی و مہدی پاؤ گے۔ معاویہ کی گمراہی کے متعلق تو ہاشم مرتقال، یزید بن قیس ارجسی، عمار یاسر، عبداللہ بن بدیل، شہبث بن ربیع، دردان، محمد مسلمہ، نصر اور خود امیر المومنین کے واضح ارشادات ہیں کہ وہ راہِ خدا سے بھٹکا ہوا ہے تھا۔ خود معاویہ اپنے کو دنیا کا فرزند کہتا تھا۔

ابن عمر اپنے باپ کی بدعتیں زندہ کرتے ہیں

اس سلسلے میں دو چار نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ مجمع بیہمی (۱) میں ہے کہ جب ابن عمر سے متعہ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ حرام ہے۔ کہا گیا کہ ابن عباس اجازت دیتے ہیں تو جواب دیا کہ خدا کی قسم! ابن عباس جانتے ہیں کہ رسول خدا نے خیبر کے موقع پر منع کر دیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں جواب دیا کہ اگر عمر ابن خطاب کسی کو متعہ کرتے دیکھتے تو سنگسار کرتے۔ (۲)

ایک شخص نے حکم خدا کے خلاف فتویٰ دیا۔ سائل تو حکم خدا پوچھ رہا ہے اور یہ اپنے باپ کی بدعت ٹھونک رہا ہے۔ خود اس کے باپ نے گواہی دی ہے کہ دو متعہ عہد رسولؐ میں رائج تھے۔ اور میں اسے حرام کرتا ہوں۔ (۳) اس شخص نے جھوٹی قسم کھائی اور ابن عباس جیسے عظیم صحابہ اور حضرت علیؑ کو جھٹلایا۔ خیبر میں نبی متعہ کی تردید حفاظ و محدثین نے کر دی ہے۔ (۴)

۲۔ سنن بیہقی: ج ۷، ص ۲۰۶

۱۔ مجمع الزوائد: ج ۳، ص ۲۶۵

۳۔ البیان والتمیز: ج ۲، ص ۲۲۳ (ج ۲، ص ۱۹۳) احکام القرآن ج ۱، ص ۳۳۲، ۳۳۵، ج ۲، ص ۱۸۲ (ج ۱، ص ۲۹۰، ۲۹۳، ج ۲، ص ۱۵۲)؛ تفسیر قرطبی: ج ۲، ص ۳۷۰ (ج ۲، ص ۲۶۱) کتاب المہبوط سحرسی: (ج ۳، ص ۲۷۰) زاد المعاد ابن قیم: ج ۱، ص ۳۳۳ (ج ۲، ص ۱۸۲) تفسیر کبیر رازی: ج ۲، ص ۱۶۷؛ ج ۳، ص ۲۰۱، ۲۰۲ (ج ۵، ص ۱۵۲۔ ج ۱۰، ص ۵۲، ۵۳)؛ کنز العمال: ج ۸، ص ۲۹۳ (ج ۱۶، ص ۵۱۹، حدیث ۳۵۷۱۵؛ ج ۲، ص ۵۲۱، حدیث ۳۵۷۲۲)؛ درمنثور: ج ۲، ص ۱۴۰ (ج ۲، ص ۳۸۷)

۴۔ الروض الالاف: ج ۲، ص ۲۳۸ (ج ۶، ص ۵۵۷)؛ شرح المواہب زرکانی: ج ۲، ص ۲۳۹۔ شرح الموطا: ج ۳، ص ۲۴ (ج ۳، ص ۱۵۲، حدیث ۱۱۷۸)؛ سنن بیہقی: ج ۷، ص ۲۰۱؛ زاد المعاد: ج ۱، ص ۳۳۳ (ج ۲، ص ۱۸۳)

- ۲۔ میت پر گریہ کرنے سے اس شخص کے باپ نے روکا جب کہ رسول خدا نے اس کی اجازت دی ہے۔ اس شخص نے ایک روایت پیش کی جس کی تردید عائشہ نے کر دی۔ (۱)
- ۳۔ اس شخص نے باپ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے حدیث رسول بیان کرنے سے روکا۔ (۲)
- ۴۔ حائض کے طواف و دایع میں اپنے باپ کی تقلید کی اور لوگوں نے اس کی تردید کی۔ (۳)
- ۵۔ لوگوں کو غیر واقع امور کے متعلق سوال کرنے سے روکا یہ بھی باپ کی تقلید تھی۔ (۴)
- ۶۔ باپ کی طرح حالت احرام میں خوشبو کے استعمال سے روکا۔ عائشہ نے تردید کی۔ (۵)
- ۷۔ بخاری و مسلم (۶) میں ہے کہ مجاہد کہتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں آئے دیکھا کہ ابن عمر حجرہ عائشہ میں بیٹھے ہیں اور لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان سے لوگوں کے نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو کہا کہ بدعت ہے۔ عروہ نے پوچھا: رسول خدا نے کتنی بار عمرہ ادا کیا؟ جواب دیا: چار بار، ایک اس میں ماہ رجب میں کیا۔ میں اس کی تردید کرنا نہیں چاہتا تھا کہ عائشہ کو حجرہ سے آواز دی: ام المؤمنین: آپ ابن عمر کی بات سن رہی ہیں؟ فرمایا: خدا ابن عمر کو بخشے، رسول خدا جب بھی عمرہ کے لئے

- ۱۔ صحیح بخاری ابواب الجنائز: (ج ۱ ص ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ (ج ۲ ص ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۱ و ۱۸۲ (ج ۱ ص ۶۰۹ و ۶۱۰ حدیث ۱۹۸۳ و ۱۹۸۵) سنن ابوداؤد: ج ۲ ص ۵۹ (ج ۳ ص ۱۹۴ حدیث ۳۱۲۹) مسند احمد: ج ۱ ص ۳۳۱ و ۳۳۲ (ج ۱ ص ۶۸ حدیث ۲۹۰) سنن بیہقی: ج ۳ ص ۷۳
- ۲۔ سنن دارمی ج ۱ ص ۸۳؛ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵ (ج ۱ ص ۱۱ حدیث ۲۶) مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۳۳۵ حدیث ۶۳۲۹)
- ۳۔ صحیح بخاری کتاب الحج باب اذا حافت المرأة: (ج ۲ ص ۶۲۵ حدیث ۱۶۷۲)؛ سنن بیہقی: ج ۵ ص ۱۲۳
- ۴۔ سنن دارمی: ج ۱ ص ۵۰؛ جامع البیان اعظم ابن عبدالبر: ج ۲ ص ۱۳۳ (ج ۱ ص ۳۶۹ حدیث ۱۷۹۳) مختصر جامع بیان العلم ص ۱۹۰ (ص ۲۲۶ حدیث ۲۳۲) فتح الباری: ج ۱ ص ۲۲۵ (ج ۱ ص ۲۶۶) کنز العمال ج ۲ ص ۱۷۳ (ج ۳ ص ۸۳۹ حدیث ۸۹۰۶)
- ۵۔ صحیح بخاری: ج ۱ ص ۱۰۲ و ۱۰۳ (ج ۱ ص ۱۰۲ حدیث ۲۶۲)؛ صحیح مسلم: ج ۳ ص ۱۳ و ۱۴ (ج ۳ ص ۲۲ حدیث ۳۹) کتاب الحج: سنن نسائی۔ ج ۵ ص ۱۳۱ (ج ۲ ص ۳۳۰ حدیث ۳۶۸۳)
- ۶۔ صحیح بخاری: ج ۳ ص ۱۳۳ (ج ۲ ص ۶۳۰ حدیث ۱۶۸۵)؛ صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۱ (ج ۳ ص ۸۹ حدیث ۲۲۰) کتاب الحج: مسند احمد: ج ۲ ص ۴۳ و ۴۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۳۳۱ و ۳۳۲ حدیث ۵۹۳۹ و ۶۰۹۱ و ۶۳۹۹) سنن ابن ماجہ: (ج ۲ ص ۹۹۷ حدیث ۲۹۹۸)۔ تیسیر الوصول: ج ۱ ص ۳۳۶ (ج ۱ ص ۳۹۴)

گئے ابن عمران کے ساتھ تھے۔ رسولؐ نے تو ایک بھی عمرہ ماہ رجب میں ادا نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رجب کا عمرہ ابن عمر نے جھوٹ بول کر پیدا کیا۔ وہ اس طرح اپنے

باپ (۱) کی متعہ کے خلاف بدعت کو تقویت دینا چاہتا تھا یا تاویل کرنا چاہتا تھا۔

انس نے بھی ماہ رجب میں عمرہ رسولؐ کا انکار کیا ہے۔ قارئین کرام کو ابن عساکر اور احمد بن حنبل کی

روایت سے ابن عمر کی ماہیت سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ (۲)

عبداللہ بن زبیر نے محاصرے کے درمیان عثمان سے کہا کہ میں اصل گھوڑے لے آؤں تاکہ آپ

مکہ چلے جائیے۔ عثمان نے کہا: نہیں، میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ مکہ میں ایک کافر دفن ہوگا جس

کا نام عبداللہ ہوگا۔ اس پر آدمی مخلوقات کا عذاب بار ہوگا۔ میرے خیال میں وہ تم ہو یا عبداللہ ابن

عمر۔ (۳)

مسند احمد میں ہے کہ عبداللہ بن عمر نے ابن زبیر سے یہی بات کہی تھی۔ (۴)

ابن عمر کی دوسری قسم کی روایات میں صرف امیر المومنین سے عتاد کی جھلکیاں ملتی ہیں اس کا دل

اجازت نہیں دیتا کہ نام علیؑ زبان پر لائے۔ اس نے بارہ خلفاء کے نام گنائے اور نام علیؑ چھوڑ دیا۔ (۵)

جبکہ یزید و سفاح جیسوں کا نام لیا۔ (۶) اس شخص میں کیا منحوس روح بھری تھی کہ تعصب جلاہلانہ میں

۱۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۹۵ (ج ۲، ص ۲۲۶ حدیث ۵۶۶۷)

۲۔ صحیح بخاری: ج ۳، ص ۱۳۵، ۳ (ج ۲، ص ۶۳۱ حدیث ۱۶۸۸)؛ صحیح مسلم: ج ۳، ص ۶۰ (ج ۳، ص ۸۸ حدیث ۳۱۷)؛ سنن ابی داؤد: ج ۱، ص ۳۱۲ (ج ۲، ص ۲۰۶ حدیث ۱۹۹۴)؛ الاصابۃ: زرکشی ص ۱۱۵ (ص ۱۰۲ حدیث ۳)؛ سنن ابن ماجہ: ج ۲، ص ۲۳۳

(ج ۲، ص ۹۹۷ حدیث ۲۹۹۶)

۳۔ مسند احمد: (ج ۱، ص ۱۰۴ حدیث ۳۶۳)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۷، ص ۴۱۲۔ (ج ۲، ص ۲۸۸)۔ (نمبر ۳۲۹۷)۔ مختصر تاریخ ابن

عساکر: (ج ۲، ص ۱۹۵)

۴۔ فتح الباری: ج ۵، ص ۱۹ (ج ۱۳، ص ۹۵)

۵۔ مسند ج ۲، ص ۱۳۶ (ج ۲، ص ۲۹۸ حدیث ۶۵۶۱)

۶۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳، ص ۶۷ و ۷۷)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۱، ص ۲۵۹)۔ سیرہ اعلام النبلاء:

(ج ۳، ص ۳۸)۔ تاریخ الخلفاء: ص ۱۳۰۔ (ص ۱۹۵)

حضرت علیؓ کو زید سے بھی بدتر سمجھتا تھا۔ اس شخص نے کبھی فضائل علیؓ کا زبان سے اقرار نہ کیا۔ جو فضائل بیان کئے وہ بھی مسخ کر کے بیان کئے یا تحریف کر کے۔ لیکن تلاش کے فضائل بیان کرنے میں اس کی قینچی کی طرح زبان چلتی نظر آتی ہے۔

۵۔ انس سے روایت ہے: رسول خدا کے ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان کو ہر چار بیٹھے تھے، اتنے میں پہاڑ لرز نے لگا۔ رسول خدا نے فرمایا: اے چرا! ٹہر جا کہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید بیٹھے ہیں۔ خطیب، نے اس روایت کو کدیعی سے نقل کیا ہے (۱) جو کذاب اور حدیثیں گڑھنے والا تھا۔ اس نے زبان رسول خدا سے ہزاروں جھوٹی حدیثیں بیان کر ڈالی ہیں۔ (۲) اسے اختلال حواس بھی ہو گیا تھا۔ (۳)

اس روایتی عیب کے باوجود خطیب نے مدح صحابہ کے زعم میں بغیر خلل سند بیان کے لکھ مارا ہے۔ ۶۔ دارقطنی (۴) نے اسماعیل بن عماس و راق، عماد بن ولید، ولید بن فضل، عبد الجبار بن حجاج، مکر بن حکیم، سیف بن منیر انھوں نے ابو دردا کا بیان نقل کیا ہے کہ چار چیزیں رسول خدا سے میں نے سنی ہیں: کسی اہل قبلہ کو خواہ گناہ کبیرہ ہی کرے کافر نہ کہہ دو، ہر پیش نماز کے پیچھے نماز پڑھ لو مجھاد کرو، ابو بکر و عمر و عثمان و علیؓ کو صرف اچھائی سے یاد کرو اور کہو کہ وہ لوگ ایسے گروہ تھے جنہیں ان کے اچھے برے عمل کا بدلہ دیا جائے۔ (۵)

۱۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۶۵

۲۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۳۱: کتاب الحج و حین (ج ۲ ص ۳۱۲): تذکرۃ الموضوعات ص ۱۳، ۱۸ (ص ۱۰، ۱۳، ۱۵): شذرات الذهب ج ۲ ص ۱۹۳ (ج ۳ ص ۳۶۲ حوات ۲۸۶): میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۵۲ (ج ۳ ص ۷۴ نمبر ۸۳۵۳): الملکالی المصنوعہ ج ۲ ص ۱۵، ۱۳۲ (ج ۲ ص ۶۳، ۶۴): تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۵ (ج ۲ ص ۶۱۸ نمبر ۶۲۵)

۳۔ کتاب الحج و حین (ج ۲ ص ۲۲۰): تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۷۵ (ج ۸ ص ۳۳۵): طبقات ابن سعد (ج ۷ ص ۲۷۳):

الغیاث ابن حبان (ج ۶ ص ۳۶۰): تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۶۶-۶۳ (ج ۳ ص ۵۶)

۴۔ سنن دارقطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۷۳: ج ۶ ص ۲۲۶ (ج ۲ ص ۲۵۸ نمبر ۳۶۳): ج ۳ ص ۳۳۳ نمبر ۹۳۹۳

رجال سند:

ولید بن فضل: ابن حبان کہتے ہیں: جعلی روایات میں ماہر تھا۔ (۱) ذہبی اور دارقطنی کہتے ہیں: وہ غیر معتبر و ضعیف تھا۔ (۲)

عبد الجبار بن حجاج خراسانی: حافظ خراب تھا، ست راوی تھا، ضعیف تھا۔ (۳)

مکرم بن حکیم نخعی: باطل و بے بنیاد روایات نقل کرتا تھا۔ گناہ تھا ست راوی تھا۔ (۴)

سیف بن منیر: گناہ تھا، ضعیف اور پیغمبر سے بے بنیاد روایات نقل کرتا تھا۔ (۵)

۷۔ انس سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کی نظیر میری امت میں

نہ ہو چنانچہ ابو بکر نظیر ابراہیم ہیں، عمر نظیر موسیٰ ہیں، عثمان نظیر ہارون، اور علی میری نظیر ہیں۔ اس روایت کو

ابن اعرابی نے محمد بن زکریہ سے نقل کیا ہے۔ اس نے احمد بن عساکر جہمی سے، اس نے احمد بن عطا سے

جہمی نے عبدالحکم اور اس نے انس سے روایت کی ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس جھوٹ کے پلندے کو غلابی نے گڑھا ہے۔ اور وہ ست

راوی ہے۔ (۶)

دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ حدیثیں گڑھتا تھا۔ (۷)

۱۔ کتاب الحج و حین (ج ۳ ص ۸۲)

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۳۲۳ نمبر ۹۳۹۴)؛ سنن دارقطنی (ج ۲ ص ۵۵ حدیث ۲)

۳۔ لسان المیزان ج ۳ ص ۳۸۷ سنن دارقطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۹۸ (ج ۲ ص ۷۷ نمبر ۸۷۴۸)؛ لسان المیزان ج ۶ ص ۸۵ (ج ۱ ص ۱ نمبر ۸۵۴۴)؛ سنن دار

قطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۳۹ (ج ۲ ص ۲۵۸ نمبر ۳۶۳۱)؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۱۳۳ (ج ۳ ص ۱۵۹ نمبر ۴۰۴۹)؛ سنن

دارقطنی (ج ۲ ص ۵۵ ج ۲)

۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۶ (ج ۳ ص ۵۸)

۷۔ المصنفاء والحرر وکین (ص ۳۵۰ نمبر ۲۸۳)

دوسرا نام احمد بن عطا کا ہے: جو دارقطنی کے نزدیک متروک و مطرود ہیں۔ (۱)

ابن مدینی کہتے ہیں کہ ایک دن اس کے پاس نقل حدیث کے لئے گیا، جب اس کے شاگرد چلے گئے تو اس کے کاغذوں کے بنڈل کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: انھیں تم نے خود سنا ہے! جواب دیا، نہیں، بلکہ خریدا ہے۔ اس میں اچھی بھی حدیثیں ہیں۔ انھیں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ لوگ اس پر عمل کریں۔ میں نے اس سے کہا: خدا سے نہیں ڈرتے کہ رسول خدا پر بہتان اور جھوٹ باندھ کر لوگوں کو خدا سے نزدیک کر رہے ہو۔ (۲)

۸۔ ریاض محبت (۳) میں قول شافعی نقل ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: میں اور ابو بکر، عمر، عثمان و علی ہزار سال خلقت آدم سے قبل نوری شکل میں بیمن عرش پر تھے۔ جب آدم خلق ہوئے تو انکی پشت میں آئے۔ اسی طرح پاکیزہ نسل میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھے صلب عبد اللہ میں، ابو بکر کو صلب ابوقحافہ میں، عثمان کو صلب عفان، اور علی کو صلب ابوطالب میں ظہر ادا دیا۔ پھر انھیں میری محبت سے سرفراز کیا اور ابو بکر کو صدیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علی کو وصی بنایا۔ اس لئے اب جو بھی میرے اصحاب کو برا بھلا کہے گا گویا اس نے مجھے برا بھلا کہا اور جس نے مجھے دشنام دیا اس نے خدا کو دشنام دیا اور خدا کو دشنام دینے والا اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (۴)

اس متروک سند کی تردید کی چند ان ضرورت نہیں۔ لیکن ایک چیز غور طلب ہے کہ اس میں ایک شجرہ ملعونہ (۵) کی بھی فرد ہے۔ جو جاہلیت و اسلام دونوں حالت میں رذالتوں کی آخری حد پر رہے۔

۱۔ الضعفاء والحر دیکھیں (ص ۱۱۲ نمبر ۳۳)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۶ ج ۳ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۱۱۹ نمبر ۳۶۸، ج ۳ ص ۵۵۰ نمبر ۷۵۳): لسان المیران ج ۱ ص ۲۲۱، ج ۵ ص ۱۶۸ (ج ۱ ص ۲۳۸ نمبر ۶۸۹، ج ۵ ص ۱۹۰ نمبر ۷۳۶)

۳۔ ریاض الصغیرہ ج ۱ ص ۳۰ (ج ۱ ص ۳۵)

۴۔ وسیلۃ السعیدین (ج ۵ ص ۱۸۷ قلمی)

۵۔ روض مشورح ج ۲ ص ۱۹۱ (ج ۵ ص ۳۰۹، ۳۱۰): سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۷ (ج ۱ ص ۳۱۷): فتح القدر شوکانی ج ۳ ص ۲۳۱ (ج ۳ ص

۲۳۰ ص): تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۱۵ ص ۱۰۷: تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۲۸۶ (ج ۱ ص ۱۸۵)

اس کے علاوہ ابو قحافہ اور خطاب کے جاہلی حالات قطعی اندھیرے میں ہیں، کہیں کوئی افتخار نظر نہیں آتا۔
دشنام کی بات بھی چندان لائق تردید نہیں کیوں کہ اس سے تو خود صحابہ کی گردن پکڑی جاتی ہے جو
باہم گالی ہی نہیں جو تم بازی کرتے رہتے تھے۔

۹۔ ریاض محبت (۱) میں ہے کہ یخامر سلسکی کا بیان ہے: رسول خداؐ نے فرمایا: خدا یا! ابو بکر پر
صلوات بھیج کیوں کہ وہ تجھے دوست رکھتا ہے۔ عمر، عثمان، ابو عبیدہ و عمر و عاص پر درود بھیج کیوں کہ یہ تجھے
دوست رکھتے ہیں اور تیرا رسولؐ ان کو دوست رکھتا ہے۔ اس کی روایت ظلی نے کی ہے
کاش طبری نے اس بے سند روایت کے راوی بھی بیان کر دئے ہوتے تاکہ معلوم ہوتا کہ کس نے
یہ روایت گڑھی ہے۔ پتہ نہیں یہ یخامر کون ہے، صحابی ہے یا تابعی، خود اس نے رسولؐ سے سنایا فریب
کارانہ جھوٹ بولا ہے۔ حیرت ناک تو یہ ہے کہ اس میں وہ نام آیا ہی نہیں جو خدا کو دوست رکھتا ہے اور خدا
اسے دوست رکھتا ہے۔ حضرت علیؑ کے لئے تو بے شمار احادیث محبت موجود ہیں۔ (۲)

خدا و رسولؐ کے محبوب اصحاب میں سلمان، عمار، مقداد، ابو ذر، عباس عم رسولؐ کا نام آتا ہے لیکن
حدیث گڑھنے والے پر یہ نام پوشیدہ رہ گئے۔

۱۰۔ ابن عدی نے احمد بن محمد ضمیمی، حسین بن یوسف، ابو ہاشم اصرم بن حوشب، قرہ بن خالد بصری
اور ضحاک نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اول ہوں، ابو بکر دوم، عثمان سوم اور
پھر تمام لوگ سبقت اسلامی کی بناء پر نمبر پاتے جائیں گے۔ (۳)
سیوطی نے لٹالی میں کہا ہے کہ یہ آفت اصرم کی لائی ہوئی ہے۔ (۴) سبھی کہتے ہیں کہ وہ منحوس چھوٹا
تھا۔

۱۔ ریاض الصغرہ ج ۱ ص ۲۴ (ج ۱ ص ۳۷)

۲۔ ریاض الصغرہ ج ۲ ص ۱۶۱ (ج ۳ ص ۱۰۴)؛ ذخائر العقبی ص ۶۲؛ مواقف ابنی ج ۳ ص ۲۷۶ (ص ۴۰۹)؛ مجمع البزواک ج ۹ ص

۱۱۳؛ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۶۰ (نمبر ۱۰)

۳۔ المللی المصنوعہ ج ۱ ص ۳۱۱

۳۔ الکامل فی شفاء الرجال (ج ۱ ص ۴۰۴ نمبر ۲۱۹)

بخاری، مسلم، نسائی، دارقطنی اسے پکا جھوٹا اور غیر معتبر کہتے ہیں۔ (۱) پھر یہ کہ ضحاک نے ابن عباس سے حدیث حاصل نہیں کی نہ سنی ہے۔ (۲) ابن سعید کہتے ہیں کہ ضحاک میرے نزدیک ضعیف دست ہے۔ (۳)

۱۔ تاریخ ابن عساکر میں ابن عباس کا بیان نقل ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: بلاشبہ میرے داماد میرے نزدیک محبوب ترین اور بلند مرتبہ ہیں۔ خدا تک قریب ترین وسیلہ ہیں۔ اور کامیاب ترین اہل جنت میں ابو بکر، پھر عمر ہیں، جنہیں خدا نے۔ ہزار ہزار فرسخ پر موتیوں کا قصر عطا کیا ہے، جس کے کمرے، ایوان، دیوار اور تخت اور جام بھی موتیوں کے ہیں۔ اس کے پرندے بھی موتیوں کے ہیں۔ ان کے لئے خوشنودی اور پھر خوشنودی ہے۔ تیسرے عثمان ہیں جنہیں جنت میں وہ مرتبہ دیا جائے گا جس کا وصف ناقابل بیان ہے۔ فرشتوں کی عبادت کا ثواب اول سے آخر تک انہیں عطا کیا جائے گا چوتھے نمبر پر علیؑ ہیں۔ (۴)

مبارک ہو مبارک، کون مثل علیؑ ہو سکتا ہے۔ وہ میرے وزیر ہیں، مصیبتوں میں میرے رفیق ہیں، میری امت پر میرے خلیفہ ہیں، میری دعا سے وہ مجھ سے ہیں۔ اور ابوسفیان کے مانند کون ہو سکتا ہے؟ ہمیشہ ان کی وجہ سے دین کو تقویت ہوئی، قبل اسلام اور بعد اسلام۔ ابوسفیان کے مانند کون ہو سکتا ہے؟ جب ہنگام حساب عرش پر میرا ان کا سامنا ہوگا تو یا قوت سرخ کا ایک جام انہیں پیش کیا جائے گا اور کہا جائے گا: میرے دوست نوش جان کرو۔ اور ان کے لئے لگا تار خوشنودی ہے۔ خدا اس پر رحمت نازل کرے۔

۱۔ تاریخ کبیر بخاری (ج ۲ ص ۵۶ نمبر ۱۶۷۱): کتاب الفضلاء والحر وکین نسائی (ص ۵۹ نمبر ۶۸): الفضلاء والروکین دارقطنی (ص ۱۵۵ نمبر ۱۱۶): کتاب الحجر وحصین ابن جان (ج ۱ ص ۱۸۱): الفضلاء الکبیر عقیلی (ج ۱ ص ۱۱۸ نمبر ۱۳۲): البحر والتذیل ابن ابی حاتم (ج ۲ ص ۳۳۶ نمبر ۱۴۷۳): میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۲۶ (ج ۱ ص ۲۷۲ نمبر ۱۰۱۷): لسان المیوان ج ۱ ص ۳۶۱ (ج ۱ ص ۵۱۵ نمبر ۱۳۲۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۳۲

۳۔ تہذیب تاریخ دمشق (ج ۵ ص ۱۳۵، ۱۶۳)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۶۰

اس حدیث کو ابن عساکر نے خود ہی یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ”ہذا حدیث منکر“۔ یہ حدیث مہمل اور لچر کیسے نہ ہوگی کیوں کہ ابوسفیان کو قبل اسلام اور بعد اسلام مومئد اسلام بتایا گیا ہے، جیسے یہ وہ شخص نہیں جو جنگ احد میں سردار مشرکین تھا۔ وہ قابل مشرکین کی فوج بنا کر رسول خدا کے خلاف کھڑا کرنے والا تھا۔ وہ چلا رہا تھا: ”اعلیٰ ہبل“ (ہبل کا بول بالا) رسول خدا نے فرمایا: تم لوگ جواب دو ”اللہ اعلیٰ و اجل“ ابوسفیان نے کہا: ”ان لنا العزى ولا عزى لكم“ (ہمارے پاس عزتی ہے اور تمہارے پاس عزتی نہیں) رسول خدا نے فرمایا: تم جواب دیدو ”لله مولانا ولا مولیٰ لكم“ (خدا ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں) یہی تو وہ قائد کفر تھا جس کے لئے ارشاد خدا ہے: ﴿وقاتلوا ائمة الکفر انہم لا ایمان لہم﴾ (۱) اسی کے لئے آیت اتری: ﴿ان الذین کفروا ینفقون اموالہم لیصدوا عن سبیل اللہ﴾ (۲)۔ ابن مردویہ نے اخراج کیا ہے کہ ابن عباس، عبد بن حمید، ابن جریر، مجاہد، سعید بن جبیر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوشیحہ بطریق عقبہ بن حکم کہ اسی کے بارے میں یہ آیت اتری۔ (۳)

اسی کے لئے اور اس کے اصحاب کے لئے آیت نازل ہوئی: ﴿قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لہم ما قد سلف و ان یعودوا فقد مضت سنة الاولین یعودوا﴾ (۴) طبری، کشاف، رازی، تفسیر خازن، آلوسی، سیرۃ ابن ہشام، نصب الرایۃ، الاولیاء۔

- ۱۔ (توبہ ۱۲) سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۵ (ج ۳ ص ۹۹)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۶ (ج ۲۳ ص ۴۴۲ نمبر ۲۸۴۹)؛ مختصر تاریخ دمشق (ج ۱۱ ص ۵۳-۵۴)؛ بیون الاثر ج ۲ ص ۱۸ (ج ۳ ص ۲۲۲)؛ تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۳۲ (ج ۳ ص ۱۵۱)
- ۲۔ (انفال ۳۶) تفسیر طبری ج ۱ ص ۲۲۲ (جلد ۶ ج ۱ ص ۸۷)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۳ (ج ۲۳ ص ۴۳۸ نمبر ۲۸۴۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۵۱)؛ تفسیر ابن جزئی ج ۲ ص ۷۱؛ تفسیر درمنثور (ج ۳ ص ۱۳۶)؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۸ (ج ۲ ص ۲۰۸)؛ تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۱ ص ۵۹
- ۳۔ تفسیر طبری ج ۹ ص ۱۵۹ (جلد ۶ ج ۹ ص ۲۳۳)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۳ (ج ۲۳ ص ۴۳۸ نمبر ۲۸۴۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۵۱)؛ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۱۳ (ج ۲ ص ۲۱۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج ۳ ص ۳۷۹ (ج ۱۵ ص ۱۶۰)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۰۸؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۲ ص ۱۸۳)؛ تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۹۳ (ج ۲ ص ۳۰۷)؛ تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۰۴
- ۴۔ (انفال ۳۸) تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۳ (ج ۲ ص ۱۰۳)؛ تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۰۶

بخاری معازی میں لفظ فلاں فلاں ہے۔ ابوسفیان کی پردہ داری کے بطور نام نہیں لکھا ہے۔ (۱)
یہی وہ شخص ہے جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوطالب کے پاس جا کر کہا تھا کہ تمہارے بھتیجے
نے ہمارے خداؤں کو گالیاں دی ہیں، ہمارے دین میں عیب لگایا ہے، بزرگوں کو احمق کہا ہے، آباء و
اجداد کو گمراہ کہا ہے۔ اب یا تو تم اسے روکنا یا ہمارے حوالے کر دو۔ (۲)

اسی نے دار الندوة میں ابو جہل کے ساتھ مشورہ کیا تھا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی محمدؐ پر حملہ
آور ہو۔ (۳) جنگ احد میں چالیس ادقیہ خراج کیا تھا۔ اس نے دو ہزار حبشیوں کی خصوصی فوج رسول خداؐ
کے خلاف تیار کی تھی، عربوں کی فوج کے علاوہ یہ فوج تھی۔ (۴)

یہی وہ ہے جس کے لئے رسول خداؐ نے جنگ احد میں دوسری رکعت نماز میں یوں لعنت فرمائی:

خدایا! ابوسفیان پر لعنت فرما۔ صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام پر لعنت فرما۔ (۵)

یہی وہ ہے جس پر بقول امام حسنؑ رسول خداؐ نے سات موقوفوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (۶)

۱۔ مکہ سے طائف جاتے ہوئے۔

۲۔ شام سے آئے ہوئے کفار قریش سے مد بھیڑ کے وقت۔

۳۔ جنگ احد میں۔

۴۔ جنگ احزاب میں۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۸۲ (ج ۳ ص ۱۳۹۳ ح ۳۸۳۲، ج ۴ ص ۱۶۶۱ ح ۴۲۸۳)

۲۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴۷۷، ج ۲ ص ۲۶ (ج ۱ ص ۲۸۳، ج ۲ ص ۵۸)

۳۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۹۳ (ج ۲ ص ۱۲۶)

۴۔ تفسیر طبری ج ۹ ص ۱۵۹، ۱۶۰ (جلد ۶ ج ۹ ص ۲۳۳)؛ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۳ (ج ۲ ص ۲۱۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج ۳ ص

۳۹۷ (ج ۱ ص ۱۶۰)؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۲ ص ۱۸۳)؛ تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۰۳

۵۔ تفسیر طبری ج ۳ ص ۵۸ (جلد ۳ ج ۳ ص ۸۸)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۱۴ ح ۳۰۰۴)؛ نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۸۹؛ نصب

الرئیہ ج ۲ ص ۱۲۹؛ صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۸۲ (ج ۳ ص ۱۳۹۳ ح ۳۸۳۲)؛

۶۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۰۲، ۱۰۳ (ج ۶ ص ۲۹۱-۲۹۰ خط ۸۳)

۵۔ حدیبیہ کے موقع پر۔

۶۔ جمل احمر کے موقع پر۔

۷۔ جس وقت رسول خدا عقبہ سے گزر رہے تھے تو ابوسفیان بھی بارہ آدمیوں میں تھا۔

یہ وہی ہے کہ جب قبیلہ بنی حنشل کے مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کر رہے تھے تو ان کے گھروں کو

قبضے میں کر لیا اور پھر بیچ ڈالا، اس بارے میں جو یہ اشعار بھی کہے گئے۔ (۱)

اسی نے احد میں اشعار بائیں کہے تھے:

اقاتلہم و ادعی بالغالب

اسی نے جناب حمزہ کی لاش کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا تھا "اے عاق مزا چکھو۔ (۲)

اسی نے قبر حمزہ پر ٹھوکر مار کر کہا تھا اب خلافت ہمارے ہاتھ میں آگئی ہے۔ ہمارے چھو کرے اس

سے کھیل رہے ہیں۔ (۳)

اسی نے بچے در بچے اسلامی فوج کو آتے دیکھ کر حسد میں بھرے الفاظ دہرائے تو رسول خدا نے اس

کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: خدا تجھے خوار و ذلیل کر دے گا۔ (۴) اسی نے خلافت عثمان کے وقت گیند کی

طرح کھیلنے کی بات کہی تھی۔ (۵) اسی نے اندھے ہونے کے بعد کہا تھا: کوئی ہے تو نہیں، جب کہا گیا

: کوئی نہیں ہے تو کہا کہ خدایا! معاملے کو جاہلیت کی طرف پلٹا دے اور اس سلطنت کو سلطنت خاصانہ قرار

دے اور سب کچھ بنی امیہ کے حوالے کر دے۔ (۶)

۱۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۱۷ (ج ۲ ص ۱۲۵)

۲۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۳۳ (ج ۳ ص ۹۹)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۵۱ (ج ۱ ص ۱۶۶ کتاب ۳۲)

۴۔ الاصابہ ج ۲ ص ۱۷۹

۵۔ استیعاب ج ۲ ص ۶۹۰ (القسم الرابع ص ۱۶۷۹-۱۶۷۸ نمبر ۳۰۰۵): تاریخ طبری ج ۱ ص ۳۵۷ (ج ۱ ص ۵۸ حوادث

۵۲۸ھ): مردوخ الذہب ج ۱ ص ۳۳۰ (ج ۲ ص ۳۶۰)

۶۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۰۷ (ج ۲ ص ۲۳۱ نمبر ۲۸۳۹): مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۶۷)

اس کے لئے حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ منا النبى و منکم المکذوب ہم میں رسول ہیں اور تم میں جھٹلانے والا ہے یعنی ابوسفیان، دشمن خدا اور رسول۔ (۱)

دوسرے خط میں معاویہ کو فاجر بن فاجر کہا۔ (بدکار کا بیٹا بدکار) ایک خط میں لکھا ہے: اے سحر کے بیٹے، اے ملعون کے بیٹے۔ اور حضرت علیؑ کی لعنت اصل میں لعنت رسولؐ سے مماثل تھی۔ اسی کے لئے حضرت عمر نے دشمن خدا کہا۔ رسولؐ سے اجازت مانگی کہ اس کی گردن مار دوں۔ (۲) کبھی کہا: یہ اسلام کا پرانہ دشمن ہے۔ (۳)

یہ ابوسفیان کا اجمالی حال تھا۔ کیا ایسے ہی شخص سے اسلام کو تقویت ملی ہے؟ کیا اسی کو رسولؐ کا جام بلو ریں سے سیراب فرمائیں گے؟ پھر تو محشر اور حشر اور حساب کتاب سب کو دور سے سلام۔
پھر ذرا دیکھئے کہ عثمان کو تمام ملائکہ کی عبادت کا ثواب مل جائے گا۔ پھر آخر صحابہ و مہاجرین و انصار نے ان پر چڑھائی کر کے انھیں قتل کیا تھا؟ اگر انھیں فرشتوں کا ثواب مل جائے گا تو شجرہ ملعونہ کے دارے نیارے ہو جائیں گے۔

۱۲۔ سہیل اپنے باپ یوسف اور وہ اپنے باپ سہیل بن مالک سے روایت کرتے ہیں: جب رسول خدا حجۃ الوداع سے مدینہ واپس ہوئے تو منبر پر حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا: لوگو! ابو بکر نے مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں دی، اس لئے ان کا حق پہچانو۔

اے لوگو! میں ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد و عبد الرحمن بن عوف نیز مہاجرین اولین سے راضی ہوں، اس لئے ان کا حق پہچانو۔ اے لوگو! حدیبیہ اور بدر والوں کو خدا نے بخش دیا ہے، اے لوگو! میرے اصحاب، خویشان اور دامادوں کا احترام میرے بارے میں کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری باہمی تھرائی کی وجہ سے خدا تم سے باز پرس کرے، پھر تمھارا عذر مسوع نہ ہوگا۔ لوگو! اپنی زبان کو مسلمانوں کی

۱۔ شرح ابن ابی اللہ ج ۳ ص ۳۲۵ (ج ۵ ص ۱۹۶ کتاب ۲۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۹ (ج ۲ ص ۳۲۹ نمبر ۲۸۳۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۴۳)

۳۔ الاصابہ ج ۲ ص ۱۸۰

بد گوئی سے بچاؤ، جب کوئی مسلمان گزر جائے تو نیکی سے یاد کرو۔ (۱)

ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ سھل کی روایت خالد بن عمر کے گرد گھومتی ہے جو اموی اور مہمل روایت کرنے والا ہے۔ (۲) ابن مندہ بھی عجیب و گنہگار کہتے ہیں۔ عقیل قابل پیروی نہیں سمجھتے۔ (۳) ان کے علاوہ بھی محدثین نے ان رایوں کے ساتھ روایت پر طعن زنی کی ہے۔ (۴)

۱۳۔ عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ میں نے تہائی میں رسول خدا سے پوچھا کہ کون صحابی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تاکہ میں اس سے محبت کروں؟ فرمایا: میری بات کو میری زندگی تک پوشیدہ رکھنا، میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: ابو بکر، عمرو علی اور اس کے بعد خاموش ہو گئے۔ پوچھا: پھر کون لوگ؟ فرمایا: کون لوگ ہوں گے سوائے زبیر، طلحہ، سعد، ابو عبیدہ، معاذ، ابو طلحہ، ابو ایوب اور تم، ابی بن کعب، ابو درداء، ابو مسعود، ابن عوف، ابن عفان، پھر یہ موالی کی جماعت سلمان، سہیب، بلال، سالم مولی ابی حذیفہ۔ یہی میرے خاص اصحاب ہیں اور مجھے انتہائی محبوب ہیں۔ ابو عبد اللہ صنا بھی کہتا ہے: میں نے عبادہ سے پوچھا: حمزہ و جعفر کا رسول نے نام نہیں لیا؟ عبادہ نے کہا: وہ درجہ شہادت پر فائز ہو چکے تھے اور یہ بات آخر عمر کی ہے۔ (۵)

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۰ ص ۱۳۱ نمبر ۳۳۹۸) ج ۶ ص ۱۲۷ (نمبر ۲۳۷۷)؛ المعجم الکبیر (ج ۶ ص ۱۰۴ ح ۵۶۳۰)؛ الضعفاء

الکبیر (ج ۳ ص ۱۴۸ نمبر ۱۷۱۵)؛ استیعاب ج ۲ ص ۵۷۲ (القسم الثانی ص ۶۶۶ نمبر ۱۰۹۸)

۲۔ استیعاب ج ۲ ص ۵۷۳ (القسم الثانی ص ۶۶۷-۶۶۶ نمبر ۱۰۹۸)

۳۔ الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۱۴۷ نمبر ۱۷۱۵)

۴۔ الاصلیہ ج ۲ ص ۹۰ (نمبر ۳۵۵۲)؛ تہذیب الحدیث ج ۳ ص ۱۰۹ (ج ۳ ص ۹۴)؛ کتاب الحج و حین ابن حبان (ج ۱ ص

۳۳۵)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳ ص ۳۳۵ نمبر ۸۵۱)؛ الضعفاء والحوکون (ص ۲۳۳ نمبر ۲۸۳)؛ میزان الاعتدال (ج ۴

ص ۷۲ نمبر ۸۳۳۳)؛ لسان المیوان ج ۳ ص ۱۲۳، ج ۴ ص ۲۶۱، ج ۵ ص ۳۳۵ (ج ۳ ص ۱۳۶ نمبر ۴۰۱۰، ج ۴ ص ۳۰۱ نمبر

۵۹۲، ج ۵ ص ۲۹۲ نمبر ۸۲۱۳)

۵۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۳۸، ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۱۶ ص ۴۳ نمبر ۱۸۷۶، ج ۲۶ ص ۱۹۳ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر

حیرتاک بات یہ ہے کہ پوچھنے والے کو رسول خداؐ نے چھپانے کی تاکید فرمائی جبکہ آخر عمر کی بات ہے۔ کیا بخندی نے عائشہ کی روایت نہیں کی ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب علیؑ ہیں اور وہی گرامی ترین بھی۔ تمام صحابہ اس بات کو جانتے تھے کہ مردوں میں رسول خداؐ کو سب سے زیادہ محبوب علیؑ تھے اور عورتوں میں فاطمہ الزہراؑ سلام اللہ علیہا تھیں۔ (۱) اس کی روایت بریدہ اور ابی ابن کعب نے کی ہے۔

تعب ہے کہ تذکرہ محبوبیت میں رسول خداؐ عظیم صحابہ کو فراموش کر گئے جن کی ستائش میں قرآن نازل ہوا۔ جیسے عباس عم رسولؑ، ابوذر، عمار، ابن مسعود وغیرہ۔ کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ ابو عبیدہ گورکن ابوذر جیسے صدیق صحابی (۲) سے محبوب ہو جائے یا عمار سے محبوب ہو جائے جو سر سے پیر تک حق میں ڈوبے ہوئے تھے۔ (۳)

”خدا کی پناہ اس بے پرکی بکواس سے“۔

۱۳۔ ابن عساکر ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ مسجد میں ابو بکر و عمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ (۴)

اس کا راوی سعید بن مسلمہ منکر الحدیث ہے۔ (۵) مرہ کے بقول: ضعیف ہے۔ ابن صبان کہتے ہیں کہ فاحش غلطی کرتا ہے۔ (۶)

۱۔ خصائص نسائی ص ۲۹ (ص ۱۲۸/ج ۱۱۳)؛ سنن نسائی (ج ۵ ص ۱۴۰/ج ۸۳۹۸)؛ مستدرک صحیحین ج ۳ ص ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۷؛

سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۲۷ (ج ۵ ص ۶۵۸/ج ۳۸۷۳)؛ ریاض الصغر ج ۲ ص ۱۶۱ (ج ۳ ص ۱۰۴)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۷، ۱۶۸ (ج ۳ ص ۶۲۸)؛ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۲۲۸/ج ۳۸۰۴، ۳۸۰۱)

۳۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۹۱ (ج ۳ ص ۴۳۲، ۴۳۳/ج ۵۶۷۶)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۷۳ (ج ۲ ص ۲۹۶، ۲۵۵۵)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۱)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص

۳۶۶۹/ج ۵۷۲

۵۔ تاریخ الکبیر (ج ۳ ص ۵۱۶، ۵۱۷)

۶۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۷۳ (ج ۲ ص ۲۹۹، ۲۹۷، ۲۵۵۵)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۱)؛ میزان الاعتدال

ج ۱ ص ۳۹۱ (ج ۲ ص ۱۵۸، ۳۲۷)؛ تہذیب الحدیث ج ۳ ص ۸۳ (ج ۲ ص ۷۷)

۱۵۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ رسول خدا ابو بکر و عمر کا ہاتھ تھامے تشریف لائے اور فرمایا: ہم اسی طرح ہیں، اسی طرح مریں گے، اسی طرح اٹھائے جائیں گے اور اسی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

یہ حدیث بھی سلیمان و بلال کی وجہ سے متروک اور بقیہ رجال کے عدم ذکر کی وجہ سے منقطع ہے۔
۱۶۔ ابن عساکر نے بطریق مرفوع روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ابو بکر امت میں سب سے زیادہ مہربان و دلسوز ہیں۔ عمر بہترین امت اور عادل ترین ہیں۔ عثمان حیا کا پتلہ ہیں، کرم و بخشش میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ابو درداء امت کے سب سے بڑے عابد و تقویٰ شعار ہیں اور معاویہ بہترین حاکم امت اور سب سے زیادہ سخی ہیں۔ (۱)

اختلاف الفاظ کے ساتھ عقلی اور سیوطی نے اس کو نقل کیا ہے۔ (۲) لیکن خود ابن عساکر نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ (۳) مجھے بھی رجال کو دیکھ کر ضعیف ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔
شیر بن زاذان کو دارقطنی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ (۴) عمر بن صحیح کو ابن راہویہ نے بدعت و جھوٹ کا نمائندہ کہا ہے۔ عام طور سے محدثین، منکر الحدیث، کذاب اور حدیث و خطبہ گڑھنے والا بتاتے ہیں۔ (۵)

رکن الشامی کو یحییٰ نے مہمل، نسائی و دارقطنی نے متروک اور حاکم نے حدیث گڑھنے والا بتایا ہے۔ (۶)

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۲۳۶ (ج ۲۲ ص ۲۰۵ نمبر ۲۶۵)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۱۱)

۲۔ الضعفاء الکبیر (ج ۱ ص ۱۳۳ نمبر ۱۷۷)۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳ ص ۵۸۶)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۳ ص ۲۳۷)

۴۔ کتاب الضعفاء والمتردین (ج ۱ ص ۱۳۳ نمبر ۵۳۱)؛ تاریخ (ج ۳ ص ۸۸ نمبر ۳۲۸)؛ الضعفاء الکبیر (ج ۱ ص ۱۳۳ نمبر ۱۷۷)

۵۔ الجرح والتعديل (ج ۶ ص ۱۱۶ نمبر ۶۲۹)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۳۳ نمبر ۱۱۹۷)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص

۲۶۲ (ج ۳ ص ۲۰۶ نمبر ۶۱۳)

۶۔ کتاب الضعفاء والمتردین (ص ۱۰۷ نمبر ۲۱۳)؛ الضعفاء والمتردین (ص ۲۱۳ نمبر ۲۲۸)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۳۲۷

ج ۸ ص ۱۹۸-۱۹۶ نمبر ۲۱۹۱)؛ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۳۶؛ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۳۰ (ج ۲ ص ۵۳ نمبر ۲۷۹)

یہ تو سند حدیث تھی اب اس کا مفہوم شخصیتوں سے سمجھ لیجئے کہ کہاں تک سچ ہوگا۔

۱۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول خدا نے سفینہ کو معاذ کے پاس یمن بھیجا، راستے میں ایک درندہ ملا، سفینہ نے کہا: میں فرستادہ رسول ہوں۔ وہ چنگھاڑ مارتا ایک طرف چلا گیا۔ جب معاذ کا جواب لے کر واپس ہوئے تو پھر وہ درندہ ملا، سفینہ نے پھر اپنے کو فرستادہ رسول بتایا، وہ چنگھاڑ مار کر ایک طرف چلا گیا۔ سفینہ نے جب رسول خدا سے یہ ماجرا کہا تو فرمایا کہ جانتے ہو کیا کہا تھا؟ اس نے پہلی مرتبہ کہا کہ رسول خدا، ابوبکر، عمر، عثمان و علیٰ کیسے ہیں؟ دوسرے بار کہا کہ ان حضرات کو میرا سلام پہنچا دینا ساتھ ہی سلمان، مصعب اور بلال کو بھی میرا سلام پہنچا دینا۔ (۱)

اس کرامت کو تو عام طور سے صحابہ کی زباں زد ہونا چاہئے تھا۔ حفاظ و محدثین نے اسے عام طور سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہوتا لیکن کہیں اس کا اتہ پتہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ درندے نے ان خلفاء کو تر حیب کے ساتھ کیسے پہچانا؟ کیا درندوں کو بھی علم غیب ہوتا ہے؟

۱۸۔ ابن عساکر نے ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی یطن عرش سے ندا دے گا: جس کا بھی خدا کے یہاں حق ہو وہ آئے۔ پوچھا گیا: کیا حق؟ فرمایا کہ جس نے ابوبکر و عمر و عثمان کو دوست رکھا ہوگا اور انہیں تمام لوگوں پر برتری دی ہوگی۔ (۲)

ابن عساکر کہتے ہیں کہ واقعی یہ حدیث عجیب و بیگانہ ہے۔ اصل میں یہ احمد بن محمد صہیلی کی آفت ہے۔ (۳)

۱۹۔ ابن عساکر انس بن مالک کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ابراہیم کو انگی خلت کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے اسے ابوبکر کی بزرگی کو دیکھنا چاہئے۔ جو شخص نوح کی شدت کو دیکھنا چاہے، اسے عمر کی

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۳۱۳ (ج ۱۰ ص ۲۷۳-۲۷۴)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۲۶۶)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۰۵ (ج ۲۳ ص ۶۴ نمبر ۲۸۲)؛ تہذیب تاریخ دمشق (ج ۶ ص ۴۰۷)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۸۵ (ج ۵ ص ۲۸۳)؛ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۷۳ (ج ۱ ص ۱۵۵ نمبر ۶۱۳)؛ کتاب الحجر و صین (ج

۱ ص ۱۳۱)؛ لسان المیزان ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۱ ص ۳۳۱ نمبر ۹۰۲)

شجاعت دیکھنی چاہئے۔ جسے اور لیس کی رفعت دیکھنا ہوا سے عثمان کی مہربانی دیکھنی چاہئے۔ جسے یحییٰ کا جہاد دیکھنا ہوا سے علی کی طہارت دیکھنا چاہئے۔ (۱)

ابن عسا کر کہتے ہیں کہ یہ حدیث شاذ ہے اور پھر اس کے راوی ضعیف ہیں۔ (۲)

۲۰۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ عرش کو ابو بکر، عمر، عثمان و علیؑ کی محبت میں بلند کیا گیا۔

سمعانی کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔ (۳) اور ذہبی نے اس کے راوی ابو الدنیا کو کذاب کہا ہے۔ (۴)

۲۱۔ ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسولؐ کے بعد افضل امت ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان ہیں۔ (۵)

اس کے راوی عمر بن عبید کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے۔ (۶) اور اسماعیل ہے جس کی بھی تصحیف ہوئی

ہے کہ وہ شراب فروش تھا۔ (۷)

۲۲۔ حقاہی ابو یوسف نے الآثار میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؑ

کے پاس آ کر بولا: میں نے کسی کو آپ سے بہتر نہیں دیکھا۔ حضرت نے فرمایا: تو نے رسول خدا کو دیکھا

ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تو نے ابو بکر کو دیکھا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: اگر تو نے کہا ہوتا کہ رسول خدا کو دیکھا

ہے تو تیری گردن مار دیتا اور اگر کہا ہوتا کہ ابو بکر و عمر کو دیکھا ہے تو تجھے سزا دیتا۔ (۸)

۱۔ تاریخ ابن عسا کر ج ۲ ص ۲۵۱ (ج ۷ ص ۱۱۲ نمبر ۲۸۰)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶۶ (ج ۳ ص ۲۱۴ نمبر ۶۱)

۳۔ لسان المیزان ج ۳ ص ۱۵۵ (ج ۳ ص ۱۸۸ نمبر ۳۱۵)

۴۔ میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۳۳ نمبر ۵۵۰۰)؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۱۳۰، ۱۳۱ (ج ۳ ص ۱۵۶ نمبر ۵۵۱۶)

۵۔ الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۱۸۰ نمبر ۱۱۷۶)

۶۔ البحر والتحدیل (ج ۶ ص ۱۲۳ نمبر ۶۶۹)

۷۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶۵ (ج ۳ ص ۲۱۲ نمبر ۶۱۳۶)؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۳۱۶ (ج ۳ ص ۳۶۳ نمبر ۶۱۰۷)؛ التاريخ

(ج ۳ ص ۲۶۲ نمبر ۱۲۳۰)؛ البحر والتحدیل (ج ۳ ص ۲۳۶ نمبر ۱۰۶۳)؛ الضعفاء الکبیر (ج ۲ ص ۱۵۵ نمبر ۶۵۹)

حضرت علیؑ کے لئے خیر البریہ کی آیت نازل ہو (۱) اور آپ اپنے سے بہتر ابو بکر و عمر کو فرمائیں اور پھر ابو قحافہ کے فرزند کو زبردستی پیرا، بن خلافت پہننے پر طعن بھی کریں، (۲) تعجب ہے!!!

۲۳۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا: ابو بکر سے زیادہ کسی کے مال نے مجھے نفع نہیں پہنچایا۔ (۳)

اس کا راوی عمار حدیث چراتا تھا۔ ابن ہارون کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے راویوں کو محمد شین نے ضعیف اور متروک الحدیث کہا ہے۔ (۴)

۲۴۔ حاصمی زین الفحی میں ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا: میری امت کے مہربان ترین ابو بکر ہیں، حکم خدا کو گرامی قرار دینے والے عمر ہیں، سب سے زیادہ شرمیلے عثمان ہیں، سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں، سب سے بہترین قاری ابی ہیں، فرائض کے واقف کار زید بن ثابت ہیں، سب سے سچے ابو ذر ہیں، حرام و حلال کے عارف معاذ ہیں، صبر امت ابن عباس ہیں اور ہر امت میں امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ ہیں۔

اس روایت کی سند میں اکثر گناہ، ضعیف اور بے وقعت ہیں جیسے کوثر۔ (۵)

۱۔ تفسیر طبری ج ۳ ص ۱۳۶ (جلد ۵ ج ۳ ص ۲۶۲)؛ مناقب خوارزمی ص ۶۶ (ص ۱۱۱ ج ۲ ص ۶۶۵ ج ۲ ص ۲۴۷)؛ الصواعق الخرقہ ص ۹۶ (ص ۱۶۱ باب ۱۱)؛ فرائد السطین (ج ۱ ص ۱۵۶ ج ۱۱۸ باب ۳۱) ل درمنثور ج ۶ ص ۳۷۹ (ج ۸ ص ۵۸۹)

۲۔ اسباب النزول و اقدی ص ۱۸۲ (ص ۱۶۳)؛ تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۹۱ (ج ۸ ص ۵۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج ۳ ص ۴۲۲ (ج ۶ ص ۱۶ ج ۱۱)؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۲۱ (ج ۲ ص ۲۱۱)؛ نزہۃ المجالس صفوری ج ۲ ص ۲۴۲ (ص ۲۰۹) ان کے علاوہ دوسری معتبر کتابیں ہیں جن میں حضرت کے مناشدے مذکور ہیں اور آپ نے اپنے پر فخر کیا ہے۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۷۵ نمبر ۱۲۵۳)

۴۔ الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۳۱۹ نمبر ۱۳۳۸)؛ تاریخ بغداد (ج ۱۲ ص ۲۵۶-۲۵۵ نمبر ۶۷۰۳)؛ البحر ج والتحدیل (ج ۶ ص ۳۹۳ نمبر ۲۱۹۶)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۳۵ (ج ۳ ص ۱۷۱ نمبر ۶۰۰۹)؛ تہذیب العقب ج ۷ ص ۳۰۷ (ج ۷ ص ۳۵۷)

۵۔ العلل و معرفۃ الرجال احمد (ج ۲ ص ۱۵۶ نمبر ۱۸۵۷)؛ الضعفاء والھمز و کون (ص ۳۳۲ نمبر ۴۳۷)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶ ص ۷۸ نمبر ۱۶۱۰)؛ البحر ج والتحدیل (ج ۷ ص ۱۷۶ نمبر ۱۰۰۵)؛ الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۱۱۱ نمبر ۱۵۶۶)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۹ (ج ۳ ص ۲۱۶ نمبر ۶۹۸۳)؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۴۹۱ (ج ۳ ص ۵۷۹ نمبر ۶۷۶۸)

۲۵۔ حافظ عاصمی نے اسی ۲۴ نمبر کی روایت کو ایک گناہم راویوں کے سلسلے سے نقل کیا ہے جن میں

علی بن یزید (۱) اور ابو سعید بقال (۲) شامل ہیں۔

۲۶۔ حافظ عاصمی نے شعبی کی روایت لکھی ہے کہ قبیلہ مصطلق کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا

کہ مجھے قبیلے کے لوگوں نے خدمت رسول میں یہ پوچھنے کے لئے بھیجا ہے کہ آپ کے بعد اپنی زکوٰۃ و مالیات کس کو دی جائے؟ حضرت علیؑ نے مجھے دیکھ کر آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے وجہ بتادی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: پوچھنے کے بعد مجھے بھی بتا دینا۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ابو بکر کو دینا۔ میں نے حضرت علیؑ کو یہ جواب بتا دیا تو فرمایا کہ یہ پوچھ لو کہ ابو بکر کے بعد کس کے حوالے کیا جائے؟ رسول خداؐ نے آتے ہوئے شخص سے پہلے عمر کا نام لیا پھر عثمان کا۔ چوتھی بار وہ شخص شرم کے مارے پوچھنے کی ہمت نہ کر سکا۔

اسکے تمام راوی کذاب اور دجال ہیں اور کچھ راوی فاسق و بدکار ہیں (قرآن کا ارشاد ہے کہ جب

تمہارے پاس کوئی بدکار شخص خبر لے کر آئے تو اس سے ثبوت مانگو) جیسے ابو علی ہروی (۳) مامون ابن

احمد سلمی (۴) عبد الاعلیٰ بن مسافر (۵)

۱۔ الجرح والتعديل (ج ۶ ص ۲۰۹ نمبر ۱۱۴۳)؛ الاکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۲۱۲ نمبر ۱۳۶۵)؛ تہذیب المعجم ج ۷ ص ۳۹۵ (ج ۷ ص ۳۲۶)

۲۔ التاريخ (ج ۳ ص ۴۱ نمبر ۳۰۳۸)؛ الجرح والتعديل (ج ۳ ص ۶۲ نمبر ۲۶۴)؛ کتاب الضعفاء المعز وکین (ص ۱۲۷ نمبر ۲۸۵)؛ کتاب البحر وین (ج ۱ ص ۳۱۷)؛ تہذیب المعجم ج ۳ ص ۷۹ (ج ۳ ص ۷۱)

۳۔ الاکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ ص ۱۷۷ نمبر ۱۷)؛ کتاب البحر وین (ج ۱ ص ۱۴۲)؛ الضعفاء المعز وکین (ص ۵۹ نمبر ۶۹)؛ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۰ (ج ۱ ص ۱۰۶ نمبر ۳۲۱)

۴۔ کتاب البحر وین (ج ۳ ص ۳۵)؛ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴ (ج ۳ ص ۳۹ نمبر ۷۰۳۶)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۷ (ج ۵ ص ۱۱ نمبر ۶۸۱۲)

۵۔ التاريخ (ج ۳ ص ۲۷۹ نمبر ۳۸۵۹)؛ الجرح والتعديل (ج ۶ ص ۲۶ نمبر ۱۳۵)؛ التاريخ الکبیر (ج ۶ ص ۷۳ نمبر ۱۷۵۳)؛ الضعفاء المعز وکین (ص ۲۸۰ نمبر ۳۴۷)

۲۷۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ ابو ذر نے بیان کیا ہے ہم ایک باغ میں رسول خدا کو تلاش کرتے ہوئے پہنچے۔ آپ وہاں درخت خرما کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ پوچھا: کیوں آئے ہو؟ عرض کی: آپ سے ملاقات کے لئے۔ فرمایا: بیٹھو تھوڑی دیر میں ایک مرد صالح آئے گا۔ اتنے میں ابو بکر آئے اور سلام کیا۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا: ایک مرد صالح آئے گا اور عمر آئے گا اور عمر آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا ایک مرد صالح آئے گا اور عثمان بن عفان آئے۔ اور رسول کو سلام کر کے بیٹھ گئے حضرت علی آئے رسول خدا کے ہاتھ میں سگریزے تھے جو تسبیح پڑھ رہے تھے، آپ نے باری باری ابو بکر و عثمان کو دئے اور سگریزے ان کے ہاتھوں میں بھی تسبیح پڑھنے لگے۔ (۱)

اس کے رجال سند میں اسحاق قمی غیر معتبر اور جھوٹا ہے۔ (۲) عمرو بن حارث قمی غیر عادل ہے (۳) عبد اللہ بن سالم (۴) شامی، نامی اور اس کی بات لائق سماعت نہیں، یہ آفت اسی کی لائی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ حمید بن عبد اللہ گننام ہے ابن عبد ربہ (۵) ضعیف، عامر بن حمید غیر معتبر ہے۔ (۶) اب رہ گئے ابو ذر تو کیا یہ وہی سچے صحابی ہیں جنہیں عثمان نے جھوٹا اور بڑھا کہا، جلا وطن کیا۔ بقول حموی حمص کی آب و ہوا میں عقل و سمجھ کا فقدان ہے اسی لئے جنگ صفین میں یہ سب معاویہ کی طرف تھے۔ (۷)

۲۸۔ زید بن ابی اونئی سے منقول ہے کہ ہم مسجد میں تھے اتنے میں رسول خدا وارد ہوئے اور پوچھا: فلاں شخص کہاں ہے؟ فلاں کہاں ہے؟ آدمی بھیج کر نہیں بلوایا اور حال پوچھا، پھر فرمایا: میری بات اچھی

۱۔ تاریخ الکبریٰ ج ۳ ص ۳۳۲

۲۔ تہذیب الحدیث ج ۱ ص ۲۱۶ (ج ۱ ص ۱۸۹)

۳۔ میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۵۱ نمبر ۶۳۳۷): تہذیب الحدیث ج ۸ ص ۱۴ (ج ۸ ص ۱۳)

۴۔ تہذیب الحدیث ج ۵ ص ۲۲۸ (ج ۵ ص ۲۰۰)

۵۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۳۳ (ج ۵ ص ۲۷۵ نمبر ۶۳۱)

۶۔ تہذیب الحدیث ج ۵ ص ۳۰ (ج ۵ ص ۳۶)

۷۔ معجم البلدان ج ۳ ص ۳۳۱ (ج ۳ ص ۳۰۲)

طرح سن کر سمجھ، لو خدا نے مجھے تمام مخلوقات میں منتخب فرمایا اور میں جن کو دوست رکھتا ہوں انہیں منتخب کر کے بھائی بنا رہا ہوں۔ پھر فرمایا: اے ابو بکر اٹھو، ابو بکر اٹھ کر آئے تو فرمایا: اگر میں خدا سے چاہتا کہ میرے لئے کسی کو خلیل بنا دے تو تم ہوتے۔ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو جاے کو بدن سے ہوتی ہے پھر فرمایا: عمر اٹھو، پھر فرمایا: تم نے میری سخت مخالفت کی تھی اس لئے خدا سے میں نے دعا کی تھی کہ تمہارے یا ابو جہل کے ذریعہ دین کو تقویت دے۔ خدا نے تمہارے وسیلے سے قدرت دی۔ تم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ پھر ابو بکر و عمر کے درمیان پیمان برادری باندھا۔ اس کے بعد عثمان کو بلا کر ان کی ستائش کی اور عبدالرحمن بن عوف کو طلب کیا اور ستائش کر کے رشتہ اخوت باندھا۔ پھر طلحہ و زبیر کو بلا کر پیمان برادری باندھا۔ پھر عمار یا سر اور سعد کے درمیان اخوت قائم کی۔ پھر ابو درداء اور سلمان کے درمیان اخوت قائم کی۔ پھر اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا: تمہیں بشارت ہو کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر پہنچو گے۔ اس کے بعد ابن عمر کو دیکھ کر فرمایا کہ شکر خدا کہ جس کو چاہتا ہے گمراہی سے نجات دیتا ہے۔

حضرت علیؑ نے پوچھا: مجھے آپ نے کیوں چھوڑ دیا؟ کیا مجھ پر غضبناک ہیں تو معافی چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! تمہیں اپنے سے مخصوص کرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی تم میرے بھائی اور وارث ہو۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: میں آپ کی کیا میراث پاؤں گا؟ فرمایا: انبیاء جس کے وارث ہوتے ہیں، کتاب خدا و سنت رسول، تم میری دختر کے ساتھ قصر بہشت میں رہو گے اور یہ آیت پڑھی۔

ابو عمر نے استعاب (۱) میں کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ابن سکین نے اس روایت کے تمام طرق کو غلط بتایا ہے۔ اس کا دوسرا طریقہ بھی مجہول اور ضعیف ہے۔ کیوں کہ عبدالرحمان بن واقد (۲) شعیب اعرابی، موسیٰ بن صہیب (۳)، عیسیٰ بن زکریا (۴) ہیں جن کی تضعیف ہوئی ہے۔

۲۔ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۸۵

۱۔ استعاب ج ۱ ص ۱۹۱ (القسم الثانی ص ۵۳۷ نمبر ۸۳۹)

۳۔ لسان المیوان ج ۶ ص ۲۵۳ (ج ۶ ص ۳۱۲ نمبر ۹۱۳)

۳۔ لسان المیوان (ج ۶ ص ۱۳۱ نمبر ۸۶۵)

۲۹۔ بخاری و مسلم (۱) میں ابو موسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ اپنے گھر میں وضو کر کے باہر نکلا، سوچا کہ آج رسول خدا کے ساتھ رہوں، مسجد میں آکر انہیں تلاش کیا لوگوں نے پتہ بتایا اور میں چاہ اور بس تک پہنچا، خیال کیا کہ آنحضرت قضاے حاجت فرما رہے ہیں۔ تشریف لائے تو سلام کیا۔ آپ کنویں کی جگت پر بیٹھ گئے، آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ میں باغ کے پھانگ پر جا کر آپ کا دربان بن گیا۔ تھوڑی دیر بعد ابو بکر نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے رسول خدا سے اجازت حاصل کی، فرمایا کہ انہیں بشارت جنت کے ساتھ اندر آنے کی اجازت دے دو۔ ابو بکر آکر اسی طرح پنڈلیاں کھول کر کنویں کی جگت پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں عمر آئے تو انہیں بھی بشارت جنت کے ساتھ اندر آنے کی اجازت دی۔ میں نے پھر یہی خیال کیا کہ میرا بھائی آجاتا۔ تھوڑی دیر میں عثمان آئے اور وہ بھی اسی طرح پنڈلی برہنا کر کے بیٹھ گئے، جس طرح ابو بکر و عمر بیٹھے تھے۔ سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ میں نے اس کی تاویل یہ کی کہ ان دونوں کی قبر ایک جگہ اور عثمان کی قبر علیحدہ ہوگی۔

اس روایت کی سند مبہم اور گمناہ ہے۔ اس میں ایک بار ابو موسیٰ اشعری کی روایت ملتی ہے اور دوسری بار زید بن ارقم کی روایت ملتی ہے۔ (۲) پھر بلال کی بھی ایسی ہی روایت ہے۔ اس کے علاوہ نافع سے بھی مروی ہے۔ (۳) پھر یہ کہ عام طور سے بصریوں میں جعلی روایات شائع ہیں اسی لئے محدثین انہیں ضعیف دست قرار دیتے ہیں۔ سند روایت سلیمان بن بلال تک پہنچتی ہے جسے ابن شیبہ غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔ (۴) ابن ابی نمیر کو بھی نسائی و ابن جارد کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے۔ (۵)

۱۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۵۱، ۲۵۰ کتاب المناقب (ج ۳ ص ۱۳۳۲ ح ۳۴۱۷)؛ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۱۸، ۱۱۹ (ج ۵ ص ۲۲-۲۰

ح ۲۹۹ کتاب فضائل الصحابہ)

۲۔ دلائل النبوة (ج ۶ ص ۳۸۸)

۳۔ مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۸ (ج ۴ ص ۴۱۳ ح ۱۳۹۳۹)

۴۔ تہذیب التجذیب ج ۳ ص ۱۷۹ (ج ۳ ص ۱۵۵)

۵۔ کتاب المغنا، الدر وکین (ص ۱۳۳ نمبر ۳۰۴)

سعید بن مسیب بھی کس قدر غیر معتبر ہیں اس کا احوال جلد ہشتم میں بیان کیا جا چکا ہے۔ (۱) ابو موسیٰ اشعری بھی مہمل و احمق ہے۔ جسے حضرت علیؑ نے حکم قرآن کو پس پشت ڈالنے والا قرار دیا۔ (۲) اگر واقعی آنحضرتؐ نے عمر کو مزہ بہشت دیا ہوتا تو حذیفہ سے منافقین کے نام نہیں پوچھتے کہ کیا رسولؐ نے میرا بھی نام تو نہیں لیا۔ (۳) اور اگر عثمان کو مزہ بہشت ملتا تو مغیرہ کے مشورے پر مکہ جانے سے اس لئے انکار نہ کیا ہوتا کہ رسولؐ سے سنا ہے کہ وہاں ایک قریش پر عذاب ہوگا تمام جن و انس کا نصف عذاب۔ (۴) اگر یہ بشارت صحیح تھی تو نفس مطمئن ہوتا کہ میں وہ نہیں ہوں۔

۳۰۔ یہی نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے مجھے حکم دیا کہ ابو بکر کو جا کر میرا سلام پہنچا دو اور جنت کی خوشخبری سنا دو، وہ گھر پر ہوں گے۔ پھر وہاں سے عمر کے پاس جانا وہ شیعہ میں ہوں گے، میرا سلام کہہ کے جنت کی بشارت دیدینا۔ پھر وہاں سے عثمان کے پاس جانا وہ بازار میں خرید و فروخت کر رہے ہوں گے، انھیں سلام پہنچا کر کہنا کہ سخت مصائب کے بعد تمہیں جنت کی بشارت ہو۔ میں نے تینوں حضرات کو اسی حال میں پایا جیسا کہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا۔ سب نے پوچھا کہ رسول خداؐ کہاں ہیں؟ اور اپنے کو خدمت رسولؐ تک پہنچایا۔ عثمان نے آ کر پوچھا کہ میں نے نہ تو کسی کی غیبت کی نہ

۱۔ وہ حضرت علیؑ اور اوداد علیؑ کا دشمن تھا، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۷۰ (ج ۳ ص ۱۰۱، اصل ۵۶)؛ اعلیٰ ج ۳ ص ۲۱۳

۲۔ الامامۃ والسیاسة ج ۱ ص ۱۱۹ (ج ۱ ص ۱۱۳)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۳۵ (ج ۵ ص ۷۷، حوادث ۷۳ھ)؛ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۲۲۱)؛ نبح البلاغ ج ۱ ص ۴۳ (ص ۷۹، خطبہ ۳۵)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۳۰۰، حوادث ۷۳ھ)؛

البدیۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۸۶ (ج ۷ ص ۳۱۷، حوادث ۷۳ھ)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۹۷ (ج ۱۲ ص ۲۶، نمبر ۱۱۳۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۶ ص ۲۵۳)؛ التمهید باقلائی ص ۱۹۶؛ بیحہ النفوس ابن ابی حمزہ ج ۳ ص ۴۸ (ج ۱۸۸)؛ احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۲۹ (ج ۱ ص ۱۱۳)؛ کنز العمال ج ۷ ص ۲۲ (ج ۱۳ ص ۳۳۳ (۳۶۹، ۶۲۲، ۳۳۳

۳۔ مستدرک احمد ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۰۷، ج ۴۸۳)؛ الامامۃ والسیاسة ص ۳۵ (ج ۱ ص ۴۱)؛ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۷۲؛ ریاض الصغری ج ۲ ص ۱۲۹ (ج ۳ ص ۶۲)؛ البدیۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۸ ص ۳۷۳، حوادث ۷۳ھ)؛ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۳۰؛

الصواعق المحرقة ص ۶۶ (ج ۱ ص ۱۱۱)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۹ (ص ۱۵۱)؛ سیرۃ صلیبیہ ج ۱ ص ۱۸۸ (ج ۱ ص ۱۷۵)؛ تاریخ الخلفاء ج ۲

عفت کے خلاف کوئی کام کیا۔ آخر میں کس بلا میں گرفتار ہوں گا؟ رسول خدا نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ (۱)
 قارئین کرام کے سامنے اس کے راوی عبد الاعلیٰ کا حال بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ مکار، منحوس اور
 کذاب ہے۔ (۲) اس نے ہزاروں جعلی حدیثیں گڑھ کے عوام میں پھیلا دی تھیں۔

۳۱۔ ابن عساکر نے علی بن محمد صالح کی روایت نقل کی ہے: امام حسین معاویہ سے ملنے شام آئے،
 جمعہ کا دن تھا اور معاویہ تقریر کر رہے تھے۔ ایک شخص نے فرمائش کی کہ امام حسین کو بھی تقریر کا موقع دیا
 جائے۔ معاویہ نے حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا: اے ابو عبد اللہ! میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں
 کہ کیا میں فرزند بطلان نہیں ہوں؟ امام حسین نے جواب دیا: ہاں! اس خدا کی قسم جس نے میرے جد کو
 مبعوث بہ رسالت کیا۔ پوچھا: کیا میں مومنین کا مومن جان نہیں ہوں؟ کاتب وحی نہیں ہوں؟ امام حسین
 نے اپنے جد کی قسم کھا کر اقرار کیا۔ پھر معاویہ اتر آئے تو امام حسین منبر پر تشریف لے گئے۔ اور ایسی مدح
 و ثناء کی کہ گزشتہ و آئندہ نے ایسی مدح نہ کی ہوگی۔ پھر فرمایا: میرے باپ نے نانا سے فرشتہ وحی کی زبانی
 نقل کیا ہے کہ ساق عرش کے نیچے لکھا ہوا ہے: لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ، اے شیعہ آل محمد جو
 بھی قیامت کے دن کلمہ پڑھتا ہوا آئے گا اسے بہشت میں جگہ دی جائے گی۔ معاویہ نے ان سے پوچھا:
 اے ابو عبد اللہ! آپ کو خدا کی قسم ہے، شیعہ آل محمد کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو شیخین کو گالی نہ دیں اور
 عثمان کو گالی نہ دیں اور نہ میرے باپ کو گالی دیں اور نہ اے معاویہ آپ کو گالی دیں۔ (۳)

علامہ مثنیٰ فرماتے ہیں: ابن عساکر کہتے ہیں چونکہ اس روایت کا سلسلہ امام حسین تک منتہی نہیں ہوتا
 اس لیے صحیح نہیں ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ اس روایت کا جھوٹ واضح و آشکار ہے۔ ابو عمر و اور زاہد کذاب

۱۔ دلائل النبوة بیہقی (ج ۶ ص ۳۹۰-۳۸۹)

۲۔ تاریخ (ج ۳ ص ۳۷۹ نمبر ۳۸۵۹)؛ البحر والتحدیل (ج ۶ ص ۲۶ نمبر ۱۳۵)؛ تاریخ الکبیر (ج ۶ ص ۷۳ نمبر ۱۷۵۳)؛

کتاب الضعفاء والحرکین (ص ۱۶۵ نمبر ۳۰۱)؛ الضعفاء والحرکون (ص ۲۸۰ نمبر ۳۲۷)؛ تہذیب المعجم (ج ۶ ص

۳۸ (ج ۶ ص ۸۹)؛ فتح الباری (ج ۷ ص ۳۷)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳ ص ۳۱۲)؛ تہذیب تاریخ ابن عساکر (ج ۳ ص ۳۱۵)

ہیں اسی نے مناقب معاویہ میں کتاب لکھی (۱) اور ۳۴۵ھ میں جنم واصل ہوا۔ اسکا استاد علی صالح بھی انتہائی ضعیف ہے۔ خطیب و دارقطنی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ (۲) اس کا باپ بھی گننام ہے۔ پھر یہ کہ امام حسینؑ ۶۱ھ میں شہید ہوئے اور معاویہ ۶۰ھ میں مرا، دونوں میں کیسے ملاقات ہوئی؟ کیا خواب میں دیکھا تھا۔ معاویہ نے تو علیؑ پر دشنام طرازی کی رسم جاری کی، وہ شیعہ آل محمدؑ کیسے ہو جائے گا؟ پھر جن لوگوں نے عثمانؓ پر اعتراض کیا وہ بھی شیعہ آل محمدؑ سے خارج ہو جائیں گے۔

۳۲۔ خطیب نے زبیر سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: خدایا! تو نے میرے اصحاب کو برکت عطا کی اسے واپس نہ لے اور میرے اصحاب میں ابوبکر کو برکت عطا فرما اور اسے واپس نہ لے۔ اور امت کو ان کے معاملہ میں موافق قرار دے۔ ابوبکر کے امور کو پراگندہ نہ کر۔ خدایا! عمر کو عزت و قدرت سے بہرہ مند فرما۔ عثمان کو مبر عطا کر، علیؑ کو موفق فرما، طلحہ سے درگزر فرما، زبیر کو استوار فرما۔ سعد کو سلامتی عطا کر، عبدالرحمن کو محترم فرما، گذشتہ میں مہاجرین و انصار کو مجھ سے ملحق قرار دے۔ (۳)

خطیب نے خود ہی اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ جعلی ہے۔ اس میں سیف بن عمر جیسا دجال و کذاب ہے۔ (۴) صرف اسی کا وجود اس روایت کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

۳۳۔ خطیب نے ابراہیم بن ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ کے پاس ہم لوگ تھے۔ اتنے میں فرشتہ وحی آیا اور کہا: خدانے آپ کو یہ ہدیہ فرمایا ہے۔ ناگہاں وہ دست آنحضرتؐ پر گونا گون تسبیح پڑھنے لگا۔ میں نے حیرت سے پوچھا تو فرمایا اس خدا کی قسم! جس نے مجھے مبعوث فرمایا کہ خدانے بہشت میں ایک قصر بنوایا ہے جس میں دس لاکھ تخت، ہر تخت پر چار چار نہریں، ہر نہر کے

۱۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۵۷: لسان المیزان ج ۵ ص ۲۶۸ (ج ۵ ص ۳۸۵ نمبر ۸۱۸)

۲۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۲۲: لسان المیزان ج ۲ ص ۲۸۹ (ج ۲ ص ۶۰۳ نمبر ۳۲۷۸)

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۵ ص ۳۷۰ نمبر ۳۰۱۳)

۴۔ الکافی المصنوع (ج ۱ ص ۲۲۹): کتاب الحجر و صین (ج ۱ ص ۳۳۵): الکامل فی صفاء الرجال (ج ۳ ص ۳۳۵ نمبر ۸۵۱):

الصفاء و المعز و کون (ص ۲۳۳ نمبر ۲۸۳): البحر و التہذیب (ج ۳ ص ۲۷۸ نمبر ۱۱۹۸)

کنارے دس لاکھ درخت، ہر درخت میں دس لاکھ شاخیں، ہر شاخ میں دس لاکھ بیج، ہر بیج میں دس لاکھ پتے، ہر پتے میں دس لاکھ فرشتے، ہر فرشتے میں دس لاکھ بال، ہر بال میں دس لاکھ سر، ہر سر میں دس لاکھ صورت، اور ہر صورت میں دس لاکھ دہن، ہر دہن میں دس لاکھ زبان اور ہر زبان سے ایسی ستائش جاری ہوتی ہے جو ایک دوسرے کے مثل نہیں۔ ان تمام تسبیحوں کا ثواب دوستداران ابو بکر و عمر و عثمان و علی کو ملتا ہے۔

سیوطی کہتے ہیں کہ یہ روایت جعلی ہے۔ (۱) صدقہ گنام راوی ہے۔ اور احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ محمد بن جعفر متروک الحدیث ہے۔ موسیٰ بھی متروک ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ متومن ساجی کو خطیب کے استاد جھوٹا کہتے ہیں۔ (۲) اس کے علاوہ الگ الگ روایتوں میں ابوطالب عشاری جعلی حدیث گڑھتا ہے۔ بغداد کے محدثین نے مذمت کی ہے۔ (۳) ابو الحسن بردعی کی روایت ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ (۴) ابوالخیش فقیہ گنام اور صدقہ بھی گنام ہے۔ (۵) محمد بن جعفر ضعیف ہے۔ عمر بن لیث بھی گنام ہے۔ موسیٰ بن خلف (۶) بھی قوی نہیں ہے۔ ابراہیم نام کا کوئی فرزند ابوسعید خدری نہ تھا۔ ممکن ہے ابراہیم غمی ہو۔

۳۳۔ ابن عساکر، (۷) رسول خداؐ نے فرمایا: اے ابو بکر و عمر! جو تم سے محبت کرتا ہے میں اسی سے محبت کرتا ہوں۔ اور چونکہ خدا تمہیں دوست رکھتا ہے اس لئے فرشتے تمہیں دوست رکھتے ہیں اور جو تمہیں دوست رکھتا ہے خدا سے دوست رکھتا ہے۔ جو تم سے کینہ رکھتا ہے خدا دنیا و آخرت میں اس سے

۱۔ البلاغ المصنوع ج ۱ ص ۲۳۸ (ج ۱ ص ۳۸۸)

۲۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۱۰ (ج ۵ ص ۱۲ نمبر ۶۸۱۸)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۰۷ (ج ۳ ص ۶۵۶ نمبر ۷۹۸۹)

۴۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۵۳

۵۔ الفقہاء الکبیر عقیلی (ج ۳ ص ۳۳ نمبر ۱۵۹۳): البحر والحدیث (ج ۷ ص ۲۲۲ نمبر ۱۲۳۳): تہذیب الحدیث ج ۹ ص ۹۹ (ج ۹ ص ۸۶)

۶۔ کتاب الحج و حین (ج ۲ ص ۲۳۰) (تہذیب الحدیث ج ۱۰ ص ۳۳۲) (ج ۱۰ ص ۳۰۴)

۷۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲ ص ۳۲۹)

کینہ رکھتا ہے۔ (۱)

محمد ثین کے نزدیک اس کے تمام راوی جعلی، گمنام، ضعیف اور متروک الحدیث ہیں۔ جیسے عبد

الوہاب میلانی (۲)، محمد بن عبداللہ (۳)، محمد بن بکار (۴)، داؤد بن سلیمان (۵)۔

۳۵۔ نحاس نے معانی القرآن میں براء بن عاذب سے نقل کیا ہے کہ ایک بدوجہ الوداع میں

خدمت رسول میں آیا جب کہ رسول خدا عرفات میں ناتے پر سوار تھے۔ عرض کی کہ مجھے اس آیت کی تفسیر

بتائیے: ﴿ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات تا و حسنت مرتفقا﴾ (۶) ”اس میں شک

نہیں کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک عمل بجالائے تو ہم ہرگز اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع

نہیں کرتے۔“ یہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے صدا بہار جنت ہے، جتنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ

ان باغات میں دکتے ہوئے نلگن سے آراستہ کئے جائیں گے اور انھیں باریک و دبیز ریشم کے دھانی

جوڑے پہنائے جائیں گے۔ اور تختوں پر نلگے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اور کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور بہشت

کیسی اچھی جگہ ہے۔

رسول نے فرمایا: تو اس سے الگ نہیں نہ وہ تجھ سے دور ہیں۔ وہ چار نفر ہیں ابو بکر، عمر، عثمان، علی

۔ اب جا کر اس آیت کی تفسیر اپنے قبیلے والوں کو سنا دو۔ اس روایت کو قرطبی (۷) نے اپنی کتاب میں لکھا

ہے اور میں نے اس کو الحمد للہ باجازہ روایت کیا ہے۔ سخت تعجب ہے کہ ایسا بزرگ مفسر جھوٹ کا پلندہ اپنی

کتاب میں لکھتا ہے جب کہ اس کے سلسلہ سند میں تمام راوی دجال، کذاب اور جعلی ہیں۔ جیسے احمد بن

۱۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۲۱۸ (ج ۵ ص ۲۲۹ نمبر ۳۲۳۹۔ اختلاف راوی)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۶۰ (ج ۲ ص ۶۷۹ نمبر ۵۳۱۳)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۸۵ (ج ۳ ص ۶۰۶ نمبر ۷۷۹۸)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱ (ج ۳ ص ۴۹۲ نمبر ۷۲۷۶)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۱۸ (ج ۲ ص ۸ نمبر ۲۶۰۹)

۶۔ کوف ۳۰۔ ۳۱

۷۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۹۸ (ج ۱ ص ۲۵۹)

علی بن اہل مروزی، (۱) محمد بن حمید عبداللہ رازی تیمی۔ (۲)

۳۶۔ ازدی نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ سے شیخین کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: انھوں نے رسول خدا کے ساتھ آہنگ دین خدا کیا اور موسیٰ نے اپنے رب سے ان دو کو طلب کیا تھا مگر خدا نے رسول خدا کو عطا فرمایا۔ (۳)

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ روایت سخت ناپسند ہے۔ (۴) ازدی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کے سلسلہ سند میں کثیر النواہ ہے جس کی تضعیف ہوئی ہے۔ (۵) اور طلحہ کا غلام زکریہ اور زکریہ کا استاد مجہول ہیں۔

عشرہ مبشرۃ

۳۷۔ احمد بن حنبل مسند (۶) میں عبدالرحمن بن حمید اپنے باپ سے اور وہ عبدالرحمن بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ابو بکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن وقاص جنتی ہیں، سعید بن قیس جنتی ہیں اور عبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔ (۷)

۱۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۰۳: میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۱۲۰ نمبر ۴۷): لسان المیزان ج ۱ ص ۲۲۲ (ج ۱ ص ۲۳۹ نمبر ۶۹۳)

۲۔ التاريخ الكبير بخاری (ج ۱ ص ۶۹ نمبر ۱۶۷): کتاب الحجر و حین (ج ۲ ص ۳۰۳): تهذيب الجهدیب ج ۹ ص ۱۳۱-۱۲۷ (ج ۹ ص ۱۱۵-۱۱۱): الجرح والتعديل (ج ۷ ص ۲۳۲ نمبر ۱۲۷)

۳۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۳۲۱ (ج ۵ ص ۳۶۳ نمبر ۷۸۳۴)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۱۳ (ج ۳ ص ۶۷۰ نمبر ۸۰۰۵)

۵۔ الجرح والتعديل (ج ۷ ص ۱۵۹ نمبر ۸۹۵): کتاب الضعفاء والمترکین (ص ۲۰۶ نمبر ۵۳۲): الاکمال فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۳۵۲ (ج ۳ ص ۲۰۲ نمبر ۶۹۳۰): لسان المیزان ج ۵ ص ۳۲۱ (ج ۵ ص ۳۶۳ نمبر ۷۸۳۴): تهذيب الجهدیب ج ۸ ص

۳۱۱ (ج ۸ ص ۳۶۷)

۶۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۳۱۶ ج ۱ ص ۱۶۷۸)

۷۔ معارج السنن ج ۲ ص ۲۷۷ (ج ۲ ص ۱۷۹ ج ۲ ص ۲۷۷): سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۲ (ج ۲ ص ۲۱۱ ج ۲ ص ۲۶۲)

فرشتے نے کہا: ہاں۔ (۱)

اس بنا پر عشرہ مبشرہ کے افراد اگر واقعی مومن تھے اور قرآن و سنت کے پابند تھے تو جنتی ہوں گے۔
 ضمنی طور سے ان دس کے علاوہ افراد بھی جنت کی بشارت پائے ہوئے ہیں مثلاً عمار یا سر (۲) اور زید بن
 صوحان (۳) جنت چار کی مشتاق ہے: علی، عمار، سلمان اور مقداد۔ ایک روایت میں تین کا نام ہے علی،
 عمار، بلال (۴) اس کے علاوہ حدیث صحیح ہے کہ حسن و حسین علیہما السلام جو انان جنت کے سردار ہیں (۵)
 اسکے علاوہ حسن و حسین علیہما السلام ان کے جد، ان کے والدین، ان کے چچا، ان کے ماموں سب کے
 سب جنتی ہیں۔ (۶)

نیز ارشاد رسول ہے کہ جعفر بن ابی طالب جنتی ہیں، انہیں دو پر عطا ہوئے ہیں جن سے وہ جنت میں
 پرواز کرتے ہیں۔ (۷)

- ۱۔ مسند احمد (ج ۶ ص ۲۰۹ ح ۲۰۹۵۵، ص ۲۰۳ ح ۲۰۹۲۳) سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۷۷ حدیث ۲۶۴۳) سنن نسائی (باب عمل
 الیوم واللیلہ ص ۳۱۹ حدیث ۱۱۱۲۸ الاحسان فی تقریب صحیح ابن صیان (ج ۱ ص ۳۳۶ حدیث ۲۱۳)
- ۲۔ المسطر فی اشیئ (ج ۱ ص ۱۳۷): تاریخ مدینہ دمشق (ج ۱۲ ص ۶۲۶): مختصر تاریخ دمشق (ج ۱۸ ص ۲۱۵): کنز العمال (ج ۱۱
 ص ۴۱ ح ۳۳۵۲۱۲ ج ۱۲ ص ۵۳۹ ح ۲۱۲ ص ۳۷۲)
- ۳۔ مسند ابویعلیٰ (ج ۱ ص ۳۹۳ ح ۵۱۱): تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۳-۱۱ (ج ۱۹ ص ۳۳۳، ۳۳۶، ۳۳۸، ۳۳۹ نمبر ۲۳۳۹): مختصر
 تاریخ ابن عساکر (ج ۹ ص ۱۳۳-۱۳۳): تاریخ خلیف ج ۸ ص ۳۴۰: استیعاب ج ۱ ص ۱۹۷ (القسم الثانی ص ۵۵۶-۵۵۵ نمبر
 ۸۵۲): اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۳ (ج ۲ ص ۲۹۱ نمبر ۱۸۳۸): ہیجہ الحافل ج ۲ ص ۲۳۷: الاصابہ ج ۱ ص ۵۸۲
- ۴۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۳۲ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۷ (ج ۳ ص ۱۳۸ ح ۳۶۶۶): سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۶۶ ح ۳۷۹۷):
 معجم الکبیر (ج ۶ ص ۱۵ ح ۶۰۳۵): تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۸۱ (ج ۱ ص ۱۱۹): البدلیہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۱۱ (ج ۷ ص ۳۵۳
 حوادث ج ۳ ص ۲): مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۰۷: تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۳۰۶، ج ۶ ص ۱۹۸، ۱۹۹ (ج ۱ ص ۳۵۱ نمبر ۹۷، ج ۲
 ص ۳۱۱-۳۱۰ نمبر ۲۵۹۹): مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۲۵۹، ج ۱ ص ۴۰، ج ۱۸ ص ۲۱۲): استیعاب ج ۲ ص ۳۳۵ (القسم
 الثالث ص ۱۱۲۸ نمبر ۱۸۶۳)

۵۔ صواعق محرقة (ص ۱۹۱)

۶۔ معجم الکبیر (ج ۳ ص ۳۵، ۳۰ ح ۲۵۹۸-۲۶۱۸ ح ۲۶۶): معجم الاوسط (ج ۱ ص ۲۳۸ ح ۳۶۸)

۷۔ معجم الاوسط (ج ۷ ص ۴۷۳ ح ۶۹۳۲): مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۷۲

ایک حدیث میں عمرو بن امیرم (۱) اور ابن مسعود (۲) اور عمرو بن جموح کو بشارت جنت دی گئی

ہے۔

ان تمام روایات کے باوجود یہ کیسا شور و غوغا ہے کہ عشرہ مبشرہ ہی کے لئے مایہ ناز افتخار مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ گویا بس انہیں کو جنت ملے گی دوسروں کو نہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ جو بھی ایمان لائے اور عمل صالح کرے، تقویٰ اختیار کرے انہیں جنت کی بشارت دے دو اور فرمان خدا میں کوئی رد و بدل نہیں اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

اس لئے عشرہ مبشرہ ہی کو کیوں جنتی بنا کر عقیدے کا جزو قرار دیا جاتا ہے؟ چنانچہ امام احمد بن حنبل نے ایک خط میں مسد بن مسرہد کو لکھا ہے کہ..... اور یہ کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ دس افراد جنتی ہیں: ابو بکر، عمر، عثمان،..... بنا بریں جنہیں رسول خدا نے جنت کی بشارت دی ان کے جنتی ہونے کی ہم گواہی دیتے ہیں اور یہ کہنا جائز نہیں کہ فلاں بہشت میں اور فلاں جنت میں۔ صرف انہیں دس افراد کے لئے کہا جاسکتا ہے جنہیں رسول خدا نے جنت کی بشارت دی۔ آخر اس لاف و گزاف کی وجہ کیا ہے، شاید آپ بھی اس کی وجہ جانتے ہیں؟

اب ذرا سند و متن کا تحلیل و تجزیہ کر لیجئے:

دونوں روایتیں عبدالرحمن بن عوف اور سعید بن زید سے ہیں، ان دو کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی ہے۔ عبدالرحمن کی روایت عبدالرحمان بن حمید بن عبدالرحمن زہری اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ سند باطل اور نامتوم ہے کیوں کہ حمید بن عبدالرحمن صحابی نہیں تابعی ہیں، انھوں نے ۱۰۵ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس طرح ان کی پیدائش ۳۲ھ قرار پاتی ہے۔ عبدالرحمن بن عوف کے انتقال کے ایک سال کے بعد، اسی وجہ سے ابن حجر نے عبدالرحمن کی روایت عمر و عثمان کو منقطع کہا ہے (۳) اور عثمان کا قتل عبدالرحمن بن عوف کے بعد ہوا۔ فطری لحاظ سے عبدالرحمن بن عوف کی روایت

۱۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۶۳

۳۔ تہذیب العبد ج ۳ ص ۳۶ (ج ۳ ص ۴۰)

۲۔ معجم الکبیر (ج ۱۰ ص ۱۶۶) ح ۱۰۳۱۱

بدرجہ اولی منقطع ہوگی، بنا بریں یہ سند صحیح نہیں ہے۔ اس طرح اب روایت صرف سعید بن زید میں منحصر ہو کر رہ جاتی ہے، جنہوں نے خود اپنے کو عشرہ مبشرہ کی فرد کہا ہے اور انہوں نے یہ حدیث کوفے میں بیان کی جب معاویہ کا زمانہ تھا۔ اس سے قبل یہ روایت کہیں نہیں سنی گئی تھی اسی زمانہ میں بیان کی گئی جب جعلی روایات کے انبار لگائے جارئے تھے، بحرمانہ طریقے پر مذموم تبلیغ کا بازار گرم تھا۔ کسی نے بھی اس صحابی سے نہ پوچھا کہ آخر آج سے قبل یہ حدیث کیوں نہ بیان کی تھی؟ آخر چھپائے رہنے کی وجہ کیا تھی؟ کسی نے بھی خلفاء راشدین کے دور میں اسے نقل نہ کیا۔ اس وقت تو صحابہ اس حدیث کے سخت ضرورت مند تھے تاکہ اپنی پوزیشن مستحکم کر کے دلیل کے طور پر پیش کر سکیں اور خوٹوں ریزی سے باز رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب معاویہ نے اپنی حکومت مستحکم کر کے مسلمانوں کو تباہی کے گھاٹ لگانا شروع کیا تو سعید کو اس حدیث کا الہام ہوا نہ یہ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ گمان قوی یہ ہے کہ سعید نے جب حضرت علیؑ پر دشنام طرازیوں کا ہنگامہ دیکھا اور لوگوں کو معاویہ کے خلاف عام طور سے بیزار پایا بیزید کی جانشینی وغیرہ سے خود بھی بیزار ہوئے۔



اس موقع پر مروان بن حکم کو سخت دست بھی کہا (۱) تو انہیں معاویہ کے مصائب و آلام کا کوفہ دامنگیر ہوا۔ اور اپنے کو ان مصائب سے بچانے کے لئے یہ روایت گڑھ لی تاکہ ان پر جو عشق علیؑ کا التزام لگ گیا ہے وہ دھل جائے۔ اس زمانہ میں تو جس پر بھی عشق علیؑ کا جرم ثابت ہو جاتا تھا اسے قتل یا جلا وطنی کے مرحلے سے گذرنا پڑتا تھا۔ اس طرح مخالفین علیؑ کو جنت کا جعلی سارٹیفکیٹ دے کر حاکم وقت کو راضی کر لیا۔

اس حدیث میں تمام مخالفین علیؑ کو ایک صف میں لے آئے ہیں۔ ایک بھی دوستدار علیؑ مثلاً سلمان، ابوذر، مقداد و عمار کا نام نہیں لیا گیا جنت انہیں دس میں منحصر ہو کر رہ گئی ہے؟ اس حدیث سے انہوں نے نہ صرف اپنے کو قتل و جلا وطنی سے محفوظ کیا بلکہ سنہرے سکوں کے حقدار بھی ہو گئے۔ اگر درمیان میں ہم دوزخ نہ ہوتے تو کوئی بھی انصاف پسند اسے باور نہ کرتا، سبھی جانتے ہیں کہ متذکرہ افراد کا انداز حیات حضرت

علی سے قطعی تضاد رکھتا ہے۔ علی ہی نے شوریٰ میں سیرتِ شیعین کی پیروی کو ٹھکرایا، پھر عثمان سے کشمکش پیدا ہوئی اور ان کے قتل کو برا بھی نہ سمجھا ان کے ناحق قتل ہونے کی گواہی بھی نہ دی، خطبہ شمشیر میں انھیں اس چوپائے سے تشبیہ دی جو فصل بہار کی گھانس کھاتا ہے، پھر طلحہ وزیر عثمان سے برسریکا ہوئے اور پھر خون عثمان کا انتقام علی سے لینے بھی کھڑے ہو گئے۔ ایسے افراد علی کے ساتھ جنت میں کیسے رہ سکتے ہیں؟ مجھے نہیں معلوم! متن روایت کا تجزیہ بھی بڑا دلچسپ ہے:

کیا عبدالرحمن ابن عوف جو اس حدیث کے راوی ہیں خود بھی اس کے معتقد تھے؟ اگر اسے صحیح سمجھتے تھے تو بروز شوریٰ حضرت علی کو تلوار کی دھمکی کیوں دی؟ پھر بعد میں عہد کر لیا کہ مرتے دم تک عثمان سے بات نہ کروں گا۔ بیعت عثمان شرمندہ تھی، وصیت کر دی کہ عثمان ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ عثمان انھیں منافق کہتے تھے (۱) کیا یہ حقائق اس حدیث کو صحیح قرار دینے میں معاون ہیں؟

کیا ابوبکر و عمر سے جناب فاطمہ زہرا ناراض نہیں تھیں؟ ان سے کہا کہ خدا فرشتوں کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ با رسول خدا سے شکایت کروں گی۔ مادرِ حسین علیہا السلام ان دونوں سے نالہ و گریاں گئیں، کبھی قبر رسول سے فریاد کی: بابا آپ کے بعد با ابوقافہ اور خطاب کے فرزندوں سے کیا کیا نہ مصائب جھیلے۔ انھیں کے لئے حضرت علی کا ارشاد ہے کہ ان کے غضب حقوق کی وجہ سے گویا میری آنکھ میں خاشاک تھے یا گلے میں ہڈی پھنسی ہوئی تھی، میں اپنی میراث لٹتے دیکھ رہا تھا۔ ان دونوں کے لئے جناب صدیقہ ہر نماز کے بعد بددعا کرتی تھیں انھوں نے دختر رسول کو اذیت دی تھی اور جو لوگ رسول کو اذیت دیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (۲)

کیا عمر بھی اس حدیث کو صحیح سمجھتے تھے؟ تو پھر منافقوں کے نام حذیفہ سے کیوں پوچھتے تھے؟ (۳) مغیرہ کے ابو عبیدہ کی نیت کو بدلتے ہوئے کیوں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا کیا معاملہ پیش آئے گا۔ کیا یہی عمر نہیں تھے جنہوں نے حضرت علی کو ابوبکر کی بیعت کے لئے شتر مہار شدہ کی طرح کھینچنا اور

۱۔ صواعقِ محرقة ص ۶۷ (ص ۱۱۳)

۲۔ ساتویں جلد میں ان تمام مطالب پر بحث گذر چکی ہے۔

۳۔ التہذیب باقلائی ص ۱۹۶؛ بیچ الغوس ج ۳ ص ۳۸

علی کو قتل کی دھمکی، اخوت رسول کا انکار، شوری میں مخالف کو قتل کا حکم۔ جب کہ جانتے تھے کہ اس میں علی ہی مخالف ہوں گے۔ حالانکہ مومن کو عہد اُقل کرنے کی سزا جہنم ہے۔

کیا عثمان بھی اس روایت کو درست کہتے تھے؟ تو پھر مغیرہ نے مکہ جانے کی رائے دی تو حدیث رسول کیوں سنائی، جس میں نصف عذاب کی خبر تھی۔ اگر عثمان اس حدیث کو صحیح سمجھتے تھے تو علی کو مروان سے افضل کیوں نہیں سمجھتے تھے؟

طلحہ و زبیر ہی نے عثمان کے خلاف شورش برپا کر کے قتل کرادیا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ یہ اپنی حکومت کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں، انھیں خدا سے کیا واسطہ؟ ان دونوں نے امام اور خلیفہ وقت کی بیعت توڑی جبکہ بمطابق حدیث رسول امام زمانہ کی معرفت کے بغیر مرنے والا جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ ان دونوں نے زوجہ رسول کو گھر سے باہر نکالا۔ جس علی کے خلاف جنگ کو رسول نے طغیان، نفاق اور کفر کہا تھا ان سے برس پکار ہوں؟ یہ طلحہ ہیں جنہوں نے عثمان پر بندش آب کی، جنگ جمل میں جب حدیث غدیر یاد دلائی گئی تو بھول جانے کا بہانہ کیا۔ انہوں نے ہی کہا تھا کہ رسول خدا ہماری ناموس سے نکاح کر رہے ہیں اگر یہ مر گئے تو ان کی ازواج سے ہم نکاح کریں گے، اس وقت **اِزْوَاجُہُمْ** امہاتہم **اِزْوَاجُہُمْ** نازل ہوئی۔ کیا سعد بھی اس حدیث کو باور کرتے تھے، جب ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ عثمان اس تلوار سے قتل ہوئے جسے عائشہ نے نیام سے باہر نکالا، طلحہ نے تیز کیا، علی نے زہر آلود کیا اور زبیر نے سکوت کیا مگر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہم نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچا اگر چاہتے تو انھیں بچا سکتے تھے۔ کیا اس بات سے حدیث کی صحت کا میل ہو سکتی ہے۔ پاک ہے خدا کہ ظالم و مظلوم، قاتل و مقتول، خلیفہ و باغی کو ایک ہی جنت میں رکھے، یہ خدا پر زبردست بہتان ہے۔

کیا یہ روایت سعد جیسے شخص کے موزوں ہوگی جس نے خلیفہ برحق اور امام کی بیعت نہیں کی اور نہ ہی ان کی مدد کی، جس امام پر تمام امت اسلام متفق تھی۔ تمام مجاہدین بدر و مہاجرین و انصار نے بیعت کی تھی۔ لیکن سعد بیعت علی سے دور رہے، شاید ان پر کوئی نئی کتاب خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ جس سے سعد کو مستثنیٰ کر کے مژدہ بہشت سنایا گیا تھا۔

ابوعبیدہ جراح گورکن کے لئے بھی مژدہ بہشت ایک دلچسپ معاملہ ہے چونکہ انھوں نے سقیفہ کے دن سیاسی جرائم کے شائد ار مظاہرے کئے تھے۔ جسکی وجہ سے امت اسلام قیامت تک کے لئے دو چار انتشار ہو گئی۔ امت میں انتشار ہوا، اہلبیت رسول کی جنک حرمت کی گئی، گویا انھیں جرائم کی وجہ سے انھیں مژدہ بہشت سنایا گیا تھا۔

اس بشارت بہشت میں عائشہ کا نام نہ ہونے سے عجیب خلاء محسوس ہو رہا تھا، اس لئے ابوذر کے نام سے منسوب کر کے ایک حدیث گڑھی گئی:

رسول خدا عائشہ کے گھر آئے اور فرمایا: عائشہ! کیا میں تمہیں بہشت کی بشارت نہ دوں؟ عائشہ نے کہا: کیوں نہیں، اے خدا کے رسول! فرمایا: تمہارے باپ جنت میں ابراہیم کے رفیق ہوں گے اور عمر جنت میں نوح کے ساتھی، عثمان بہشت میں میرے رفیق ہوں گے، علی بہشت میں یحییٰ بن زکریہ کے رفیق ہوں گے، طلحہ رفیق داؤد، زبیر رفیق اسماعیل، سعد بن ابی وقاص رفیق سلیمان، سعید موسیٰ عمران کے رفیق، عبدالرحمن بن عوف جنت میں عیسیٰ کے رفیق اور ابو عبیدہ جراح رفیق اوریش ہوں گے۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! میں سردار انبیاء ہوں اور تمہارے باپ افضل صدیقین اور تم مومنین کی ماں ہو۔ (۱)

کاش! اس روایت کی سند بھی معلوم ہوتی تاکہ گڑھنے والے کا پتہ چل سکتا اور کاش گڑھنے والے کو معلوم ہوتا کہ رفاقت کے لئے اخلاقی و نفسیاتی مشابہت بھی ہونا ضروری ہے۔ ان معصوم بچیوں کے ساتھ مدینہ کے ان گرگوں کو ٹھونس دیا گیا، چونکہ سقیفہ میں لیاقت و استحقاق کا قطعی خیال نہیں رکھا گیا۔ آخر عبداللہ بن مسعود کو رفیق عیسیٰ کیوں نہ بنایا گیا جن کے متعلق صحیح حدیثوں میں سٹائش آئی ہے۔ (۲)

۱۔ ریاض الصریح ج ۱ ص ۲۰ ص (ج ۱ ص ۳۱)؛ سیرة (ج ۵ ص ۱۹۶ قلمی)

۲۔ صحیح بخاری کتاب المناقب (ج ۳ ص ۱۳۷۳/۳۵۵۱)؛ مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۹ (ج ۶ ص ۵۲۸/۲۷۹۷)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۶۳۱/۳۸۰)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۵، ۳۲۰ (ج ۳ ص ۳۵۶، ۳۶۱/۵۳۶۶، ۵۳۹۶)؛ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۶، ۱۲۷؛ استیعاب ج ۱ ص ۳۷۲ (نمبر ۱۶۵۹)؛ مصابیح السنن ج ۲ ص ۲۸۳ (ج ۳ ص ۲۰۲/۲۸۵۵)؛ صفحہ الصفوہ ج ۱ ص ۱۵۶، ۱۵۸ (ج ۱ ص ۳۹۸، ۴۰۲/نمبر ۱۹)؛ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۶۲ (ج ۷ ص ۱۸۳/حوادث ۳۲)؛ تیسیر الوصول ج ۳ ص ۲۹۷ (ج ۳ ص ۲۳۲/۱)؛ الاصابہ ج ۲ ص ۳۶۹؛ کنز العمال ج ۷ ص ۵۵ (ج ۱۳ ص ۶۵/نمبر ۳۷۱۰)

عثمان میں آخر کون سا سرخاب کا پر لگا ہوا تھا۔ ابو ذر کیوں نہ رفیق عیسیٰ ہوتے کہ وہ تو ان سے بہت

مشابہ تھے۔ (۱)

عثمان ہی کیوں جن میں کوئی آثار اخلاق عیسوی نہیں پائے جاتے تھے۔ جعفر کو کیوں نہ کہا گیا جن کے متعلق صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رسول خدا نے اپنے سے مشابہ قرار دیا تھا۔ (۲) رسول خدا نے اپنی رفاقت کے لئے عثمان کا انتخاب کیوں کیا ابو بکر کا کیوں نہ کیا، جب کہ یہ لوگ ایک صحیح حدیث پیش کرتے ہیں کہ میں اگر کسی کو دوست قرار دیتا تو وہ ابو بکر ہوتے۔ ایک جعلی دعائے رسول بھی ہے کہ خدایا!

تو نے ابو بکر کو یارِ غار بنایا جنت میں بھی میرا یار بنا دے۔ (۳)

عثمان کو رفیقِ ابراہیم کیوں نہ بنایا گیا کیوں کہ جعلی حدیث میں انھیں شیپہ ابراہیم کہا گیا ہے۔ (۴)

عمر کو موسیٰ کا رفیق کیوں نہ بنایا گیا، عثمان کو رفیقِ ہارون اور علیٰ کو رفیقِ رسول کیوں نہ بنایا گیا کیوں کہ انس سے ایک جعلی حدیث روایت کی گئی ہے کہ ہر نبی اپنی امت میں ایک نظیر رکھتا ہے ابو بکر نظیرِ ابراہیم، عمر نظیرِ موسیٰ، عثمان نظیرِ ہارون اور علیٰ میری نظیر ہیں۔ (۵)

اس حدیث کو گڑھنے والے نے غفلت برتی۔ اسے شاید حدیثِ رسول یاد نہ تھی کہ یا علیٰ تم میرے

بھائی اور جنت میں میرے رفیق ہو اور یہ رفاقت دونوں کے اخلاقی و نفسیاتی تشابہ کی وجہ سے تھی جو

موزوں ہے اسی لئے آئیے تطہیر نے دونوں کی طہارت کا اعلان کیا دونوں کی ولایت کا اعلان ہوا۔

اب ذر ابو ذر اور عائشہ سے پوچھے جو اس روایت کے راوی اور مخاطب ہیں۔ کیا واقعی ابو ذر نے

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۷، ۱۶۸ (ج ۳ ص ۲۲۸)؛ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱)؛ سنن ابن

ماہ ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۵۵، ۵۶)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۲۲ (ج ۳ ص ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۵۲۷۔

(۸۴۷، ۸۴۸)

۲۔ صحیح الرواد ج ۹ ص ۲۷۵، ۲۷۶

۳۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۱۸ (ج ۵ ص ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷)

۴۔ انساب الاشراف ج ۵ ص ۳ (ص ۱۰۱)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۶، ج ۳ ص ۵۸؛ الضعفاء والاکثر وکون (ص ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳)

یہ وحی ترجمان سے حدیث سنی؟ کیوں کہ ابوذر سے سچے پر تو آسمان نے سایہ نہیں کیا۔ اگر آپ ابوذر و عثمان کے باہمی چپقلش کو دیکھئے تو حدیث غلط معلوم ہوگی۔ ابوذر کے اعتراضات نے تو عثمان کا منہ کالا کر دیا تھا کیا وہ عثمان کے متعلق جنت کی بشارت نقل کریں گے۔ ابوذر تو عثمان کو شجرہ ملعونہ کی فرد سمجھتے تھے، فرماتے ہیں کہ حدیث رسول ہے کہ جب بنی امیہ کی تعداد میں تک پہنچ جائے گی تو خدا کی زمین ہڑپ لیں گے، بندگان خدا کو غلام اور دین خدا کو غارت کر دیں گے۔ عثمان نے ابوذر کو جھٹلایا اور ظاہر ہے جس نے ابوذر کو جھٹلایا اس نے رسول خدا کو جھٹلایا۔ (۱)

صرف ابوذر ہی عثمان کے مخالف نہیں تھے اکثر بدری صحابی و مہاجرین و انصار ان کے ہم آواز تھے۔ تمام اصحاب کی شورش اس حدیث کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ عائشہ نے بھی تو عثمان کو تعقل و کافر کہہ کے خطاب کیا ہے۔ (۲) ان کی تنقیدیں تو سب سے زیادہ تلخ و تند ہیں۔ قتل عثمان کی خبر سن کر کہا کہ خس کم جہاں پاک۔ (۳) کیا کسی آزاد ضمیر انسان کو سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کی زبان سے عثمان کے جنتی ہونے اور رفیق رسول ہونے کی بات ادا ہوگی؟ کیا رسول خدا تعالیٰ یہودی کے رفیق ہو سکتے ہیں؟

طلسم ہوش ربا

۳۸۔ محمد بن آدم کہتا ہے: میں نے مکہ میں ایک استقف کو دیکھا گرد کعبہ طواف کر رہا تھا۔ اس سے

۱۔ مستدرک حاکم ج ۴ ص ۴۸۰ (ج ۴ ص ۵۲۷/۸۲۷)؛ مستدرک (ج ۳ ص ۳۹۸/۳۹۹، ج ۲ ص ۳۴۷/۳۴۸)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۱۸۳ (ج ۲ ص ۲۸۰)؛ مستدابی بیہی (ج ۲ ص ۲۸۳ حدیث ۱۱۵۲)؛ المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۱۸۲ حدیث ۱۲۹۸۲ (کنز العمال (ج ۱۱ ص ۱۶۵/۳۱۰۵۵)؛ ج ۳ ص ۳۵۹/۳۱۷۲۸)

۲۔ تذکرۃ الخواص (ص ۶۹)؛ تاریخ طبری (ج ۴ ص ۳۵۸)؛ الامت والسیاسة (ج ۱ ص ۵۱)؛ النہایہ ابن اثیر (ج ۵ ص ۸۰)؛ القاموس المحیط (ص ۱۳۷۳)؛ لسان العرب (ج ۱۳ ص ۱۹۸)؛ تاج العروس (ج ۸ ص ۱۳۱)؛ حیاة الخواص (ج ۲ ص ۳۶۵)

۳۔ شرح نوح البلاغ، ابن ابی الحدید (ج ۶ ص ۲۱۵)؛ خطبہ ۷۹

پوچھا: تم نے اپنے اجداد کا دین کیوں ترک کر دیا؟ جواب دیا: اس سے بہتر دین میں آ گیا ہوں۔ پوچھا: وہ کیسے؟ کہنے لگا، میں نے سمندر کا سفر کیا، منجھار میں پہنچ کر کشتی ٹوٹ گئی اور موجوں نے مجھے ایک جزیرے میں پہنچا دیا، وہاں درختوں کے جھنڈیوں سے لدے پھندے تھے، آب شیریں کی نہر جاری تھی، میں نے اس نعمت پر شکر خدا ادا کیا میوے کھائے نہر کا پانی پیا اور آئندہ حالات کا انتظار کرنے لگا۔ جب شام ہوئی تو درندوں کے اندیشے ہوئے اور ایک درخت پر چڑھ گیا، آدھی رات میں ایک درندے کو دیکھا کہ تسبیح خدا کر رہا ہے: خدائے جبار کے سوا کوئی خدا نہیں، محمدؐ اس کے رسول ہیں، ابوبکر ان کے یار غار، عمر فاتح شہر و دیار، عثمان کشتہ درخانہ حصار، علیؑ کفار کے سر پر آئی ہوئی تلوار، ان سے نفرت رکھنے والوں پر لعنت خدائے جبار، ان ٹھکانہ جہنم ہو۔ اس درندے نے صبح تک تکرار کی۔ فجر ہوئی تو کہا کہ خدا کے سوا کوئی خدا نہیں، محمدؐ اس کے رسول اور ہادی، ابوبکر ان کے مشیر، عمر اہنی سورما، عثمان صاحب فضیلت شہید، علی صاحب بیت شہید، ان کے دشمن پر پروردگار کی لعنت۔

پھر وہ درندہ خشکی میں آیا، اس کا سر شتر مرغ کی طرح اور صورت انسان کی تھی، ہاتھ پاؤں جانوروں کی طرح تھے۔ میں اس کے ڈر سے بھاگا تو چلا کر بولا: ٹھہرو، ورنہ قتل کئے جاؤ گے۔ میں ٹھہر گیا۔ پوچھا: کس دین پر ہو؟ میں نے کہا: عیسائی ہوں۔ بولا: وائے ہو، تجھے دین اسلام قبول کرنا چاہئے۔ کیونکہ تم پر یوں کے دیس میں ہو یہاں سب کا مذہب اسلام ہے۔ میں نے پوچھا: اسلام کیسے قبول کروں؟ اس نے کلمہ پڑھوایا اور خلفاء راشدین کا اقرار کروایا۔ میں نے پوچھا: تم نے یہ دین کیسے حاصل کیا؟ جواب دیا: ہم میں سے کچھ لوگ خدمت رسولؐ میں گئے تھے، انھوں نے سنا کہ قیامت آئے گی، پھر ابوبکر، عمر، عثمان کے استقرار اور وجود انام حسن و حسین سے آراستہ ہونے کی بات کہی۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا: ہمیں رہنا چاہتے ہو یا واپس جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: واپس جاؤں گا۔ کہا کہ صبر کرو تا کہ کوئی کشتی آئے اتنے میں کشتی آگئی، میں اس پر سوار ہوا تو دیکھا کہ اس میں بارہ عیسائی سوار تھے انھوں نے مجھ سے آنے کی تفصیل پوچھی تو میں نے سارا واقعہ سنا دیا، سبھی حیرت سے مسلمان ہو گئے۔ (۱)

اس ابن آدم جیسے جانور کو علماء و رجال میں کوئی نہیں جانتا۔ اسی لئے اسے گنہگار کہا جاتا ہے۔ شاید ابوالبشر آدمؑ بھی اسے نہ پہچانتے ہوں گے۔ اسی طرح اشقہ بھی مجہول اور گنہگار ہی ہے۔ پھر اگر پر یوں کی لعنت تسلیم کر لی جائے تو ذرا دیکھئے کہ تمام عادل صحابہ انکی زد میں آجائیں گے جنہوں نے عثمان سے نفرت کا مظاہرہ کیا۔ پھر ان عیسائیوں پر بھی تعجب ہے جو اس خرافانی تفصیل کو سن کر جھٹ سے مسلمان ہو گئے۔

۳۹۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ ابی بن کعب نے سورہ والعصر کی رسولؐ کے سامنے تلاوت کر کے اس کی تفسیر پوچھی۔ فرمایا: خدا نے دن کے آخری حصے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ بے شک (الانسان) یعنی ابوجہل گھائے میں ہے، ﴿الا الذین آمنوا﴾ سے مراد ابوبکر ہیں۔ ﴿وعملوا الصالحات﴾ سے مراد عمر، ﴿وتوا صوا بالحق﴾ سے مراد عثمان اور ﴿وتوا صوا بالصبر﴾ سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔
”رضی اللہ عنہم اجمعین“۔ (۱)

ابن عباس نے منبر سے یہی تفسیر بیان کی تھی۔ (۲)

کیا جائز ہے کہ اس طرح کی معصکہ خیر تفسیر کر کے خدا و رسولؐ پر بہتان باندھا جائے اور تحریف معنوی کی جائے؟ اول تو یہ روایت مرسل ہے، پھر یہ کہ ان شخصیتوں کے حالات زندگی سے الفاظ قرآن ذرا بھی میل نہیں کھاتے اور یہ کہ تفسیر ابن مردویہ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ﴿الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات﴾ سے مراد علیؑ سلمان ہیں۔ (۳) اس کی تائید اس تفسیر سے ہوتی ہے کہ ﴿ام حسب الذین اجترحو السنیات﴾ سے مراد عتبہ و شیبہ اور ﴿الذین آمنوا و عملوا الصالحات﴾ سے مراد حضرت علیؑ ہیں (۴) اور ﴿اولئک ہم خیر البریہ﴾ سے مراد علیؑ اور

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۲۰ ص ۱۸۰ (ج ۲۰ ص ۱۲۳)

۲۔ ریاض الصغرة ج ۱ ص ۳۳ (ج ۱ ص ۳۹)؛ تفسیر شریبی ج ۳ ص ۵۶۱ (ج ۳ ص ۵۸۵)

۳۔ درمنثور ج ۶ ص ۳۹۲ (ج ۸ ص ۶۲۲)

۴۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۱ (ص ۱۷)؛ کفایۃ الطالب صحیحی ص ۱۲۰ (ص ۲۳۷ باب ۶۲)

ان کے شیعہ ہیں۔ (۱) اس لئے ابی ابن کعب کی روایت عقل و منطق سے بعید ہے۔ اسی وجہ سے ابن حجر نے (۲) اس روایت کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ رسول کی زبان سے یہ تفسیر ہرگز نہیں سنی گئی۔ اسی طرح سیاق صورت سے سمجھ میں آتا ہے کہ (آمنوا) کے بعد جو جملے آئے ہیں وہ انھیں ایمان داروں کے اوصاف بیان ہوئے ہیں نہ کہ دوسرے افراد کے جنہیں اول جملے میں مراد لیا گیا ہے۔

۴۰۔ واحدی اسباب النزول (۳) میں عبد الرحمن ابن ہمدان، احمد ابن جعفر، عبد اللہ ابن احمد ابن

ضبل، محمد ابن سلیمان، علی ابن ہاشم، کثیر النواء سے روایت کرتے ہیں کہ کثیر النواء کا بیان ہے کہ میں نے ابو جعفر سے کہا کہ فلاں شخص نے حضرت علی ابن حسین کا بیان نقل کیا ہے کہ ﴿و نزعنا مافی صدور ہم من غل اخوانا علی سرور متقابلین﴾ (اور ہم نے جو ان کے دل میں کھوٹ تھی اسے دور کر دیا اور یہ آپس میں بھائی ہیں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہیں) یہ ابو بکر، عمر، علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، علی ابن الحسین نے فرمایا خدا کی قسم یہ آیت انھیں لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ہاں! انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کثیر نے پوچھا: وہ کھوٹ کیا تھا؟ فرمایا: جاہلیت کا کھوٹ تھا، بنی تمیم، بنی عدی اور بنی ہاشم سے زمانہ جاہلیت میں دشمنی تھی لیکن جب یہ جماعت مسلمان ہوئی تو ابو بکر کے مددگار علی ہو گئے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اس روایت میں عبد الرحمن ابن حمدان آخر عمر میں اختلاف حواس ہو گیا تھا اور اول قول بکنے لگا تھا، چنانچہ ابن فرات (۴) کہتے ہیں کہ اس کی بات پر توجہ نہ دینا چاہئے۔ قصری اس سے درس فقہ لینا چاہتے تھے تو ابن لبان نے کہا کہ وہ پاگل ہو گیا ہے اور درس لینے سے منع کیا۔ (۵) اسی وجہ سے ابن صبان و

۱۔ تاریخ طبری ج ۳۰ ص ۱۳۶ (جلد ۱۵ ص ۳۰ ص ۲۶۳)؛ مناقب خوارزمی (ص ۱۱۱ ج ۱۲، ص ۲۶۵ ج ۲۷)۔

۲۔ فتح الباری ج ۸ ص ۵۹۲ (ج ۸ ص ۷۲۹)۔

۳۔ اسباب النزول ص ۲۰۷ (ص ۱۸۶)؛ درمنثور (ج ۵ ص ۸۵)۔

۴۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۱ (ج ۱ ص ۸۷ نمبر ۳۲۰)۔

۵۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۱۳۵ (ج ۱ ص ۱۵۱ نمبر ۲۶۳)، ج ۲ ص ۲۳۷ (ج ۲ ص ۹۳ نمبر ۲۵۲)۔

جوز جانی اور دارقطنی اسے ضعیف قرار دیتے ہیں (۱) کثیر النواہ بھی ست روایت تھا، جعلی روایت گڑھنے کی بنا پر اسے بھی ضعیف کہا گیا ہے (۲)

اس آیت کی ایک اور صحیحہ خیز روایت صفوری نے کی ہے۔ زہد (۳) میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ (غل) سے مراد کینہ و عداوت ہے، جب قیامت برپا ہوگی تو یا قوت سرخ کا ایک تخت نصب کیا جائے گا اس پر ابو بکر، عمر، عثمان اور علی بیٹھیں گے اور چار جام حاضر کئے جائیں گے ابو بکر جام سے عمر کو سیراب کریں گے، عمر عثمان کو اور عثمان علی کو پھر خدا جنہم کو حکم دے گا کہ ایک موج خروش آمیز سے رافضیوں کو ساحل پر پہنچا دے۔ خدا ان رافضیوں کو دکھائے گا کہ اصحاب رسول مس منزلت پر فائز ہیں تو وہ لوگ کہیں گے کہ ان لوگوں کو خدا نے سعید قرار دیا ہے۔ اور ایک روایت میں کلبی نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ اس سے مراد ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعید، ابن عوف اور عبد اللہ ابن مسعود ہیں۔

دیکھئے تو ذرا آیت کی کیسی ریڑھ ماری گئی ہے، ان لوگوں کے کینہ و عداوت سے بھرے ہوئے سینے کہاں اور قیامت کا تخت کہاں؟ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ قبل اسلام جو کینہ بھرے ہوئے تھے وہ بعد رسولؐ جوش مارنے لگے اور پھر باہمی جدل و کشمکش نے گھناوہ فی شکل اختیار کر لی۔ محاصرہ عثمان کے بعد جنگ جمل اسی کینہ و عداوت کا نتیجہ تھا۔

ایک اور لچر تاویل دیکھئے: ﴿و حملناہ علی ذات الواح دوسرے﴾، دوسرے کے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب نوحؑ نے کشتی بنائی تو جبرئیل چار کیلیں لائے جس میں (عین) لکھا ہوا تھا، اول (عین) سے عبد اللہ یعنی ابو بکر، دوسرے عین سے عمر، تیسرے سے عثمان اور چوتھے سے علی۔ اس طرح برکت (عین) سے

۱۔ کتاب الحجر و عین (ج ۲ ص ۱۱۰)

۲۔ البحر والحدیث (ج ۷ ص ۱۵۹ نمبر ۸۹۵): کتاب الضعفاء والترمذی (ص ۲۰۶ نمبر ۵۳۲): الکافی للضعفاء الرجال (ج ۶ ص ۶۶ نمبر ۱۶۰۲): میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۲ (ج ۳ ص ۴۰۲ نمبر ۶۹۳۰): لسان المیزان ج ۵ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۳۶۳ نمبر

(۷۸۳۳): تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۱۱ (ج ۸ ص ۳۶۷)

۳۔ زہد۔ المجلس ج ۲ ص ۲۱۷

کشتی جاری ہوگئی (۱) اس قسم کے تحریفی نمونے بے شمار ہیں کہاں تک بیان کیا جائے۔

قیاص کن ز گلستان من بہار مرا

یہ بہتان اور دروغ بانی کے نمونے تھے جنہیں کذاب اور فریب کار ارباب علم و دانش نے محض فضیلت میں غلو کرتے ہوئے بیان کیا اور ان سے تفسیر و حدیث و تاریخ کی کتابیں بھر گئیں۔ سادہ لوح عوام نے انہیں حقائق و دقائق سمجھ کے مان لیا۔ نتیجہ میں امت تفرقہ و انتشار کا شکار ہوگئی۔ ہم نے ہزاروں میں سے یہ چند نمونے ہی پیش کئے ہیں کہ آپ کو عصبیت اور ہوائے نفس کا اندازہ ہو سکے۔ زیادہ بیان کر کے آپ کا دماغ گندہ کرنے سے فائدہ ہی کیا؟ جنہیں دیکھنا ہو وہ ریاض النضرہ، سیرۃ الجلیہ، نزہۃ المجالس وغیرہ دیکھیں جو محض خرافات کا پلندہ ہیں۔ عصر حاضر کے مؤلفین نے تو طوفان بدتمیزی کی حد ہی کر دی ہے۔

فضائل معاویہ کے لاف و گزاف

میرا خیال تھا کہ معاویہ کے بارے میں زیادہ تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ تمام مسلمان اس کے گندے عقائد و نظریات اور بھیا تک مجرمانہ کارستانیوں اور خاندانی رزائل و ناپاک نسب سے مطلع ہیں۔ ایسی صورت حال میں جو بھی اس کی ستائش کرے گا شرم سے پانی پانی ہو جائے گا۔ لیکن میرا خیال غلط نکلا، ایسے عیار و گستاخ افراد بھی نظر آئے جنہوں نے حدیثیں وضع کر لی ہیں۔ اس لئے ان کی حقیقت واضح کرنے کے لئے تاریخ کھنگالنا ضروری ہو گیا۔ مجھے اس سلسلہ میں ابن کثیر کی یادہ گوئی پر توجہ نہیں دینی چاہئے جو لکھتا ہے کہ شام کے کوہستانی علاقوں کے اگلے لوگوں نے اک آواز سنی (شاید وہ شیطان کی آواز تھی): جو شخص بھی معاویہ سے کینہ و عناد رکھے گا جہنم کی آگ اسے کھینچ لے گی، نہ ابن کثیر کے خواب و خیال اور بکواس پر اکتفا کرنا چاہئے جو کہتا ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں رسول خدا کو دیکھا، آپ کی خدمت میں ابو بکر، عمر، عثمان، علی و معاویہ حاضر تھے، اتنے میں ایک شخص آیا، عمر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص مجھے حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ رسول خدا اسے غصے میں گھورنے لگے، اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان لوگوں میں سے کسی کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھ رہا ہوں، میں تو اس شخص (معاویہ) کو دیکھ رہا ہوں۔ رسول خدا نے فرمایا: تف ہے تجھ پر کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے؟ اس جملے کی تین بار تکرار کی، پھر رسول خدا نے ایک خنجر معاویہ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: اس کے پیٹ میں بھونک دو، معاویہ نے وہ خنجر اس کے پیٹ میں اتار دیا۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور فوراً اس کے گھر گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ گھر میں مردہ پڑا ہے۔ اس شخص کا نام راشد الکندی تھا۔

سعید بن مسیب کے بھی عقیدے کی پرواہ نہ کرنی چاہئے جو کہتے ہیں کہ جو شخص ابو بکر، عمر، عثمان اور علی کی محبت اور عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے نیز معاویہ کے لئے دعائے رحمت کرے، خدا پر لازم ہے کہ اسے محشر میں حساب سے بری قرار دے۔ (۱)

نہ ہی اس خواب و خیال کی طرف توجہ کرنی چاہئے جو عمر بن عبدالعزیز کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ جسمیں معاویہ نے قسم کھا کر کہا کہ خدا نے مجھے بخش دیا۔ (۲)

احمد بن حنبل کے قول کو بھی ردی کی ٹوکری میں ڈال دینا چاہئے: ان لوگوں کو معاویہ سے کیا سروکار، میں تو معاویہ کی سلامتی کی دعا کرتا ہوں۔

ان تمام یا وہ گویوں، بلا دلیل عقیدے اور مجہول ہاتھ کی آواز کو ذرا بھی وقعت نہیں دینی چاہئے کیوں کہ ان کے مقابل رسول خدا اور سلف الصالحین کی مذمت بھری احادیث وارشادات کا انبار ہے۔ جو لوگ معاویہ کے قریب رہے اور اس شخص کو اچھی طرح پہچانتے تھے ان کے سامنے ان کنوارے مشوروں کی وقعت کیا رہ جاتی ہے۔ ہم چند نمونے قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں:

۱۔ علی بن اقر کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر نے روایت بیان کی کہ ایک مرتبہ رسول خدا کسی ڈھلان سے گزر رہے تھے، آپ کی نظر ابوسفیان پر پڑی وہ سوار تھا۔ معاویہ اور اس کا بھائی یزید آگے پیچھے سواری کو ہنکار رہے تھے، آپ نے فرمایا: خدا! سوار پر، ہانکنے والے پر اور کھینچنے والے پر لعنت فرما! ہم نے پوچھا: کیا آپ نے خود رسول خدا سے سنا تھا؟ ابن عمر نے کہا: ہاں، میں نے خود اپنے کانوں سے سنا، اگر جھوٹ بولوں تو جس طرح میری آنکھیں اندھی ہیں کان بھی بہرے ہو جائیں۔ (۳)

تاریخ طبری (۴) میں ہے کہ ابوسفیان گدھے پر سوار چلا آ رہا تھا، آگے آگے معاویہ تھا اور پیچھے

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۹، ۱۴۰ (ج ۸ ص ۱۳۸ احداث ۶۰ھ)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ احداث ۶۰ھ)

۳۔ کتاب صفین مطبوعہ مصر ص ۲۳۷ (۲۲۰)

۴۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۳۵۷ (ج ۱ ص ۱۰۵۸ احداث ۲۸ھ)

سے یزید ہنکار ہاتھا۔ رسولؐ نے فرمایا: لعن اللہ القائد والراکب والسائق (خدا لعنت کرے سوار قائد اور سائق پر) اس حدیث کی طرف اہل تمہیسن نے معاویہ کو مخاطب کر کے اشارہ کیا تھا: معاویہ میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تیرا باپ سرخ اونٹ پر سوار تھا تو آگے آگے تھا اور تیرا بھائی یزید ہنکار ہاتھا، رسولؐ خدا نے دیکھ کر فرمایا تھا: اللهم العن المراكب والقائد والسائق۔

محمد بن ابی بکر نے بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: تو ملعون ہے اور ملعون کا بیٹا ہے۔
۲۔ براہ بن عاذب کا بیان ہے کہ ابو سفیان اور معاویہ کو دیکھ کر رسولؐ خدا نے فرمایا: خدایا! تابع اور متبوع دونوں پر لعنت فرما، خدایا! اس بد معاش کو اچک لے۔ براہ بن عاذب نے اپنے باپ سے پوچھا: یہ رسولؐ نے ”انعیس“ (بد معاش) سے کس کو مراد لیا تھا؟ جواب دیا: معاویہ کو۔ (۱)
اسکے علاوہ رسولؐ خدا نے ہر سود خور، شراب خوار و شراب فروش پر لعنت فرمائی ہے۔ اور ان شرمناک حرام کاریوں میں معاویہ پوری طرح ڈوبا ہوا تھا۔

۳۔ مسند احمد، ابویعلیٰ و کتاب صفین میں ابو ہریرہ اسلمی سے اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسولؐ خدا کے ساتھ سفر کر رہے تھے، اتنے میں دو آدمیوں کے گانے کی آواز سنائی دی، ایک کی تان پر دوسرا جواب دے رہا تھا:

ایزال حواری تلوح عظامہ
زوی الحرب عنہ ان یجن فی قبرہ
رسولؐ خدا نے فرمایا: ذرا دیکھو تو یہ دونوں کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: معاویہ اور عمر عاص ہے۔ یہ سنگر حضرت نے بدعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور کہا: خدایا! ان دونوں کو خاک چٹا دے اور جہنم میں بری طرح جھونک دے۔ (۲)

۱۔ کتاب صفین مطبوعہ مصر ص ۲۳۳ (ص ۲۱۷)

۲۔ مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۱ (ج ۵ ص ۵۸۰/۱۹۲۸۱)؛ مسند ابی یعلیٰ (ج ۱ ص ۲۲۹/۷۳۳۶)؛ وقح صفین ص ۲۳۶ (ص

۲۱۹)؛ بحم الکبیر (ج ۱ ص ۳۲۷/۱۰۹۷)؛ لسان العرب ج ۷ ص ۴۰۴، ج ۹ ص ۲۳۹ (ج ۳ ص ۳۵۲، ج ۵ ص ۳۰۱)

علامہ ائمی فرماتے ہیں: جب علمائے اہل سنت نے اس روایت میں کوئی پوچ اور ابہام نہیں دیکھا تو معاویہ کی اس قدر سخت مذمت کو دیکھ کر سینے پر سانپ لوٹنے لگا چنانچہ اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی سعی میں لگ گئے۔ احمد بن حنبل نے دونوں کا نام اڑا کر (فلاں و فلاں) لکھ دیا۔

کچھ لوگوں نے دوسری طرح بات بتائی۔ چنانچہ صاحب شتران سے روایت گڑھ لی کہ ہم لوگ ایک رات رسولؐ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آپ نے آواز سنی اور پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے دیکھا تو وہ معاویہ بن رافع اور عمرو بن رفاعہ بن تابوت تھے۔ رسول خداؐ نے متذکرہ بدعا فرمائی اور اس کے نتیجے میں عمرو بن رفاعہ کی رسولؐ کے سفر ختم ہونے سے قبل ہی موت ہو گئی۔

سیوطی اللہ تعالیٰ معنومہ (۱) میں لکھتے ہیں کہ اس روایت سے ابہام پوری طرح ختم ہو جاتا ہے، پہلی حدیث میں جو عمرو بن عاص اور معاویہ ابن ابی سفیان ہے وہ دراصل عمرو بن رفاعہ اور معاویہ بن رافع تھے۔ یہ دونوں ہی منافق تھے۔ ”واللہ اعلم“۔

ذرا کوئی ان محدث صاحب سے پوچھے بھلا حدیث اول میں ابہام کہاں ہے؟ کہاں سے وہم پیدا ہو گیا۔

کیا متن و مفہوم میں کوئی بات خلاف شریعت یا قرآن و سنت کے مخالف ہے یا کسی ایسے شخص کے متعلق بات کہی گئی ہے جس کا دامن گناہوں سے پاک ہے؟ کیا کسی دیدار انسان کی تحقیر کی جا رہی ہے یا کسی سچے مسلمان کی بے احترامی ہو رہی ہے؟

ان میں ایک جگر خوارہ کا بیٹا ہے اور دوسرا آوارہ عورت نابغہ کا پوت ہے۔ ان دونوں کو تم بھی اچھی طرح جانتے ہو اور ہم بھی۔

شاید انہوں نے یہ بات فراموش کر دی ہے کہ اس روایت کے اسناد لچر اور ست ہیں۔ یہ بھلا پہلی روایت کا ابہام کیا ختم کر سکتی ہے؟ اس روایت میں سیف ابن عمر ہے جسے خود سیوطی (۲) نے حدیثیں

۱۔ اللہ تعالیٰ معنومہ ج ۱ ص ۲۲۷

۲۔ اللہ تعالیٰ معنومہ ج ۱ ص ۲۲۹، ۹۹

گڑھنے والا کہا ہے۔ دوسری احادیث کے تجزیہ میں سیف کو ضعیف ترین شخص کہا ہے۔ کہیں اسے متروک، ساقط اور کذاب نیز مہتمم بالزندقہ کہا ہے۔ کیا جعلی حدیث بھی کسی دوسری حدیث کا ابہام ختم کر سکتی ہے؟ خدا انھیں معاف کرے۔

۳۔ رسولؐ نے فرمایا: اس ڈھلان سے میری امت کا ایسا شخص نمودار ہوگا جس کا حشر میری امت

کے علاوہ قوم میں ہوگا۔ اتنے میں معاویہ نمودار ہوا۔ (۱)

علامہ سید محمد کی مغربی کے نزدیک اس حدیث کے تمام رجال ثقہ، معتبر و صحیح ہیں۔ (۲)

۵۔ حدیث مرفوعہ و مشہور، رسولؐ نے فرمایا: معاویہ جہنم میں آگ کے تابوت میں ہوگا جس میں وہ

چلا تا رہے گا: ”یا حنان، یا منان“ اب میں توبہ کرتا ہوں حالانکہ اس سے قبل میں فسادی تھا۔ (۳)

۶۔ ابو ذر غفاری نے معاویہ سے کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ معاویہ جہنم میں رہے گا۔ یہ

سن کر معاویہ ہنسا اور انھیں قید کرنے کا حکم دے دیا۔ (۴)

۷۔ ابو ذر نے معاویہ سے کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ خدایا! معاویہ پر لعنت کر اور اس کا

پیٹ صرف مٹی ہی سے بھرتا۔ (۵)

۸۔ حدیث مرفوعہ: جب امت پر ایسا شخص حکمراں ہو جائے جو بڑے پیٹ والا ہو اور کھاتے

کھاتے بھی پیٹ نہ بھرے تو امت کو چاہئے کی اس سے کنارہ کش رہے۔ ابو ذر کا بیان ہے کہ اس سے

مراد معاویہ ہے۔ اس حدیث میں معاویہ کی صفت کہیں ”الواسع البلعوم“ کہیں واسع الرم اور کہیں

ضخم البلعوم“ ہے۔ (۶)

۱۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱ ص ۵۸۱ حدیث ۲۸۳)؛ انساب الاشراف (ج ۵ ص ۱۳۲)؛ کتاب صفین ص ۲۷۷ (ص ۲۱۹)

۲۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۰۱ نمبر ۲۰۵؛ الشعب الجلیل ص ۸۶ (ص ۱۳۶)

۳۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱ ص ۵۸۱)؛ کتاب صفین ص ۲۳۳ (ص ۲۱۷)؛ لسان المیوان ج ۱ ص ۲۰۲ نمبر ۶۰۲

۴۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ ۱۳۰)

۵۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ ۱۳۰)

۶۔ التہذیب ابن اثیر ج ۱ ص ۱۱۲ (ج ۲ ص ۳۶۲)؛ لسان العرب ج ۱۳ ص ۳۲۲ (ج ۶ ص ۲۳۸)؛ تاریخ العرب ج ۸ ص ۲۰۶

۹۔ نصرین مزاحم، ابن عدی، عقیلی، خطیب اور مناوی نے ابوسعید خدری سے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو۔ ابوسعید خدری اور حسن کا بیان ہے کہ لوگوں ایسا نہیں کیا اس لئے فلاح نہیں پائی۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ سیوطی نے، اللہ تعالیٰ مصونہ میں (۲) متعدد طریقوں سے ابن عدی و عقیلی سے نقل کر کے اس پر طعن کیا ہے حالانکہ بلازری نے (۳) دوسرے طریقوں سے اسی حدیث کو نقل کر کے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال صحاح ستہ سند کے راوی ہیں۔ اس لئے اس حدیث بلازری میں کہیں سے کوئی کھوٹ نہیں۔ پھر یہ کہ اس میں اگرچہ مرسل روایت ہے لیکن چونکہ صحابی کی طرف منسوب حدیث ہے اور صحابی تمام کے تمام ”عدول“ ہیں اس لئے مانے بغیر چارہ نہیں۔ (علامہ امینی نے متعدد طرق سے اس حدیث کو ابن حجر وغیرہ محدثین کے حوالوں سے نقل کر کے ان کے اسناد رجال کا تجزیہ کیا ہے اور حدیث کی صحت کی نشاندہی کی ہے)

اس حدیث کی تائید ایک دوسری حدیث رسولؐ سے ہوتی ہے کہ جب دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (۴) نیز یہ بھی حدیث ہے کہ جب کسی امام کی دل سے بیعت کر لو تو اس کی اطاعت کر دو، پھر اگر دوسرا شخص اس سے نزاع کرے تو اس دوسرے کی گردن مار دو۔ (۵)

۱۔ کتاب صفین ص ۲۳۳، ۲۳۸ مطبوعہ مصر (ص ۲۱۶، ۲۲۱)؛ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱ ص ۵۸)؛ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۸۱ (نمبر ۶۶۵۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۲۸ (ج ۳ ص ۳۲، خطبہ ۵۴)؛ کنز الدقائق مناوی ص ۱۰ (ج ۱ ص ۱۹)؛ اللالی المصنوعہ ج ۱ ص ۴۲۳، ۴۲۵؛ تہذیب الحدیث ج ۲ ص ۴۲۸ (ج ۵ ص ۹۶)

۲۔ اللالی المصنوعہ ج ۱ ص ۴۲۳، ۴۲۵

۳۔ انساب الاشراف (ج ۵ ص ۱۳۶)

۴۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۳ (ج ۳ ص ۱۲۸، ۶۱۱ کتاب الامارہ)؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۶۹، ۲۶۶۵)؛ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۴۲؛ الفضل ابن حزم ج ۳ ص ۸۸؛ الکلی ج ۹ ص ۳۶۰؛ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۴۲)

۵۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۱۲۷، ۵۹۹)؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۱۶۹، ۲۶۶۵)؛ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۶۸، ۱۶۹

ان دونوں احادیث کی تائید سے متذکرہ حدیث رسولؐ 'جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو' کی صحت میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ لیکن اہل سنت نے اس کو مشکوک بنانے میں بڑا ہاتھ پیر مارا ہے۔ کچھ لوگوں نے "فاسقتلوہ" (اس کو قتل کر دو) کو بدل کر "فاسقبلوہ" (اسکو قبول کر لو) کر دیا۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے حسن ابن محمد خلّال، یوسف ابن ابی حفص زاہد، محمد ابن اسحاق فقیہ، ابو نصر غازی، حسن ابن کثیر، بکر ابن ایمن قیسی، عامر ابن یحییٰ صریحی، ابو زبیر، جابر کی سند سے حدیث لکھی ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر تقریب کرتے ہوئے دیکھو تو اسے قبول کرو کیوں کہ وہ امین اور مأمون ہے۔

خطیب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے صرف اسی سند سے روایت پائی ہے لیکن اس میں محمد ابن اسحاق اور ابو زبیر گنہگار ہیں۔ (۱)

ذہبی (۲) اور ابن حجر (۳) نے حسن ابن کثیر اور بکر بن ایمن اور عامر ابن یحییٰ کو مجہول کہا ہے۔ پھر یہ کہ معاویہ کس قدر امین اور مأمون ہیں اس کا کچھ تذکرہ ہم نے جلد پنجم و نهم الفہریر میں کیا ہے۔ اس طرح درایتی حیثیت سے بھی یہ حدیث گڑھی ہوئی ہے۔ کچھ لوگوں نے بات بنتی نہ دیکھی تو کہا کہ یہ معاویہ بن ابی سفیان کے متعلق نہیں ہے بلکہ معاویہ بن تابوت کے متعلق ہے چنانچہ حافظ ابن عساکر (۴) نے اس روایت کو لکھ کر کہا ہے کہ اس سے مراد معاویہ بن تابوت ہے جو منافقوں کا سرغنہ تھا۔

سیوطی نے لٹالی میں (۵) لکھا ہے کہ اگرچہ اس کو ابن عساکر نے نقل کیا ہے لیکن یہ تاویل بعید اور مبہم ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: معاویہ بن تابوت کا کہیں اتا پتہ نہیں۔ کب پیدا ہوا، کب مر گیا۔ نہ اس

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۲ ص ۳۰۶ نمبر ۲۵۶)

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۵۱۹ نمبر ۱۹۳۵)

۳۔ لسان المیوان (ج ۲ ص ۳۰۶ نمبر ۲۵۶: ج ۲ ص ۵۸ نمبر ۱۶۹۶: ج ۳ ص ۲۸۲ نمبر ۲۳۸۲)

۴۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲ ص ۳۶)

۵۔ اللالی المصنوعہ ج ۱ ص ۲۲۵

سے کوئی روایت سنی گئی۔ آخر اس کی روایت ابو بکر ابن داؤد کو کس نے سنائی؟ کیا اصحاب رسول نے اسے منبر پر دیکھ کر قتل کیا؟ یا یہ کہ آج تک اسے کسی نے نہیں دیکھا نہ آئندہ دیکھے گا۔

اسی قسم کی ایک مہمل تاویل اور بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ روایت ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے رسول خدا سے عرض کی کہ معاویہ اور ابو جہم مجھ سے عقد کرنا چاہتے ہیں۔ رسول خدا نے فرمایا کہ معاویہ بھٹکوا ہے۔ رافعی کہتے ہیں کہ یہ معاویہ ابن ابی سفیان کے علاوہ ایک بزرگ ہیں۔ (۱) رافعی نے تو جگر خوارہ کے لئے یہ تاویل کر ڈالی لیکن امام نووی کہتے ہیں کہ یہ فاحش غلطی ہے۔ (۲) اور صحیح مسلم میں ہے کہ اس سے مراد معاویہ بن ابی سفیان ہے۔

ابوداؤد، نسائی، طیالسی و بیہقی نے بھی اس سے مراد معاویہ ہی کو لیا ہے۔ (۳)

ابن کثیر (۴) وابن حجر نے ”فائقوہ“ کی ایک دوسری ہی تاویل کی ہے، تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ یہ حدیث بلا شک و شبہ جھوٹی ہے کیوں کہ اگر حدیث صحیح ہوتی تو صحابہ معاویہ کو قتل کر ڈالتے کیوں کہ انھیں کسی ملامت کی پرواہ نہیں تھی۔

ابن حجر تطہیر البیان (۵) میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو تمام صحابہ پر اعتراض وارد ہوتا ہے کیوں کہ یا تو انھوں نے حدیث کو سن کر چھپایا تو ان پر عیب وارد ہوتا ہے کیوں کہ اس حدیث کو تمام امت کے سامنے تبلیغ کرنے چاہئے تھی تاکہ اس پر عمل کیا جاتا یا پھر یہ کہ اس کی تبلیغ ہوئی اور عمل نہیں ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس کا شرعاً تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اگر یہ مان لیا جائے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن کا بعض حصہ بھی ان لوگوں نے چھپایا، یا عمل نہیں کیا یہ تمام باتیں شرعی حیثیت سے محال ہیں کیوں کہ ارشاد

۱۔ الاصابہ ج ۳ ص ۴۹۸

۲۔ شرح صحیح مسلم نووی (ج ۱ ص ۹۸)

۳۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۹۵ (ج ۳ ص ۲۹۱، ج ۳ ص ۳۶۱، کتاب الطلاق)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۵۹ (ج ۲ ص ۲۸۵، ج ۲ ص ۲۸۷)؛ سنن

نسائی ج ۶ ص ۲۰۸ (ج ۳ ص ۲۷۲، ج ۳ ص ۵۳۵)؛ مسند طیالسی ص ۲۲۸؛ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۷۱

۴۔ البدلیہ والنبلیہ ج ۸ ص ۱۳۳ (ج ۸ ص ۱۴۱، ج ۸ ص ۱۴۱)

۵۔ تطہیر البیان مطبوعہ ریحانہ موعظہ ص ۶۰ (ص ۲۹)

رسول ہے کہ میں نے تمہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ تم راہ روشن پر گامزن ہو۔ صحابہ کے پجاریوں کی یہ عقیدت کس قدر خوب صورت ہے اگر منطقی بھی ان کا ساتھ دیتی، تاریخ صحیح کے مخالف نہ ہوتی یا سیرت صحابہ سے اس کا ثبوت ملتا یا ائمہ حدیث جو کچھ صحاح و مسانید میں اس کے متعلق روایات نقل کی ہیں ان سے حسن ظن کی تائید ہوتی ہے؟ (۱)

کیا ”ذو الشدینہ“ کو قتل کرنے کے معاملے میں صحابہ نے حکم رسول پر عمل کیا؟ خود رسول کے سامنے ان کا حکم ضائع کیا۔ (۲) کیا انہوں نے حدیث رسول پر عمل کیا جس میں حکم ہے کہ جب دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو اس میں سے دوسرے کو قتل کر دو، یا حدیث ہے کہ جو شخص امت میں تفرقہ پیدا کرے اس کی گردن مار دو چاہے جو شخص بھی ہو، یا حکم ہے جو شخص کسی امام سے نزاع کرے اس کی گردن مار دو۔

۱۰۔ زید ابن لقم سے مروی حدیث رسول ہے: جب تم معاویہ اور عمرو عاص کو ایک ساتھ دیکھو تو ان میں تفرقہ ڈال دو کیونکہ یہ دونوں کبھی خیر پر ایک نہ کریں گے۔ (۳)

۱۱۔ ایک حدیث مرفوع ہے:

اس ڈھلان سے ابھی ایک شخص برآمد ہوگا جس کی موت میری سنت کی مخالفت پر ہوگی۔ اتنے میں معاویہ برآمد ہوا۔ (۴)

۱۲۔ حضرت علی نے معاویہ کے خط کا جواب دیا کہ تمہارا بصیرت سے عاری، ہدایت و عقل سے کورا و رخو اہش نفس کا پلندہ خط ملا... میری جان کی قسم! اگر تم میرا اسلامی شرف اور قرابت رسول کا انکار کر سکتے

۱۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۱۱۳، ج ۹ ص ۲۳۲-۲۳۳ (ج ۳ ص ۱۲۲۲ ح ۳۱۷۱: ج ۵ ص ۲۳۰۷-۲۳۰۸ ح ۲۴۰۴، ۲۴۰۵، ۲۴۱۵-۲۴۱۱)

۲۔ مسند احمد ج ۳ ص ۱۵ (ج ۳ ص ۳۹۰ ح ۱۰۷۳۳): البدیۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۹۸ (ج ۷ ص ۳۳۰ عادت ۷۳): حلیۃ الایاد ج ۳ ص ۲۲۷ (نمبر ۲۳۵)

۳۔ کتاب صفین ص ۱۱۲ (ص ۲۱۸): اللحد الفرید ج ۲ ص ۲۹۰ (ج ۳ ص ۱۳۵)

۴۔ وقعہ صفین (ص ۲۲۰)

توضو رکرتے۔ (۱)

۱۳۔ حضرت نے معاویہ کو خط لکھا:

تو نے گمراہی و پیراہ روی کو بڑھاپے میں سپر بنا لیا ہے، اس کو نوچ کر پھینک دے، تیرا حال بوسیدہ کپڑے کا ہے جسے ایک طرف سے درست کیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتا ہے، اپنی گمراہی میں ڈھیر سارے لوگوں کو تو نے پھنسا لیا ہے۔ اندھیروں کے سمندر میں موجوں کے تھپیڑے کھا رہا ہے... (۲)

۱۴۔ حضرت نے یہ بھی لکھا: تو نے جس گمراہی کی نفاذ بنائی ہے اس میں باطل کی تمنا، کفر کا غلبہ اور حسد محمد کا سلسلہ تیرے پرکھوں سے چلا آرہا ہے، اسی میں تیرے بزرگ خاک و خون میں لوٹتے رہے۔ (۳)

۱۵۔ یہ خط بھی ہے: تو اور تیرے دوستداران شیطان، حق کو اساطیر الاولین بنانا چاہتے ہیں۔ (۴)

۱۶۔ یہ خط بھی حضرت علی کا معاویہ کے نام ہے: تیری بدکاریاں تجھے تباہی کے گھاٹ لگا دیں گی، اے پسر مھر! اے پسر ملعون! تجھے اپنے علم و علم پر ناز ہے حالانکہ تو ذلیل منافق، کم عقل اور بچ بزدل ہے۔ (۵)

۱۷۔ آپ نے اسے خط لکھا: ”سبحان اللہ“ تو کس قدر اپنے نفس کا غلام ہو گیا ہے۔ (۶)

۱۸۔ آپ نے تحکیم کے بعد خط لکھا: تو نے قرآن کو حکم بنایا ہے حالانکہ خود تجھے اندازہ ہے کہ تو اہل



- ۱۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۳۳ (ج ۳ ص ۱۳۶): اکال ہرود ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۲۷۱): وقد صغین ص ۶۳ (ص ۵۷): الامامۃ والسیاستہ ج ۱ ص ۷۷ (ج ۱ ص ۹۱): نخب البلاغ ج ۲ ص ۵ (ص ۶۷ کتاب ر): شرح نخب البلاغ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۵۲: ج ۳ ص ۳۰۲ (ج ۳ ص ۸۹ خطبہ ۴۳، ج ۱ ص ۳۱ کتاب ر)
- ۲۔ نخب البلاغ ج ۲ ص ۳۱ (ص ۳۰۶ کتاب ر): شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۵۰ (ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۳۲، ۱۳۳ کتاب ر)
- ۳۔ شرح نخب البلاغ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۵۰ (ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۳۲، ۱۳۳ کتاب ر)
- ۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۵۱، ج ۳ ص ۳۱۱ (ج ۱ ص ۱۵۷، ۸۳ کتاب ر، ۱۰۷، ۱۶۲، ۱۳۵)
- ۵۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۱۱، ج ۳ ص ۵۱ (ج ۱ ص ۸۲، ۸۳، ۱۰۷، ۱۶۲، ۱۳۵ کتاب ر)
- ۶۔ نخب البلاغ ج ۲ ص ۳۳ (ص ۳۱۰ کتاب ر): شرح نخب البلاغ ج ۳ ص ۵۷ (ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۵۳ کتاب ر)

قرآن میں سے نہیں۔ (۱)

۱۹۔ امام کا یہ بھی خط ہے: اب تجھے واضح باتوں سے سبق لینے کا وقت آ گیا ہے، تو اپنے باطل

دعوے کے ساتھ اپنے اسلاف کی ڈگر پر چل نکلا ہے۔ (۲)

۲۰۔ امام نے لکھا:

اے معاویہ! تجھے حکمرانی سے کب کا تعلق ہو گیا؟ نہ تمہارے اندر نیکی نہ فضیلت، اب تو آئندہ کے حالات کے لئے آمادہ ہو جا..... شقاوت، غفلت نفس کی وجہ سے شیطان نے تجھے اپنے چنگل میں پھنسا لیا ہے۔ (۳)

۲۱۔ امام نے لکھا: اپنے متعلق خدا سے ڈرو، اپنے حق کے متعلق غور کرو، ان باتوں سے اپنی جہالت

کا بہانہ کر کے نجات نہیں پاسکتے۔ (۴)

۲۲۔ امام نے یہ خط بھی لکھا:

تم نے الفت و یگانگت کی بات لکھی ہے لیکن ماضی نے ہم میں تم میں تفرقہ ڈال دیا۔ ہم ایمان لائے اور تم کافر ہو گئے، آج ہم استقامت دکھا رہے ہیں اور تم فتنہ میں مبتلا ہو، تمہارے خاندان کا کوئی بھی دل سے مسلمان نہیں ہوا، سب نے رسول خدا سے جنگ کی۔ (۵)

۲۳۔ معاویہ کے جواب میں حضرت نے لکھا:

تم نے لکھا ہے کہ ہم لوگ قبیلہ عبد مناف سے ہیں اور ایک دوسرے پر برتری نہیں رکھتے۔ اپنی

۱۔ کتاب صفین ص ۵۵۶ (ص ۴۹۴)؛ بیخ البلاغ ج ۲ ص ۵۶ (ص ۳۲۳ کتاب ۴۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۱۸ (ج ۲ ص ۲۲۶ خطبہ ۳۵)

۲۔ بیخ البلاغ ج ۲ ص ۱۲۵ (ج ۳ ص ۵۵ کتاب ۶۵)

۳۔ کتاب صفین ص ۴۲۲ (ص ۱۰۹)؛ بیخ البلاغ ج ۲ ص ۱۱ (ص ۳۷۰ کتاب ۱۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۱۲ (ج ۱ ص ۸۷ کتاب ۱۰)

۴۔ بیخ البلاغ ج ۲ ص ۳۶، ۳۷ (ص ۳۹۰ کتاب ۳۰)

۵۔ بیخ البلاغ ج ۲ ص ۱۲۳ (ص ۳۵۳ کتاب ۶۴)

جان کی قسم! حقیقت میں ہم سبھی ایک جد سے ہیں اور مشترک سلسلہ نسب ہے لیکن امیہ، ہاشم کے برابر نہیں اور نہ حرب، عبدالمطلب کی طرح ہے اور نہ ابوسفیان، ابوطالب کی طرح ہے، نہ مہاجر، طلیق کے مانند اور نہ صحیح نسب والے کے برابر وہ شخص ہو سکتا ہے جو نسب میں ملحق ہوا ہو، نہ باطل حق کے برابر، نہ منافق مومن کے برابر ہو سکتا ہے۔ وہ فرزند کس قدر پست ہے جو چہنچی آباء و اجداد کی پیروی کرے۔ (۱)

حضرت علیؑ کے اس ارشاد کی شرح کرتے ہوئے ابن ابی الحدید (۲) لکھتے ہیں کہ کیا مسلمان کے لئے جائز ہے کہ کافر ہونے کی وجہ سے اس کے بیٹے کی مذمت کی جائے؟ پھر جواب دیتے ہیں کہ ہاں، اگر فرزند اپنے آباء و اجداد کی پیروی کرتا ہو اور انھیں کے قدم بہ قدم چلتا ہو۔ حضرت نے معاویہ کی اس لئے مذمت کی ہے کہ وہ اپنے چہنچی باپ دادا کی تقلید کرتا تھا۔

۲۴۔ ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

تجھ سے کیا مطلب کہ کون افضل ہے اور کون مفضول، کون حاکم ہے، اور کون محکوم؟ فتح مکہ کے آزاد شدگان کو ساتھیوں و مہاجرین کا مرتبہ معین کرنے کا حق نہیں، تو اس صلاحیت سے دور ہے۔ تو محکوم ہے حاکم کے متعلق اظہار رائے کا تجھے کوئی حق نہیں، تو اپنی حد میں رہنے کی کوشش کر، تو بے راہ روی میں کوسوں نکل گیا ہے۔ (۳)

۲۵۔ محض ابن سلیم کو خط لکھتے ہیں:

میں نے ان لوگوں پر دھاوا بولنے کا قصد کر لیا ہے جو خدا کے بندوں پر ارشادات خداوندی کے بجائے دوسری چیزوں سے حکومت کرتے ہیں، عوامی مال اور غنیمتوں کو ذاتی ملکیت سمجھ لیا ہے، قانون و حدود خداوندی کو پیروں تلے روند ڈالا ہے، تعلیمات اسلامی اور حکومت الہیہ کا تیا پانچا کر دیا ہے، مومنوں کے بجائے فاسقوں کو مشیر بنا لیا ہے، دوستان خدا کی تنقید پر دل میں کینہ رکھ کر جلا وطن کر دیتے ہیں، فاسق

۱۔ شرح بیچ البلاغ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۳

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۲۳ (ج ۱ ص ۱۱۹ کتاب ۱۷)

۳۔ بیچ البلاغ ج ۳ ص ۳۰ (ص ۲۸۶ کتاب ۲۸)؛ بیچ الاشی ج ۱ ص ۲۲۹ (ج ۱ ص ۲۷۵)؛ نہایۃ الارباب ج ۷ ص ۲۳۲

اگر مدد کرتا ہے تو اسے دوست رکھتے ہیں، ظلم اور مخالفت اسلام پسند کرتے ہیں، گناہ میں باہمی تعاون کا برتاؤ کرتے ہیں۔ (۱)

۲۶۔ عمرو عاص کے خط کے جواب میں

”معاویہ کی ناجائز حرکتوں کا ساتھ مت دو کیوں کہ وہ لوگوں کو حقیر اور جاہل سمجھتا ہے“۔ (۲)

۲۷۔ ایک دوسرے خط میں عمرو عاص ہی کو لکھا:

”تو ایک بیکار اور بے آبرو انسان کی خاطر انسانیت کی حدوں سے اتر گیا ہے۔ اسکی بزم میں معزز انسان، خوار اور حلیم انسان، احمق بن جاتا ہے... اگر خدا نے جگر خوارہ کے فرزند پر مجھے قابو دیدیا تو تمہیں ان لوگوں سے ملتی کر دوں گا جنہوں نے رسول اسلام پر ظلم کیا تھا۔ اگر خدا نے مجھے قابو نہیں دیا اور میرے بعد تم زندہ رہے تو خدا تم سے بدلہ لیا اور تم سے انتقام لینے کے لئے وہی کافی ہے“۔ (۳)

۲۸۔ محمد ابن ابی بکر کے خط میں لکھا کہ جھوٹے پسر ہند کے پروپیگنڈے میں نہ آنا۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ گمراہی کا امام اور ہدایت کا امام برابر نہیں ہو سکتے، نہ دشمن رسول برابر ہو سکتا ہے وحی رسول کے۔ خدا ہم سے اور تم سے راضی رہے۔ (۴)

۲۹۔ محمد ابن ابی بکر کو معاویہ و عمرو عاص نے خط لکھا، محمد نے وہ خط حضرت علی کی خدمت میں بھیج دیا۔ جس کے جواب میں امام نے تحریر فرمایا:

”بدکار معاویہ و عمرو عاص کا خط میں نے پڑھا، ان دونوں نے خدا کی نافرمانی اور حکومت کے گناہ اور رشوت خوری میں باہم ایکا کر لیا ہے۔ وہ انگوں کی طرح اپنے کرتوت کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، تم ان کی خرابی سے دھونس نہ کھانا“۔ (۵)

۱۔ شرح بیخ البلاغ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۲ (ج ۳ ص ۱۸۲ خطبہ ۳۶)

۲۔ کتاب صفین ص ۱۲۳ (ص ۱۱۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۸۹، ج ۳ ص ۱۱۳ (ج ۲ ص ۲۷۷ خطبہ ۳۵، ج ۱ ص ۱۱۵ اصل ۳۹)

۳۔ بیخ البلاغ (ص ۳۱۱ کتاب ۳۹)

۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۶ (ج ۱ ص ۷۷ خطبہ ۶۷)؛ بقرۃ الرسائل ج ۱ ص ۵۳۰

۵۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۵۸ (ج ۵ ص ۱۰۲ احادیث ۳۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۲ (ج ۱ ص ۸۳)

۳۰۔ عراقیوں کو خط تحریر فرمایا:

”خدا تم پر رحم کرے، نیند سے چوٹو اور حق پر ایکا کر لو، اپنے دشمنوں سے جنگ کرو پردہ اٹھ چکا ہے آنکھ والوں پر صبح واضح ہو چکی ہے۔ تم طلقاء بن طلقاء اور ستم گاروں سے جنگ کر رہے ہو، انھوں نے جھک مار کے اسلام قبول کیا تھا اور ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچاتے رہے۔ یہ سب قرآن اور سنت کے دشمن ہیں، یہ احزاب والے، بدعت والے، اور نیا دین ایجاد کرنے والے ہیں یہ رشوت خور اور دنیا کے بندے ہیں..... (۱)

۳۱۔ زیاد ابن ابیہ کو خط لکھا: معاذ یہ شیطان رجیم کی طرح ہے جو لوگوں کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے بہکاتا ہے، دیکھو اس سے بچے رہنا، اس سے بچتے رہو۔ والسلام (۲)

۳۲۔ اپنے اصحاب کے سامنے صفین کے لئے جاتے ہوئے تقریر فرمائی: دشمنان خدا و قرآن و سنت کے خلاف نکل چلو، یہ وہی لوگ ہیں جو جنگ احزاب میں مہاجرین و انصار کے خلاف آئے تھے۔ (۳)

۳۳۔ لوگوں کو دعوت جہاد دیتے ہوئے فرمایا: ”انشاء اللہ“ ہم لوگ ایسے شخص پر دھاوا بولنے والے ہیں جو احمق ہے، جو پاتا ہے ہڑپ لیتا ہے۔ معاذ یہ اور اس کی فوج باغی گروہ ہے، ان کی قیادت ابلیس کر رہا ہے، وہی انھیں دھوکا دے کر جنگ پر ابھارتا رہتا ہے۔ (۴)

۳۴۔ حضرت علیؑ نے جنگ صفین میں ایک خطبہ میں فرمایا: حالانکہ میں خلافت کے معاملات سے الگ تھلگ تھا لیکن لوگ میرے پاس آئے اور کہا کہ بیعت قبول کیجئے تو میں نے انکار کیا، انھوں نے مجھ سے کہا کہ بیعت قبول کر لیجئے ورنہ امت آپ کے بغیر راضی نہیں ہوگی تو میں نے اس ڈر سے کہ اگر بیعت قبول نہ کروں گا تو امت میں افتراق پیدا ہو جائے گا میں نے ان لوگوں کی بیعت قبول کر لی۔ اس کے بعد مجھے

۱۔ الامتہ والسیاستہ ج ۱ ص ۱۱۳ (ج ۱ ص ۱۳۶): شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۷ (ج ۶ ص ۹۹ خطبہ ۶۷)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۱۸۲ کتاب ۴۴)

۳۔ کتاب صفین ص ۱۰۵ (ص ۹۳): بحرہ المصنوع ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۱ ص ۳۱۴ خطبہ ۱۹۹)

۴۔ کتاب صفین ص ۱۲۶ (ص ۱۱۳)

دو آدمیوں کا اندیشہ تھا جنہوں نے میری بیعت کی تھی اور معاویہ کے اختلاف کا اندیشہ تھا، جس کو خدا نے نہ تو سبقت دینی عطا کی ہے نہ اس کے پرکھوں میں سچا اسلام، وہ طلحہ بن طلحہ، جنگ خندق کا بقیہ ہے، ہمیشہ وہ اور اس کا باپ اسلام کے دشمن رہے یہاں تک کہ جھک مار کے ٹکست خوردہ انداز میں داخل اسلام ہوئے۔ (۱)

۳۵۔ صفین میں یہ بھی فرمایا: ان پر پورے سکون و وقار کے ساتھ ٹوٹ پڑو تا کہ اسلام اور نیک بندوں کا اسلام سلامت رہے۔ خدا کی قسم! یہ قوم جہالت میں ڈوبی ہوئی ہے اور اس کا لیڈر اور بھونپو معاویہ، نابینہ کا جنا، ابوالاعور سلمی، ابن ابی معیط شراب خوار ہے... میں انہیں اسلام کی طرف بلا رہا ہوں اور یہ مورتی پوجا کی طرف... (۲)

۳۶۔ ایک خطبہ میں فرمایا: رسول خدا نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا جس نے میں پھرنے والا نہیں ہوں۔ تمہارا دشمن تمہارے سامنے ہے اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ان کا سردار منافق ابن منافق ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلا رہا ہے۔ تمہارے ساتھ رسول خدا کا چچرا بھائی ہے جو تمہیں جنت کی طرف اور طاعت خدا اور سنت رسول کی طرف بلا رہا ہے، یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے، میں نے سب سے پہلے رسول کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور بدری ہوں۔ معاویہ طلحہ بن طلحہ ہے، خدا کی قسم! میں حق پر ہوں اور معاویہ باطل پر..... (۳)

۳۷۔ ایک خطبہ: دیکھو اس معاویہ اور اس کے ظالم جرگے کے خلاف جلد نکل چلو، جنہوں نے کتاب خدا کو پس پشت دال دیا ہے اور چند کھوٹے سکوں میں بیچ ڈالا ہے۔ اگر وہ سمجھیں تو انہوں نے بڑی

۱۔ کتاب صفین ص ۲۲۷ (ص ۲۰۱): تاریخ طبری ج ۶ ص ۴ (ج ۵ ص ۸۸ حوادث ۷۳ھ): جمرۃ الخلب ج ۱ ص ۱۶۱ (ج ۱ ص

۲۳۶ نمبر ۲۲۶): شرح بیخ البلاغ (ج ۳ ص ۲۳ خطبہ ۵۴)

۲۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳ (ج ۵ ص ۳۵ حوادث ۷۳ھ): کتاب صفین ص ۲۳۵ (ص ۳۹۱)

۳۔ کتاب صفین ص ۳۵۵ (ص ۳۱۴): شرح بیخ البلاغ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۵۰۳ (ج ۵ ص ۲۳۸ خطبہ ۶۵): جمرۃ الخلب ج

۱ ص ۱۷۸ (ج ۱ ص ۳۵۳ نمبر ۲۳۱)

بری تجارت کی ہے۔ (۱)

۳۸۔ جب لوگوں نے معاویہ سے جنگ کے لئے جانے میں ٹال مٹول کیا تو فرمایا: لوگو! اپنے ان دشمنوں سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ قربت خدا حاصل ہوگی۔ اس قوم نے بے دیکھے حق سے روگردانی کی ہے، ظلم و جور میں لت بھت ہیں، قرآن پر ظلم کرنے والے، دین سے روگردانی اور طغیانی میں سرگرداں ہیں، گمراہی میں پڑے ہیں۔ ان پر اپنے تمام وسائل کے ساتھ خدا پر بھروسہ کر کے تیاری کرو۔ (۲)

۳۹۔ جب شام والوں نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تو فرمایا: خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ

کتاب خدا کی آواز پر لبیک کہنے والا ہوں لیکن معاویہ، عمرو عاص، ابن ابی معیط، حبیب بن مسلمہ، ابن ابی سرح کے پاس نہ دین ہے نہ قرآن، میں تم سے زیادہ انھیں جانتا ہوں، ان کا بچپن اور جوانی شرارتوں سے بھرپور ہے۔ یہ حق بات کہہ کے باطل مراد لے رہے ہیں۔ یہ قرآن بلند کر رہے ہیں لیکن خدا کی قسم خود ہی اچھی طرح جانتے ہیں، سراسر دھوکا دے رہے ہیں۔ ذرا تم لو بس اب حق کا فیصلہ ہونے ہی والا ہے، ظالموں کی جڑ کٹنے ہی والی ہے۔ (۳)

۴۰۔ حضرت علی سے حکمین و مصلحت کے وقت پوچھا گیا کیا: آپ انھیں مومن اور مسلمان مانتے ہیں؟ فرمایا: میں تو معاویہ اور اسکے جرگے کو نہ مومن مانتا ہوں نہ مسلمان، معاویہ جو چاہتا ہے اپنے لئے لکھتا رہتا ہے۔ (۴)

۴۱۔ حضرت علی جب صبح کی نماز پڑھتے تو دعائے قنوت میں فرماتے: خدا یا! معاویہ، عمرو، ابوالاعور

۱۔ الاملہ و السیاسة ج ۱ ص ۱۱۰ (ج ۱ ص ۱۲۸): تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۱ (ج ۳ ص ۸۹ حوادث ۳۲ھ): مروج الذهب ج ۲ ص ۳۸ (ج ۲ ص ۳۲۶): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۷۹ (ج ۲ ص ۱۹۲ خطبہ ۳۲): بحرہ و خطب العرب ج ۱ ص ۳۱ (ج ۱ ص ۳۱۸ نمبر ۳۱۶)

۲۔ دقت صفین (ص ۳۸۹): تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۱ (ج ۵ ص ۹۰): الاملہ و السیاسة ج ۱ ص ۱۱۰ (ج ۱ ص ۱۲۹): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۷۹ (ج ۲ ص ۱۹۲ خطبہ ۳۲)

۳۔ کتاب صفین ص ۱۷۹ (ص ۳۸۹): تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۷ (ج ۵ ص ۴۸): تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۳۸۶)

حوادث ۳۲ھ

۴۔ کتاب دقت صفین ص ۵۸۴ (ص ۵۰۹): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۹۱ (ج ۲ ص ۲۳۳ خطبہ ۳۵)

سلسلی، حبیب، عبدالرحمن بن خالد، ضحاک بن قیس اور ولید پر لعنت فرما۔ (۱)

اسی طرح عائشہ بھی ان سب پر بعد نماز لعنت پڑھتی تھیں۔ (۲)

۴۲۔ معاویہ نے صحابی رسول ابو ایوب انصاری کو خط لکھا۔ انھوں نے حضرت علی کو اس سے باخبر

کرتے ہوئے عرض کی: امیر المومنین! مجھے منافقین کی پناہ گاہ معاویہ نے خط لکھا ہے۔ (۳)

۴۳۔ قیس بن سعد نے معاویہ کو خط لکھا تھا کہ توبت اور بت کا بچہ ہے، مجبوراً اسلام لایا اور خوشی

سے نکل گیا۔ نہ تیرا ایمان قدیم نہ تیرا نفاق پرانہ..... (۴)

۴۴۔ جب معاویہ کی بیعت کر لی گئی تو قیس نے فرمایا: لوگو! نیکی کے مقابلے برائی مضبوط ہو گئی، تم

نے عزت سے ذلت بدل لی، ایمان کے بدلے کفر لے لیا، ولایت امیر المومنین کے بجائے طلیق بن

طلیق کو اپنا مولا بنا لیا۔ تمہارے دلوں پر مہر ہے، تم نا سمجھ ہو۔ (۵)

۴۵۔ قیس کا یہ ارشاد ہے: تو مجھے حکم دے رہا ہے میں ایسے کی اطاعت قبول کر لوں جو سب سے

زیادہ خلافت کا نا اہل ہے، اس کی باتوں میں مکاری اور گمراہیوں میں دور جا پڑا ہے۔ وسیلہ رسول کے

سلسلہ میں سب سے بعید ہے۔ تو اہلیس کا طاغوت، ہے تیرے پاس گمراہ لوگ ہیں۔ (۶)

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۴۰ (ج ۵ ص ۷۱ حوادث ۲۳ھ)؛ استیعاب (القسم الرابع ص ۱۶۰۰ نمبر ۲۸۳۹)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص

۱۴۴ (ج ۲ ص ۳۹۷ حوادث ۲۳ھ)

۲۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۶۰ (ج ۵ ص ۱۰۵ حوادث ۲۸ھ)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۵۵ (ج ۲ ص ۳۱۳ حوادث ۲۸ھ)؛ البدایہ

والنہایہ ج ۷ ص ۳۱۴ (ج ۷ ص ۳۳۹)؛ شرح نبع البلاغ ج ۲ ص ۳۳ (ج ۱ ص ۸۸ خطبہ ۳۱)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۸۰ (ج ۱ ص ۳۴ خطبہ ۱۲۴)

۴۔ کامل مرد ج ۱ ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۴۱۹)؛ البیان والتبین ج ۲ ص ۶۸؛ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۶۳ (ج ۲ ص ۱۸۷-۱۸۷)؛

عیون اخبار ابن قتیبہ ج ۲ ص ۲۱۴؛ مردج الذهب ج ۲ ص ۶۲ (ج ۳ ص ۲۶)؛ مناقب خوارزمی ص ۱۷۳ (ص ۲۵۸ ج ۲ ص ۲۴۰)

؛ شرح نبع البلاغ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۵ (ج ۱ ص ۱۶۶ خطبہ ۳۱)

۵۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۲ ص ۲۱۶)

۶۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۲۸ (ج ۲ ص ۵۵۰ حوادث ۲۳ھ)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۰۷ (ج ۲ ص ۳۵۵)؛ شرح ابن ابی الحدید

ج ۲ ص ۲۳ (ج ۶ ص ۶۰ خطبہ ۶۷)

۴۶۔ محمد بن ابی بکر نے ایک طویل خط میں غادی معاویہ بن صفحہ کو خط لکھتے ہوئے خدا کی حمد و ثنا و

تخلیق اور ہدایت و گمراہی اختیار کرنے میں آزادی پیدا کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر رسول خدا کی رسالت اور بعثت سے آخر دم تک حضرت علی کی نصرت و حمایت نیز دیگر فضائل کا تذکرہ کے علی کے منحرف

کو باغی و گمراہ کہا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اپنی مکاریوں کے ساتھ خوب کھیل، کھیل لے اور عمر و عاص کے

ساتھ اپنی گمراہی کو بڑھاوا دے لے، خداوند عالم تری گھات میں ہے۔ (۱)

۴۷۔ ایک دوسرے خط میں محمد بن ابی بکر نے لکھا کہ تم پر گھراؤ سخت ہو رہا ہے جس میں تمہاری

ہلاکت یقینی ہے اور ذلت کی خاک چاٹو گے اور پھڑ پھڑا کر بھاگو گے۔ تم نے کتنے ہی خالموں کی مدد کی،

مومنوں کا مثلہ کیا، اب تمہاری بازگشت خدا ہی کی طرف ہے جو بڑا رحم کرنے والا ہے۔ (۲)

۴۸۔ بدری صحابی معن بن یزید نے معاویہ کو لکھا کہ کسی قریشی عورت نے تم سے زیادہ بد معاش بچہ

نہیں جنا۔ (۳)

۴۹۔ امام حسن مجتبیٰ نے معاویہ کو لکھا: تعجب ہے اے معاویہ! تو ایسے امر کی طرف لپک رہا ہے جس

کی صلاحیت سے محروم اور فضیلت سے عاری ہے، تو ایک مشرک خاندان کا بچہ ہے جسے آسمانی کتاب پر

ایمان نہیں۔ خدا کے سامنے جلد ہی تری حاضری ہونے والی ہے۔ (۴)

۵۰۔ جب معاویہ مدینہ آیا تو منبر رسول پر چڑھ گیا اور کہنے لگا: فرزند علی کون ہے؟ یہ علی کون ہے؟

یہ سکر امام حسن کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے لہمی کے بعد فرمایا: خدا نے کسی نبی کو مبعوث فرمایا تو اس کا دشمن

اور مجرم بھی قرار دیا، میں فرزند علی ہوں اور تو صفحہ کا پوت، تیری ماں ہندہ اور میری ماں فاطمہ، تیری دادی

۱۔ مردج الذهب ج ۲ ص ۵۹ (ج ۳ ص ۲۰): کتاب صفین ص ۱۳۲ (ص ۱۱۸): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۳ (ج ۳ ص ۱۸۸)

کتاب (۴۶): بحیرۃ الرسائل ج ۱ ص ۵۲۲

۲۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۸ (ج ۵ ص ۱۰۲ احادیث ۳۸): شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۲ (ج ۶ ص ۸۵ خطبہ ۶۷)

۳۔ الاصلیہ ج ۳ ص ۳۵۰

۴۔ مقال الطالین ص ۲۲ (ص ۶۵): شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۲ (ج ۱ ص ۳۳ و ص ۳۱): بحیرۃ الرسائل ج ۲ ص ۹

قتالہ اور میری دادی خدیجہ۔ اب خدا لعنت کرے اس پر جس کا خاندان پست، ذکر محمد و دور نفاق شدید ہے۔ مسجد میں تمام لوگوں نے آمین کی صدا بلند کی۔ یہ سکر معاویہ منبر سے اتر کر گھر میں گھس گیا۔ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ معاویہ کا جواب امام حسینؑ دینا چاہتے تھے کہ امام حسنؑ نے روک کر متذکرہ تقریر کی۔ (۲)

۵۱۔ معاویہ نے امام حسنؑ کو لکھا کہ آپ خوارج سے جنگ کیجئے، فرمایا: ”سبحان اللہ“ میں نے تجھ سے جنگ کرنا مصلحت امت میں چھوڑ دیا ہے جو میرے لئے جائز ہے، کیا تو گمان کرتا ہے کہ تیرے شانہ بٹانہ جنگ کروں گا۔ (۳)

۵۲۔ امام حسینؑ نے معاویہ کو ایک طویل خط میں معاویہ کے مظالم اور دین پر برہنہ کشی کے تذکرے کئے ہیں۔ ”سبحان اللہ“ اے معاویہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو امت محمدؐ کی فرد نہیں ہے؟ کیا تو نے حجر اور حصری جیسے لوگوں کو صرف محبت علیؑ کے جرم میں قتل نہیں کیا؟ معاویہ خدا سے ڈرو، اس کے یہاں تمام کچا چھانوث ہو رہا ہے۔ محض گمان پر لوگوں کو قتل کر رہے ہو اور اپنے انتہائی بدکار لڑکے کو والی بنانا چاہتے ہو۔ (۴)

۵۳۔ معاویہ حج کے بعد مدینہ گیا اور طاغی یزید کی بیعت لینے اور یزید کے کتاب و سنت پر عمل کرنے کے قصیدے پڑھنے لگا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے معاویہ تو حقیقت سے بہت دور ہو گیا ہے۔ صبح کی روشنی نے سیاہی شب کے پردے چاک کر دئے ہیں بولنے میں اس قدر افراط کیا کہ دوسروں کا حق ضائع کر دیا۔ یزید کی خلافت کی بات کر کے تو خلافتِ رسالت کی انتہائی حدوں کو پہنچ گیا ہے۔ (۵)

۱۔ المسطر ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۱۳۰)؛ الامتاف ص ۱۰ (ص ۳۶)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۶ (ج ۱ ص ۳۶ وصیت ۴۱)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۶ (ج ۱ ص ۱۲ وصیت ۳۱)

۴۔ الامتاف والسیاسة ج ۱ ص ۳۱ بحمارة الرسائل ج ۲ ص ۶۷

۵۔ الامتاف والسیاسة ج ۱ ص ۱۳۱ (ج ۱ ص ۱۵۵) بحمارة الرسائل ج ۲ ص ۶۷

۵۴۔ ابن عباس نے بصرے کے لوگوں کو معاویہ کے خلاف کو ابھارتے ہوئے فرمایا: لوگو! اپنے امام کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نکل کھڑے ہو، ہلکے پھلکے، بھاری بھر کم خدا کی راہ میں امیر المؤمنین کے ساتھ نکل چلو اور اپنے مال اور جان سے جہاد کرو کیوں کہ تم ایسے ظالم سے جنگ کر رہے ہو جو نہ قرآن پڑھتا، ہے نہ دین حق کا پابند ہے۔ (۱)

۵۵۔ عمار یاسر نے جنگ صفین میں تقریر کی:

مسلمانو! اگر تم دیکھنا چاہتے ہو ایسے شخص کو جس نے خدا اور رسولؐ سے عناد رکھا، ان سے جنگ کی، مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی، مشرکین کی پشت پناہی کی..... آگاہ ہو جاؤ وہ معاویہ ہے۔ تم لوگ اس پر لعنت بھیجو، اس سے جنگ کرو کیوں کہ وہ نور خدا بجھانا چاہتا ہے۔ (۲)

۵۶۔ عبداللہ بن بدیل نے اثنائے جنگ صفین میں تقریر کی: معاویہ غلط دعویٰ کر رہا ہے اور جس کا سزاوار نہیں اسے باطل طریقے سے حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہا ہے تاکہ حق پوشیدہ ہو جائے۔ اس طرح وہ عرب جاہلیت کو واپس لانا چاہتا ہے..... (۳)

۵۷۔ سعید بن قیس کی تقریر: خدا کی قسم! اگر میرا قائد کوئی حبشی ہوتا بھی جب کہ ہمارے ساتھ ستر صحابی صحابی اور ہمارا رئیس ابن عم رسولؐ، واقعی بدری ہے اور بچپن میں رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور بڑا ہوا تھا، معیت رسولؐ میں جہاد کیا اور معاویہ آزاد شدہ اور آزاد شدہ کا فرزند ہے، اس نے چند سفلے لوگوں کو بہکا کر جنم میں جموٹک دیا ہے۔ (۴)

۱۔ کتاب صفین ص ۱۳۰، ۱۳۱ (ص ۱۱۶، ۱۱۷)

۲۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۷ (ج ۵ ص ۱۲)؛ کتاب صفین ص ۲۳۰ (ص ۲۱۳)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۳۷۱)

۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۹ (ج ۵ ص ۱۶ احادیث ۳۷)؛ کتاب صفین ص ۲۶۳ (ص ۲۳۳)؛ استیاب ج ۱ ص ۳۳۰ (القسم الثالث ص ۸۷۳ نمبر ۱۳۸۱)؛ شرح نوح البلاغ ج ۱ ص ۳۸۳ (ج ۵ ص ۱۸۶ خطبہ ۶۵)؛ حیمرة اخطب العرب ج ۱ ص ۱۷۶ (ج ۱ ص ۳۵۲ خطبہ ۲۳۹)

۴۔ کتاب صفین ص ۲۶۶ (ص ۲۳۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۸۳ (ج ۵ ص ۱۸۹)؛ حیمرة اخطب العرب ج ۱ ص ۱۷۶ (ج ۱ ص ۳۵۵ نمبر ۲۳۲)

۵۸۔ مالک اشتر کی تقریر ہوئی: سمجھ لو کہ تم حق پر ہو اور معاویہ کی قوم باطل پر ہے، تم اس کے ساتھ اس حال میں جنگ کر رہے ہو کہ تمہارے ساتھ سو بدری جنگ کر رہے ہیں، اس کے علاوہ بھی اصحاب رسول ہیں، تمہارے پاس رسول کا علم ہے اور معاویہ کے پاس مشرکین کا جھنڈا ہے۔ اب ان سے جنگ میں وہی شک کر سکتا ہے جو مردہ دل ہے۔ تم دو میں سے ایک نیکی پالو گے یا فتح یا شہادت۔ (۱)

۵۹۔ ہاشم مرتال نے تقریر کی: اے امیر المؤمنین! اس سخت دل قوم سے جنگ کے لئے ہمیں لے چلے، جنہوں نے قرآن پس پشت ڈال دیا ہے اور بندگان خدا کے ساتھ بغیر مرضی خدا کے برتاؤ کر رہے ہیں، انہوں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا ہے، شیطان کے چنگل میں ہیں جو انہیں جھوٹے وعدوں میں لہمارہا ہے۔ (۲)

۶۰۔ ابن عباس نے جنگ صفین میں تقریر کی: یہ کلیجہ چبانے والی کا بیٹا، شام کے پست و کینے افراد کو بہکا کر داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لے آیا ہے۔ علی نے تو سب سے پہلے نماز پڑھی، بدر اور تمام معرکوں میں رسول کے ہمراہ رہے اور کار نمایاں انجام دیتے رہے۔ اور معاویہ اور ابوسفیان بتوں کے پجاری، مشرک تھے۔ علی کہتے ہیں کہ اللہ و رسول نے سچ کہا اور معاویہ کہتا ہے کہ اللہ و رسول نے جھوٹ کہا... (۳)

۶۱۔ علقمہ بن عمرو نے اپنے اشعار میں معاویہ کو بے وقعت، ظالم اور حقوق کا ضائع کرنے والا کہا ہے۔ (۴)

۶۲۔ عظیم صحابی رسول معجزاً بن ثور سدوسی نے جنگ صفین میں کہا ہے کہ اس بڑے پیٹ والے سے جنگ کروں گا جس نے شام کے سفلی لوگوں کو بھڑکا دیا ہے۔

۱۔ وقت صفین ص ۲۶۸ (ص ۲۳۸): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۲ (ج ۵ ص ۱۹۱): حمیرة الخلب ج ۱ ص ۱۸۳ (ج ۱ ص ۳۵۹ نمبر ۲۴)

۲۔ حمیرة الخلب ج ۱ ص ۱۵۱ (ج ۱ ص ۲۲۳ نمبر ۲۱۲)

۳۔ وقت صفین ص ۳۶۰ (ص ۳۱۸): شرح نوح البلاغ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۵۰۲ (ج ۵ ص ۲۵۱ خطبہ ۶۵)

۴۔ وقت صفین (ص ۱۹۵)

بعض نے کہا کہ یہ رجز خود حضرت علیؑ کا ہے (۱) بعض نے بدیل اور بعض نے مالک اشتر (۲) سے منسوب کیا ہے۔

۶۳۔ استعاب میں ہے کہ قتل عثمان کے بعد جب لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تو مغیرہ آپ کی خدمت میں آ کر یولا میری ایک نصیحت مان لیجئے۔ پوچھا کیا؟ تو عرض کی کہ طلحہ کو کونے پر، زبیر کو بھرے پر اور معاویہ کو شام کی گورنری پر باقی رہنے دیجئے، جب آپ کی خلافت مستحکم ہو جائے تو جو چاہئے کیجئے گا۔ حضرت نے فرمایا: طلحہ زبیر کے متعلق تو سوچوں گا لیکن معاویہ کو خدا کی قسم کسی حال پر گورنری پر باقی نہ رکھوں گا۔ مغیرہ یہ سن کر غصے میں چلا آیا، دوسرے دن آیا اور کہنے لگا: یا امیر المؤمنین! آپ کے ارشاد پر میں نے غور کیا، آپ کا فیصلہ بالکل مناسب اور حق بجانب ہے۔ (۳)

جب واپس چلا گیا تو امام حسنؑ آئے اور پوچھا: بابا جان! یہ بھنگا کیا کہہ رہا تھا؟ حضرت علیؑ نے دونوں دن کا مشورہ نقل کیا۔ امام حسنؑ نے فرمایا کہ کل اس نے دل سے نصیحت کی تھی لیکن آج وہ آپ کو دھوکا دے رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر معاویہ کو اس کے حال پر چھوڑ دوں تو باطل کی تائید کرنے والا کہلاؤں گا۔

۶۴۔ اسی استیعاب میں حبیب بن مسلمہ کے حالات میں ہے کہ امام حسنؑ نے حبیب سے کہا کہ تمہاری اکثر لشکر کشی غیر خدا کے لئے ہوتی ہے۔ حبیب نے عرض کی: لیکن آپ کے باپ کے خلاف نہیں ہوتی۔ امام نے فرمایا: لیکن تو معاویہ کی اطاعت میں دنیا داری اور خواہش نفس کے لئے سرگرداں رہتا ہے۔ اگر وہ تیری دنیا آباد کرے تو دین برباد کر دیگا۔ چنانچہ خدا کا ارشاد ہے کہ پچھلے لوگوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا تو اپنے نیک و بد عمل کو مخلوط کر لیا۔ اس کے برخلاف تیری یہ حالت ہے کہ خدا کا

۱۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۲۵ (ج ۲ ص ۴۰۵)؛ تاریخ طبرستان ج ۶ ص ۲۳ (ج ۵ ص ۴۲۲ حوادث ۳۷)؛ کتاب صفین ص ۳۶۰ (ص

۳۰۴، ۳۹۹، ۴۰۵)

۲۔ کتاب صفین ص ۴۵۴۔

۳۔ استیعاب ج ۱ ص ۲۵۱ (القسم الرابع ص ۱۳۲۷ نمبر ۲۲۸۳)

ارشاد ہے ہرگز نہیں بلکہ ان کے دل اور ان کی کمائی جابھی کے گھاٹ لگ چکی ہے۔ (۱)

۶۵۔ حج کے بعد معاویہ نے وہاں دارمیہ جو نہ کو تلاش کرایا جو سیاہ قام اور موٹی تازی تھیں۔ ان سے پوچھا: حام کی بیٹی جانتی ہو تمہیں کیوں بلایا ہے؟ دارمیہ نے جواب دیا: مجھے عیب نہ لگاؤ، حام کہ نہیں بلکہ بنی کنانہ کی بیٹی ہوں اور یہ کہ غیب کی خبر تو خدا کو ہے۔ معاویہ نے کہا: بلایا ہے تاکہ پوچھوں بھلا تم علی کو دوست اور مجھ سے شدید نفرت کیوں رکھتی ہو؟ جواب دیا کہ مجھے معاف کرو تو بہتر ہے۔ معاویہ نے کہا: تمہیں بتانا پڑے گا۔

دارمیہ نے فرمایا کہ علی سے اس لئے محبت کرتی ہوں کہ وہ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرتے ہیں۔ تجھ سے اس لئے نفرت کرتی ہوں کہ تو ان سے ناحق جنگ پر آمادہ ہے۔ جبکہ حکومت کے خقدار وہی ہیں۔ رسول نے ان کی ولایت کا عہد لیا۔ مسکینوں کے دوست، دین کے وقار ہیں۔ تو نے لوگوں کا ناحق خون بہایا، اپنی خواہش سے ظالمانہ فیصلے کئے۔ معاویہ نے کہا: اسی لئے تیرا پیٹ پھولا ہے اور پستان بڑے ہیں۔ دارمیہ نے کہا: اس صفت سے تو ہندہ مشہور تھی۔ معاویہ نے کہا: اے عورت! میری بات سمجھنے کی کوشش کر، میں تیری برائی نہیں کر رہا ہوں، عورت کے پیٹ میں بچہ پورا ہو جاتا ہے تو اس کا پیٹ پھول جاتا ہے۔ یہ منکر دارمیہ خاموش ہو گئیں معاویہ نے پوچھا: تم نے علی کو دیکھا ہے، وہ کیسے تھے؟ فرمایا: وہ حکومت کے ایسے حریص نہیں تھے جیسا تو ہے۔ پوچھا: ان کی باتیں بھی سنی ہیں؟ فرمایا: ہاں، ان کی باتوں سے دلوں کے زنگ چھوٹ جاتے ہیں۔ پوچھا: مجھ سے کچھ چاہتی ہو؟ فرمایا: ایک سو حاملہ اونٹنیاں۔ پوچھا: کیوں؟ جواب دیا: اس کے دودھ سے اپنے بچوں کی پرورش اور بڑوں کی سیوا کروں گی تاکہ معاشرے میں بلند اخلاق اور صلح و آشتی کا ماحول پیدا ہو۔ معاویہ نے پوچھا: اگر دیدوں تو کیا تیری نظروں میں میرا مرتبہ بھی علی کی طرح ہو جائے گا؟ دارمیہ نے کہا: ہرگز نہیں۔ کہاں علی اور کہاں تو؟!!! معاویہ نے کہا: اچھا لے لے علی کبھی نہ دیتے۔ دارمیہ نے کہا: علی مسلمانوں کے مال سے واقعی ذرہ برابر بھی نہ دیتے۔ (۲)

۱۔ استیعاب ج ۱ ص ۱۲۳ (القسم الاول ص ۳۲۱ نمبر ۴۷)

۲۔ المعاد الفرید ج ۱ ص ۱۶۲ (ج ۱ ص ۲۲۲)؛ بلاغات النساء ص ۷۲ (ص ۱۰۵)

۶۶۔ قریش کی سب سے سن معظّمہ، عبدالمطلب کی پوتی، حضرت اروی بنت حرث نے معاویہ سے ملاقات کی اور معاویہ نے ان کی مزاج پرسی کی تو فرمایا کہ تو احسان فراموش، غاصب، کافر اور اپنے ابن عم کے ساتھ برابر تاؤ کرنے والا نظر آیا، تیرے باپ دادا کلمہ خدا کو پست کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے اور ناکام رہے، خدا اپنا کلمہ بلند کر کے رہا، علی کی منزلت رسول کے نزدیک وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ کے نزدیک تھی۔ (۱)

۶۷۔ معاویہ نے اپنی تقریر میں علی اور اولاد علی کو گالیاں دیں تو جواب میں امام حسن نے معاویہ اور اس کے جرگے کو خطاب کر کے فرمایا: تم لوگ صرف عداوت رسول میں علی کو گالیاں دے رہے ہو۔ پھر سب کو قسم دے کر پوچھا کہ جسے گالیاں دے رہے ہو کیا اس نے دو قبیلوں کی طرف نماز نہیں پڑھی، دو بیعت نہیں کی، علمدار رسول نہیں تھا جبکہ تم اس وقت کافر اور برسر پیکار تھے۔ آخر میں فقرہ فرمایا کہ وقد علمت الغرّاش الذی ولدت علیہ "اے معاویہ تو جانتا ہے کہ تو کس بستر پر پیدا ہوا ہے"۔

اسکی شرح میں تذکرہ (۲) میں سبط جوزی لکھتے ہیں کہ اصمعی وکلبی کتاب مثالب میں لکھتے ہیں کہ معاویہ کو قریش کے چار افراد عمار بن ولید، مسافر بن آل عمرو، ابوسفیان اور عباس بن عبدالمطلب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ عمارہ قریش کا خوبصورت جوان تھا اسلئے ہند خود اس کی طرف مائل تھی، مسافر خود ہند کی طرف بری طرح دارفتہ تھا۔ زحشری ریح الاررار (۳) میں اور ابن ابی المہدیہ شرح نہج البلاغہ (۴) میں ان واقعات کی نشان دہی کرتے ہیں۔

۶۸۔ جاریہ بن قدامہ معاویہ سے ملنے گئے، معاویہ نے ان سے کہا کہ تم ہی ہو کہ علی کی حمایت میں بہت زیادہ سرگرم تھے۔ جاریہ نے کہا: جانے بھی دو اسے، میں نے جب سے علی سے محبت کی کبھی

۱۔ العقد الفرید ج ۱ ص ۱۶۳ (ج ۱ ص ۲۲۵): بلاغات النساء ص ۲۷ (ص ۴۳)

۲۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۱۶ (ص ۲۰۲)

۳۔ ریح الاررار (ج ۳ ص ۵۵۱)

۴۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی المہدیہ ج ۱ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۳۳۶ خطبہ ۲۶)

اظہار نفرت نہیں کیا۔ معاویہ نے کہا: تم کتنے ذلیل ہو کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام جاریہ (لوٹڑی) رکھا ہے۔ جاریہ نے کہا: تم کتنے ذلیل ہو کہ تمہارا نام معاویہ (بھونکنے والی کتیا) رکھا ہے۔ معاویہ نے کہا: تمہاری ماں نہ رہے۔ جاریہ نے کہا: میری ماں ہی نے تو تلوار ہمارے حوالے کی ہے۔ ابھی ہمارے دلوں میں تمہاری نفرت بھڑک رہی ہے اگر چھینڑو گے تو ویسا ہی جواب پاؤ گے۔ (۱)

۶۹۔ شریک بن اعمور معاویہ سے ملنے گئے، وہ سیاہ قام تھے۔ معاویہ نے کہا: تم کالے ہو حسین تم سے اچھا ہوتا، ہے تم شریک ہو اور خدا کا کوئی شریک نہیں تمہارا باپ اعمور (بھینکا) ہے اور اچھی آنکھ والا بھیگنے سے اچھا ہوتا ہے۔ پھر تمہیں سرداری کیسے مل گئی؟ شریک نے جواب دیا: تمہارا نام معاویہ ہے (بھونکنے والی کتیا) تمہارے باپ کا نام سحر ہے اور پتھر ملی زمین سے ہموار زمین بہتر ہوتی ہے، تم حرب کے بیٹے ہو اور جنگ سے صلح بہتر ہے، تم امیہ (کنیز) کے بیٹے ہو پھر تم امیر المومنین کیسے ہو گئے؟ (۲)

نام کی یہی خلش تھی جس کی وجہ سے معاویہ نے ایک لاکھ درہم عبد اللہ بن جعفر کو بھیجے تھے کہ اپنے بچوں کا نام معاویہ رکھ دیں۔ (۳)

۷۰۔ حضرت علی کا ایک خطبہ:

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک و عیار نہیں ہے لیکن وہ دھوکا اور بدکاری میں مجھ سے آگے نکل جاتا ہے کیوں کہ ہر بدکاری کفر ہے۔ حشر کے دن دھوکے باز ایک مخصوص جھنڈے تلے ہوگا۔ (۴)

۷۱۔ جب عباس بن ربیعہ نے جنگ صفین میں عرار بن ادھم کو قتل کیا تو معاویہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا: کون اس کا بدلہ لیگا؟ اسے ڈھیر سا رانعام دوںگا۔ یہ سن کر بنی النعم کا ایک شخص مقابلہ کے لئے آ نکلا، عباس نے کہا کہ میں جا کر اپنے سردار سے اجازت لے لوں۔ امام نے فرمایا کہ واللہ! معاویہ کی

۱۔ مختصر تاریخ ابن مساکر (ج ۵ ص ۳۶۵)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۳ (ص ۱۸۶)؛ العهد الفرید ج ۲ ص ۱۳۳ (ج ۳ ص ۲۱۲)؛

المسطف ج ۱ ص ۷۳ (ج ۱ ص ۵۸)

۲۔ تاریخ العروس ج ۱ ص ۲۶۰

۳۔ المسطف ج ۱ ص ۷۲ (ج ۱ ص ۵۷)

۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵۸۹۔ ۵۷۲ (ج ۱ ص ۲۶۰۔ ۲۱۱ کتاب ۱۹۳)

کوشش ہے کہ روئے زمین پر ایک بھی حاشی باقی نہ رہے اور وہ نور خدا کو بجھانا چاہتا ہے جب کہ خدا اپنا نور تمام کر کے رہے گا۔ (۱)

۷۲۔ امام حسنؑ نے صلح کر لی تو خوارج نے کہا کہ اب کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا اب معاویہ سے پوری طرح جہاد کرو، امام حسنؑ واپس مدینہ جانے کا قصد کر چکے تھے، معاویہ نے امام حسنؑ کو خط لکھا کہ آپ خوارج سے جنگ کیجئے۔ امامؑ نے فرمایا کہ اگر مجھے جنگ کرنا ہوتی تو سب سے پہلے تم ہو لیکن میں نے اصلاح امت کے لئے صلح کر لی ہے۔ (۲)

۷۳۔ اسود بن یزید نے عائشہ سے کہا کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک آزاد کردہ اصحاب رسولؐ سے جنگ کر رہا ہے۔ عائشہ نے کہا: تعجب کی کیا بات ہے، یہ اللہ کی سلطنت ہے، ہر بد کار و خوش کردار کو عطا کرتا ہے، فرعون نے اپنی قوم پر چار سو سال حکومت کی اسی طرح دوسرے فراغ نے۔ (۳) عائشہ نے معاویہ کو فرعون سے تشبیہ دی ہے، ظاہر ہے کہ وہ ظالم بادشاہ تھا جسے ہر صبح و شام جہنم میں پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح معاویہ بھی جہنم کے آخری طبقہ میں ہے۔

۷۴۔ ایک دن معاویہ نے تقریر میں کہا کہ اگر تمام انسانوں کے باپ ابوسفیان ہوتے تو سبھی انسان بچھدار اور چالاک ہوتے۔ مصعب نے کہا: انسانوں کے باپ آدمؑ ہیں جو ابوسفیان سے افضل ہیں لیکن ان کی اولاد میں عقلمند بھی ہیں اور احمق بھی۔ معاویہ نے کہا: ارض شام مقدس ہے۔ مصعب نے کہا: زمین مقدس نہیں ہوتی بسنے والے مقدس ہوتے ہیں انکے اعمال زمین میں تقدیس پیدا کرتے ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ خدا کے بندو! خدا کو ولی بناؤ اور اسکے خلفاء کا سہارا چکڑو تاکہ وہ تمہارا تحفظ کریں۔ مصعب نے کہا: وہ کیسے؟ تم نے تو سنت معطل کر دی ہے، معاہدے توڑ دئے ہیں، لوگوں کو حیرانی و پریشانی میں ڈال دیا ہے کہ وہ جہالت و تاریکی میں جمول رہے ہیں، بدعتیں ہر طرف دندنار ہی ہیں۔ معاویہ نے

۱۔ میون الاخبار، ابن حجر، ج ۱ ص ۱۸۰

۲۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۷۷ (ج ۲ ص ۳۳۹ حواشی ص ۳۱۵)

۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۱ (ج ۸ ص ۱۳۰ حواشی ص ۶۰)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲ ص ۲۵)

جھلا کر کہا کہ اب تم اپنی زبان بند رکھو۔ پھر امام حسن کو بلانے کا ارادہ کیا۔ مصعب نے کہا: وہ مجھ سے زیادہ زبان کی تلوار چلائیں گے۔ (۱)

۷۵۔ معاویہ بن یزید بن معاویہ کو حکومت ملی تو منبر پر جا کر کہا: یہ خلافت خدا کی رسی ہے، میرے دادا معاویہ نے ایسے شخص سے خلافت کے لئے نزاع کی جو اس سے زیادہ حقدار تھا۔ اس نے علی ابن ابی طالب کا حق مار لیا، اب معاویہ قبر میں اپنے کئے کو بھگت رہا ہے۔ پھر معاویہ نے میرے باپ کی گردن میں قلاوہ ڈال دیا، وہ کسی طرح بھی خلافت کا حقدار نہ تھا، اس فرزند رسولؐ سے نزاع کی اس لئے اس کی عمر کم ہو گئی۔ اب وہ قبر میں اپنے کئے کو بھگت رہا ہے۔ اس کے بعد معاویہ رونے لگا۔ (۲)

۷۶۔ معاویہ نے مصعب اور عبداللہ بن کوا اور دوسرے اصحاب علیؑ کو قید کر دیا۔ پھر ان سے ملنے گیا اور کہا: خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ صحیح کہنا میں تمہارا کیسا خلیفہ ہوں؟ ابن کوانے کہا: اگر تم قسم نہ دیتے تو ہم نہ کہتے، تم طاعنی ہو، تم میں خوف خدا نہیں ہے، تم نے بندگان خدا کا خون بہایا، تم دنیا میں آسودہ ہو لیکن آخرت میں سخت مصیبت میں رہو گے، تم اندھیرے کو نور اور دن کو رات کہتے ہو.....

مصعب نے کہا کہ اے معاویہ! جو شخص زور زبردستی سے حکومت ہتھیالے، خود بخود بزرگ بنے، غلط وسائل کے استعمال میں عار نہ سمجھے، مکر و حیلہ کو جائز سمجھے، وہ خلیفہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فتح مکہ کے موقع پہ جنہیں ذلیل طریقے سے آزاد کیا گیا ہو وہ خلافت کے حقدار ہوں گے؟ (۳)

۷۷۔ اسی طرح ایک بار معاویہ کی نشست میں مصعب نے کہا: اے معاویہ! تو اور تیرے ماننے والے بدکار اور علیؑ و اصحاب علیؑ خوش کردار ہیں۔ (۴)

۷۸۔ ایک بار اور مصعب نے علیؑ کا خط لے جا کر معاویہ کو دیا تو معاویہ سے کہا کہ تیرا پیٹ اس قدر

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۲۵ (ج ۲۳ ص ۹۳-۹۲ نمبر ۲۸۸)

۲۔ صواعق محرقہ ص ۱۳۳ (ص ۲۲۲)

۳۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۷۷ (ج ۳ ص ۵۱)

۴۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۷۸، ۷۹ (ج ۳ ص ۵۲-۵۱)

پھولا ہوا ہے کہ کبھی سیر نہیں ہو سکتا، رسول خدا نے اسی لئے تجھ پر لعنت فرمائی تھی۔ (۱)

۷۹۔ ایک بار اور معاویہ کے لئے کہا: اس نے اپنی دنیا بتائی اور آخرت کو تباہ و برباد کر لیا۔ (۲)

۸۰۔ کتاب آغانی میں ہے کہ معاویہ حج کے لئے گیا اور مسجد رسول میں ایک شخص کو نماز پڑھتے

دیکھا، وہ سفید کپڑے پہنے ہوا تھا۔ پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: یہ شعبہ بن غریض ہے، یہودی تھا اب

مسلمان ہو گیا ہے۔ کسی کو بھیج کر بلوایا، قاصد نے کہا: آپ کو امیر المؤمنین بلارہے ہیں۔ شعبہ نے کہا: کیا

امیر المؤمنین قتل نہیں ہو گئے؟ کہا گیا کہ معاویہ نے آپ کو بلایا ہے۔ شعبہ نے جا کر اسے خلیفہ کہہ کر خطاب

نہیں کیا۔ معاویہ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری زمین کیا ہوئی؟ کہا کہ اسکی آمدنی سے فقیروں اور

مسکینوں کے کھانے کپڑے کا انتظام کرتا ہوں۔ پوچھا: اسے بیچو گے؟ کہا: ہاں، ساٹھ ہزار دینار میں، اگر

میرے قبیلے کے لوگ مفلوک الحال نہ ہوتے تو میں اسے بیچتا نہیں۔ فخر و مباحات کرنے پر شعبہ نے

معاویہ سے کہا کہ تو جاہلیت میں حقوق کو پامال کرتا تھا، اب مسلمان ہو کر بھی حق کو پامال کر رہا ہے، زمانہ

جاہلیت میں وصی آسانی سے جنگ کی، خدا نے تیری تدبیروں کو خفی کر دیا۔ اب مسلمان ہو کر وصی رسول

کا حق مار لیا ہے۔ طلحہ کو خلافت سے کیا سروکار۔ معاویہ نے کہا: اس بوڑھے کی عقل ماری گئی ہے۔ شعبہ

نے کہا: میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا یہ بات سچ نہیں ہے کہ ہم ایک دن خدمت رسول میں بیٹھے

تھے کہ علی آگئے، رسول نے فرمایا کہ خدا سے قتل کرے جو تم سے جنگ کرے اور جو تم سے دشمنی کرے خدا

اس سے دشمنی کرے۔ یہ سن کر معاویہ نے بات بدل دی۔ (۳)

۱۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۷۹ (ج ۳ ص ۵۲)۔ حبرۃ الخطب ج ۱ ص ۲۵۷ (ج ۱ ص ۳۳۵ نمبر ۳۳۲)

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۶ ص ۳۲۳) ج ۲ ص ۹۰ نمبر ۲۸۸۱: تہذیب تاریخ ابن عساکر (ج ۶ ص ۳۲۶)

۳۔ آغانی ج ۳ ص ۱۸ (ج ۳ ص ۱۲۳): الاصابہ (ج ۲ ص ۴۳ نمبر ۳۲۳۵)

معاویہ انصاف کی ترازو پر

قسم ہے حق کی! ان مقتدر گواہیوں میں سے کوئی ایک ہی گواہی معاویہ کی اوقات چھوٹانے کے لئے کافی ہے جب کہ گواہوں کی فہرست میں مقتدر صحابائے کرام اور صدر اول اسلام کی اہم ترین شخصیات ہیں۔ صحابائے کرام کو تمام اہلسنت عادل و ہدایت یافتہ مانتے ہیں۔ اہم ترین شخصیتوں کے تقدس اور پرہیزگاری کا سبھی اقرار کرتے ہیں۔ انھیں گواہوں میں، زبان رسولؐ سے خلیفہ برحق اور لسان قرآنی سے مطھر و معصوم کا لقب پائے ہوئے مولائے کائنات بھی ہیں۔

ان گواہیوں میں معاویہ کی اوقات کا جو رسواگر نقشہ پیش کیا گیا ہے اس کی روشنی میں وہ شخص ہدایت کا اندھا اور خواہشات کا بندہ تھا، ضلالت و گمراہی کی طرف کشاں کشاں کھینچا گیا اور اس نے جو کچھ بھی اپنے مشرک آباء و اجداد کی سراسر پیروی کی، چنانچہ اب اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لعین بن لعین، فاجر بن فاجر، منافق بن منافق، طلیق بن طلیق، خود بت اور بتوں کا پجاری، کم ظرف منافق، دل کا، عقل کا کمزور، ذلیل پودہ اپنے اندھے پن میں گمن، ضلالتوں کی تاریکی میں سرگرداں، بدعتی خواہشات کا رسیا، ضلالت میں غوطہ زن، نہ تو اسے قرآن سے واسطہ تھا نہ اس کے احکام سے نتیجہ میں وادی ضلالت میں باطل پرست شخص ٹاٹا ٹوٹیاں مارتا رہا، حق کا احمق اور اجالوں کا منحوس بدکار، اس کی بزم میں شرفاء ذلیل ہوتے تھے اور بردبار لوگ اسکے اختلاط سے پچھتاتے تھے، کلیجہ چبانے والی کا چھو کرا، بد زبان جھوٹا، گمراہی کا لیڈر، دشمن رسولؐ، ہمیشہ خدا و سنت رسولؐ اور قرآن نیز مسلمانوں سے دشمنی نکالتا رہا، بدعت اور نئی ڈگری ایجاد کرنے والا شخص، اسلام اس سے خوف زدہ تھا، دھوکے باز بدکار اسکی مثال شیطان کی ہے جو آگے پیچھے، دائیں بائیں سے لوگوں کو بہکاتا ہے، نہ اسے سبقت اسلامی حاصل ہوئی اور نہ اسلامی صداقت، کتاب

خدا کو ظلم سے پس پشت ڈال دیا، بچپن میں بدترین تھا، جوانی اور بڑھاپے میں اسکی بد معاشیاں بڑھتی ہوئی انتہا کو پہنچ گئیں، اسلام میں کراہت سے داخل ہوا اور خوشی خوشی نکل گیا، نہ ایمان میں پیش قدمی کی نہ نفاق کو چھپایا، خدا اور رسولؐ سے برسر پیکار رہا، مشرکوں کا پٹھو تھا، جب دیکھ لیا کہ خدا نے اسلام کو برتری دیدی تو خوف زدہ انداز میں بارگاہِ رسولؐ میں اسلام قبول کر لیا، بعد رسولؐ بھی اسلام کے خلاف ریشہ دو انیاں کرتا رہا، سنگدل احمقوں کو بہکا کر دوزخ میں جھونک رہا اور ابدی ذلت سے دوچار کیا، اسلام لانے کے بعد بھی اسکی کارستانیاں شرک کے زمانہ میں کم نہیں تھیں۔

ان گواہیوں نے معاویہ کی تاریک زندگی کو واضح کر دیا ہے۔ اب اس کے نظائر پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ معاویہ اور شراب

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل میں بطریق عبداللہ بن بریدہ نقل ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ معاویہ کے یہاں گیا، ہم لوگوں کے لئے دسترخوان بچھا اور کھانا لایا گیا، جب کھا چکے تو شراب آئی اور معاویہ نے پی کر میرے والد کی طرف بڑھائی۔ میرے والد نے کہا کہ جب رسولؐ خدا نے شراب حرام کی میں نے اس منحوس چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ معاویہ نے کہا کہ میں جوانی میں قریش کا رنگین چھو کر اٹھا، خوش خوراک بھی تھا، جوانی سے آج تک مجھے سب سے زیادہ شراب و کباب اور اچھی صحبت ہی سے رغبت رہی۔ (۱)

۲۔ تاریخ بن عساکر میں بطریق عمیر بن رفاعہ مروی ہے کہ عظیم بدری صحابی جو کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنے پر رسولؐ خدا کے ہاتھوں بیعت کر چکے تھے حضرت عبادہ بن صامت، شام میں راستہ چل رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ شراب سے بھری اونٹوں کی قطار جا رہی ہے۔ پوچھا: یہ کیا ہے، کیا زیتون ہے؟ کہا گیا: نہیں بلکہ اونٹوں پر مشکوں میں بھری ہوئی شراب ہے۔ یہ سن کر بازار میں ایک شخص سے تلوار لیکر تمام

مشکلیں چھاڑ ڈالیں تو فلاں شخص نے ابو ہریرہ کے ذریعہ جو وہیں شام میں تھے، پیغام کہلوایا کہ اپنے بھائی کو روکنے وہ بازار کے ذمی تاجروں کے اجناس برباد کر رہے ہیں، مجلس میں بیٹھ کر صرف ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور تنقید کرتے ہیں۔ ابو ہریرہ عبادہ کے پاس گئے اور سمجھایا کہ تمہیں معاویہ سے کیا مطلب؟ وہ جو جی چاہے کرے کیوں کہ خدا فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہے۔ عبادہ نے فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ رسول کے ہاتھ پر یہ کہہ کر بیعت نہیں کی تھی کہ ہر دکھ سکھ میں خدا اور رسول کی اطاعت کریں گے اور کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ میں نے بیعت پر عمل کیا ہے، اب جو بیعت توڑے گا اس کا وبال اسی کی گردن پر ہوگا۔ یہ سن کر ابو ہریرہ کی بولتی بند ہو گئی۔ (۱)

۳۔ اسی تاریخ میں ہے کہ عبادہ نے معاویہ کے انظر طوس کے محل کے قریب لوگوں کو خطاب کیا کہ ہم نے رسول کے ہاتھوں پر کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی بیعت کی تھی۔ ہاں کل مقداد بن اسود ایک نخر ہنکاتے ہوئے لائے، جس پر شراب بار تھی اور اس کے ساتھ قافلہ تھا۔ لوگوں سے خطاب کیا کہ لوگو! اس میں شراب بار ہے، اب تمہیں اس محل والے سے لین دین حرام ہے۔ اتنے میں ایک شخص نے مقداد سے لیکر وہ نخر معاویہ کے محل میں پہنچا دیا کہ آپ کی چیز حاضر ہے۔ (۲)

۴۔ عبد اللہ بن حارث بن امیہ معاویہ سے ملنے ایک وفد کے ساتھ گئے۔ معاویہ نے انکی بڑی آؤ بھگت کی، لپٹا کے سر کا بوسہ لیا اور پوچھا: کیا کچھ باقی رہ گیا ہے؟ عبد اللہ نے کہا: خدا کی قسم! میرا تمام خیر و شر رخصت ہو چکا ہے۔ معاویہ نے کہا: بلکہ خیر کم گیا ہے اور بہت زیادہ شر باقی رہ گیا ہے۔ اب ہمارے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کہا کہ اگر تم اچھا کام کرو گے تو تمہاری ستائش نہیں کرونگا اور برا کام کرو گے تو مذمت کرونگا۔ معاویہ نے کہا: بخدا! یہ تم نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ جواب دیا کہ تمہارے ساتھ ہم نے کب انصاف کیا ہے۔ خدا کی قسم میں نے ہی تمہارے بھائی حظلہ کا سر چھاڑا تھا۔ نہ اس کا

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۲۱۱ (ج ۲ ص ۱۹۸-۱۹۷)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۳۰۶)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۲ ص ۲۰۰)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۳۰۶)

جرمانہ ادا کیا نہ اسکا کوئی بدلہ مجھ سے لے سکا۔ پھر دونوں میں لپاڑگی ہونے لگی اور معاویہ ہنستے رہے۔ (۱)

۵۔ ابن عساکر اور مسند ابوسفیان میں ہے (۲) کہ عثمان کے زمانے میں معاویہ شام کے گورنر تھے۔ عبدالرحمن بن سہل کسی حجاج میں غیر ملک جاتے ہوئے شام پہنچے۔ ایک دن شراب سے بھری مشکوں کی قطار دیکھی جو معاویہ کے محل میں جا رہی تھی، اٹھ کر نیزے سے تمام مشک پھوڑ دی۔ معاویہ کے ملازموں نے ان سے مذاحمت کی اور معاویہ سے شکایت کی۔ معاویہ نے کہا: اس بوڑھے کی عقل ماری گئی ہے۔ عبدالرحمن نے کہا: ہرگز نہیں بلکہ ہمیں رسولؐ نے تاکید کی ہے کہ اپنے پیٹ میں شراب نہ جانے دینا۔ بخدا! اگر زندہ رہا اور معاویہ کو دکھ لیا تو اس پیٹ پھاڑ دوں گا یا جان دیدوں گا۔ (۳)

شاید لوگ سمجھتے ہوں کہ تخت خلافت پر شراب خواری کا پاپ یزید نے ایجاد کیا ہے لیکن انصاف کی بات تو یہ ہے کہ بدکار و شراب خوار ماں باپ کے پوت یزید سے ایسی ہی گستاخیاں سرزد ہونی چاہئیں۔ اسے یہ پاپ اس کے ابا و اجداد سے ملا تھا، اس کے باپ نے شراب کا عوام میں رواج پھیلایا اور پھر اسکی تمام تر کوشش تھی کہ کوئی زبان تنقید دراز نہ کرے۔ تنقید کرنے والے کو ذلیل کرتا تھا۔ ایک بار تقریر میں رسولؐ کا تذکرہ کئے بغیر ابوبکر و عمر و عثمان کا ذکر کیا اور کہا کہ عثمان مجھ سے بہتر تھے اور میں اپنے بعد کے خلفاء سے بہتر ہوں، لوگو! میں تمہارا محافظ ہوں۔ عبادہ بن صامت نے کھڑے ہو کر کہا کہ تم نے تو اپنی جنت جلا ڈالی۔ معاویہ نے کہا: پھر میں تمہیں جہنم سے نجات دیدوں؟ عبادہ نے کہا: اسی لئے اس سے بھاگتا ہوں۔ معاویہ نے کہا: اس کو پکڑو۔ عبادہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ہم لوگوں نے رسولؐ کے ہاتھ پر زنا و چوری نہ کرنے اور خدا کے معاملہ میں ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی بیعت کی تھی، تم نے رسولؐ سے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۳۶ (ج ۲۷ ص ۳۱۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۹۳)؛ الاصابہ ج ۲ ص ۲۹۱

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۲۳ ص ۲۱۹ نمبر ۳۸۲۸)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۳ ص ۲۶۳)

۳۔ الاصابہ ج ۲ ص ۳۰۱؛ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۹۲ (ج ۶ ص ۱۷۳)؛ الاصابہ ج ۲ ص ۳۰۱ (القسم الثانی ص ۸۳۶ نمبر

۱۱۲۲)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۹۹ (ج ۳ ص ۲۵۸ نمبر ۳۳۲۲)

کہا: مجھے اس سے معاف رکھئے۔ تو پھر گیا ہے، میں اسی پر باقی ہوں۔ ابے مجھے صرف خدا کا ڈر ہے تجھ سے کیا ڈروں گا۔ (۱)

ایک بار فرار طاعون پر تقریر کی تو عبادہ نے کہا: تیری ماں تجھ سے بہتر جانتی ہے۔ (۲) پھر تلخ کلامی کے بعد کہا: جہاں معاویہ رہے گا میں وہاں ہرگز نہ رہوں گا۔ اس نے عثمان کو شکایت لکھ بھیجی کہ شام میں فساد پھیل رہا ہے ہیں۔ عثمان نے کہا: مدینہ بھیج دو وہاں عثمان نے کہا: تمہیں اس سے کیا مطلب؟ عبادہ نے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو برائی کا حکم دیں گے اچھائی سے روکیں گے، تم انکی اطاعت نہ کرنا۔ اپنی جان کی قسم! معاویہ بھی انہیں میں ہے۔ عثمان کی بولتی بند ہو گئی۔ (۳)

معاویہ کے باپ ابوسفیان بھی شراب کے رسیا تھے۔ ابو مریم سلولی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شراب پی کر سمیہ کے ساتھ زنا کیا تھا۔ اس طرح معاویہ کا تمام گھرانہ بدکار و شراب خوار تھا۔ جب کہ رسولؐ خدا نے شراب اور شرابی دونوں پر لعنت کی ہے۔ (۴)

اس موضوع پر بے شمار احادیث ہیں مثلاً شرابی گویا بت کا پجاری ہے۔ (۵) تین افراد پر جنت حرام ہے۔ دائم الخمر، عاق والدین اور وہ دیوث جو اپنی زوجہ کے زنا کا اقراری ہو۔ (۶) جس نے شراب پی اس سے نور ایمان نکل گیا۔ شرابی کو مصیبت جنم پلائی جائے گی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۳ (ج ۲۶ ص ۲۰۰-۱۹۹ نمبر ۱۷۰): مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۲۶ ص ۱۹۵ نمبر ۱۷۰): مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۶)

۳۔ مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۵ (ج ۶ ص ۲۳۳ ح ۶۲۲۶۳): تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۲ (ج ۲۶ ص ۱۹۸ نمبر ۱۷۰): مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۷)

۴۔ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۱ (ج ۳ ص ۳۲۶ ح ۳۶۷۷): سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۷۴ (ج ۲ ص ۱۱۲۲ ح ۳۳۸۰، ۳۳۸۱): سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۳ ص ۵۸۹ ح ۱۲۹۵): مسند رک حاکم ج ۳ ص ۱۴۳، ۱۴۵ (ج ۳ ص ۱۶۱ ح ۷۲۸، ۷۲۹) مسند احمد ج ۲ ص ۷۱ (ج ۲ ص ۱۸۲ ح ۵۳۶۷، ۵۳۶۸)

۵۔ سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۱۱۲۰ ح ۳۳۷۵): صحیح ابن حبان (ج ۱۴ ص ۱۶۷ ح ۵۳۳۷): الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۴ (ج ۳ ص ۲۵۵): نصب الرئیہ ج ۳ ص ۲۹۸

۶۔ المجموع الاوسط (ج ۳ ص ۲۲۰ ح ۲۳۶۴): الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۴ (ج ۳ ص ۲۵۷)

۲۔ معاویہ کی سود خوری

۱۔ امام مالک و نسائی نے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے سونے کا پیالہ زیادہ قیمت پر بیچا۔ ابو درداء نے ان سے کہا کہ چیزوں کو انکی اصلی قیمت پر فروخت کرو۔ معاویہ نے کہا: میری نظر میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ ابو درداء نے کہا کہ اب کوئی مجھ سے معاویہ کی کیا صفائی دینگا کہ میں تو رسول کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور یہ اپنی شخصی رائے ٹھونک رہا ہے۔ اب جہاں تو رہے گا میں ہرگز نہ رہوں۔ گا پھر آ کر حضرت عمر سے شکایت کی تو انہوں نے اس سے منع کیا۔ صحیح مسلم، مسند احمد، سنن نسائی، موطا مالک اور ابن عساکر میں اسکو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ (۱) جبکہ سود کا حرام ہونا ضروریات دین میں ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ رسول خدا نے سود خور پر لعنت کی ہے۔ (۲) اور سود کھانے والے کو ماں کے ساتھ زنا کرنے کے مترادف کہا ہے۔ (۳) علامہ امینی نے چھبیس سے زیادہ احادیث نقل کی ہیں لیکن معاویہ نے تو حرام رسول کو حلال کرنے کی قسم کھالی تھی۔ اسی لئے جاہل نے فقط اس لئے کافر کہا ہے کہ اس نے سنت رسول کی مخالفت کی اور زیادہ کو بھائی بنایا۔

۳۔ معاویہ نے سفر میں پوری نماز پڑھی

طبرانی و احمد نے سند صحیح کے ساتھ عبادہ بن عبد اللہ بن زبیر کی روایت نقل کی ہے کہ معاویہ حج کے

۱۔ صحیح مسلم ج ۵ ص ۴۳ (ج ۳ ص ۳۹۸ کتاب المساقات): موطا ج ۲ ص ۵۹ (ج ۲ ص ۶۳۳ ج ۳ ص ۳۳۲) مسند احمد ج ۵ ص ۵۱۹ (ج ۶ ص ۳۳۶ ج ۷ ص ۲۲۲) سنن نسائی ج ۷ ص ۲۷۷ (ج ۳ ص ۳۰۲۹ حدیث ۶۱۶۳، ۶۱۵۹) سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰۲۷ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۳۹ (ج ۳ ص ۲۲۶) تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۲، ۲۰۶ (ج ۲ ص ۲۶) (نمبر ۳۰۷۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۳۰۲، ۳۰۷

۲۔ صحیح مسلم ج ۵ ص ۵۰ (ج ۳ ص ۳۰۷ حدیث ۱۰۵-۱۰۶) سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۸۴ (ج ۳ ص ۲۳۲ حدیث ۳۳۳۳) سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۱۲ حدیث ۱۱۲۰۶) سنن ابی داؤد ج ۸ ص ۳۶۸ (مسئلہ ۱۴۷۹) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۰ (ج ۲ ص ۶۴ حدیث ۲۲۷۷) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۵، ۲۸۵ تیسر الاصول ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۸۳ حدیث ۱)

۳۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۷ شعب الایمان بیہقی (ج ۵ ص ۲۹۹ حدیث ۶۷۱۵)

لئے گئے، ہم نے مکہ میں ان کے ساتھ ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی پھر وہ دارالندوہ میں قیام کے لئے چلے گئے۔ لیکن عثمان پوری نماز پڑھتے تھے، جب بھی مکہ آتے ظہر و عصر و عشاء پوری پڑھتے۔ جب معاویہ نے دو رکعت پڑھی تو مروان اور عمرو بن عثمان نے معاویہ سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ نے اپنے چچیرے بھائی کا عیب بری طرح واضح کر دیا ہے۔ کیوں کہ وہ مکے میں ظہر و عصر و عشاء پوری پڑھتے ہیں اور آپ نے قصر پڑھی۔ معاویہ نے کہا: ہم نے تو رسول خدا اور عمرو ابو بکر کے ساتھ قصر ہی نماز پڑھی تھی۔ یہ لوگ بولے کہ لیکن عثمان تو پوری پڑھتے ہیں اگر ان کی مخالفت کرو گے تو انکا عیب واضح ہوگا نتیجہ یہ ہوا کہ جب معاویہ نے عصر کی نماز پڑھی تو چار رکعت ہی پڑھائی۔ (۱)

ذرا بنی امیہ کے ان چھوکروں کو دیکھئے کہ اس بات کا اقرار بھی ہے کہ رسول خدا اور ابو بکر و عمر قصر ہی پڑھتے تھے لیکن چونکہ عثمان نے یہ بدعت ایجاد کر دی ہے لہذا خدا و رسول کا حکم پس پشت ڈال دیا گیا۔ دین و ایمان کے ساتھ یہ گستاخی کہ حکام اسلامی میں بھی اپنی خواہش نفس سے کھلواڑ کر رہے ہیں۔ مگر خوارہ کے فرزند کو دیکھئے کہ وہ شرابی و سود خور عمل رسول کا اقرار کر کے اس میں تبدیلی کر رہا ہے کہ چچیرے بھائی نے تبدیلی کر دی ہے۔ مروان جو ملعون، ملعون زادہ، چھپکلی، چھپکلی بچہ سنت میں تبدیلی کا حکم دے رہا ہے اور عثمان کے پوت بھی۔ جب کہ ابن عمر سے مروی حدیث ہے کہ: الصلوٰۃ فی السفر رکعتان من مخالف السنہ فقد کفر ” سفر میں نماز دو رکعت ہے جو اس کی مخالفت کرے وہ کافر ہو گیا۔“ (آفریں ہے ایسے خلیفہ اور مسلمانوں کو!)

۴۔ عیدین میں اذان کی بدعت

زہری کا بیان ہے کہ زمانہ رسول، زمانہ عمرو بکر و عثمان میں کبھی عید کی اذان نہیں ہوئی لیکن معاویہ نے شام میں اور حجاج نے مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں یہ بدعت رائج کی۔ (۲)

ابن حزم نے اٹھلی (۱) میں لکھا ہے کہ امویوں نے عیدین میں تاخیر کے خیال سے خطبہ عید پہلے اور اذان و اقامت کی بدعت ایجاد کی۔ بحر الزخار (۲) میں ہے کہ عیدین میں اذان و اقامت نہیں ہے لیکن بروایت سعید ابن مسیب اسے معاویہ نے ایجاد کیا۔ ”فتح الباری (۳)“ میں ہے کہ اذان و اقامت ایجاد کرنے والے کے بارے میں اختلاف ہے سعید وزہری کہتے ہیں کہ معاویہ نے ایجاد کیا، حصین بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ زیاد نے بصرے میں ایجاد کیا، داؤدی کہتے ہیں کہ مروان نے۔ لیکن چونکہ یہ سب معاویہ کے گورنر تھے اور اسی نے یہ بدعت کی لہذا سب نے اس کی پیروی کی۔ (۴)

شوکانی نیل الوطار (۵) میں لکھتے ہیں کہ کتاب مفتی ابن قدامہ (۶) میں ہے کہ ابن زبیر نے عیدین میں اذان و اقامت کہی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ زیاد نے، اور ابن مسیب کا بیان ہے کہ معاویہ نے یہ بدعت کی۔ ائمہ مذاہب کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ اذان و اقامت صرف نماز پنجگانہ میں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بھی یہی ہے وہ کہتے ہیں کہ پیش نماز مؤذن کو حکم دے کہ الصلوٰۃ جامعہ پکارے یا وقت نماز ہو گیا یا آؤ نماز کے لئے اگر جی علی الصلوٰۃ بھی کہے تو کوئی حرج نہیں لیکن چونکہ یہ جزو اذان ہے اس لئے نہ کہنا بہتر ہے۔ اس سلسلہ میں احادیث بے شمار ہیں۔ جابر ابن عباس، عبد الرحمن بن عباس، عبد اللہ بن عمر، براء بن عاذب، ابو رافع وغیرہ سے مروی روایات ہیں کہ حدیث رسول ہے کہ عیدین کی نماز بغیر اذان و اقامت پڑھنی چاہئے۔ (۷)

۲۔ البحر الزخار ج ۳ ص ۵۸

۱۔ اٹھلی ابن حزم ج ۵ ص ۸۲

۳۔ فتح الباری ج ۲ ص ۳۶۲ (ج ۲ ص ۳۵۲، ۳۵۳)

۴۔ ارشاد الساری ج ۲ ص ۲۰۲ (ج ۲ ص ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹): اوائل سیوطی ص ۹: المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۱۶۹)

۵۔ نیل الوطار ج ۳ ص ۳۶۲ (ج ۳ ص ۳۳۶)

۶۔ مفتی (ج ۲ ص ۲۳۵)

۷۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۳۳۲، ۳۳۳): صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۸، ۱۹ (ج ۲ ص ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸): سنن نسائی

ج ۳ ص ۱۸۲ (ج ۱ ص ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵): سنن دارمی ج ۱ ص ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷: زاد المعاد ابن قیم ج ۱ ص ۱۷۳ (ج ۱ ص ۱۲۲): سنن ابو

داؤد ج ۱ ص ۱۷۹ (ج ۱ ص ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰): سنن ترمذی ج ۳ ص ۴ (ج ۲ ص ۴۳۳، ۴۳۴): مسند احمد ج ۵ ص ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹

(ج ۱ ص ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰،

یہ مسلم اور واضح شریعت تھی اور اس پر رسول خدا، عمر، ابو بکر و عثمان نے عمل کیا لیکن اس منافق نے شریعت کو اپنے من مانے ڈھنگ سے برتنے میں ذلیل گستاخی کر ڈالی۔

۵۔ معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھائی

جنگ صفین کے بعد ایک کوفہ کا باشندہ اپنے اونٹ پر سوار دمشق پہنچا۔ ایک شامی نے اس سے جھگڑا کر لیا اور کہا کہ یہ اونٹنی میری ہے، اس نے جنگ صفین میں مجھ سے ہتھیار لیا تھا۔ یہ معاملہ معاویہ کے پاس پہنچا۔ اس شامی نے پچاس گواہیاں گزار دیں کہ یہ اونٹنی اس شامی کی ہے۔ معاویہ نے فیصلہ کر دیا کہ یہ اونٹنی اسی شامی کی ہے۔ اس وقت کوئی نے احتجاج کیا کہ اے معاویہ! خدا تمہاری اصلاح کرے یہ اونٹنی نہیں اونٹ ہے۔ معاویہ نے کہا کہ اب تو میں نے فیصلہ کر دیا۔ جب مجمع چھٹ گیا تو کسی کو بھیج کر کوئی کو بلوایا اور پوچھا: اونٹ کی کیا قیمت تھی؟ اس کی قیمت دیکر اور بھی حسن سلوک کیا۔ اور کہا: جا کر علی سے کہہ دینا کہ میں ان سے جنگ کیلئے ایک لاکھ ایسے ہی افراد کی فوج لیکر آ رہا ہوں جنہیں اونٹ اور اونٹنی کی تمیز نہیں۔

تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ جنگ صفین کی طرف جاتے ہوئے معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھا دی۔ شامیوں نے عمرو عاص کی یہ بات بھی تسلیم کر لی کہ عمار یا سر کے قاتل حضرت علی ہیں کیوں کہ وہی اپنی مدد کے لئے میدان میں لائے تھے۔ پھر انہوں نے علی پر سب و شتم کی طویل زمانے تک بدعت ایجاد کی جس میں بچے جوان ہوئے اور بوڑھے مر گئے۔ (۱)

مسعودی کی اس تاریخ سے ہمیں معاویہ کی کئی شرمناک بدعتوں کا پتہ ملتا ہے مثلاً حضرت علی پر سب و شتم کی رسم جاری کرنا، علی کو قاتل عمار کہنا جب کہ حدیث رسول ہے کہ عمار کو باغی گردہ قتل کریگا۔ شامیوں نے انہیں قتل کیا اور عمرو عاص نے تاویل کر دی کہ قاتل عمار تو علی ہیں وہی میدان میں لائے۔ اسی تاریخ سے شامیوں کی عقل اور بیداری کا بھی پتہ چلتا ہے جس کا مظاہرہ معاویہ نے کیا کہ یہاں کے لوگوں میں

اونٹ واونٹنی کا امتیاز نہیں وہ حق کو کیا پہچانیں گے۔ حضرت علی جو امام برحق تھے ان جنگ کی اور الزام لگایا کہ وہی عثمان کے قاتل ہیں۔ اس قسم کی بے شمار عیاریاں ہیں۔

مجھے اس پر حیرت نہیں کہ معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھا دی حالانکہ جمعہ کی نماز کا وقت جمعہ کے دن زوال کے وقت ہے اور اس پر بے شمار احادیث رسول ہیں۔ (۱) بلکہ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ شامیوں نے بھی بدھ کے دن جمعہ کی نماز بخوشی پڑھ لی۔ حالانکہ حدیثوں میں ہے کہ بدھ کا دن شخص ترین دن ہے۔ (۲) کیا اس نحوست کو نماز جمعہ پڑھ کے ختم کیا جاسکتا ہے؟

۶۔ جمع بین الاختین کی بدعت

ابن منذر نے قاسم بن محمد کا بیان نقل کیا ہے کہ ایک قبیلے کے کچھ لوگوں نے معاویہ سے پوچھا کہ کیا ایک ہی شخص دو حقیقی بہنوں کو کینیری میں رکھ کے مباشرت کر سکتا ہے؟ معاویہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب نعمان نے یہ بات سنی تو معاویہ سے پوچھا: کیا تم نے ایسا ایسا فتویٰ دیا ہے۔ معاویہ نے کہا: ہاں۔ پوچھا: تو پھر اگر وہ ایک کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو جائز ہوگا؟ یہ سن کر معاویہ نے کہا: اوہ! اب میں سمجھا، ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ ایسا نہ کریں کیوں کہ جائز نہیں اور کہا کہ اپنائیت کا حکم آزاد کو کینیر سب کے لئے ہے۔ (۳)

اصل میں یہ جہالت عثمان سے ہوئی تھی (۴) جسے میں نے آٹھویں جلد میں بیان کیا ہے۔ پھر یہ

۱۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۹ (ج ۲ ص ۲۶۶، ۲۶۷، ۳۲، ۳۱)؛ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۰، ۱۹۱؛ مسند احمد (ج ۴ ص ۲۸۱، ۲۸۲، ۱۳۳۰)؛ سنن نسائی

(ج ۱ ص ۵۴۷، ۵۴۸)؛ الکلی ج ۵ ص ۴۴؛ کنز العمال (ج ۸ ص ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴)

۲۔ شمار القلوب ص ۵۲۱، ۵۲۲ (ص ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴)

۳۔ در مشور ج ۲ ص ۱۳۷ (ج ۲ ص ۴۷۷)

۴۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۳، ۱۶۴؛ احکام القرآن ج ۵ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۱۳۱)؛ الکلی ابن حزم ج ۹ ص ۵۲۲؛ تفسیر کشاف

ج ۱ ص ۳۵۹ (ج ۱ ص ۳۹۶)؛ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۱۷ (ج ۵ ص ۷۷)؛ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۳؛ تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۵۶ (ج ۱ ص ۳۳۲)؛ در مشور ج ۲ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۴۷۶)؛ موطا (ج ۲ ص ۵۳۸، ۵۳۹)؛ کتاب الام شافعی (ج ۵ ص ۳)؛ المصنف عبد

الرزاق (ج ۷ ص ۱۸۹، ۱۸۸، ۲۷۸، ۲۷۹)؛ مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۱۶۹)؛ فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۴۱۸ (ج ۱ ص ۳۵۳)

بدعت عام طور سے جہالت میں رائج ہوگئی۔ اور معاویہ نے چچبرے بھائی کی پیروی میں یہ فیصلہ دیا۔

۷۔ قصاص کے معاملہ میں بدعت

ضحاک نے کتاب الدیات میں محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا ذمیوں کی دیت محمد رسولؐ میں کتنی تھی؟ جواب دیا: تم نے ایسی بات پوچھی ہے جس کا جاننے والا مجھ سے بہتر اب کوئی نہیں۔ محمد رسولؐ اور خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں ایک ہزار دیت تھی۔ معاویہ نے اسے پانچ سو دینار کر دیا اور پانچ سو بیت المال میں جمع کرانے لگے۔ (۱)

بیہقی بھی اسی کی نشان دہی کرتے ہیں۔ پھر عمر بن عبدالعزیز نے معاویہ والی بیت المال کی رقم کو ختم

کیا۔ (۲)

جو ہر الٹی میں بھی ہے کہ محمد رسولؐ و خلفاء میں مسلمان کے برابر ہی ذمیوں کی دیت تھی۔ معاویہ نے کہا کہ جس طرح مقتول پر مصیبت آئی ہے اسی طرح حکومت بھی پریشان ہوئی ہے اس لئے اسے نصف کر کے بیت المال میں شامل کر لیا۔ (۳) تاریخ بن کثیر میں بھی یہی ہے۔ (۴)

علامہ ابنی فرماتے ہیں کہ آٹھویں جلد میں ہم نے تشریح کر دی ہے کہ زہری کا یہ دعویٰ کہ دیت کی رقم ایک ہزار تھی یہ قطعی غلط ہے۔ ابوحنیفہ کے علاوہ اس کا کوئی قائل بھی نہیں ہے۔ سب سے پہلے ایک ہزار کی رقم عثمان نے معین کی۔ (۵) کچھ بھی ہو اس سلسلہ میں معاویہ نے تین بدعتیں کیں: ”۱۔ دیت کی رقم ایک ہزار معین کی، ۲۔ آدھا حصہ بیت المال میں رکھ لیا اور آدھا مقتول کو دیا۔ دوسرا حصہ بیت المال میں ناجائز طریقہ سے رکھ لیا۔“ معاویہ نے یا تو جہالت میں یا ذاتی رائے اور اپنے خواہش نفس سے ایسا

۱۔ الدیات ص ۵۰ ۲۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۰۲

۳۔ جوہر الٹی مطبوعہ در ذیل سنن بیہقی (ج ۸ ص ۱۰۲)

۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۸۲ حوادث ۱۰)

۵۔ الدیات ص ۷۶

کیا۔ یا ان کے نزدیک احکام الہی کی کوئی وقعت نہیں تھی حالانکہ کہ ایسے افراد کے لئے قرآن نے ناک رگڑنے اور سخت سزا دینے کا اعلان کیا ہے۔

۸۔ نماز میں مسنون تکبیروں کو ترک کیا

طبرانی وابن ابی شعبہ نے ابو ہریرہ وسعد بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ تکبیر مسنون کو سب سے پہلے معاویہ نے ترک کیا۔ (۱)

ابو عبید کہتے ہیں کہ زیاد نے ترک کیا۔ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں کہ اس میں کوئی تضاد نہیں کیوں کہ پہلے عثمان نے ترک کیا اور ان کے حامل معاویہ و زیاد نے یہی کیا۔ (۲)

وسائل الی مسامرة الاولاد میں ہے کہ معاویہ نے سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد بغیر تکبیر کہے سجدہ کیا۔ (۳) پھر زیاد نے اس کی پیروی کی۔ (۴)

شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں کہ انس کا بیان ہے کہ معاویہ نے مدینہ میں نماز پڑھائی اور حمد سے پہلے بسم اللہ بھی پھر دوسرا سورہ نہیں پڑھا، مسنون تکبیریں بھی ترک کر دیں۔ نماز کہ بعد مہاجرین و انصار نے ہنگامہ کیا کہ معاویہ تم نے نماز میں چوری کی یا بھول گئے؟ دوبارہ معاویہ نے پڑھائی تو سورہ بھی پڑھا اور مسنون تکبیریں بھی کہیں۔ (۵) ”یہی روایت بحر الزخار کے مطابق انصار میں بھی ہے“ (۶)

علامہ ابنی فرماتے ہیں کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ شروع سے جزو سورہ رہا اور اس پر امت کی مداومت رہی چنانچہ معاویہ کے ترک کرنے پر مہاجرین و انصار برس پڑے۔ نظر انداز کرنے

۱۔ فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۵ (ج ۲ ص ۲۷۰)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۷ (ص ۱۸۷)؛ نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۶۶ (ج ۲ ص ۲۶۸)؛

شرح سوطا زرقانی ج ۱ ص ۱۳۵ (ج ۱ ص ۱۵۹ ح ۱۶۳)

۲۔ فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۵

۳۔ نیل الاوطار شکانی ج ۲ ص ۲۶۶

۴۔ الوسائل الی مسامرة الاولاد ص ۱۵

۵۔ البحر الزخار ج ۱ ص ۲۳۹

۶۔ کتاب الام ج ۱ ص ۹۳ (ج ۱ ص ۱۰۸)

کی ابتداء معاویہ نے کی۔ اب رہ گئیں مسنونہ تکبیریں تو یہ بھی سنت رسول سے ثابت ہیں جو صحابہ میں عام طور سے معروف تھا اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ اس سلسلہ میں چند روایات دیکھئے:

۱۔ مطرف بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے علی کے پیچھے نماز پڑھی اور عمران نے بھی۔ آپ سجدہ کے قبل تکبیر کہتے اور سجدہ کے بعد تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے۔ ختم نماز کے بعد عمران کے ہاتھ تھام کر کہا: میں نے آج رسول کی طرح نماز پڑھی یا آپ نے مجھے رسول کی نماز یاد دلا دی۔ (۱)

۲۔ ابو ہریرہ بھی اسی طرح ہمیشہ نماز پڑھتے تھے۔ (۲)

۳۔ عکرمہ سے مروی ہے میں نے ایک شخص کو رکن و مقام کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا جب وہ جھٹکا اٹھتا تو تکبیر کہتا۔ میں نے ابن عباس سے بیان کیا تو انہوں نے ڈانٹا: تیری ماں نہ رہے۔ ارے یہی تو رسول کی واقعی نماز ہے۔ ایک دوسری روایت میں عکرمہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک مکہ کے بوڑھے کے پیچھے نماز پڑھی، اس نے پوری نماز میں بائیس (۲۲) تکبیریں کہیں۔ میں نے ابن عباس سے کہا کہ وہ احمق تھا۔ یہ سن کر ابن عباس نے عکرمہ کو ڈانٹا: تیری ماں تیرے ماتم میں رونے، اے یہی تو رسول کی واقعی نماز ہے۔ (۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امویوں نے سنت شریفہ کو اس قدر بدل دیا تھا کہ جو بھی واقعی سنت پر

۱۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۷ (ج ۱ ص ۲۷۲ ح ۵۲، ص ۲۸۳ ح ۹۲)؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۸ (ج ۱ ص ۲۷۲ ح ۳۳، کتاب الصلاۃ)؛ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۳ (ج ۱ ص ۲۲۱ ح ۸۳۵)؛ سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۴ (ج ۱ ص ۲۷۲ ح ۶۶۹)؛ البحر الزخار ج ۲ ص ۲۵۴؛ مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳ (ج ۱ ص ۵۹۰ ح ۱۹۳۹، ص ۵۹۳ ح ۱۹۳۵۹، ص ۵۹۷ ح ۱۹۳۸، ص ۶۰۹ ح ۱۹۳۵، ص ۶۱۶ ح ۱۹۳۹۳)

۲۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۰، ۵۷۷ (ج ۱ ص ۲۷۲ ح ۵۲، ص ۲۷۶ ح ۷۷)؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۷ (ج ۱ ص ۲۷۲ ح ۲۷)؛ سنن نسائی ج ۲ ص ۲۳۵، ۱۸۱ (ج ۱ ص ۲۳۷ ح ۷۴۱)؛ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۳ (ج ۱ ص ۲۲۱ ح ۸۳۶)؛ سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۵؛ البدونہ لکبری ج ۱ ص ۲۳ (ج ۱ ص ۷۱)؛ نصب الرایۃ ج ۱ ص ۳۷۲؛ البحر الزخار ج ۲ ص ۲۵۵

۳۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۰، ۵۷۷ (ج ۱ ص ۲۷۲ ح ۵۲، ص ۲۷۶ ح ۷۷)؛ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۸ (ج ۱ ص ۳۶۱ ح ۱۸۸۹)؛ البحر الزخار ج ۲ ص ۲۵۵

ہے۔ (۱)

یہ مسلمہ سنت سلف و خلف میں رائج رہی۔ لیکن معاویہ نے بغضِ علی میں اس سنت کو ترک کر دیا۔ اب یہ فیصلہ ناظرین پر ہیکہ حج کے موقع پر ابن عباس کی لعنت دشمن علی کے لئے کیا مطلب رکھتی ہے۔

توجہ طلب:

امویوں کی یہ بدعت بعد میں مزید استقدر ترقی کر گئی کہ شیعوں کی ضد میں رفع ید بھی چھوڑ دیا گیا۔ شیخ محمد بن عبدالرحمان دمشقی اپنی کتاب رحمۃ الامۃ فی اختلاف الامۃ (۲) میں لکھتے ہیں کہ سنت ہیکہ قبر کو مسخ بنایا جائے اور یہی شافعی کا مذہب ہے لیکن ابو حنیفہ اور امام مالک اور احمد کہتے ہیں کہ کو بڑا ٹھکانا مسخ بنانے سے بہتر ہے کیونکہ مسخ میں شیعوں کی شہادت ہوتی ہے۔ غزالی اور ماوردی بھی یہی کہتے ہیں۔

مصنف ہدایہ کہتے ہیں کہ شرعی حکم ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنی جائے لیکن چونکہ شیعہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں اسلئے بائیں ہاتھ میں پہننا اولیٰ ہے۔ ریح الاربار (۳) میں ہیکہ سب سے پہلے معاویہ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی۔ حافظ عراقی (۴) کہتے ہیں کہ عمامہ کا شاخہ شریعت میں ہیکہ وہنی سمت رکھنا چاہئے، نہیں بلکہ بائیں جانب رکھنا چاہئے کہ انہیں برکت و فضیلت ہے۔ میں نے صرف طبرانی کی ایک ضعیف روایت میں دیکھا ہے کہ دائیں طرف رکھنا چاہئے... بہر حال چونکہ شیعہ بائیں طرف رکھتے ہیں اس لئے ان کی شہادت اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

تفسیر زحشری میں ہے کہ آیہ ”هو الذی یصلیٰ علیکم“ اور فرمان رسول آل ابی اونی پر صلوات سے ثابت ہے کہ مؤمنوں پر صلوات پڑھنا جائز ہے۔ لیکن علماء میں اختلاف یہ ہے کہ اگر مثلاً

۱۔ الجلی ج ۷ ص ۱۳۵، ۱۳۶

۲۔ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الامۃ مطبوعہ حاشیہ المیزان شرعی ج ۱ ص ۸۸

۳۔ ریح الاربار (ج ۴ ص ۲۳)

۴۔ شرح المواہب زرقانی ج ۵ ص ۱۳

کہا جائے کہ صلی اللہ علی النبی وآلہ تو جائز ہے لیکن اگر صرف اہل بیت پر صلوات پڑھی جائے تو مکروہ ہے کیوں کہ اس سے رافضی ہونے کا اتہام لگ سکتا ہے۔ اور حدیث رسول ہے کہ جو شخص خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے تہمت کی جگہوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (۱)

منہاج ابن تیمیہ میں ہے کہ شیعوں کی شبہت پر فقہاء کا فیصلہ ہے کہ مستحبات کو ترک کر دینا چاہئے کیوں کہ اس سے سنی اور رافضی کا فرق ختم ہو جائے گا اور اپنی شناخت باقی رکھنے کی مصلحت استحباب کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ پھر انھوں نے کفار کی شبہت پر بحث کی ہے۔ (۲)

شیخ السخلیلی بروسی لکھتے ہیں کہ عاشور کے دن صدقہ و صوم اور نیک کام کرنا مستحب ہے اور کسی مؤمن کو یزید ملعون اور رافضیوں کی شبہت یا خوارج کی شبہت اختیار نہ کرنا چاہئے۔ یعنی نہ اس دن عید منائے نہ ماتم کرے۔ چنانچہ جس نے عاشور کو سرمہ لگایا اس نے یزید کی شبہت اختیار کی حالانکہ اساسی لحاظ سے اس دن سرمہ لگانا اچھا کام ہے کیوں کہ بدعتیوں کا عمل چھوڑنا سنت ہے مثلاً دائیں ہاتھ میں انگلی سنت ہے لیکن اب بدعتیوں کا شعار ہے اس لئے بائیں ہاتھ میں پہننا چاہئے۔ (۳)

اور جو شخص عاشور کے دن مقتل حسین پڑھے اس نے رافضیوں کی شبہت اختیار کی خاص طور سے رونے رلانے والی روایات پڑھنا۔

کتاب ”کراہیت قہستانی“ میں ہے کہ اگر مقتل حسین پڑھنا چاہے تو پہلے مقتل صحابہ کو پڑھ لے تاکہ رافضیوں سے شبہت نہ ہو جائے۔ حجۃ الاسلام غزالی کہتے ہیں کہ واعظ غیر واعظ پر حرام ہے مقتل حسین پڑھنا یا ان واقعات کا بیان کرنا جو صحابہ کے درمیان عناد اور اختلاف واضح کرتے ہیں کیوں کہ اس سے لوگوں میں صحابہ کا عناد پنپتا ہے اور صحابہ پر تنقید کی جاتی ہے۔ صحابہ میں جو اختلاف ہو اس کی توجیہ کرنا چاہئے کہ انھوں نے اقتدار کی ہوس یا دنیا پرستی میں نہیں کیا بلکہ ان سے خطائے اجتہادی ہوئی۔

۱- تفسیر کشاف ج ۲ ص ۳۳۹ (ج ۳ ص ۵۵۸)

۲- منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۳۳ (ج ۲ ص ۱۳۷)

۳- تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۳۲

ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں کہ ”درود و سلام غیر انبیاء کے متعلق“ اختلاف کے بارے میں ہے۔ ہر انسان خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ پڑھ سکتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ بطور تہی رسول کے بعد کسی پر صلوات پڑھی جاسکتی ہے۔ لیکن کسی ایک تہا شخص پر صلوات جائز نہیں کیوں کہ یہ شیعوں کا شعار ہے۔ اس بات کو نووی نے شیخ ابو محمد جوینی سے نقل کیا ہے۔ (۱)

۱۰۔ نماز سے قبل خطبہ کی بدعت

زرقانی شرح موطا میں (۲) باب خطبہ عیدین قبل صلوة قائم کر کے لکھتے ہیں کہ صحیحین (۳) میں ابن عباس کا بیان ہے کہ ہم نے زمانہ رسول و ابوبکر و عمر میں عید کی نماز پڑھی، سبھی نماز کے بعد خطبہ پڑھتے تھے۔ لیکن سب سے پہلے مروان نے قبل نماز خطبہ شروع کیا۔ (طارق) اور حسن بصری کہتے ہیں کہ عثمان نے یہ بدعت جاری کی، انھوں نے دیکھا کہ لوگ نماز میں پہنچ نہیں پاتے ہیں اس لئے پہلے خطبہ پڑھا پھر نماز پڑھی۔ لیکن مروان وغیرہ کی مصلحت دوسری تھی وہ غیر مستحق لوگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا اور بعض کی ضرورت سے زیادہ ستائش کرتا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے یہ بدعت ایجاد کی۔ قاضی عیاض نے اسے لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے قابل تا مل ہے۔ کیوں کہ ابن عباس اور ابن عمر کی روایت کے مقابل صحیحین کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

شافعی نے ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ یہ بدعت جاری رہی یہاں تک کہ معاویہ کا زمانہ آگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان نے معاویہ کی پیروی میں یہ بدعت جاری کی کیوں کہ وہ گورنر مدینہ تھا۔ (۴)

۱۔ فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳۲ (ج ۱۱ ص ۱۷۰)

۲۔ شرح الموطا ج ۱ ص ۳۲۴ (ج ۱ ص ۳۶۳ ج ۲ ص ۲۹۹)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۳۳۷ ج ۲ ص ۹۱۹) صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۳ کتاب صلاۃ العیدین

۴۔ کتاب الام (ج ۱ ص ۲۳۵)

عبدالرزاق (۱) نے معاویہ اور ابن سرین نے زیاد کا نام لیا ہے۔ پھر قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ان دونوں روایات میں منافات نہیں کیوں کہ یہ دونوں معاویہ کے گورنر تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے یہ بدعت ایجاد کی اور اس کے گورنروں نے اس کی تقلید کی۔ (۲)

۱۱۔ حد خداوندی کا ترک

ماوردی لکھتے ہیں کہ معاویہ کے سامنے چند چور پیش کئے گئے انھوں نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ آخری چور نے ہاتھ کٹنے کے بعد اشعار پڑھنا شروع کر دیا: میرے داہنے ہاتھ کو مت کٹوائیے کیوں کہ یہ پاک صاف ہے۔ میری زندگی تباہ و برباد ہو جائے گی۔ معاویہ نے اس سے پوچھا: تیرے ساتھیوں کے ہاتھ کاٹ چکا ہوں تیرے ساتھ کیا کروں؟ چور کی ماں نے کہا: امیر المؤمنین! یہ گناہ بھی تو بہ سے دھل جاتا ہے۔ معاویہ نے یہ سن کر چھوڑ دیا۔ یہ تاریخ اسلام کا اولین حادثہ تھا کہ اجرائے قانون اسلام سے صرف نظر کیا گیا۔ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس چور میں کیا خصوصیت تھی کہ حکم قرآنی کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ حکم ہے کہ چور مرد ہو یا عورت اس کے ہاتھ کاٹ دو پھر یہ کہ جو خداوندی حدود سے تجاوز کرے وہ ظالم ہے۔ معاویہ قیامت میں کس کی پناہ پکڑیں گے حدود خداوندی ضائع کر کے۔ واہ! اگر ہر گناہ کو تو بہ سے وابستہ سمجھ کے کر لیا جائے تو اسلام اور معاشرے کی تباہی۔ کچھ نہیں یہ سب شریعت کے ساتھ کھلو اڑ ہے اور بس۔

۱۔ المصنف (ج ۳ ص ۲۸۳ ح ۵۶۳۶)

۲۔ محاضرة الاوائل ص ۱۳۳ (الاوائل ابن ہلال عسکری ص ۱۲۵)

۳۔ احکام سلطانیہ ماوردی ص ۲۱۹ (ج ۲ ص ۲۲۸)؛ البدیۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۶ (ج ۸ ص ۱۳۵ حوادث ۶۰ھ)؛ محاضرة

سکتوری ص ۱۶۳

۱۲۔ معاویہ ناجائز لباس پہنتا تھا

ابوداؤد لکھتے ہیں کہ مقدم بن معدی اور عمر بن اسود نمائندے بن کر معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے کہا: حسن تو انتقال کر گئے۔ پھر کہا: تم تو اسے مصیبت کہتے ہو گے؟ مقدم نے کہا: میں کیوں نہ مصیبت سمجھوں جب کہ حدیث رسول ہے حسن مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے۔ پھر فرمایا کہ میں آج تمہارا دماغ جھنجھٹا کر رہوں گا۔ میرے سوال کا جواب دو کہ کیا تم نے حدیث رسول سنی ہے کہ ریشم کا استعمال ناجائز ہے؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: یہ حدیث بھی سنی ہے کہ درندوں کی کھال استعمال کرنا حرام ہے؟ کہا: ہاں۔ مقدم نے کہا: اے معاویہ! میں تمہارے گھرانے دونوں چیزوں کا استعمال دھڑلے سے دیکھ رہا ہوں۔ معاویہ نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ تم سے بچوں گا نہیں۔ (۱)

جو شخص خلاف شرع کاموں کا اقراری ہو اسے طاغوت ہی تو کہا جائے گا؟

۴۴ھ کا سنگین ترین جرم ”زیاد“ کو اپنا بھائی بنایا

ضروریات اسلام میں سے ہے کہ لڑکا اس کا کہا جائے گا جس کے فرزند پیدا ہو۔ اور زانی کی سزا سنگ سار ہے۔ (۲) لیکن ۴۴ھ میں جگر خوارہ کے فرزند نے اس سنت رسول کے خلاف بدعت کا ارتکاب کیا۔ امت اسلامی اس حکم رسول پر متفق ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے سے منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے۔ (۳) اور رسول خدا نے اس پر لعنت کی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسے کافر بھی کہا گیا ہے۔ اور اس سے اسلام کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس پر قیامت تک لعنت ہوتی رہے گی۔

۱۔ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۶ (ج ۲ ص ۶۸ ح ۴۱۳۱)؛ مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۰ (ج ۵ ص ۱۱۸ ح ۱۶۷۳۸)

۲۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۹۹ (ج ۶ ص ۲۳۹۹ ح ۶۳۳۲ کتاب الفرائض)؛ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱ (ج ۳ ص ۲۵۶ ح ۳۷۲ کتاب الرضا)؛ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۵۰ (ج ۲ ص ۲۳۳ ح ۳۶۳ ح ۱۱۵۷)؛ سنن نسائی ج ۲ ص ۱۱۰ (ج ۳ ص ۲۱۲ ح ۵۶۷۷ ح ۵۶۷۷)

۳۔ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۱۰ (ج ۲ ص ۲۸۲ ح ۲۲۷۳)؛ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۰۲ ح ۲۱۲۰۲

۴۔ مسند احمد ج ۵ ص ۳۶، ۳۸ (ج ۶ ص ۱۷ ح ۱۹۸۸۳)؛ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۰۳

لیکن معاویہ کی خود پرستانہ سیاست میں اپنی آنکھ کان بند کر کے زیاد کو ابوسفیان زنا کار کافر زند قرار دے دیا چونکہ زیاد اچھا سیاست داں اور دوستدار ان امیر المومنین کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ (۱)

زیاد ایک قبیلہ ثقیف کے آزاد شدہ شخص عبید نام کے بستر پر پیدا ہوا اور ناپاک طریقے پر اس کی تربیت ہوئی۔ معاویہ کے بھائی بنانے سے پہلے وہ زیاد ابن عبید ثقفی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس بدعت کے بعد زیاد ابن ابوسفیان کہا جانے لگا۔ خود معاویہ نے امام حسن کے زمانہ میں زیاد کو جو خط لکھا تو اسے زیاد ابن عبید ہی لکھا تھا۔ (۲) اور اموی حکومت کے ختم ہونے کے بعد اسے زیاد ابن ابیہ کہا جاتا تھا یا زیاد ابن امیہ یا زیاد ابن سمیہ کہا جاتا تھا۔ سمیہ ایران کی ایک دیہاتی عورت تھی۔ وہ وہقان بیمار ہوا تو حارث ابن کلدہ نامی ڈاکٹر کو علاج کے لئے لایا گیا۔ علاج کے بعد اس دیہاتی نے سمیہ کو اسے بخش دیا۔ حارث نے سمیہ کی شادی اپنے رومی غلام عبید سے کر دی جس سے زیاد پیدا ہوا۔ جب بڑا ہوا تو اپنی کمائی سے اپنے باپ عبید کو ہزار درہم میں آزاد کرالیا۔ اسکی ماں سمیہ طائف کی مشہور جھنڈے والی عورت تھی۔

ابو عمر اور ابن عساکر نے روایت لکھی ہے کہ حضرت عمر نے یمن کی شورش دبانے کے لئے زیاد کو مامور کیا۔ جب وہ وہاں سے واپس آیا تو اس نے ایسی ہوشمندانہ باتیں کہیں جو عربوں کے لئے اجنبی تھیں عمرو عاص نے کہا: بخدا! اگر یہ غلام قریشی ہوتا تو عربوں کی سرداری کرتا۔ ابوسفیان نے کہا: بخدا! میں جانتا ہوں اس کے ماں کے رحم میں کس نے نطفہ ڈالا۔ حضرت علی نے پوچھا: وہ کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا: میں نے، عمرو عاص نے کہا: ابوسفیان چپ رہو اگر عمر نے سن لیا تو تمہیں سنگ سار کریں گے۔

۱- صحیح بخاری (ج ۲ ص ۲۳۷-۱۹۳۸)؛ صحیح مسلم (ج ۳ ص ۲۵۶-۳۶۷ کتاب الرضاع)؛ سنن ابوداؤد (ج ۴ ص ۳۳۰-۱۸۱۵)؛ سنن ترمذی (ج ۳ ص ۳۶۳-۱۱۵۷)؛ سنن نسائی (ج ۳ ص ۲۷۸-۵۶۷)؛ مسند احمد (ج ۳ ص ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸)؛ سنن ابی یوسف (ج ۲ ص ۲۰۳-۱۲۲۳-۱۲۲۱)؛ مسند طرابلسی ص ۱۶۹ (ج ۱ ص ۱۲۱)؛ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۲۱-۲۲۲ (ج ۳ ص ۴۳، ۴۴)؛ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۰۳؛ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۱۳ (ج ۲ ص ۸۷-۲۶۱)؛ تاریخ بغداد (ج ۲ ص ۳۲۷) (نمبر ۸۳۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۱۸۲ کتاب ۴۴)

ابوسفیان نے کہا: مجھے دشمن کا خوف تو ہے۔ یہی سبب تھا کہ معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنا لیا۔ (۱)
 عقد فرید (۲) میں ہے کہ عمر کے حکم سے زیاد نے بہترین تقریر کی تو ابوسفیان نے حضرت علی سے کہا
 کہ یہ آپ کے چچیرے بھائی کا نطفہ ہے۔ ”بنی امیہ اور بنی ہاشم کو بھائی کہا گیا“ حضرت نے پوچھا: وہ
 کیسے؟ جواب دیا: میں نے اس کے ماں کے رحم میں نطفہ ڈالا تھا۔ آپ نے پوچھا: پھر اسکے باپ ہونے کا
 دعویٰ کیوں نہیں کرتے؟ جواب دیا کہ عمر کی بے عزتی سے ڈرتا ہوں۔ معاویہ نے اسی بنیاد پر حکم رسولؐ
 کے خلاف زیاد کو اپنا بھائی بنا لیا: سبھ میں نہیں آتا کہ زیاد کی طرح عمر و عاص کو بھی اپنا بھائی کیوں نہ بنا لیا؟
 کیوں کہ جس دن عمرو پیدا ہوا تھا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میں نابذ کے رحم میں نطفہ ڈالا تھا۔ اس کی کنجوسی کی
 وجہ سے نابذ نے ابوسفیان کے بجائے عمرو کو عاص کے حوالے کر دیا۔ حسان ابن ثابت نے دو شعر میں عمرو
 عاص سے کہا ہے کہ بے شک تیرا باپ ابوسفیان ہے۔

ہر آبرو باختہ زنا کار جو سمیہ، نابذ، ہند، حمامہ، زرقہ اور دیگر فاحشہ عورتوں سے وابستہ ہونے کا دعویٰ
 کر کے زیاد، عمرو، معاویہ، ابوسفیان اور مردان کے باپ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

جس زمانے میں حضرت علیؑ کی طرف زیاد گورز تھا تو معاویہ نے اسے خط لکھا تھا: تم جس جڑ سے ہو
 مجھے معلوم ہے۔ اس کے جواب میں زیاد نے لوگوں کے سامنے تقریر کی کہ جگر خواہہ کہ فرزند پر مجھے
 انتہائی تعجب ہے۔ جو منافقین کا سردار بھی ہے اور میرے حضرت علیؑ سے وابستہ ہونے پر مجھے دھمکیاں
 دے رہا ہے۔

جب زیاد کے بھائی ابو بکر کو معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنا لیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اس
 شخص نے اپنی ماں کے زانی ہونے کا اقرار کیا ہے اور اپنے باپ سے الگ ہو گیا..... جب معاویہ
 کے زمانہ میں زیاد نے حج کیا اور مدینہ آیا تو زوجہ رسولؐ ام حبیبہ سے ملاقات کرنی چاہی لیکن ام حبیبہ نے

۱۔ الاستیعاب ج ۱ ص ۱۹۵ (القسم الثانی ص ۵۲۵ نمبر ۸۲۵)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۳۱۰ (ج ۱۷ ص ۱۷۵ نمبر ۲۳۰۹)؛ مختصر
 ابن عساکر (ج ۹ ص ۷۶)

۲۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۳ (ج ۵ ص ۶)

اس سے پردہ کر لیا۔

استیعاب میں عبدالرحمن ابن حکم کی معاویہ سے نوک جھونک بھی نقل ہے اور اس کے چار شعر نقل کئے ہیں کہ کوئی معاویہ سے کہہ دے تو کیسے راضی ہو گیا کہ اپنے باپ کو زانی کہے، کوئی تیرے باپ کو شریف کہتا ہے تو تجھے غصہ آجاتا ہے۔ ان شعروں کو دوسروں سے بھی منسوب کیا گیا ہے۔ (۱) زیاد کے اسحاق پر دوسروں نے بھی طبع آزمائی کی ہے۔

ابن عساکر اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابوسفیان طائف پہنچا تو ایک شراب خانے میں پہنچ کر اسکے مالک ابو مریم سلولی سے شراب مانگ کر پی۔ پھر کوئی عورت رات گزارنے کے لئے طلب کی، اس نے کہا: ایک بد بودار عورت سمیہ ہی ہے جو عبید کی بیوی ہے۔ ابوسفیان نے کہا: اگر چہ اس کے پستان بڑے ہیں اور نفل سے بد بو آ رہی ہے لیکن اسی کو لے آؤ۔ پھر اس سے زیاد پیدا ہوا اور معاویہ نے اپنا بھائی ہونے کا دعویٰ کیا۔

ابن عساکر ہی نے ابن سیرین سے اور انھوں نے ابو بکرہ سے روایت کی ہے کہ زیاد نے ابو بکرہ سے کہا: تم دیکھ رہے ہو کہ امیر المومنین معاویہ کے میرے متعلق کیا ارادے ہیں۔ حالانکہ میں عبید کا فرزند اور اس سے مشابہ ہوں اور رسول خدا کی حدیث بھی ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے سوا دوسرے سے اپنے کو منسوب کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لیکن اسی زیاد نے ایک سال کے بعد اپنے کو ابوسفیان کا فرزند ہونے کا دعویٰ کیا۔ محمد بن اسحاق کہتا ہے کہ میں ابوسفیان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں زیاد نمودار ہوا ابوسفیان نے کہا: اس کی ماں پر افسوس ہے، کیا ہو جائے گا اگر کسی کو بعنوان پدر دعویٰ کر دے۔ (۲)

جناب معاویہ کی بیعت کر لی گئی تو زیاد اس کے پاس گیا اور مصالحت کر لی کہ دو لاکھ درہم معاویہ اس کو دیا کریں گے۔ وہاں سے نکلا تو مصقلہ بن صمیرہ شیبانی سے ملاقات ہوئی۔ زیاد نے اس سے کہا کہ میں

۱۔ الآغانی ج ۱ ص ۴۳۔ ۵۱۔ (ج ۱ ص ۳۰۷۔ ۳۰۸) (۲۶۲)

۲۔ العہد الفرید ج ۳ ص ۲ (ج ۵ ص ۶۔ ۵)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۱۷۳)؛ تہذیب تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۳۱۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۷۵)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۹۱ (ج ۲ ص ۷۰)؛ حوادث ۳۳ (ھ)

تھیں بیس ہزار درہم دوں گا اگر تم معاویہ سے جا کر میری طرف سے وکالت کرو کہ اگرچہ زیاد نے ایران کے بری و بحری اقتدار کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اس کے باوجود آپ سے صرف دو لاکھ پر مصالحت کر لی ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ وہ صلہ رحم برتنا چاہتا ہے اگر وہ پوچھے کہ وہ کیسے تو کہنا: چونکہ زیاد ابوسفیان کا فرزند ہے۔ مصقلہ نے یہ کارنامہ کر دکھایا۔ جب معاویہ نے دیکھا کہ زیاد خود بھائی بننے پر آمادہ ہے تو ایک بزم منعقد کر کے ابومریم سلولی کو بلوایا اور اس سے پوچھا: تم کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ ابومریم نے گواہی دی کہ ایک دن میرے پاس ابوسفیان تشریف لائے اور شراب کے بعد عورت کے طلبگار ہوئے۔ میں نے کہا: اس وقت میرے پاس صرف سمیہ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: اگرچہ وہ بدبودار ہے مگر لے آؤ۔ جب سمیہ اس کے کمرے سے نکلی تو اس کی شرمگاہ سے مٹی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ یہ سکر زیاد نے ابومریم کو ڈانٹا: ظمرو جی! تم گواہ بن کر آئے ہو۔ گالیاں کیوں دیتے ہو۔ اس کے بعد معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنا لیا۔ (۱)

عقد الفرید (۲) میں ہے کہ ابوسفیان نے جھنڈے والی سمیہ سے ہم بستری کی اور عبید کے بستر پر زیاد پیدا ہوا چونکہ زیاد پست اور پلید نسب کا حامل تھا اسلئے پچاس سال تک اپنے باپ کے نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔ اسے زیاد بن ابیہ ”یعنی زیاد اپنے باپ کا فرزند“ کہتے پکارا جاتا تھا۔ اچانک وہ بادشاہ وقت کا بھائی بن گیا۔ ایسے شخص کا فرزند کہا جانے لگا جو شریف سمجھا جاتا تھا۔ یہ بات اس لئے بھی مناسب حال معلوم ہوتی ہے کہ خود معاویہ کے متعلق قطعی طور سے ثابت نہ تھا کہ کس کا فرزند ہے۔ پانچ، چھ جاہلیت کے زنا کار آدمیوں نے دعویٰ کیا اور معاویہ کی ماں حندہ نے اسے ابوسفیان سے منسوب کر دیا۔ چونکہ معاویہ نے اسکو بے پردی کی شرمناک دلدل سے نکال لیا تھا۔ اس لئے اس نے ہر ممکن طریقے سے معاویہ کی محبت اپنی طرف مبذول کرنے کی سعی کی۔ غیرت دار مسلمانوں کو پھانسی دیکر، خاندان اہل بیت کو تباہی

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۴ (ج ۲ ص ۲۱۹)؛ مروج الذهب ج ۲ ص ۵۶ (ج ۳ ص ۱۶)؛ تاریخ ابن مساکر ج ۵ ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۱۹۲)؛ مختصر تاریخ ابن مساکر (ج ۹ ص ۷۶)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۹۲ (ج ۴ ص ۳۰۷ حواشی ص ۴۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۷۰ (ج ۱ ص ۱۸۷)؛ الاتحاف ص ۲۲ (ص ۶۶)

کے گھاٹ لگا کر یہ انخار حاصل کیا۔ اس کی کہنیوں تک پاکیزہ خون بھرا ہوا ہے۔ چونکہ معاویہ کو اپنا سیاسی اٹو سیدھا کرنا تھا اس لئے اس نے اس بات کی بھی پرواہ نہ کی کہ اس کے باپ پر زنا کا شرمناک الزام لگ رہا ہے اور خلاف شریعت و سنت حرکت سرزد ہو رہی ہے۔

یونس ابن ابی عبید نے معاویہ سے کہا کہ تم نے سنت رسولؐ کے برخلاف زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ معاویہ نے کہا: پھر کہو۔ اس نے دوبارہ کہا، معاویہ نے کہا: اگر تم نے آئندہ یہ بات کہی تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ (۱)

اس شخص کا ایمان تو دیکھو کہ حدیث رسولؐ کی تکرار ہو رہی ہے لیکن اپنے سیاسی فائدہ کے لئے کوئی پرواہ نہیں کرتا بلکہ قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ ارباب انصاف ہی فیصلہ کریں۔

سعید بن مسیب و ابن یحییٰ کہتے ہیں کہ علانیہ حکم رسولؐ کی مخالفت سب سے پہلے اس وقت ہوئی جب زیاد کو بھائی بنایا گیا۔

ابن ہجہ کہتے ہیں کہ عرب سب سے پہلی بیماری میں اس وقت مبتلا ہوئے جب امام حسنؑ کو زہر سے شہید کیا گیا اور زیاد کو بھائی بنایا گیا۔ (۲)

حسن بصری کہتے ہیں کہ معاویہ کی چار حرکتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو ان کی تباہ کاری کے لئے کافی تھیں:

۱۔ اس امت پر احمقوں کو مسلط کر دینا اور مہاجرین و انصار کے مشوروں کو نظر انداز کر دینا۔

۲۔ اپنے شراب اور زرق برق بیٹے کو اپنا جانشین بنانا۔

۳۔ زیاد کو اپنا بھائی بنانا جب کہ حدیث رسولؐ ہے کہ لڑکا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے سنگ سار ہے۔

۱۔ الاتحاف ببراوی ص ۲۲ (ص ۶۷)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۱۲ (ج ۱۹ ص ۱۷۹ نمبر ۲۳۰۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۹ ص ۷۸)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۱ (ص

۱۸۲)؛ اوائل سیوطی ص ۵۱

۴۔ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کا قتل کیا۔ (۱)

امام حسن نے فرمایا جبکہ وہاں معاویہ، عمرو عاص، مردان موجود تھے: اے زیاد! تجھے قریش سے کیا نسبت تیری شریفانہ اصل کو تو میں جانتا ہی نہیں تیری ماں فاحشہ تھی جس سے بدکار لوگ لپٹے جب تو پیدا ہوا تو کوئی تیرے باپ کو نہ جانتا تھا۔ (۲)

زیاد ایک بار معاویہ سے ملنے گیا۔ ایسے قیمتی تحفے پیش کئے کہ جسے دیکھ کر معاویہ خوش ہو گیا۔ عین اسی خوشحالی کے درمیان زیاد نے منبر پر جا کر کہا:

اے امیر المومنین! میں نے آپ کے لئے عراق کو رام کیا۔ ان سے ٹکس وصول کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ میں نے بھی اے زیاد تمہارے ساتھ کم احسان نہیں کیا۔ تمہیں ثقیف جیسے پست خاندان سے اٹھا کر قریش سے وابستگی کا اعزاز بخشا اور یہ منبر دیا۔ اب تم زیاد بن عبید سے زیاد بن حرب کہے جاتے ہو۔ معاویہ نے کہا: بیٹھ جاؤ تمہارے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں۔ (۳)

محاضرہ سکتواری میں ہے کہ سب سے پہلا حکم الہی جو علائقہ پامال کیا گیا وہ زیاد کو بھائی بنایا جانا تھا حالانکہ خود ابوسفیان نے نادانستگی میں یہ دعویٰ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا نسب منقطع ہے لیکن جب معاویہ کو حکومت ملی تو اسے اپنا بھائی بنایا اور گورنری عطا کی، اپنے سے فریب اور قریب کیا۔ زیاد بن ابیہ جو ایک فاحشہ کالاک تھا اس نے آل رسول کے خلاف ہر قسم کے مظالم روار کھے۔ (۴)

حضرت عمر معاویہ کو دیکھ کر کہتے کہ یہ فرزند ابوسفیان عرب کا کسری ہے۔ (۵) کیوں کہ وہ پہلا

۱۔ تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۸۱؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۷ (ج ۵ ص ۲۷۹)؛ تاریخ کامل ج ۴ ص ۲۰۹ (ج ۲ ص

۲۹۹ حوادث ۵۹ھ)؛ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ حوادث ۶۰ھ)؛ محاضرات راغب ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۲ ص ۳۸۰)

۲۔ المحاسن والفساد ص ۵۸ (ص ۷۹)

۳۔ الحنفی ابن درید ص ۳۷ (ص ۲۳)

۴۔ محاضرات الاوائل سکتواری ص ۱۳۶ (اوائل ابی بلال ص ۱۶۷)

۵۔ استیعاب ج ۱ ص ۲۵۳ (القمم الثالث ص ۱۴۱ نمبر ۲۳۵)؛ اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۶ (ج ۵ ص ۲۱۰ نمبر ۷۷۷)؛ الاصابہ

ج ۳ ص ۳۳۳ (نمبر ۸۰۶۸)

انسان تھا کہ جس نے ایک فیصلہ رسول کو پیروں تلے روندنا اور زیادہ پہلا شخص تھا جس نے اہل بیت رسول پر شرمناک ترین تشدد کیا۔ (۱) ابوسفیان نے مجمع اصحاب میں زیاد سے اپنی لائق طابہر کی اور اسے اسلامی میراث سے روکا۔ یہ حالت باقی رہی یہاں تک کہ معاویہ نے اسے اپنے سے قریب کر۔، علم الہی مسترد کیا۔ (۲) جس کی وجہ سے امت اسلامی بدترین مصیبت میں مبتلا ہوئی۔

کسی کو جاہل کے ان خیالات سے مجال انکار نہیں انھوں نے بنی امیہ کے مخلق اپنے رسالے میں لکھا ہے:

معاویہ نے ارباب شوری اور مہاجرین و انصار پر استبدادی حکومت قائم کر دی اور جس سال کا نام اس نے عام الجماعہ رکھا تھا اسے عام الجماعہ کے بجائے اختلاف و قہر و غلبہ کا سال کہنا چاہئے۔ اسی سال سے امامت ایرانی ملوکیت میں بدل گئی۔ خلافت نے قیصریت کی شکل اختیار کر لی۔ اسی سال سے گمراہی اور بدکاری کا اجتماع ہوا اور بے شمار جرائم پھوٹ پھوٹے۔ یہاں تک حکم رسول ہے کہ لا کا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے سنگسار ہے حالانکہ امت متفق تھی کہ سمیہ نہ تو ابوسفیان کی بیوی تھی نہ اس کے بستر پر سوئی بلکہ صرف ابوسفیان نے اس سے زنا کیا تھا۔ معاویہ نے اس عمل کی تائید کر کے زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ اس طرح بدکاری کے بعد وہ کفار کے جرموں میں شامل ہو گیا۔ (۳)

اگر معاویہ کے جرائم کا تجزیہ کیا جائے تو یہ جرم بہت معمولی نظر آئے گا کیوں کہ اس نے اپنے زمانہ اقتدار میں بے شمار احکام خدا اور رسول کو پیروں تلے روندنا، جس طرح حکم رسول "الولد للفرش" کا تیا پانچا کیا۔

۱۴۔ یزید کی ولیعهدی، سنگین ترین پاپ

معاویہ کا ارباب حل و عقد، مہاجرین و انصار اور واقع صحابہ کو نظر انداز کر کے یزید کی ولیعهدی کے

۱۔ محاضرات الاوائل سکتوری ص ۱۶۴

۲۔ محاضرات الاوائل سکتوری ص ۲۳۶

۳۔ رسالہ رانی جاہل ص ۲۹۳ (رسائل الجاہلہ الرسائل الکلامیہ ص ۲۴۱)

لئے سعی و کوشش کرنا بھیانک ترین پاپ بلکہ مجسم گناہ تھا۔ حکومت پاپ کے اول روز ہی سے قہر و استبداد اور شرمناک مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ مزید وہ اس فکر میں تھے کہ اپنے بعد یزید کو ولیعہد بنا دیں اور لوگوں سے اس سلسلہ میں جس طرح بھی ہو بیعت لے لیں تاکہ اموی حکومت موروثی بن کے دوامی شکل اختیار کر لے۔ سات سال تک اسکے لئے فضا ہموار کی اور اپنوں کو انعام و اکرام سے نوازتے رہے۔ (۱)

کبھی دل کی بات ظاہر کی کبھی چھپائی چونکہ زیادت ترین مخالف تھا۔ وہ ۵۳ء میں چل بسا تو جعلی خط لوگوں کو دکھایا جس میں اس بات کا عہد تھا کہ معاویہ کی حکومت یزید کو ملنی چاہئے۔ مدائنی کے مطابق اس طرح وہ فضا ہموار کر رہے تھے۔ (۲)

امام حسن کی زندگی تک بھی اہمیت نہ ہوئی۔ ان کی شہادت کے بعد فضا ہموار کرنے لگے۔ (۳)

ابن کثیر لکھتے ہیں (۴) کہ معاویہ نے ۵۶ء میں لوگوں کو بیعت یزید کی دعوت دی۔ اس بات کا ارادہ اصل میں مغیرہ بن شعبہ نے دل میں ڈالا تھا۔ معاویہ نے مغیرہ کو کوفے کی گورنری سے معزول کر دیا۔ مغیرہ سخت شرمندہ ہو کر یزید کے پاس پہنچا اور کہا کہ اپنی ولیعہدی کے لئے باپ پر دباؤ ڈالو۔ یزید نے باپ سے ولیعہدی کا تقاضہ کیا۔ معاویہ کو مغیرہ کی بات پسند آئی اور کوفے کی گورنری پر بحال کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اس سلسلہ میں فضا ہموار کرے۔ مغیرہ نے زیاد سے خط و کتابت کی چونکہ زیاد کو یزید کے فسق و فجور اور بدکاریوں کی اطلاع تھی۔ اس لئے مخالفت کی اور اپنے دوست عبید بن کعب کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ معاویہ کو اس کام سے باز رکھے۔ یزید نے اس کے بعد عملاً اس کام سے علیحدگی اختیار کر لی۔ زیاد کی موت کے بعد معاویہ نے اس سلسلہ میں سعی شروع کر دی۔ (۵)

۱۔ الحدائق الفریح ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۳ ص ۱۶۱)

۲۔ الحدائق الفریح ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۳ ص ۱۶۱) تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۰ (ج ۵ ص ۳۰۳ حوادث ۵۷ھ)

۳۔ استیعاب ج ۱ ص ۱۳۲ (القسم الاول ص ۳۹۱ نمبر ۵۵۵)

۴۔ البدیۃ والنتہیۃ ج ۸ ص ۷۹ (ج ۸ ص ۸۶ حوادث ۵۷ھ)

۵۔ تاریخ طبری (ج ۵ ص ۳۰۱ حوادث ۵۷ھ)

دوسرا رخ

اصل میں یزید کی ولیعهدی کا ڈھونگ مغیرہ نے رچایا تھا۔ معاویہ نے چاہا کہ مغیرہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے سعید بن عاص کو مقرر کر دے۔ بظاہر تو مغیرہ نے بے تعلقی ظاہر کی لیکن یزید سے چپکے سے کہا کہ تمام مہاجرین و انصار اٹھتے جا رہے ہیں۔ صرف ان کے صاحب زادگان ہی باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں آپ سب سے بہتر ہیں۔ اسکی ولیعهدی کے لئے کوشش کیجئے۔ معاویہ نے پوچھا: کیا یہ ممکن ہے؟ مغیرہ نے کہا: ضرور ممکن ہے۔ پھر یزید نے اس بات کو باپ سے کہا۔ معاویہ نے اسے بلا کر پوچھا: مغیرہ نے کہا: آپ سچی کیجئے کوئی مخالفت نہ کرے گا۔ واپس آ کر مغیرہ نے لوگوں سے کہا: میں معاویہ کے پاؤں دلدل میں ڈال دئے ہیں جس سے کبھی نکل نہیں سکتے۔ امت محمدؐ کے اس زخم کا کبھی درماں نہ ہو سکے گا۔

مغیرہ نے کوفہ پہنچ کر ہوا خواہان بنی امیہ کے سامنے ولیعهدی کا معاملہ رکھا، حاضرین نے اس کی بیعت کی۔ دس یا اس سے زیادہ افراد کا وفد معاویہ کے پاس بھیجا ہر ایک کو تیس ہزار دیکر موسیٰ ابن مغیرہ کو سربراہ وفد بنایا۔ وہاں معاویہ نے موسیٰ سے پوچھا: تمہارے باپ نے ان لوگوں کا مذہب کتنے میں خریدا؟ جواب دیا: تیس ہزار میں۔ معاویہ نے کہا: بہت سستا رہا۔ بعض نے وفد میں چالیس افراد بھی لکھے ہیں اور سربراہ وفد اپنے بیٹے عروہ کو بنایا تھا۔ معاویہ نے ارادہ پکا کر لیا تو زیاد کو خط لکھا۔ زیاد نے عبید کو معاویہ کے پاس بھیجا کہ اس خیال سے بعض رکھے کیوں کہ مسلمانوں کی امامت سنگین اور نازک ترین مسئلہ ہے۔ اس کام میں سستی برتنا چاہئے۔ عبید نے کہا: تم معاویہ کو اس خیال سے بعض نہیں رکھ سکتے۔ زیاد نے معاویہ کو لکھا کہ لوگ یزید کی بیعت کے مخالف ہیں، پہلے یزید کی بدکاریوں پر پابندی لگنی چاہئے۔ عبید معاویہ کے پاس آیا۔ نتیجہ میں یزید نے بہت سے سنگین پاپ کو بظاہر ترک کر دیا۔ زیاد کے مرنے کے بعد ایک لاکھ درہم عبد اللہ بن عمر کے پاس بھیجا لیکن ابن عمر نے یہ کہہ کے انکار کر دیا کہ میرا دین اس قدر سستا نہیں ہے۔ (۱)

شام میں بیعت یزید اور امام حسن کا قتل

معاویہ کے حکم سے گورنروں کا وفد شام پہنچا۔ اخف بن قیس بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ معاویہ نے ضحاک بن قیس کو بلا کر کہا کہ جب میں منبر پر خطبہ ختم کر چکوں تب تم مجھ سے تقریر کی اجازت مانگنا۔ پھر تقریر کے درمیان یزید کی تعریف و ستائش کر کے مجھ سے اس کی ولیہدی کا مطالبہ کرنا۔ کیوں کہ میں یہ تہیہ کر چکا ہوں کہ یزید کو اپنا جانشین بنا دوں۔ اس سلسلہ میں خدا سے دعا ہے کہ بخیر معاملہ طے پا جائے۔ پھر عبدالرحمان بن عثمان ثقفی، عبداللہ بن سعدہ فزاری، ثور بن معن سلمی اور عبداللہ بن عصام کو طلب کر کے حکم دیا کہ تم لوگ ضحاک کی تائید کرنا اور یزید کی جانشینی کا مجھ سے مطالبہ کرنا۔ (۱)

معاویہ نے تقریر کی اور جیسا کہ اس کے دل میں تھا لوگوں نے جانشینی یزید کا مطالبہ کیا۔ معاویہ نے کہا کہ اخف کہاں ہے، کیا تم تقریر نہیں کر دو گے؟ اس نے تقریر میں کہا کہ لوگ سخت آزمائش میں مبتلا ہیں... اے امیر المومنین! آپ کا چل چلاؤ ہے اس لئے غور کیجئے کہ اپنے بعد کسے اپنا جانشین بناتے ہیں؟ آپ معاشرے کے مفادات کو پیش نظر رکھئے اور دیکھئے کہ کس قدر لوگوں کی اطاعت حاصل کر سکیں گے۔ جب تک امام حسن زندہ ہیں لوگ یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ (۲) یہ سن کر ضحاک نے غصہ میں کھڑے ہو کر کہا: عراق والے منافق ہیں، وہ اتحاد کے بجائے افتراق کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کا دین ان کی خواہش ہے۔

غرور و نادانی ان کا شعار ہے۔ خدا کا ذرا بھی لحاظ نہیں، ابلیس کو اپنا معبود کہتے ہیں۔ دوستوں کے لئے مفید نہیں، دشمن کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتے، ان کی باتوں پر توجہ نہ دیجئے۔ امام حسن کو بھلا ایسی خلافت سے کیا مطلب؟ معاویہ جسے چاہے اپنا جانشین بنائے۔ (۳)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۵، حوالہ معاویہ فی بیعت یزید)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۷، مقالہ اخف بن قیس)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۸، وارد الضحاک بن قیس علیہ)

پھر اخف نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المؤمنین! آپ سمجھدار ہیں، آپ نے امام حسن سے صلح میں کچھ عہد و پیمان کیا ہے۔ آپ عراقیوں کو زور زبردستی سے قبضہ میں نہ کر سکیں گے۔ اگر آپ نے امام حسن سے بد عہدی کی تو امام حسن کی پشت پر شہسواروں کی فوج ہے۔ آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ عراقی آپ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ وہ کبھی آپ کے دوست نہ ہوں گے۔ پھر یہ کہ امام حسن اور ان کے والد بزرگوار حضرت علی کی مدح میں آیات نازل ہوئی ہیں۔ جن کی وجہ سے لوگ ان کے دوستدار ہیں۔ جنگ صفین کے کہنے آپ کے خلاف آج بھی برقرار ہیں۔ خدا کی قسم! عراق والے حضرت علی سے زیادہ امام حسن سے محبت کرتے ہیں۔ (۱)

پھر عبدالرحمن نے اٹھ کر یزید کی ستائش کی اور معاویہ کو جانشینی پر ابھارا۔ (۲) معاویہ نے کھڑے ہو کر کہا: لوگو! شیطان کے دوست اور بھائی ہیں جنہوں نے محاذ قائم کر رکھا ہے۔ انہیں کی زبان سے بولا ہے، فتنہ و نفاق پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ اس وقت تک راہ راست پر نہ آئیں گے جب تک ذلت و مصیبت سے دوچار نہ ہوں۔ پھر اس نے ضحاک کو کوفہ کا اور عبدالرحمن کو عراق کا گورنر بنا دیا۔ اس وقت اخف بن قیس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یزید دن رات کیسی حرکتیں کرتا ہے، کہاں آتا جاتا ہے۔ لہذا خوشنودی خدا کا تقاضہ ہے کہ اس بارے میں امت سے مشورہ کر لیجئے۔ جبکہ آپ خود آخرت کا رخ کر چکے ہیں۔ یزید کے لئے دنیا مت سنواریئے۔ کیوں کہ آخرت صرف عمل صالح ہی سے سنورتی ہے۔ سمجھ لیجئے کہ اگر آپ نے یزید کو حسن اور حسین پر مقدم کیا، فضیلت دی حالانکہ آپ خود جانتے ہیں کہ وہ کس مرتبہ پر فائز ہیں تو پیش خدا کوئی عذر نہ تراش سکیں گے۔ ہمارا کام تو فقط یہ ہے کہ خدا کے احکام پر بے چوں و چرا عمل کریں۔ (۳)

پھر یہ کہ خود آپ نے امام حسن سے عہد کیا تھا کہ خلافت میرے بعد امام حسن کے سپرد ہوگی۔ اس

۱۔ الامتہ والسیاتہ (ص ۱۲۸) اجاب بہ الاخف بن قیس

۲۔ الامتہ والسیاتہ (ص ۱۳۶) قال عبدالرحمن بن عثمان

۳۔ الامتہ والسیاتہ ج ۱ ص ۱۴۲-۱۴۸ (ج ۱ ص ۱۲۳-۱۲۴)

لئے چاروناچار امام حسن کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ ابو الفرج اصفہانی لکھتا ہے کہ معاویہ نے یزید کی بیعت لینی چاہی، سب سے بڑی رکاوٹ امام حسنؑ اور سعد بن وقاص تھے۔ اس لئے اس نے امام حسنؑ کو زہر دینے کی ٹھان لی۔ (۱) معاویہ کا، قاتل امام حسنؑ ہونا آگے تفصیل سے بیان ہوگا۔

عبدالرحمن ابن خالد اور بیعت یزید

معاویہ نے ایک دن شامیوں کے سامنے تقریر کی: لوگو! میں بوڑھا ہو گیا ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ کسی کو اپنا جانشین بنا دوں۔ تم لوگ اپنی رائے دو۔ لوگوں نے صحابی رسولؐ اور دشمن علیؑ عبدالرحمن بن خالد کا نام پیش کیا۔ معاویہ کو سخت ناگوار گذرا لیکن اپنا غصہ چھپایا۔ کچھ دن بعد عبدالرحمن بیمار ہوئے۔ معاویہ نے اپنے یہودی طبیب ابن آخال کو بھیج کر تاکید کر دی کہ شربت میں زہر گھول کر پلا دو۔ شربت پیتے ہی اس کے کلیجے کے ٹکڑے کرنے لگے اسی کے اثر سے عبدالرحمن مر گئے۔ کچھ دن بعد مہاجرین خالد نے گھات لگا کر رات میں اس طبیب کو قتل کر ڈالا۔

آغانی میں ہے کہ لوگوں نے مہاجر کو قید کر کے معاویہ کے سامنے پیش کیا۔ معاویہ نے پوچھا: تم نے میرا طبیب کیوں مار ڈالا؟ مہاجر نے جواب دیا: نامور کو قتل کیا ہے ابھی آمر و حاکم باقی ہے۔ ”میں نے جتھیا رکوتل کیا ہے ابھی ہاتھ باقی ہے“ (۲)

ابو عمر لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ تفصیلی ہے میں نے مختصر لکھا ہے۔ اس واقعہ کو عمر بن شہب نے اخبار مدینہ میں اور دیگر مؤرخین نے بھی لکھا ہے۔ یہ واقعہ ۴۶ھ میں پیش آیا یعنی یزید کے قضیہ چھڑنے کے دو سال بعد۔

۱۔ مقاتل الطالبین ص ۲۹ (س ۸۰)

۲۔ استیعاب (القسم الثانی ص ۸۲۹ نمبر ۱۳۰۲): الآغانی ج ۱۵ ص ۱۳ (ج ۱۶ ص ۲۰۹): تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۲۸ (ج ۵

سعید بن عثمان

عثمان کے بیٹے سعید نے خراسان کی گورنری مانگی۔ معاویہ نے کہا: وہاں کا گورنر ابن زیاد ہے۔ سعید نے کہا: میرے باپ ہی کی وجہ سے آپ اس عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے آپ کو ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ آپ تو یزید کو میرے اوپر برتری دیتے ہیں۔ حالانکہ میرے ماں باپ اس کے ماں باپ سے افضل ہیں۔ معاویہ نے کہا: میں نے عثمان کا حق ان کی خونخواری کا مطالبہ کر کے ادا کر دیا۔ جہاں تک ماں باپ کے افضل ہونے کا سوال تھا بخدا عثمان اور نائلہ مجھ سے اور میری بیوی سے افضل تھے۔ اب تیری برتری کی بات مہمل ہے۔ میں یزید پر تجھے برتری ہرگز نہیں دے سکتا۔ یزید نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ آپ کے چچیرے بھائی ہیں۔ آپ کو ان کے معاملہ میں غور و فکر کرنی چاہئے۔ (۱)

ابن قتیبہ کے مطابق جب معاویہ شام پہنچا۔ تو سعید جو بد معاش اور طرار تھا۔ اس نے معاویہ سے کہا: آپ میرے یا یزید کے لئے بیعت کیوں نہیں لیتے؟ اور پھر وہ ساری باتیں جو بیان ہوئیں ان کا آپس میں مکالمہ ہوا۔ (۲) ابن عساکر کا خیال ہے کہ مدینہ والے سعید کو چاہتے تھے اور یزید سے نفرت کرتے تھے اور پھر اس سلسلہ میں ساری باتیں ہوئیں۔

بیعت یزید کے متعلق معاویہ کے خطوط

معاویہ نے مروان کو خط لکھا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اس لئے اپنے بعد اختلاف امت سے بچنے کے لئے کسی کو جانشین بنانا چاہتا ہوں۔ لیکن مدینے والوں کی رائے کے بغیر یہ بات طے نہیں پاسکتی۔ اس لئے ان لوگوں کے سامنے اس معاملے کو پیش کر کے ان کے جواب سے مطلع کرو۔ مروان نے لوگوں کو اطلاع دی۔ لوگوں نے کہا: اچھی بات ہے۔ لیکن معاویہ کو نام بھی پیش کرنا چاہئے۔ مروان نے معاویہ کو

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۱ (ج ۵ ص ۳۰۵ حوادث ۵۶ھ)؛ البدلیہ والنبلیہ ج ۸ ص ۷۹، ۸۰ (ج ۸ ص ۸۵، ۸۶، ۸۷ حوادث ۵۶ھ)

۲۔ الامالیۃ والسیاسة ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۱۶۳)

خط لکھا تو اس نے یزید کا نام پیش کیا۔ جب یہ بات مدینے والوں کو معلوم ہوئی کہ معاویہ اپنے بیٹے یزید کو جانشین بنانا چاہتا ہے تو عبدالرحمن ابن ابی بکر نے تقریر کی کہ بخدا! اے مروان! تو نے غلط کہا۔ معاویہ بھی غلطی پر ہے اور تم لوگ بہترین شخص کو چھوڑ کر حکومت کو شہنشاہیت میں بدلنا چاہتے ہو۔ مروان نے عبدالرحمن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسی شخص کے لئے قرآن میں مذمت وارد ہوئی ہے کہ (ہر وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ وائے ہوتم پر) یہ سکر عائنہ نے پس پردہ چلا کر کہا کہ تو نے عبدالرحمان کے لئے ایسی بات کہی بخدا تو جھوٹا ہے، یہ آیت فلاں شخص کے لئے نازل ہوئی۔ البتہ تیرے اوپر رسول نے بارہا لعنت کی ہے۔ (۱)

امام حسینؑ نے کھڑے ہو کر معاویہ کی تجویز کی مذمت کی۔ عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر نے بھی مذمت کی۔ مروان نے یہ سارا ماجرہ معاویہ کو لکھ دیا۔ اس سے پہلے معاویہ نے اپنے گونروں کو خط لکھ کر یزید کی تعریف کے پل باندھے تھے۔

اور انہیں تاکید کی تھی کہ اس سلسلہ میں اپنے یہاں سے وفود بھیجیں۔ اس حکم کے مطابق محمد ابن عمرو مدینے سے اور اخف ابن قیس بصرے سے آیا۔ محمد نے معاویہ سے کہا کہ ہر حاکم پر ذمہ داری ہے کہ امت محمدؐ کے لئے کیسے شخص کو حاکم بناتا ہے۔ اس کی باتوں سے معاویہ سخت برہم ہوا اور واپس کر دیا۔ اخف کو حکم دیا کہ یزید کی ملاقات کے لئے جائے۔ جب وہ واپس آیا تو پوچھا: اپنے بھائی کو کیسا پایا؟

۱۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۱ (ج ۳ ص ۵۱۸ ح ۸۲۸۳): تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۹۷ (ج ۱ ص ۱۳۱): تفسیر کشاف ج ۳ ص ۹۹ (ج ۳ ص ۳۰۴): اللائق فی غریب الحدیث ج ۲ ص ۳۲۵ (ج ۳ ص ۱۰۲): تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۵۹: تفسیر کبیر رازی ج ۷ ص ۳۹۱ (ج ۲۸ ص ۲۳): اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳ (ج ۲ ص ۲۸ نمبر ۱۲۱۷): نہلیہ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۳ (ج ۳ ص ۳۵۳): شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵۵ (ج ۶ ص ۱۵۰ خلیفہ ۷۲): تفسیر نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ طبری ج ۲ ص ۱۳ (ج ۶ ص ۱۲۱): الا جلیہ زرکشی ص ۱۳۱ (ص ۱۳۰، ۱۲۹، باب ۲ فصل ۸) تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۳۲ (ج ۳ ص ۱۳۳، ۱۳۴) الصواعق المحرقة ص ۱۰۸ (۱۸۱) ارشاد الساری ج ۷ ص ۳۲۵ (ج ۱ ص ۶۹) لسان العرب ج ۳ ص ۷۳ (ج ۱ ص ۲۷۹) در مشور ج ۶ ص ۳۱ (ج ۷ ص ۳۳۴) حیاة الخوارج و دیمری ج ۲ ص ۳۹۹ (ج ۲ ص ۳۲۲) السیرة الکلبیة ج ۱ ص ۳۳۷ (ج ۱ ص ۳۱۷) تاج العروس ج ۵ ص ۶۹ تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۲۰ (ج ۵ ص ۲۱ تفسیر روح البیان آلوسی ج ۲ ص ۲۰ سیرہ نبویہ زینی دلدان ج ۱ ص ۲۳۵ (ج ۱ ص ۱۱۷)

احنف نے جواب دیا:

میں نے اس کو عیش و نشاط میں ڈوبا ہوا الہز جوان ہی پایا ہے۔ کچھ دن بعد جب تمام گورنر جمع تھے معاویہ نے ضحاک ابن قیس سے کہا کہ میں کچھ تقریر کرنا چاہتا ہوں۔ جب ختم کروں تو تم مجھ سے بیعت یزید کا تقاضہ کرنا۔ معاویہ نے اپنی تقریر میں اسلامی انتظام اور احترام کی اہمیت نیز حق اور خلافت کے متعلق تقریر کی، درمیان میں یزید کا نام بھی لایا اور اس کے متعلق لوگوں کو ابھارا۔

ضحاک نے اٹھ کر حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا کہ لوگ آپ کے بعد ایک حاکم کے محتاج ہیں اور تجربوں نے ہم کو بتایا کہ اتحاد ملت خوزیزی کو روکتا ہے اور اسی میں امن و صلاح ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یزید خوش اخلاق اور نیک چلن ہے، علم، حلم اور تدبیر سے بھی آراستہ ہے۔ آپ اسی کو اپنا ولی عہد بنا لیں تاکہ آپ کے بعد ہمارا پشت پناہ رہے۔ عمر و ابن سعید اشدق نے بھی ایسی ہی تقریر کی۔ پھر یزید ابن مہجع نے کہا اے امیر المؤمنین! اگر لوگ یزید کو نہ پسند کریں گے تو تلوار کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کے لئے یہ ہے۔ معاویہ نے کہا: بیٹھ جاؤ تم شہنشاہ خطابت ہو۔

اس کے بعد تمام گورنروں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بعد معاویہ نے احنف سے رائے مانگی تو اس نے کہا کہ اگر صحیح رائے دوں تو آپ سے ڈر لگتا ہے اور غلط رائے دوں تو خدا کا ڈر ہے۔ آپ یزید کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ اس کی آمد و رفت کہاں ہے، اس کی چال ڈھال کیسی ہے؟ اگر خدا کی خوشنودی چاہتے ہیں تو اس سے باز آئیے ہم تو بہر حال آپ کی اطاعت کریں گے۔ ایک شامی نے کھڑے ہو کر کہا: پتہ نہیں یہ عراقی دیہاتی کیا بکواس کرتا ہے۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ تلوار کے زور پر آپ کی بات منوائیں۔ اس کے بعد لوگ متفرق ہو گئے۔ معاویہ نے دوستوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور مخالفوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا۔ اس طرح زیادہ تر لوگ بیعت یزید کے لئے آمادہ ہو گئے۔ (۱)

۱۔ الحد الثریج ج ۲ ص ۳۰۲-۳۰۳ (ج ۳ ص ۱۶۳-۱۶۱)؛ تاریخ ابن کمال ج ۳ ص ۲۱۶-۲۱۳ (ج ۲ ص ۵۰۹ ح ۱)

دوسری صورت

مؤرخین نے لکھا ہے کہ معاویہ نے شہادت امام حسنؑ کے کچھ دن کے بعد شام والوں سے یزید کی بیعت لی۔ اس کی بیعت کی تمام گورنروں کو اطلاع دیدی۔ مدینہ کا گورنر مروان تھا۔ اسے حکم دیا کہ قریش اور تمام معززین کو بیعت یزید کے لئے آمادہ کرو۔ مروان چونکہ نتیجہ جانتا تھا اس لئے پس و پیش کرنے لگا پھر معاویہ کو لکھا کہ آپ کے قوم و قبیلے کے افراد بیعت یزید سے کترار ہے ہیں۔ اب اپنی رائے لکھئے تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔ معاویہ نے سمجھ لیا کہ مروان نال مثل کر رہا ہے۔ اس لئے لکھا کہ تمہیں گورنری سے معزول اور سعید بن عاص کو متعین کیا جاتا ہے۔ مروان خط پڑھتے ہی آگ بگولہ ہو گیا۔ اپنے خاندان اور بنی کنانہ کو جو اس کے نہالی رشد دار تھے جمع کر کے ان سے شکوہ ریز ہوا کہ بغیر کسی سے مشورہ لئے بیعت یزید کی سعی کر رہا ہے۔ بنی کنانہ نے اس سے کہا کہ ہم تمہارے تیر و تگوار ہیں تم جس سے کہو گے اس سے جنگ کریں گے۔ مروان ان لوگوں کو ساتھ لے کر دمشق پہنچا۔ دربان نے مروان کے ساتھ انبوه کثیر دیکھ کر داخلے کی اجازت نہیں دی۔ مروان نے دربان کی اچھی طرح پٹائی کر دی اور دربار میں داخل ہو گیا۔ اور بعنوان خلیفہ سلام کر کے معاویہ سے کہا۔ پھر تقریر میں خدا کی قدرت کا تذکرہ کر کے کہا کہ کوئی بھی قدرت خداوندی سے باہر نہیں جاسکتا۔ ہم نے تمہاری ہر طرح مدد کی اب تم راہ راست سے بھٹک رہے ہو۔ دیکھو چھو کروں کو عنان حکومت تمہارے اسلام کی تباہی کا سامان مت کرو۔

معاویہ کو مروان کی باتوں پر غصہ تو بہت آیا لیکن غصہ کو پی کر نرمی سے مروان کا ہاتھ تھام کر بھینچا پھر کہا: خدا نے ہر حقدار کا حق معین کیا ہے۔ اور تجھے معزز و محترم قرار دیا ہے۔ تمہارے آنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ سر آنکھوں پر رہو۔ تم میرے بعد دوسرے نمبر کے آدمی ہو۔ پھر اسے اور تمام وفد کے ارکان کو انعام و جائزہ سے نوازا اور مروان کا ہزار دینار مشاہرہ معین کر دیا۔ سب کو ایک ایک لاکھ فوراً عطا فرمایا۔

سعید بن عاص کے نام معاویہ کا خط

معاویہ نے گورنر مدینہ سعید کو خط لکھا کہ لوگوں کو بیعت یزید کی دعوت دے اور جو لوگ آمادہ ہوں یا

انکار کریں انکے نام لکھ بھیجو۔ خط ملتے ہی سعید نے سختی سے عمل کیا۔ لیکن چند کے علاوہ کسی نے بیعت نہ کی۔ خاص طور سے بنی ہاشم کی ایک فرد نے بھی بیعت نہ کی۔ سعید نے تمام واقعہ معاویہ کو لکھ بھیجا کہ لوگ اس سے کترار ہے ہیں۔ بنی ہاشم کی تو ایک فرد نے بھی بیعت نہ کی۔ سب سے زیادہ مخالفت میں آگے آگے عبد اللہ بن زبیر ہے۔ اگر میرے پاس معتد بہ جنگی سوار ہوتے تو اسے دھر پکڑتا۔ اب آپ آکر حالات سے پٹنیے۔

معاویہ نے ابن عباس، ابن زبیر، عبد اللہ بن جعفر اور امام حسین کو خطوط لکھے اور سعید کو تاکید کی کہ ان کے جوابات میرے پاس جلد ارسال کرو۔ سعید نے جواب دیا: تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ مدینے والے قطعی بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ خاص طور سے بنی ہاشم۔ ابن زبیر کی رائے بھی معلوم ہو چکی ہے۔ دوسرے رؤساء کو خط لکھ کر ان کے جواب میرے پاس بھیجو۔ سب سے نرمی و عطف سے پیش آؤ۔ اپنا ارادہ مستحکم رکھنا، خاص طور سے امام حسین کا احترام ملحوظ رکھنا کیوں کہ وہ تمہارے رشتہ دار ہیں اور ان کا عظیم حق ہماری گردنوں پر ہے۔ کسی مسلمان کو ان کے حق سے انکار کی مجال نہیں۔ وہ شیر دل و بہادر بھی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر تم ان سے بحث و مباحثہ پر آمادہ ہوئے تو شکست کھا جاؤ گے۔ لیکن ابن زبیر درندہ ہے وہی روڑا اٹکائے گا۔ اس سے احتیاط برتو۔ میں خود بھی جلد ہی آ رہا ہوں۔ والسلام (۱)

امام حسین کی رشتہ داری اور حق عظیم کا اعتراف بڑی بات ہے۔ لیکن جن لوگوں کے سامنے صرف دنیا ہو وہ آخرت کے اندھے ہو جاتے ہیں۔ اخلاقی دلوالیہ پن، صلہ رحم اور حق شناسی کے تمام وسائل سدود کر دیتا ہے۔

معاویہ کا خط حسینؑ کے نام

مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے ایسے کام کئے ہیں جنکا مجھے گمان بھی نہ تھا۔ ایسے شخص کی بیعت کو باقی

رکھنا جو سب سے زیادہ حقدار ہے آپ اس سے رخ نہ موڑیے۔ ورنہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خدا سے ڈریئے اور امت کو فتنہ میں مبتلا نہ کیجئے۔ اپنی اور دین محمدی کی مصلحتوں کا خیال رکھئے۔ کہیں بے ایمان لوگ آپ کو راہ راست سے دور نہ کر دیں۔

امام حسینؑ نے جواب دیا: تمہارا خط ملا، تمہارے لکھنے کے مطابق میں نے کچھ ایسے کام کئے ہیں جنکا تمہیں گمان بھی نہ تھا۔ انسان کو راہ راست کی توفیق صرف خدا ہی دیتا ہے۔ تم سے جن پھلخوروں نے میرے خلاف باتیں کیں ہیں وہ گمراہ ہیں۔ میں جنگ یا اختلاف کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تم نے جن مقدمات کو پانچا لیا ہے اور تمہاری ظالم ٹولی نے جو خون بہائے ہیں میں ان سب کو دیکھ رہا ہوں۔ (۱)

معاویہ نے عبد اللہ ابن جعفر کو خط لکھا کہ تم جانتے ہو کہ میں تمہیں دوسروں پر ترجیح دیتا ہوں، تمہارے خاندان پر میری عنایت کی نظر ہے لیکن مجھے تمہارے متعلق ناخوشگوار اطلاع ملی ہے۔ اگر تم نے بیزید کی بیعت کی تو شکریہ ادا کرونگا اور اگر بیعت سے کتر اؤ گے تو مجبور کرونگا۔

عبد اللہ ابن جعفر نے جواب دیا کہ تم نے لکھا ہے کہ تم مجھے دوسروں پر ترجیح دیتے ہو اگر ایسا کرتے ہو تو اپنی خوش بختی کا سامان کرتے ہو اور اگر ہاتھ روکتے ہو تو تفسیر کرتے ہو۔ تم نے لکھا ہے کہ مجھے بیعت کے لئے مجبور کیا جائیگا تو سن لو اپنی جان کی قسم! کل میں نے تمہیں اور تمہارے باپ کو اسلام لانے کے لئے مجبور کیا تھا۔ اور تم بے رغبت اور اضطراب کی حالت میں مسلمان ہوئے تھے۔ (۲)

معاویہ نے عبد اللہ ابن زبیر کے خط میں کچھ اشعار لکھ کر بھیجے کہ جن کا مفہوم یہ تھا کہ میرے حلم سے تم بہت زیادہ گستاخ ہو گئے ہو، تم دو غلا پن کر رہے ہو۔ تم سے پہلے ابلیس نے بھی دو غلا پن کیا تھا اور اس نے خود اپنا ہی نقصان کیا۔ چنانچہ وہ معزز و محترم تھا پھر ملعون ہو گیا۔

ابن زبیر نے جواب میں یہ اشعار لکھے کہ ہم اس خدا کی پرستش کرتے ہیں جس نے ظالموں کو رسوا کیا۔ جو شخص خدا کے حلم کے مقابلے میں گناہ کی جسارت کر رہا ہے کیا وہ مغرور ہو گیا ہے۔ اگر تم نے

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۳۱ (ج ۱ ص ۱۵۵) بحمہ الرسالہ ج ۳ ص ۶۷

۲۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۳۷-۱۳۸ (ج ۱ ص ۱۵۵-۱۵۴)

اپنے منصوبے پر عمل کیا تو میں تلوار سے جواب دوں گا۔ (۱)

مدینے میں بیعت یزید

معاویہ نے سن ۵۵ھ میں حج کا سفر کیا اور سن ۵۷ھ میں عمرہ کا سفر کیا۔ دونوں سفر میں اس کا خاص مقصد یزید کی بیعت کے لئے فضا ہموار کرنا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں بات چیت کی اور اصحاب نیز معزز شخصیتوں سے تبادلہ خیال کیا۔ مورخین نے ان دونوں سفر کو باہم گڈ بڑ کر دیا ہے۔

پہلا سفر

ابن قتیہ (۲) کے مطابق بیعت یزید کا تذکرہ نہیں کیا، جب مدینے آیا لوگ اس کے استقبال کے لئے آئے۔ عبد اللہ ابن عباس، عبد اللہ ابن جعفر، عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن زبیر کے پاس آدی حج کر بلوایا۔ پھر اپنے دربان کو حکم دیا کہ جب تک یہ لوگ میرے پاس موجود رہیں کسی کو بھی اندر نہ آنے دینا۔ جب یہ لوگ بیٹھے تو معاویہ نے شکر خدا ادا کرنے کے بعد رسول خدا پر صلوات پڑھی پھر کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ یزید کو اپنا جانشین بنا دوں۔ مجھے امید ہے کہ تم لوگ بھی اسے پسند کرو گے۔ میں حسن و حسین کی موجودگی میں اس لئے یہ بات نہیں رکھنا چاہتا کہ یہ لوگ فرزند رسول ہیں۔ اب تم لوگ امیر المؤمنین کے سامنے صحیح رائے پیش کرو۔

عبد اللہ ابن عباس نے حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا کہ ہم نے تمہاری بات سن لی۔ خدا نے اپنے رسول کو وحی کے ذریعہ امت کی تبلیغ پر مہین کیا۔ اس لئے انھیں کے خاندان کے لوگ حکومت کے زیادہ سزاوار ہیں۔ امت کو حکم رسول کی اطاعت کرنی چاہیے۔

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۴۷-۱۳۸ (ج ۱ ص ۱۵۵-۱۵۴)

۲۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۳۸

پھر عبد اللہ ابن جعفر نے تقریر کی کہ قرآن کی روشنی میں یہ خلافت رسول کے قریب تاروں کا حق ہے اور اگر عمر و ابو بکر کے طریقے پر عمل کیا جائے تو خاندان رسول کے افضل شخص کو حکومت اسلامی سپرد کرنی چاہیے۔ خدا کی قسم! اگر لوگوں نے ایسا کیا ہوتا تو اسلام ہمیشہ ترقی پذیر رہتا، اور حکم خدا پر عمل ہوتا رہتا آپس میں اختلاف و کشت و خون بھی نہ ہوتا۔ آپ کو اس سلسلے میں لوگوں کی مصلحتوں کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ قیامت میں آپ سے باز پرس ہوگی۔ آپ نے حسن و حسین کو دعوت نہ دیکر اچھا کام نہیں کیا۔ ان دونوں کی مرضی کے بغیر یہ کام مکمل بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ معدن علم و فضیلت ہیں آپ ماننے یا نہ ماننے۔

پھر عبد اللہ ابن زبیر نے کہنا شروع کیا کہ خدا نے اپنے نبی کے ذریعہ ہمیں اسلام سے بہرہ مند کیا۔ یہ خلافت صرف قریش کا حق ہے جو پسندیدہ کردار سے آراستہ ہوں۔ اس لئے اے معاویہ! آپ کو خدا سے ڈرنا چاہیے اور اپنے اوپر رحم کرنا چاہیے کیونکہ یہ ابن عباس ہیں، عم رسول کے بیٹے اور یہ عبد اللہ ابن جعفر ہیں، ذوالجناحین کے فرزند اور میں ابن زبیر ہوں رسول کی پھوپھی کا بیٹا۔ خود علی نے حسن و حسین جیسے دو فرزند چھوڑے ہیں جنکی عظمت سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ لہذا خدا سے ڈرو۔ اپنے اور ہمارے درمیان تم خود ہی انصاف کرو۔

اس کے بعد عبد اللہ ابن عمر نے تقریر کی کہ خدا نے اپنے رسول کے ذریعے ہمیں عزت و افتخار سے سرفراز کیا۔ یہ خلافت ایرانی اور رومی شہنشاہیت کی طرح نہیں ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو جانشین بنا دے۔ اگر ایسا ہوتا تو اپنے باپ کے بعد میں خلیفہ ہوتا، انھوں نے چھ افراد پر مشتمل شوری کے ذریعے خلیفہ منتخب کر لیا۔ یہ خلافت تمام قریش کا حق ہے اور ان میں جو نیک اور صالح ہو۔ یزید تو قریش کا چھوٹا ہے تمہیں خدا کے سامنے جواب دہی کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

اس وقت معاویہ نے کہا کہ میں نے اپنی بات کہی۔ اور تم نے اپنی بات کہی حقیقت تو یہ ہے کہ باپ تو سدھار گئے اور بیٹے رہ گئے حسین۔ مجھے ان اصحاب کے بیٹوں کے مقابل خود اپنا بیٹا زیادہ عزیز ہے، پھر یہ کہ اگر تم لوگ میرے بیٹے سے ملاقات کرو تو بات کرنے میں تیز طرار پاؤ گے۔ حکومت بنی عبد مناف ہی

کا حق ہے کیوں کہ وہ رسول خدا کے رشتہ دار ہیں۔ لیکن رسول خدا کی وفات کے بعد لوگوں نے ابوبکر و عمر کو بغیر اسکے کہ ان کے خاندان میں بادشاہی رہی ہو منصب حکومت سے سرفراز کر دیا۔ پھر یہ کہ انھوں نے پسندیدہ رو یہ اپنایا۔ اس کے بعد حکومت خاندان عبدمناف میں پلٹ آئی اور قیامت تک اسی خاندان میں رہے گی۔ اے ابن زبیر اور ابن عمر! سن لو، خدا تمہیں اس حکومت سے محروم کر چکا ہے۔ لیکن میرے یہ دونوں چچیرے بھائی (ابن عباس اور عبد اللہ بن جعفر) حکومت سے بہر حال وابستہ رہیں گے۔ انشاء اللہ

پھر کوچ کا حکم دیا اور کوئی بیعت یزید کی بات نہیں کی۔ مخالف اور موافق لوگوں کے وظائف بھی بند نہیں کئے۔ شام واپس چلے گئے۔ ۵ھ تک بالکل خاموش رہے۔ (۱)

اس تاریخی تذکرہ میں عبدالرحمن بن ابی بکر کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ لیکن ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ حسین بن علیؑ و ابن زبیر کے ساتھ عبدالرحمن بن ابی بکر نے بھی تقریر کی اور کہا کہ یہ خلافت رومی اور ایرانی شہنشاہیت نہیں ہے۔ بخدا! میں ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔

اس واقعے کو دوسری طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب معاویہ حج کے قصد سے وارد مدینہ ہوئے تو مدینہ کے جوان، بوڑھے، عورت و مرد سبھی پیادہ و سوار استقبال کے لئے نکل پڑے۔ معاویہ نے جمعیت سے ملاقات کی اور نرم کلامی اور رضاجوئی کی ہر ممکن سعی کی۔

خوہا مدینہ والوں سے کہا کہ فقط آپ حضرات کی محبت اور شوق ملاقات میں یہ طویل اور تھکا دینے والا سفر کیا ہے تاکہ مجاواران رسول اکرم کی زیارت کر سکیں۔ جواب میں بہت سے لوگوں نے خوہا مدینہ باتیں کیں۔ جرف تک پہنچے تو امام حسینؑ اور ابن عباس بھی استقبال کے لئے آگئے۔ دونوں کی طرف اشارہ کر کے معاویہ نے کہا: یہ دونوں سرور ابنی عبدمناف ہیں۔ پھر ان دونوں سے خصوصی توجہ کے ساتھ باتیں کرنے لگے۔ اعزاز و اکرام کے تمام لوازمات برتنے لگے۔ کبھی ان دونوں سے خصوصی توجہ کے ساتھ باتیں کرنے لگے اعزاز و اکرام کے تمام لوازمات برتنے لگے کبھی ان سے گفتگو کرتے، کبھی ان سے۔ مدینہ آئے تو امام حسینؑ و ابن عباس اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔ اور معاویہ حضرت عائشہ سے

ملنے چلے گئے۔ عائشہ نے اندر آنے کی اجازت دی تو وہاں صرف عائشہ کا خادم ذکوان تھا۔ عائشہ نے کہا: تمہیں ڈر نہیں لگا کہ میں اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کا بدلہ لینے کے لئے کسی کو تمہاری گھات میں بٹھا دیتی جو تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ معاویہ نے کہا: آپ ایسا ہرگز نہ کرتیں، پوچھا: وہ کیسے؟ جواب دیا: چونکہ میں بیت رسول خدا میں آیا ہوں جو اس کا گھر ہے۔ پھر عائشہ نے حمد الہی کے بعد کہا کہ تمہیں ابو بکر و عمر کی پیروی کرنا چاہئے۔ معاویہ نے اپنا منہ بند ہی رکھا اس ڈر سے کہ عائشہ کی طراری کے آگے ان کی چل نہیں سکتی۔ خوشامدانہ لہجہ میں کہا کہ اے ام المومنین! آپ نے ہمیں خدا و رسول کو بھجوا دیا، دین کی معرفت کرائی، آپ اس لائق ہیں کہ آپ کی ہر حال میں اطاعت کی جائے لیکن بیعت یزید کا واقعہ تقدیر خداوندی سے وقوع پزیر ہو گیا۔ لوگوں کو اب اس میں کوئی اختیار نہیں رہ گیا ہے۔ کیوں کہ سب لوگ اس کی بیعت کر چکے ہیں۔ اطاعت کا فائدہ گردن میں باندھ چکے ہیں۔ عائشہ نے دیکھا کہ یہ بیعت یزید کا مصمم ارادہ کر چکا ہے کہنے لگیں کہ دیکھو خدا سے ڈرو اور مسلمانوں کے حق میں نامناسب رویہ اختیار نہ کرو عجلت پسندی کا نتیجہ خراب ہوگا۔ معاویہ اٹھنے لگے تو عائشہ نے کہا کہ تم نے حجر اور ان کے نیک و پارسا ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ اس معاملہ کو ہم پر اور حجر پر چھوڑ دیجئے، ہم قیامت میں سمجھ لیں گے۔ ذکوان کے بازوؤں کا سہارا لئے گھر سے باہر آئے۔ اور کہا کہ بعد رسول! ایسا سخور میں نے نہیں دیکھا۔ اور اپنی قیام گاہ میں پہنچ گئے۔ پھر کسی کو بھیج کر امام حسین کو بلوایا اور تنہائی میں ملاقات کر کے کہا: بھتیجے! تمام لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے سوائے پانچ قریشیوں کے جنکی رہبری تم کر رہے ہو۔ پیارے بھتیجے! آخر کیوں مخالفت پر کمر بستہ ہو۔ امام حسین نے فرمایا: انھیں بھیج کر بلاؤ، اگر انھوں نے بیعت کر لی تو میں بھی کر لوں گا، ورنہ عجلت پسندی مت دکھائیے۔ معاویہ نے یہ بات کسی سے بھی نہ کہی۔ راستے میں ابن زبیر نے آدی ہٹھا رکھا تھا کہ جب حسین ملاقات کر کے واپس آئیں تو مجھے مطلع کرنا۔ اس شخص نے امام حسین سے پوچھا: آپ کے بھائی زبیر نے پوچھا ہے کہ وہاں کیا واقعہ پیش آیا اور تفصیل پوچھنے میں بہت زیادہ اصرار کیا ہے۔

پھر معاویہ نے ابن زبیر کو بلوایا اور خلوت میں وہی بات کہی۔ زبیر نے بھی وہی کہا کہ آپ انھیں

بلوایئے اگر انھوں نے بیعت کی تو میں بھی کر لوں گا۔ پوچھا: کیا ایسا ہی کرو گے؟ جواب دیا: ہاں۔ معاویہ نے اس کی خبر کسی کو نہ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ابن عمر کو بلوایا اور خلوت میں ان دونوں سے بھی زیادہ نرم کلامی سے گفتگو کی اور کہا کہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں امت محمد کو اس طرح چھوڑ جاؤں جیسے بغیر چرواہے کے بکریوں کا جھنڈ ہوتا ہے۔ (ہائے! کیا اس بات کا احساس رسول خدا کو نہ تھا؟ وصیت رسول کو ٹھکرا کر اپنے مطلب کے وقت اسی حقیقت کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ رسول بغیر وصی و جانشین بنائے چلے گئے ہوں گے یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا۔)

تم جنگی سرداری کرتے ہو ان پانچ کے سوا سبھی نے یزید کی بیعت کر لی ہے۔ آخر تم مخالفت پر کیوں کمر بستہ ہو؟ ابن عمر نے کہا: کیا آپ ایسا کام کریں گے جس سے آپ کا مقصد بھی حاصل ہو جائے اور خون بھی نہ بہے؟ معاویہ نے کہا: میں تو یہی چاہوں گا۔ ابن عمر نے کہا آپ عمومی جلسہ کیجئے اگر سب نے بیعت کر لی تو میں بھی کر لوں گا۔ خدا کی قسم! اگر امت کسی جھٹی پر بھی ایکا کر لے تو میں اس کی بیعت کر لوں گا۔ معاویہ نے کہا: کیا ایسا کرو گے؟ ابن عمر کہا: ہاں ایسا ہی کروں گا۔ (۱) پھر عبدالرحمن بن ابی بکر کو بلا کر کہا: آخر تم گناہ میں اپنے ہاتھ کیوں رنکین کر رہے ہو؟ عبدالرحمن نے کہا: میں اس میں اپنی بھلائی سمجھتا ہوں۔ معاویہ نے کہا: خدا کی قسم! میں نے تمہارے قتل کا ارادہ کر لیا ہے۔ عبدالرحمن نے کہا اگر تم نے ایسا کیا تو دنیا میں ذلت پاؤ گے اور آخرت میں جہنم۔ یہ کہتے وہاں سے چلے آئے۔

اس دن معاویہ نے لوگوں کو انعام و بخشش سے نوازنے میں گزارا، لوگوں کی عزت افزائی میں صرف کیا۔ دوسرے دن صبح حکم دیا کہ تخت آراستہ کیا جائے، اس کے اطراف میں کرسیاں لگا دی جائیں تاکہ دربان و مقرران بیٹھیں۔ اس کے برابر اپنے خاندان کے لوگوں کی کرسیاں لگوائیں۔ خود یمنی جامہ زیب تن کئے ہوئے، سیاہ عمامہ لگائے، معطر ہو کر اپنے تخت پر بیٹھے۔ کلرکوں کو نزدیک ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا تاکہ ضروری باتیں نوٹ کرتے جائیں۔ دربان کو حکم دیا کہ کسی کو بھی خواہ کوئی بھی ہو بغیر میری اجازت کے اندر آنے نہ دیا جائے۔ پھر امام حسین اور ابن عباس کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا۔ پہلے ابن

عباس آئے اور سلام کیا۔ معاویہ نے انہیں بائیں طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ بات چیت شروع کی۔ معاویہ نے کہا: خدا نے مزار رسول کی مجاورت سے تم لوگوں کو پوری طرح بہرامند کیا ہے۔ ابن عباس نے کہا: بلکہ اس کے علاوہ بھی ہم لوگوں کو حصے نصیب ہوئے ہیں۔ معاویہ نے یہ باتیں اس لئے کہیں تھیں کہ بات چیت دوستانہ ماحول میں شروع ہو اور بحث و مجادلہ کی نوبت نہ آئے۔ ابھی بات انسان کی سرشت اور عمر کے متعلق ہو رہی تھی کہ امام حسین آگئے۔ معاویہ کی نظر پڑی تو وہ ہنی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر ان کی اور اولاد امام حسن کی احوال پر ہی کرنے لگے۔ امام جواب دے کر خاموش ہو گئے۔ پھر معاویہ نے تقریر شروع کی اور حمد و ثنائے الہی اور درود رسول کے بعد رسول کی دنیا سے بے اعتنائی، شیخین کی خلافت اور تیسرے صاحب کے حادثہ قتل کا تذکرہ کیا۔ پھر کہا کہ تمہیں پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ یزید کی بیعت کے لئے کوشش کی جا رہی ہے تاکہ معاشرتی وحدت برقرار رہے۔ تم دونوں بھی قرابت رسول رکھتے ہو، علم و شجاعت سے آراستہ ہو، لیکن میں نے یہ باتیں یزید میں زیادہ دیکھی ہیں۔ پھر یہ کہ وہ واقف سنت رسول اور واقف قرآن ہے، اس کا حلم پتھر کو بھی موم کر دیتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ معصوم رسول نے جنگ ذات السلاسل میں عمر ابو بکر کو اکابر صحابہ کے مقابل سربراہ لشکر بنایا۔ ان کی سیرت ہمارے لئے اسوہ ہے۔ اے بنی عبدالمطلب ہمارے اور تمہارے مفادات مشترک ہیں۔ اس نشست میں ہم تم سے انصاف کی توقع کرتے ہیں۔ اب تم لوگ اپنی اپنی رائے ظاہر کرو۔

جواب میں ابن عباس کھڑے ہونا چاہتے تھے کہ امام حسین نے انہیں بٹھا دیا اور فرمایا: چوں کہ معاویہ کا زیادہ تر روئے سخن میری طرف تھا اس لئے مجھ کو جواب دینے دو کہ زیادہ تہمت مجھ کو لگائی گئی ہے امام نے فرمایا:

اما بعد: اے معاویہ تم رسول خدا کی جس قدر بھی مدح کرو ان کے بے شمار محاسن کے مقابل کم ہی ہوگا۔ تم حقیقت کو چھپا نہیں سکتے۔ صبح کی سپیدی نے شام کی سیاہی کو رسوا کر دیا۔ نور خورشید نے چراغ کے نور کو مدغم کر دیا۔ جو لوگ بعد رسول خلیفہ بنے ان کی ضرورت سے زیادہ تم نے ستائش کی اور دوسروں پر جفا کی۔ تم انصاف سے قطعی دور ہو گئے۔ اگر واقعی صاحب فضیلت کی بات بیان کی تو شیطان نے تمہیں

دوسرے فضائل کے بیان سے روکا۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے یزید کی سیاست، تدبیر اور دوسرے کمالات کا ڈھونگ رچایا ہے۔ تم اس بارے میں لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ یزید کوئی اجنبی آدمی ہے یا کوئی غائب شخص ہے۔ یا کسی ایسی چیز کی تعریف کر رہے ہو جسے صرف تمہیں جانتے ہو۔ حالانکہ یزید کے چال چلن اور عقیدے کا اظہار خود اس کا وجود ہے۔ اس کی حرکات پر غور کرو دکتوں سے کھیلنا، کبوتر بازی، ہجڑوں کے ساتھ لہو و لعب، ہوس بازی نے اس کے کردار میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ تم کیسے اس قسم کے آوارہ انسان کو ایسے بلند مقام پر فائز کرنا چاہتے ہو۔ خود بھی گمراہ ہو گے اور لوگوں کو بھی بے راہ کرو گے۔ آخرت کو یاد کرو۔

معاویہ نے ابن عباس کی طرف رخ کر کے کہا کہ تمہاری بات تو اس سے بھی تلخ تر ہوگی۔ ابن عباس نے کہا: بخدا! وہ ذریت رسول اور اصحاب کساء کی فرد ہیں، پاک و معصوم خانوادے کے چشم و چراغ ہیں، لہذا تمہیں اپنے ارادے سے باز آنا چاہئے۔

معاویہ نے کہا: میں ہمیشہ بردبار رہا ہوں اور بہترین بردباری یہ ہے کہ خاندان کے لوگوں سے بردباری کی جائے، جاؤ خدا کی پناہ میں۔ پھر عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر کو آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب آگئے تو ابن عمر سے کہا کہ تم تو ہمیشہ کہتے ہو کہ ایک رات بھی بے امام کی بیعت کے نہ گذارنا چاہئے۔ اب میں تمہیں اسلامی وحدت کو برہم نہ کرنے کی تاکید کرتا ہوں تاکہ بعد میں خونریزی نہ برپا ہو۔ یزید کی بیعت ایک تقدیر الہی تھی جو انجام پائی، اب کسی انسان کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں، لوگوں نے بیان محکم باندھ لیا ہے۔ یہ کہنے خاموش ہو گئے۔

ابن عمر نے جواب دیا:

اے معاویہ! تم سے پہلے کے خلفاء کے بھی لڑکے جو تمہارے لڑکے سے بہتر ہیں، جو خیال آج تم اپنے لڑکے کے متعلق رکھتے ہو وہ نہیں رکھتے تھے، انہیں حکومت کے کاموں میں دخل نہ کیا بلکہ امت کی بہتری کے لئے بہترین انسانوں کا انتخاب کیا۔ تمہیں جو اندیشہ ہے میں کبھی وحدت اسلامی پارہ پارہ نہ کروں گا، میں ایسا کام انشاء اللہ ہرگز نہ کروں گا بلکہ لوگ اگر ہم خیال ہو گئے تو میں بھی وہی کروں گا نہ

خون بہنے کا سامان کروں گا، معاویہ نے انہیں دعا دے کر رخصت کر دیا اور کہا کہ تم مخالفت و سرکشی نہ کرو گے۔ پھر اس کے بعد ابن زبیر سے بھی اسی طرح بات کی۔ ابن زبیر نے کہا: تم نے جو اس گستاخانہ ارادے کو محکم کر لیا ہے بخدا!! اب تجھے خدا ہی کے حوالے کرتا ہوں۔ اسی خدا کی قسم! تمہیں اس کام کو شورنی کے حوالے کرنا چاہئے ورنہ اس بیعت کو زیر و زبر کروں گا۔ یہ کہنے جانے لگے تو معاویہ نے دامن تھام کر کہا: ذرا ٹھہرو، اے خدا!! اس کی شرارتوں سے جس طرح بھی ہو مجھے محفوظ رکھ، خبردار اگر تم نے شامیوں کے سامنے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو وہ تمہارا تیا پانچا کر دیں گے۔ پھر کہا کہ تم مکار لومزی ہو جو ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ میں گھسٹی پھرتی ہے، تم نے ہی ان دونوں کو بھڑکایا ہے اور مخالفت پر ابھارا ہے۔ ابن زبیر نے کہا: تم یزید کی بیعت لینا چاہتے ہو بتاؤ تو میں اسکی بات مانوں گا یا تمہاری؟ اگر خلافت سے تھک گئے ہو تو استعفا دے دو اور یزید کی بیعت کر لو، ہم بھی اس کی بیعت کر لیں گے۔

آپس میں بہت زیادہ تبادلہ خیال ہوا۔ آخر میں معاویہ نے کہا:

میں جانتا ہوں کہ تم اپنے کو موت کے منہ میں ڈھکیل رہے ہو۔ پھر ان دونوں کو رخصت کر دیا اور تین دن تک لوگوں سے ملاقات نہیں کی۔ چوتھے روز نکل کر حکم دیا کہ لوگوں کو ایک اہم مسئلے کے لئے جمع ہونے کی خبر دے دو۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ ان متذکرہ چند افراد کو مسجد کے آس پاس بٹھایا۔ حمد و ثنائے الہی کے بعد یزید کے محاسن و فضائل، اس کی قرآنی بصیرت اور حدیث نبوی کا تذکرہ کیا۔ پھر کہا کہ مدینہ والو! میں یزید کی بیعت کے لئے یہاں آیا ہوں۔ ہر شہر و دیہات میں جہاں بھی اس مسئلہ کو پیش کیا گیا، سب نے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا، فقط مدینہ باقی رہ گیا۔ جو تاخیر اور بے توجہی کا مظاہرہ کر رہا ہے مدینہ کے چند سربرآوردہ بیعت سے کترار ہے ہیں۔ بخدا!! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یزید سے بہتر بھی مسلمانوں میں کوئی ہے تو میں اسی کی بیعت لیتا۔

یہ سنتے ہی امام حسین کھڑے ہو گئے اور:

خدا کی قسم! جو شخص یزید اور اس کے ماں باپ سے بھی افضل و بہتر ہے اس کو تم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ معاویہ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ شاید تم اپنے ہی کو مراد لے رہے ہو؟ فرمایا: ہاں۔ معاویہ نے کہا:

ہاں! میں مانتا ہوں کہ تمہاری والدہ یزید کی والدہ سے قطعاً افضل ہیں۔ وہ اگر عام عورت بھی ہوتیں تو اس کی ماں سے افضل ہوتیں لیکن وہ تو دختر رسول بھی ہیں۔ سبقت ایمان اور دینی بصیرت سے سرفراز ہیں لیکن تمہارے باپ نے یزید کے باپ کے مقابل خدا کے یہاں انصاف طلب کیا اور ان کے خلاف فیصلہ صادر ہوا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: تمہاری نادانی کے لئے یہی کافی ہے کہ تم نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دے رکھی ہے۔

معاویہ نے کہا: تم نے اپنے کو یزید سے بہتر کہا ہے۔ بخدا! وہ امت کے حق میں تم سے زیادہ مفید ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا: یہ سراسر بہتان ہے، یزید شراب خوار، ہوس باز اور ذلیل حرکتیں کرنے والا ہے۔ کیا وہ مجھ سے بہتر ہوگا؟

معاویہ نے کہا: ذرا ٹھہرو، اپنے چچیرے بھائی کو گالی نہ دو کیونکہ اگر تمہاری باتیں اس سے کہی گئیں تو وہ تمہیں گالی نہیں دے گا۔ پھر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

لوگو! تم جانتے ہو کہ رسول خداؐ بغیر کسی کو اپنا جانشین معین کئے دنیا سے گذر گئے۔ مسلمانوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ ابوبکر کو خلیفہ بنالیں، ان کی بیعت ہدایت کی بیعت تھی، انہوں نے قرآن و سنت پر عمل کیا، اپنے بعد عمر کو نامزد کیا اور عمر نے چھ آدمیوں کی کمیٹی تشکیل دی، بنا بریں ابوبکر نے وہ کیا جو رسولؐ نے نہیں کیا تھا، عمر نے وہ عمل کیا جو ابوبکر نے نہیں کیا تھا۔ سب کے پیش نظر مسلمانوں کی مصلحت تھی۔ اسی لئے میں بھی مصالح المسلمین کے پیش نظر یزید کی بیعت لینا چاہتا ہوں کہ میرے بعد گذشتہ اختلافات کا سد باب ہو جائے۔ (۱)

بیعت یزید کی سعی میں دوسرا سفر

ابن اشیر کے مطابق جب عراق اور شام والوں نے یزید کی بیعت کر لی تو معاویہ نے ایک ہزار جنگجو

سواروں کے ساتھ جاز کارخ کیا۔ مدینے کے قریب امام حسین کے ہمراہ لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ معاویہ نے امام کو دیکھا تو کہا: نہ سلام نہ علیک

تم اپنے کو موت کے منہ میں ڈھکیل رہے ہو۔ امام نے فرمایا: ذرا سنبھل کے بولو، نامناسب بات زبان سے نہیں نکالنی چاہئے۔ معاویہ نے کہا: بلکہ تم اس سے بدتر کے حقدار ہو۔

ابن زبیر استقبال کے لئے آئے تو اس سے بھی کہا: نہ سلام نہ علیک، میں ایک حیوان کو دیکھ رہا ہوں جو سوراخ میں منہ چھپائے اپنی دم سے جنگ کر رہا ہے، ذرا دیر میں اس کی دم پکڑ کر کمر توڑ دی جائے گی، اسے نکال باہر کرو۔ معاویہ کے آدمیوں نے اس کی سواری پر چابک مارا اور وہ واپس چلے گئے۔

عبدالرحمن بن ابی بکر سے بھی کہا: نہ سلام نہ علیک، بڑھے کی عقل ماری گئی ہے۔ اس کو بھی حکم دیا کہ نکال باہر کر دو۔ عبداللہ بن عمر کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا۔ جو لوگ ساتھ آئے تھے ان کی طرف بھی اعتنائہ کی اور مدینہ داخل ہو گئے۔ لوگ اذن باریابی سے محروم ہوتے رہے، نہ بات چیت کی۔ نتیجہ میں مکہ جا کر قیام پذیر ہوئے۔

معاویہ نے مدینہ میں تقریر کر کے یزید کی ستائش و تعریف کے پل باندھے، کہنے لگے: اس کے ہوتے کون حقدار خلافت ہو سکتا ہے؟ میرے خیال میں کچھ لوگ مخالفت کر کے اپنے سر مصیبت اونٹیل رہے ہیں۔ اگر میری نصیحت انہیں فائدہ پہنچا سکے تو میں نے ان کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ پھر عائشہ سے ملنے گئے۔ وہ سن چکی تھیں کہ معاویہ نے امام حسین اور ان کے رفقاء کو دھمکی دی ہے کہ اگر بیعت نہ کی تو قتل کر دوں گا۔

معاویہ نے عائشہ سے ان کی شکایت کی۔ عائشہ نے کہا: میں نے سنا ہے کہ تم نے انہیں قتل کی دھمکی دی ہے۔ معاویہ نے کہا: ام المومنین! وہ لوگ میری نظر میں محترم ہیں لیکن میں نے یزید کی بیعت کر لی ہے، میرے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی کر لی ہے، آپ کا کیا خیال ہے، کیا میں اپنی بیعت توڑ دوں؟ عائشہ نے کہا: ان کے ساتھ نرمی و مہربانی کا برتاؤ کرو شاید اچھے حالات پیدا ہو جائیں۔

معاویہ نے کہا: اب میں ایسا ہی کروں گا۔ اس کے بعد کہا کہ تمہیں کیسے اطمینان ہو گیا کہ میں تمہیں

ابن قتیہ نے بھی معاویہ کا محافظوں اور گارڈوں کے زرخے میں دھوکہ دے کر بیعت یزید لینے کا حال لکھا ہے۔ شرکاء بزم میں امام حسینؑ، ابن عمر، ابن زبیر، ابن عباس اور عبدالرحمان بن ابی بکر تھے۔ معاویہ نے ان لوگوں کو پہلے ہی اپنے اس کاروائی کی اطلاع دے دی تھی۔ گھر سے نکلے تو ان سب کے ہمراہ ہنستے اور بات کرتے ہوئے مسجد تک گئے۔ امام حسینؑ کو جامد زرد، ابن عباس کو جامد سبز، ابن عمر کو جامد ابریشمی، ابن زبیر کو بھی جامد ابریشمی سرخ حلقوں سے نوازا، درمیان میں ایسی حرکتیں کرتے جاتے تھے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بھی خوش اور راضی ہیں اور پھر متذکرہ ڈرامہ کیا۔

مکہ جاتے ہوئے جب مقام روحاء پہنچے تو ابن عباس نے ان سے ملاقات کرنی چاہی۔ معاویہ نے اجازت نہ دی، خواب سے چونکے تو پوچھا: کون شخص منتظر ملاقات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عبداللہ بن عباس۔ حکم دیا: ان کو سواری سمیت یہاں تک لاؤ۔ ابن عباس نے پوچھا: اب کہاں جا رہے ہیں؟ جواب دیا: مکہ۔ ابن عباس نے کہا: آپ نے تمام قبائل کو جائزہ و انعام دیا ہمیں کیوں نہ دیا؟ معاویہ نے کہا: جب تک تمہارے سردار بیعت نہ کریں گے تمہارے وفاق بند رہیں گے۔ ابن عباس نے کہا کہ ابن زبیر نے بھی بیعت نہ کی لیکن تم نے بنی اسد کا وظیفہ بند نہیں کیا، ابن عمر نے بھی بیعت نہ کی لیکن بنی عدی کا وظیفہ نہیں روکا

اگر میرے سردار نے بیعت نہ کی تو دوسروں نے بھی نہیں کی، اس سے ہمارا کیا ربط ہے؟ معاویہ نے کہا: دوسروں میں اور تم میں فرق ہے۔ بخدا! جب تک تمہارے سردار بیعت نہ کریں، ہم وفاق نہ دیں گے۔ اس وقت ابن عباس نے سواحل شام کے لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کی دھمکی دی اور معاویہ نے ڈر کے مارے وفاق جاری کرنے کا حکم دے دیا۔ مقام روحاء سے سب کا وظیفہ ارسال کیا۔ (۱)

اس شرمناک واقعہ ”بیعت یزید“ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ڈرامہ دھونس، دھمکی، دھوکہ، تہمت و افتراء، جھوٹ اور قتل و غارت گری کے سہارے رچایا گیا۔ معاویہ نے بیعت یزید کے لئے کسی کو

دھمکی دی، کسی کو گورز بنایا، کسی کو قتل کیا، کہیں درہم و دینار لٹائے لیکن اکثر اس میں ایسے بھی نظر آئے جن کے پائے استقامت میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ لیکن اس سے فائدہ ہی کیا جب کہ اہل سنت حضرات ان کی پیروی نہیں کرتے۔ امام حسینؑ فرزند رسولؐ اور عصمت و طہارت کی آغوش کے پروردہ تھے، آپ نے اس شرمناک بیعت کی ہر ممکن مخالفت کی، لوگوں کو چوکنا کیا کہ اس سے مسلمانوں کے مصالح عمومی خاک میں مل جائیں گے، لوگوں کو برسریکا ہونا چاہئے۔ آپ نے کوئی پرواہ نہ کی کہ لوگ ہماری باتوں پر کان دھرتے ہیں یا نہیں۔ آپ کی اطاعت کر رہے ہیں یا نہیں۔ آپ نے اپنی ذمہ داری نبھادی، لوگوں کو باخبر کر دیا۔

آپ نے معاویہ کی تہمت اور دوسروں کی سرزنش کی ذرا بھی پرواہ نہ کی، آپ مسلسل احتجاج کرتے رہے یہاں تک کہ معاویہ اپنے شرمناک گناہ لئے جہنم واصل ہو گیا۔ امام حسینؑ اس حال میں خدا سے ملاقی ہوئے کہ آپ نے اپنی ذمہ داری باحسن و جوہ نبھائی اور رضائے الہی کی ابدی سعادتوں سے سرفراز ہوئے۔ امام حسنؑ کی طرح امام حسینؑ بھی قیتل بیعت ہوئے۔ اسی بیعت کی وجہ سے اسلام پر بے شمار شحوتیں برس پڑیں، کعبہ پر چڑھائی، واقعہ حرہ، ناموس مدینہ کی بے حرمتی اور واقعہ کربلا کا اندوہناک حادثہ جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس واقعہ شہادت کے بعد ہر وابستہ رسولؐ کی آنکھیں قیامت تک آنسو بہاتی رہیں گی۔ ولی عہد ایسا شخص ہوا تھا جو نہ صرف یہ کہ اس مقام خلافت کا اہل نہ تھا بلکہ پست ترین رذائل کا مجموعہ، بے حیائی کا مجسمہ، شراب و شباب کا رسیا اور تمام قسم کی رسوائیوں کا پتلہ تھا۔

اکثر پاک نفس افراد نے یہی گواہی دی چنانچہ مدینہ کا وفد جس میں عبداللہ بن حظلہ غسیل الملائکہ، عبداللہ بن ابی عمرو، منذر بن زبیر اور دیگر اعیان مدینہ تھے۔ یزید نے ان کا بڑا احترام کیا، بڑی خاطر تواضع کی۔ ان میں منذر کے علاوہ سبھی نے مدینہ واپس آ کر یزید کے پاپ بیان کرنا شروع کر دیئے۔ انہوں نے کہا: ہم ایسے شخص کے پاس سے آ رہے ہیں جو بے دین، کینروں کا رسیا، گویوں کا شیدا، کتوں کا شوقین اور نہایت اوباش ہے۔ نتیجہ میں مدینہ والوں نے بیعت کا فائدہ گردن سے اتار پھینکا۔ (۱)

۱۔ تاریخ طبری ج ۷ ص ۴ (ج ۵ ص ۳۸۰ ح ۱۶۲)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۵۸۸ ح ۱۶۱)؛ البدایہ والنہایہ

ج ۸ ص ۲۱۶ (ج ۸ ص ۲۳۵ ح ۱۶۲)؛ فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۹ (ج ۱۳ ص ۷۰)

بزرگ صحابی رسول عبد اللہ بن حظلہ واقعہ حرہ ہی میں شہید ہوئے، آپ نے اپنی تقریر میں یزید کے ترک نماز، شراب خواری اور ماں، بہن، بیوی میں تمیز نہ کرنے کے صفات کا تذکرہ کر کے کہا کہ اگر لوگ میرا ساتھ دیں تو اس کے خلاف جہاد کروں۔ (۱)

منذرنے کہا کہ یزید نے مجھے ایک لاکھ رشوت دی ہے اس لئے اس کی بد کرداریاں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ بخدا وہ شراب پیتا ہے، مستی میں نماز بھی چھوڑ دیتا ہے۔ (۲)

عتبہ بن مسعود نے ابن عباس سے کہا: انتہائی شرابی وہ ہوں باز یزید کی آپ بیعت کریں گے؟ ابن عباس نے فرمایا: چھوڑو بھی، ابھی اس سے بھی بدتر کہنے آئیں گے جن کی تم لوگ بیعت کرو گے، میں نے تمہیں منع کیا لیکن تم اس کے مرتکب ہوئے، دیکھو گے کہ ایک قریشی دار پر چڑھایا جائے گا (مطلب تھا عبد اللہ بن زبیر) (۳)

یزید کے سیاہ کارنامے عالم لوگوں سے پوشیدہ نہ تھے تو کیا اس کے باپ معاویہ سے پوشیدہ ہوں گے؟ وہ صالح صحابہ کے درمیان اس کی مدح سرائی کرتا ہے، جب کہ خود معاویہ نے ایک خط میں یزید کو بہت سرزنش کی۔

اے یزید سمجھ لو کہ شراب کی مستی سے شکر خدا کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ وہ خدا کی مسلسل عنایات نظر انداز کرنے لگتا ہے۔ یاد رکھو یہ سب سے بڑی مصیبت ہے کہ انسان نماز کو اس کے وقت پر نہ پڑھے۔ شراب خواری ہی کی وجہ سے انسان نماز کو ترک کرتا ہے، دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان برے کام کو اچھا سمجھنے لگتا ہے اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگتا ہے، جو کام تمہاریوں میں کرنا چاہئے اسے اعلانیہ کرنے لگتا ہے۔ بنا بریں اپنے کو تمہاریوں میں پاپ کرنے سے بے خوف نہ ہو جاؤ، اپنے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۷۲ (ج ۲ ص ۲۷۹ نمبر ۳۲۷) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۱۴۷) تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۵

(ج ۲ ص ۵۸۸ ص ۶۲) الاصابہ ج ۲ ص ۲۹۹ (نمبر ۴۶۳)

۲۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۵۸۸) البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۶ (ج ۸ ص ۲۳۶ حوادث ج ۲ ص ۶۲)

۳۔ الامت والعیارہ ج ۸ ص ۱۶۷ (ج ۱ ص ۱۷۴)

برے کاموں کو چھوڑ دو۔

انہیں مشہور رذائل اور خباثت کی وجہ سے حسن بصری نے کہا ہے کہ معاویہ کا یزید کو جانشین نامزد کرنا چار عظیم ترین پاپ میں سے ایک ہے۔

۱۵۔ صفحات تاریخ پہ معاویہ کے سیاہ کارنامے

معاویہ کی تمام منحوس زندگی پاپ سے بھری ہے۔ ہم یہاں صرف چند نمونے پیش کرتے ہیں: ایک طویل عرصہ تک امیر المومنین حضرت علی پر سب و شتم، گالی گلوچ کی رسم جاری کی نماز جمعہ و عیدین نیز قنوت میں لعنت کو ضروری قرار دیا (۱) اپنے گورنروں اور کارندوں کو حکم دیا کہ اسی بات پر بیعت لیں، جس نے سرتابی کی اسے سزا دی۔

۱۔ مسلم و ترمذی نے عامر بن سعد بن وقاص کی روایت نقل کی ہے کہ معاویہ نے سعد سے کہا: تم علی پر سب و شتم کیوں نہیں کرتے؟ جواب دیا: میں نے ان کے متعلق ایسی قیمتی احادیث سنی ہیں کہ مجھے عظیم نعمتوں سے بھی عزیز تر ہیں۔ پھر حدیث منزلت، حدیث روایت اور واقعہ مباحلہ نقل کیا۔ معاویہ کو مدینہ میں جب تک سعد زندہ رہے کلمہ بخش ادا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ (۲)

طبری نے اس روایت کو ابن نجیح سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے سعد کو اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر سب و شتم شروع کر دیا۔ سعد اعتراض کر کے جانے لگے اور متذکرہ تینوں روایات بیان کیں۔

مسعودی نے اس واقعہ کو طبری سے نقل کر کے لکھا ہے کہ سعد جانے لگے تو معاویہ نے زور دار ریاچ خارج کی اور کہا: بیٹھو اور جواب بھی سن لو کہ جب تمہیں یہ احادیث یاد تھیں تو ان کی جمل و صفین میں مدد

۱۔ الحلی ابن حزم ج ۵ ص ۸۶، بدائع الصانع ج ۱ ص ۲۷۶ شرح سنن ابن ماجہ سنن ابی حنیفہ ج ۱ ص ۳۸۶، المصنف عبد الرزاق (ج ۳ ص ۲۸۳ حدیث ۵۶۳۶) نیل الاوطار شوکانی ج ۳ ص ۳۶۲ (ج ۳ ص ۳۳۵) شرح معانی ج ۱ ص ۳۳۳ (ج ۱ ص ۳۶۲)

۲۔ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۴۰ (ج ۵ ص ۲۳ حدیث ۳۲ کتاب فضائل الصحابہ) سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۱ (ج ۵ ص ۵۹۶ حدیث ۳۷۲۳) المعاد رک علیٰ محمد ج ۳ ص ۱۰۹ (ج ۳ ص ۱۱۷ حدیث ۲۵۷۵)

کیوں نہ کی؟ عثمان کے بعد ان کی بیعت کیوں نہ کی؟ اگر میں نے یہ حدیث رسول سنی ہوتی تو ہمیشہ علی کی جوتیاں سیدھی کرتا رہتا۔ سعد نے جھلا کر کہا کہ جس جگہ تم بیٹھے ہو اس کا میں زیادہ حقدار ہوں۔ معاویہ نے کہا: بنی عذرہ اسے قبول نہ کریں گے۔ لائق توجہ بات یہ ہے کہ سعد قبیلہ بنی عذرہ سے تھے۔

ابن کثیر کے مطابق سعد کی روایت کو معاویہ نے ام سلمہ سے پوچھا اور انھوں نے تصدیق کی۔ تب معاویہ نے کہا: اس سے پہلے میں نے حدیث سنی ہوتی تو مرتے دم تک علی کی چاکری کرتا۔ (۱)

معاویہ نے سفید جھوٹ بولا ہے کہ اسے ان مشہور احادیث کو نہیں سنا تھا کیونکہ یہ حدیث خواص کے علاوہ عوام کے بھی زبان زد تھی۔ میں نے مان لیا کہ جنگ خیبر میں معاویہ مشرکوں کی فوج میں تھا۔ حدیث منزلت کو تو متعدد مواقع پر بلکہ آخری زمانوں میں بھی فرمایا ہے۔ (۲)

جنگ تبوک میں اور روز غدیر خم تو معاویہ خود بھی حاضر تھا۔ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کے ساتھ اپنے کانوں سے خود ہی سنا تھا۔ چونکہ وہ ارشاد رسول پر ایمان ہی نہیں لایا تھا اس لئے حکم کے خلاف علی سے جنگ کی اور اس نے حضرت علی پر سب و شتم کی قبیح رسم جاری کی حالانکہ دعائے رسول کو اپنے کانوں سے سنا تھا کہ خدایا جو علی کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھنا جو علی سے دشمنی رکھے تو بھی اسے دشمن رکھنا۔ احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق اس حدیث کو مواخات کے موقع پر بھی فرمایا تھا۔ (۳)

فرض کر لیا کہ واقعہ مباہلہ کے وقت وہ کافر تھا تو کیا اس بعد اس نے قرآن میں آئیہ مباہلہ نہیں پڑھی تھی؟ تھوڑی دیر کے لئے مان لیا کہ معاویہ سچ بول رہا ہے تو کیا اس نے قرآن میں یہ حکم نہیں پڑھا تھا کہ جب مومنین کے دو گروہ جنگ کریں تو ان درمیان صلح کرادو۔ خود معاویہ نے عمار کے متعلق سنا تھا کہ

۱۔ مروء الذهب ج ۱ ص ۶۱ (ج ۳ ص ۲۴) تذکرۃ الخواص ص ۱۲، (ص ۱۸)

۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۷۷ (ج ۸ ص ۸۳ حوادث ۵۵ھ)

۳۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۵ ص ۵۹۶ حدیث ۲۲۳) خصائص نسائی ص ۳۲ (ص ۳۳ حدیث ۱۱) سنن نسائی ج ۵ ص ۱۰۷

حدیث ۸۳۹۹ مروء الذهب ج ۲ ص ۶۱ (ج ۳ ص ۲۴) صحیح مسلم (ج ۵ ص ۲۳ حدیث ۳۲) المسند رک علی اثنین ج ۳

ص ۱۰۸ (ج ۳ ص ۱۱۷ حدیث ۵۷۵۷) ص ۵۰۹ (نمبر ۵۶۸۸) ۶۔ مناقب علی احمد بن حنبل (ص ۱۹۷ حدیث ۲۵۷ ریاض

تھیں باغی گروہ قتل کریگا۔ پھر آخر کیوں جب سعد سے حدیث سن لی اور ام سلمہ سے تصدیق بھی کرائی تو حضرت علیؓ پر لعنت کی رسم قہج بند نہ کرائی۔

جی ہاں! اس نے عشرہ مبشرہ کی فرد سعد سے حدیث سن کر ام سلمہ سے تصدیق بھی کرائی پھر بھی لعنت کی رسم جاری رکھی، گورنروں کو رسم جاری رکھنے کا حکم دیا اور لوگوں کو سننے پر مجبور کیا۔ اس ذلیل حرکت پر مر گیا اور اپنے گناہوں کا پتلا لے لے خدا کے سامنے حاضر ہے۔

۲۔ وفات امام حسنؓ کے بعد معاویہ حج کی غرض سے مدینہ آیا اور منبر سے حضرت علیؓ پر لعنت کی۔ اس سے کہا گیا کہ سعد موجود ہیں وہ اسے پسند نہ کریں گے۔ آدمی بھیج کر ان کی رائے معلوم کرو۔ سعد نے آ کر کہا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو پھر کبھی مسجد میں نہیں آؤں گا۔ معاویہ اپنی حرکت سے باز آ گیا۔ ام سلمہ نے معاویہ کو خط لکھا کہ تم لوگ منبر سے علیؓ اور ان کے دوستوں پر لعنت کرتے ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول خدا انھیں دوست رکھتے تھے۔ لیکن معاویہ نے ان بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ (۱)

۳۔ معاویہ نے عقیل سے کہا کہ علیؓ نے حق برادری نہیں نبھایا اور میں نے رشتہ داری کا حق ادا کیا، اب میں تم سے اسی وقت راضی ہوں گا جب تم منبر پر علیؓ پر سب شتم کرو۔ عقیل منبر پر گئے اور کہا: لوگو! معاویہ نے مجھے علیؓ پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے تم لوگ اس پر لعنت بھیجو۔ سب نے لعنت کی۔ منبر سے نیچے آئے تو معاویہ نے کہا: تم نے تشیخ نہیں کی کہ کس پر لعنت بھیجو۔ فرمایا: بخدا! اس سے ایک کلمہ کم یا زیادہ نہ کہوں گا۔ (۲)

۴۔ معاویہ نے عبید اللہ بن عمر کی خوش آمد کی اور علیؓ پر لعنت کرنے کو کہا اور نیزیہ کہ انھوں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ یاد رکھو وہ علیؓ ابن ابی طالب ہیں، ان کی ماں فاطمہ بنت اسد ہیں، وہ شیر ز بھی ہیں، حکومت عدل کے ساتھ کی۔ اب بتاؤ تو ان کی کس بات کی مذمت کروں۔ صرف انھیں قتل عثمان کا الزام دے سکتا ہوں۔ عمرو عاص نے کہا: اس طرح تو ان کے منہ پر طمانچہ لگا دو گے۔ (۳)

۱۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۱ (ج ۴، ۱۵۹)

۲۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۱۳۳ (ج ۳ ص ۲۱۵) اسطر ف ج ۱ ص ۵۳ (ج ۱ ص ۴۳)

۳۔ کتاب صفین ابن حرام ج ۱ ص ۹۲ (۸۲) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۱۰۰ خطبہ ۴۳)

۵۔ شمر بن حوشب کا بیان ہے کہ معاویہ نے مختلف علاقوں میں علی پر لعنت بھیجنے والے ملازم متعین کئے، آخری مرد انصاری تھا جس کا نام انیس تھا، اس نے لعنت ملامت کے بعد لوگوں سے کہا کہ آج تم لوگوں نے بہت زیادہ سب و شتم کیا۔ میں نے حدیث رسول سنی ہے کہ قیامت میں درخت کے پتوں کی طرح غیروں کی شفاعت کروں گا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ رسول خدا غیروں کی تو شفاعت کریں گے مگر اپنے رشتہ داروں کی نہ کریں گے۔ (۱)

۶۔ ایک بار معاویہ اپنے اعیان و امراء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ احنف بھی تھے۔ حضرت علی پر لعنت ہونے لگی، بعد میں احنف نے معاویہ سے کہا: بخدا! اگر یہ لوگ سمجھتے کہ تمہاری خوشی بھی لعنت کرنے میں ہے تو یہ اس سے باز نہ آتے۔ رسول پر بھی لعنت کرتے۔ خدا سے ڈرو، وہ اپنے کردار کے ساتھ دنیا سے تشریف لے گئے، ان کے فداکاری کے احسانات سے اسلام کی گردن جھکی ہوئی ہے۔ معاویہ نے کہا: احنف! تمہاری بکواس کو ہم نے نظر انداز کیا، اب تمہیں بہر حال منبر پر جا کر لعنت کرنی ہوگی۔ احنف نے کہا: اگر مجھے معاف رکھو تو بہتر ہے ورنہ انصاف ہی کی بات کہوں گا۔ پوچھا: کیا کہو گے؟ احنف نے کہا: میں کہوں گا کہ لوگو! معاویہ نے مجھے علی پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے، علی و معاویہ نے باہم جنگ کی، ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ دوسرا باغی ہے، لہذا آداب دعا کریں کہ ان میں جو بھی باغی ہو اس پر خدا و ملائکہ اور تمام مومنین کی لعنت ہو۔ معاویہ نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر رہنے ہی دو۔ (۲)

۷۔ علامہ اسماعیل بن علی بن محمود نے (المختصر فی اخبار البشر) میں لکھا ہے کہ امام حسن نے صلح میں چند شرائط لکھیں تھیں کہ معاویہ اگر انہیں مان لے تو وہ مطیع ہو جائیں گے، معاویہ نے انہیں مان لیا۔ ان میں ایک شرط یہ تھی کہ موجودہ کوفے کا خزانہ امام حسن کو دے دیا جائے گا، دیگر ایرانی آرضیات کی مالکداری بھی اور یہ کہ علی پر سب و شتم نہ کیا جائے۔ لیکن معاویہ نے علی کو دشنام دینے کی شرط قبول نہ کی۔ آخر امام حسن نے شرط نرم کر کے لکھا کہ ان کے سامنے امام علی کو دشنام نہ دیا جائے تو معاویہ نے مان لیا

۱۔ اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۳۳ (ج ۱ ص ۱۵۸ نمبر ۲۷۱) ۱۱۱ اصلاح ج ۱ ص ۷۷

۲۔ المعتمد الرشیدی ج ۲ ص ۱۳۳ (ج ۳ ص ۲۱۵) السطر ف ج ۱ ص ۵۴ (ج ۱ ص ۴۲)

لیکن اس شرط کو بھی پورا نہ کیا۔ (۱)

۸۔ قیس بن عباد شیبانی نے زیاد کو خبر دی کہ صفی بن فسیل حجر بن عدی کا طرفدار ہے اور تمہارا سخت دشمن ہے۔ زیاد نے اسے بلوا کر پوچھا: ابو تراب کے متعلق کیا کہتے ہو؟ جواب دیا: ابو تراب کو میں نہیں جانتا۔ پوچھا: علی کو پہچانتے ہو؟ جواب دیا: ہوں۔ کہا: وہی تو ابو تراب ہیں۔ جواب دیا: وہ تو حسن و حسین کے باپ ہیں۔ زیاد نے کہا: ان پر لعنت کرو ورنہ گردن مار دوں گا۔ جواب دیا: اگر اسی وجہ سے مجھے قتل کریگا تو مجھے خوشنودی خدا حاصل ہوگی اور تو روسیہ ہوگا۔ حکم دیا: گردن مار دی جائے۔ پھر حکم دیا کہ پاب زنجیر کر کے زندان میں ڈال دیا جائے اور اس کے بعد انہیں قتل کر دیا گیا۔ ان کے ساتھ حجر کے دوسرے ساتھیوں کو بھی ۵۱ھ میں قتل کیا گیا۔ (۲)

۹۔ بسر بن ارطاة نے بصرہ میں منبر پر علی کو گالیاں دے کر کہا: تیس خدایا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر سچ کہوں تو تائید کرنا ورنہ تکذیب کرنا۔ ابو بکر نے کہا: خدا گواہ ہے میں تجھے پکا جھوٹا سمجھتا ہوں اور تیری باتیں قطعی غلط ہیں۔ حکم دیا ان کا گلا دبا دیا جائے۔ (۳)

۱۰۔ کثیر بن شہاب کو معاویہ نے گالیوں ہی کے انعام میں ری کی حکومت پھر کوفہ کی گورنری دی۔

۱۱۔ مغیرہ بن شعبہ کوفہ کا گورنر ہوا تو اس نے علی اور ان شیعوں کو گالیاں دیں۔ متواتر روایات میں ہے کہ مغیرہ نے بارہا یہ حرکت کی، وہ کہتا تھا کہ رسول خدا نے علی کو قربت کی وجہ سے بیٹی نہیں دی تھی بلکہ ابو طالب کے احسانات کا بدلہ چکا یا تھا۔ مغیرہ کی بدگوئی پر زید بن ارقم نے اعتراض کیا کہ رسول خدا نے مردوں کی بدگوئی سے منع کیا ہے کوفہ کے چند خطیبوں نے تقریر کی۔ مصعب نے تقریر کی تو مغیرہ نے

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۹۲ (ج ۵ ص ۱۶۰ احداثہ ۳۵ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۷۵ (ج ۲ ص ۳۶۶ احداثہ ۳۱ھ) البدایہ

والنہایہ ج ۸ ص ۱۳ (ج ۸ ص ۱۶ احداثہ ۳۵ھ) تذکرۃ الخوفاں ص ۱۱۳ (۱۹۸) الاتحاف بحب الاشراف ص ۱۰ (ص ۳۵)

۲۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۳۹ (ج ۵ ص ۲۶۶ احداثہ ۵۱ھ) الاغانی ج ۱ ص ۷ (ج ۱ ص ۱۷۸) تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۰۳

(ج ۲ ص ۳۹۲ احداثہ ۵۱ھ) تاریخ ابن مساکر ج ۶ ص ۲۵۹ (ج ۲ ص ۲۵۸ نمبر ۲۹۰۸) مختصر تاریخ ابن مساکر (ج ۱ ص

۱۲۵) تاریخ طبری ج ۶ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۱۶۸۔ ۱۶۷ احداثہ ۳۱ھ)

۳۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۷۹ (ج ۲ ص ۳۵۲ احداثہ ۳۱ھ)

انھیں نکال دیا اور لعنت کرنے کا حکم دیا۔ حصصہ نے کہا کہ خدا لعنت کرے اس پر جو علی پر لعنت کا حکم دے۔ وغیرہ نے انھیں قید کرنے کی قسم کھائی پھر منہ کی کھائی کیوں کہ لعنت اسی کے گلے پڑ گئی تھی۔ (۱)

۱۲۔ نمیر بن اسحاق کہتا ہے کہ مروان حاکم مدینہ تھا اور حسن بن علی کے سامنے علی پر برابر لعنت کرتا تھا۔ امام حسن چپ رہتے تھے۔ ایک دن کہلوا یا کہ تمھاری مثال نخر کی ہے جس سے کہا جاتا ہے کہ تمھاری ماں کون ہے تو کہتا ہے میری ماں گھوڑی ہے۔ امام حسن نے جواب دیا کہ دو! اگر وہ سچ کہتا ہے تو خدا ہمیں معاف کرے اور جھوٹ بکتا ہے تو خدا اس سے بدل لے، مروان جسے رسول خدا نے چھپکلی اور چھپکلی کا بچہ کہا تھا جب اس سے پوچھا گیا کہ حضرت علی کو اس طرح کیوں گالیاں دیتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ ہم بنی امیہ کی حکومت صرف اسی وسیلہ سے باقی رہ سکتی ہے۔ (۲)

۱۳۔ معاویہ نے عمرو بن سعید اشدق کو مدینہ کا گورنر بنایا۔ اس کی مذمت میں حدیث رسول بھی مروی ہے (۳) یہ شخص منبر رسول پر بہت زیادہ حضرت علی کو گالیاں دیتا تھا۔ ارشاد الساری (۴) اور تختہ الباری میں ہے کہ اس کا لقب اسی لئے اشدق ہوا کہ بہت زیادہ منبر پر گالیاں بکنے کی وجہ سے اس کے منہ پر لہو کا اثر ہو گیا تھا۔ یہ شخص قتل حسین کے وقت بھی مدینہ کا گورنر تھا، جب خیر قتل مدینہ میں شائع ہوئی اور زنان بنی حاشم نے نوحہ و زاری کی تو اس نے خوشی میں اشعار پڑھے اور کہا کہ یہ قتل عثمان کے شیون کا بدلہ ہے۔ پھر منبر پر جا کر خیر قتل حسین دی (۵) اور مزار رسول کی طرف اشارہ کر کے کہا: اے محمد! یہ جنگ بدر کا بدلہ ہے۔ تمام حجازین و انصار جو موجود تھے انھوں نے سخت احتجاج کیا۔ اسی سعید نے ابورافع کے فرزند کو محض یہ کہنے پر کہ میں آزاد شدہ پیغمبر ہوں پانچ سوتازیاں مارے اس نے اقرار کیا کہ میں تمھارا آزاد

۱۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۸ (ج ۱ ص ۳۰۷ حدیث ۱۶۳۳) الآقانی جلد ۱۶ ص ۲ (ج ۱ ص ۱۳۷) المسد رک علی العسکین ج ۱ ص ۳۸۵ (ج ۱ ص ۵۳۱ حدیث ۱۳۱۹) شرح ابن ابی اللہ ج ۱ ص ۳۶۰ (ج ۱ ص ۶۹ خطبہ ۵۶)

۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۲۷ (ص ۱۷۷) الصواعق المحرقة ص ۳۳ (ص ۵۵)

۳۔ مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۲ (ج ۳ ص ۳۳۰ حدیث ۱۰۳۸۵) البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۱ (ج ۸ ص ۳۳۲ حدیث ۶۹)

۴۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۶۸ (ج ۳ ص ۴۱۹ حدیث ۱۸۳۲)

۵۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۲۸ (ج ۵ ص ۳۶۵ حدیث ۶۱۶) تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۵۷۹ حدیث ۱۱۶)

کردہ ہوں تو اسے چھوڑا۔ (۱)

۱۴۔ حاکم نیشاپوری نے بطریق طاؤس یہ روایت نقل کی ہے کہ حجر بن قیس مددی مولاعلیٰ کے غلام خاص تھے۔ ایک دن حضرت نے اس سے کہا کہ تمہیں حکم دیا جائے گا کہ مجھ پر لعنت کرو، تم لعنت کر دینا لیکن مجھ سے بے تعلق نہ ہونا، تمرا نہ کرنا۔ طاؤس خود گواہ ہیں کہ حجر کو خلیفہ احمد بن ابراہیم اموی نے لعنت علیٰ کا حکم دیا پھر قتل کی دھمکی دی۔ حجر نے منبر پر کہا کہ امیر احمد نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علیٰ پر لعنت کروں اس لئے تم لوگ بھی اس پر لعنت کرو، خدا اس پر لعنت کرے۔ خدا نے سب کی عقل پر پتھر ڈال دیئے تھے کوئی نہ سمجھا کہ حجر کس پر لعنت کر رہے ہیں۔ (۲)

معاویہ اور اس کے گورنروں نے اس رسم لعنت کو اس قدر طول دیا کہ بچے بوڑھے ہو گئے۔ ابتداء میں تو کچھ لوگ لعنت سے کتراتے تھے، بعض نے اس سلسلے میں سخت اذیتیں بھی جھیلیں، بعض قتل بھی ہو گئے لیکن امویوں نے اس میں اس قدر تندی دکھائی کہ آہستہ آہستہ تمام معاشرے میں رائج ہو گیا۔ معاویہ سخت ترین دشمنان علیٰ ہی کو گورنری پر مامور کرتا تھا تاکہ رسم لعنت کو کینہ تو زمی میں جاری رکھ سکے۔ یہ شرم ناک رسم عمر بن عبدالعزیز کے عہد تک جاری رہی یعنی پورے چالیس سال تک تمام اہم شہر کوفہ، مکہ، مدینہ، بصرہ میں یہ بدعت جاری رہی۔ یا قوت نے ہجرت (۳) میں لکھا ہے کہ تمام اسلامی مملکت میں یہ شرم ناک رسم جاری تھی صرف سیستان اس سے محفوظ رہا، وہاں صرف ایک بار لعنت کی گئی۔ لوگ پھر گئے پھر وہاں والوں نے حکومت سے معاہدہ کر لیا کہ یہاں یہ شرم ناک حرکت نہ کی جائے۔ بنی امیہ کے زمانہ میں ستر ہزار منبروں سے حضرت علیٰ پر سب و شتم ہوتا تھا (۴) اور اس کام کو عقیدہ ثابت اور مسلک فرض سمجھا جاتا تھا یہاں تک کہ جب عمر بن عبدالعزیز نے اس شرم ناک رسم کو بند کیا تو لوگ سمجھتے تھے

۱۔ کامل بردج ص ۲۷۵ (ج ۱ ص ۴۰۱) الاصابہ ج ۳ ص ۶۸

۲۔ المسد رک علیٰ الصغیر ج ۲ ص ۳۵۸ (ج ۲ ص ۲۹۰ حدیث ۳۳۶۶)

۳۔ ہجرت البلدان ج ۵ ص ۳۸ (ج ۳ ص ۱۹۱)

۴۔ ریح الاررار (ج ۲ ص ۱۸۶) العقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۰ (ج ۳ ص ۱۵۹)

کہ انھوں نے انتہائی غلط اور فحش حرکت کی ہے۔ یہ لعنت کسی حال میں بند نہیں ہونی چاہئے تھی۔

مسعودی کی مروج، تاریخ یعقوبی، کامل بن اثیر اور سیوطی کی تاریخ الخلفاء (۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے صرف نماز جمعہ میں منبروں سے علی پر لعنت کو بند کیا تھا اور اس کی جگہ پر آیت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن اس نے علی پر لعنت کرنے والوں کو سزا بھی دی ہو اس کا کوئی ثبوت صفحات تاریخ میں نہیں ہے حالانکہ کہ اسی عمر نے عثمان یا معاویہ کو گالی دینے والے پر تازیانی کی سزا دی تھی (۲) حضرت علی کو گالی دینے کے جرم میں سزا دینے کا کوئی ثبوت نہیں۔ حضرت علی کے فضائل، محاسن، آیات و احادیث میں انکی مدح اور اسلام کیلئے انکی فداکاریاں اگر نظر انداز بھی کر دی جائیں تو کیا فقہاء کا یہ فتویٰ نہیں ہے کہ گالی اور لعنت حرام ہے۔ حدیث رسول ہے کہ کسی مسلمان کو گالی دینا یا لعنت کرنا حرام ہے۔ (۳)

حضرت علی کی پاک نسل اور قدسی صفات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو کیا وہ مسلمان بھی نہیں تھے؟ کیا عشرہ مبشرہ کی فرد بھی نہیں تھے؟ کیا وہ صحابی بھی نہیں تھے؟ چکے لئے علماء کا فتویٰ ہے کہ ان پر لعنت کرنا کفر ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ جو شخص عثمان یا طلحہ یا کسی صحابی رسول کو گالی دے وہ دجال ہے، اسکی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس پر خدا، رسول اور تمام انسانوں کی لعنت ہے (۴) امام احمد بن حنبل (۵) کہتے ہیں: رسول خدا کے بعد سب سے بہتر ابو بکر، پھر عمر پھر عثمان اور پھر علی ہیں۔ اس بات پر سب متفق

۱۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۱۶۷ (ج ۳ ص ۲۰۵) تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۲۸ (ج ۲ ص ۳۰۵) تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۸ (ج ۳ ص ۲۵۶) حوادث ۹۹ (ج ۲) تاریخ الخلفاء ص ۱۶۱ (ص ۲۲۶)

۲۔ الصارم السلول ابن تیمیہ ص ۲۷۲ (ص ۵۷۴)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۷۷ حدیث ۲۸) صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۱۴ حدیث ۱۱۶ کتاب الايمان) سنن ترمذی (ج ۲ ص ۳۱۱ حدیث

۱۹۸۳) سنن نسائی (ج ۲ ص ۳۱۴ حدیث ۳۵۷۱-۳۵۶۸) سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۱۲۹۹ حدیث ۳۹۴۱-۳۹۳۹) مسند احمد

(ج ۱ ص ۶۳۶ حدیث ۳۶۳۹) سنن بیہقی (ج ۸ ص ۲۰) تاریخ بغداد (ج ۱ ص ۱۸۵ نمبر ۷۱۶۳) الترفیہ والترہیب

ج ۳ ص ۱۹۴ (ج ۳ ص ۳۶۶) فیض القدر (ج ۳ ص ۸۲، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷

ہیں اور یہی خلفائے راشدین ہیں۔ انکے بعد جائز نہیں کہ کوئی شخص ان کی برائی کرے۔ جو شخص برائی کرے اسے سزا دی جائیگی، اگر اسرار کرے تو عمر قید کی سزا بھی دی جائیگی تاکہ وہ باز آئے۔ قاضی ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ صحابہ کو گالی دینا کفر ہے۔ یہ تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کوفہ کے علماء صحابی کو گالی دینے والے کو قتل کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ابو بکر و عمر کے لئے تو اس سے بھی زیادہ سخت فیصلے ہیں۔ ابو یعلیٰ سے پوچھا گیا کہ جو شخص ابو بکر کو گالی دے؟ جواب دیا: وہ کافر ہے۔ سوال ہوا کیا اس کی نماز میت پڑھی جائے گی؟ جواب دیا: نہیں۔ پوچھا گیا: لا الہ الا اللہ کہنے والے کے ساتھ ایسا سلوک کیوں؟ جواب دیا: اسکی لاش چھونا نہیں چاہئے بلکہ لکڑی سے اٹھا کر قبر میں پھینک آنا چاہئے۔ (۱)

یہ فتوے تمام علماء کے نزدیک مسلم ہیں۔ تو کیا کوئی بھی انصاف پسند یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علیؑ کو گالیاں دیں ان پر یہ احکامات کیوں نہیں نافذ ہوتے؟ جن لوگوں نے یہ شرمناک جرم کیا انھیں کافر اور دجال کیوں نہیں کہا جاتا؟

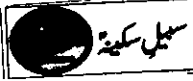
۱۶۔ معاویہ کی حضرت علیؑ سے جنگ

اس سلسلے میں اگر تمام باتوں سے چشم پوشی کر لی جائے تو اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت امیر المومنین خدا پرست مسلمان تھے اور مسلمان کو آزار پہنچانا اور اس سے جنگ کرنا حرام ہے، آیت ہے کہ جو لوگ مومنین و مومنات کو اذیت دیتے ہیں وہ بہت بڑے بہتان اور گناہ عظیم کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلمان کو گالی دینا بد کرداری ہے اور جنگ کرنا کفر ہے۔

اس سلسلے میں معاویہ نے دونوں گناہوں کا بوجھ اٹھایا، علیؑ کو گالی بھی دی اور خلیفہ وقت سے جنگ بھی کی۔ اولین مسلمان کو اذیت بھی دی، جس کی اذیت رسولؐ کی اذیت کے مترادف تھی۔ جو لوگ

رسول خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور جس نے رسول کو اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ خدا اور رسول کو اذیت دینے والے پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ پھر یہ کہ حضرت علیؑ، انصار اور بیعت مہاجرین و انصار کی بنا پر خلیفہ وقت تھے۔ چند کے سوا تمام صحابہ نے آپ کی بیعت کی تھی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اسلامی حد بندی سے الگ ہو جائے اسکی گردن مار دینے کا حکم ہے، احادیث رسولؐ میں واضح طور سے حکم دیا گیا ہے: جسے دیکھ لو کہ امت محمدؐ میں افتراق پیدا کر رہا ہے اسے قتل کر دو۔ جو شخص جماعت میں افتراق پیدا کرے اس کی جاہلیت پر موت ہوگی، جہنم میں جائے گا، خدا کے نزدیک اسکی کوئی حجت قابل قبول نہ ہوگی۔ (۱)

ان احکامات کی روشنی میں سوچنا چاہئے کہ معاویہ نے حضرت علیؑ کے خلاف مسلمانہ بغاوت کر کے اسلامی حکومت کو متزلزل کیا اور خلیفہ وقت کی اطاعت سے سرپچی کر کے وحدت ملی کو پارہ پارہ کیا۔ ان ارشادات رسولؐ سے معاویہ کی ذمہ داریاں پوری طرح روشن ہو جاتی ہیں اور وہ اسلامی باغی قرار پاتے ہیں۔ جس طرح کہ حالت کفر و شرک میں باطل کے سرغنہ تھے۔ رسول خدا نے حضرت علیؑ کو اپنے بعد جنگ پر مامور فرمایا تھا۔ اسی طرح فرمایا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کریگا۔ معاویہ نے عمار کو قتل کیا۔ عمار ہی پر کیا منحصر ہے، کتنے ہی پاک دامن صحابہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔



آخر معاویہ کو کس منطقی کی بنیاد پر خلیفہ کہا جاتا ہے؟ رسولؐ کی تو حدیث ہے کہ جب دوسرا شخص خلافت کا دعویدار ہو تو اس کی گردن مار دو۔ نیز یہ کہ جب دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (۲) فرمایا کہ میرے بعد بہت سے خلفاء ہوں گے۔ پوچھا گیا: پھر آپ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ پہلے کو

۱۔ صحیح بخاری باب السنن والطائفة الامام (ج ۲ ص ۲۶۱۲ حدیث ۶۷۷۳) صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰ (ج ۳ ص ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸ حدیث ۶۰۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰ کتاب الامارہ) سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰ (ج ۲ ص ۲۹۶) سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵ (ج ۱ ص ۷۸۸) السنن ابوالحسنین ج ۱ ص ۱۱۷ (ج ۱ ص ۳۰۳ حدیث ۳۰۳-۳۱۰) سنن ترمذی ج ۹ ص ۶۹ (ج ۲ ص ۳۳۵ حدیث ۲۲۲۳) تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۴۷)

۲۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۳ (ج ۳ ص ۱۲۸ حدیث ۶۱ کتاب الامارہ) السنن ابوالحسنین ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۶۹ حدیث ۲۶۶۵)

مان لو اور اس کے حقوق ادا کرو۔ ان احادیث کے علاوہ خود معاویہ کے لئے حدیث ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو۔ (۱) اسکے علاوہ حدیث ہے کہ جو علی سے برسر پیکار ہوا سے قتل کر دو خواہ کوئی بھی ہو۔ (۲)

جس وقت علی اور معاویہ میں اختلاف ہوا تو قرآن کی روشنی میں ہی فیصلہ ہونا چاہئے تھا کہ باہم صلح و صفائی کرانی چاہئے تھی۔ اب اگر ان میں کوئی بغاوت کرے تو اس کے خلاف جنگ کرنی چاہئے تھی تاکہ حکم خدا کی طرف واپس آئے (۳)

امام شافعی نے اسی آیت سے باغیوں کے ساتھ جنگ جائز ہونے کا استدلال کیا ہے (۴) اور معاویہ صریحی باغی تھے (۵) محمد بن حسن شیبانی کہتے ہیں کہ اگر معاویہ نے ظالمانہ طریقے سے حضرت علی سے مسلحانہ بغاوت نہ کی ہوتی تو ہم باغیوں سے جنگ کے طریقے معلوم نہ کر پاتے (۶) تفسیر قرطبی میں ہے کہ یہ آیت باغیوں سے جنگ کی دلیل ہے، پھر آگے لکھتے ہیں کہ قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں کہ مسلمان باغیوں کے لئے یہ بنیادی آیت ہے کہ ان سے جنگ کی جائے، اسی آیت سے محدثین نے استدلال کیا ہے اور اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسولؐ نے فرمایا کہ عمار کو باغی گردہ قتل کریگا۔ نیز خوارج کے خلاف بھی اسی سے حکم فراہم ہوتا ہے جنہوں نے اصحاب علی کو قتل کیا۔ بنا بریں یہ متفقہ بات ہے کہ حضرت علیؑ امام اور خلیفہ وقت تھے، جس نے آپ سے جنگ کی وہ باغی قرار پائے، ان سے جنگ کرنا واجب تھی۔ (۷)

۱۔ کنوز الدقائق منادی ص ۱۰ (ج ۱ ص ۱۹) کتاب صفین ۲۳۳-۲۳۸ (۲۱۶-۲۲۱) تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱ ص ۵۸) تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۸۱ (نمبر ۶۶۵۲) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۳۸ (ج ۴ ص ۳۲ خلیفہ ۵۴) تہذیب المعاصی ج ۲ ص ۳۲۸ (ج ۵ ص ۹۶)

۲۔ کنوز الدقائق ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۱۴) ۳۔ سورۃ حجرات۔ ۹ ۴۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۷۱

۵۔ کفایۃ الطالب ص ۷۲ (ج ۳ ص ۲۸) البدیۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۳۰۵ (ج ۷ ص ۳۳۹) تاریخ ابن عساکر ج ۱۲ ص ۳۷۰؛ کنز العمال (ج ۱۱ ص ۶۱۳ حدیث ۳۲۹۷۰)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۹ (ج ۳ ص ۱۵۰) حدیث ۳۶۷۴

۶۔ الجواہر المصنیۃ ج ۲ ص ۲۶ ۷۔ تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۱۷ (ج ۱۶ ص ۲۰۸)؛ العواصم والقواصم ص ۱۷۰؛ ۱۶۸

زیلعی نے نسب الرایۃ میں لکھا ہے کہ حق علی کی طرف تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ علی کی طرف تھے، معاویہ والوں نے انہیں قتل کیا۔ ام المومنین ابرارہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی اپنے دور حکومت میں حق پر تھے، جن لوگوں نے ان سے جنگ کی وہ باغی تھے۔ البتہ ان سے حسن ظن کی بنا پر یہ کہنا چاہئے کہ انہوں نے خطائے اجتہادی کی۔ اور امت کا اجماع ہے کہ جنگ جمل اور صفین میں علی حق پر تھے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ بعد جنگ حضرت عائشہ نے ندامت کا اظہار کیا (نسب الرایۃ: اولین طباعت میں یہی عبارت تھی لیکن موجودہ طباعت میں تحریف کر دی گئی ہے) (۱)

عائشہ نے صحیح کہا تھا کہ آیت ”وان طاعتان من المؤمنین اختلوا“ سے مسلمانوں کی رعیت میں نے سب سے زیادہ دھکی۔ (۲) خود ام المومنین نے سب سے پہلے اس حکم کی مخالفت کی اور اس کا حکم ضائع کیا اور جاہلی بناؤ سنگھار کر کے گھر سے نکلیں، امام وقت سے جنگ کی پھر شرمندگی میں اس قدر روٹی تھیں کہ آنچل آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

اسی دلیل سے امیر المومنین شام والوں سے جنگ کرنا واجب سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ دور اتے ہیں یا تو شامیوں سے جنگ کروں یا جو کچھ محمدؐ پر نازل ہوا ہے اس کا انکار کروں۔ (۳) رسول اکرم نے بھی حضرت علی، عمار، ابو ایوب جیسے اصحاب کبار کو مارقیں، قاسطین اور ناکشین سے جنگ کا حکم دیا تھا۔ (۴) اور یہ متفق علیہ بات ہے کہ معاویہ والے قاسطین میں تھے۔ بنا بریں معاویہ سے جنگ واجب تھی۔ وہی حکم دیتا ہے کہ علی سے جنگ کرو۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے کہ جب باہم

۱۔ نسب الرایۃ: ج ۳ ص ۶۹؛ الارشاد ص ۳۳۳ (ص ۳۶۵)

۲۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۷۲؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۶۸ حدیث ۲۶۶۲)

۳۔ بیج البلاغ ج ۱ ص ۹۳ (ص ۸۳ خطبہ ۴۳)؛ کتاب صفین ص ۵۳۲ (ص ۴۲۴)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۵ (ج ۳ ص ۱۳۳)

حدیث ۴۵۹۷؛ شرح ابن ابی الدرداء ج ۱ ص ۱۸۳ (ج ۲ ص ۲۰۸ خطبہ ۳۵)؛ بحر اللذخارج ص ۳۱۵ (ج ۶ ص ۳۱۵)

۴۔ مسند شمس الاخبار ص ۳۸ (ج ۱ ص ۱۰۳ باب ۷)؛ مسند ابی یعلیٰ (ج ۳ ص ۱۹۴ حدیث ۱۶۲۳)؛ صحیح الرواندی ج ۷ ص ۲۳۸؛

تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۸۷ (نمبر ۱۶۷۵)؛ کتابیۃ الطالب ص ۷۰ (ص ۱۶۹ باب ۳۷)

اختلاف کرو تو قرآن کو حکم بناؤ۔ اس شخص نے حکم خدا اور رسول کے برخلاف اعلان جنگ کر دیا۔ حضرت علی نے اتمام حجت کے بطور اسی لئے پہلے اس سے خط و کتابت فرمائی اور کتاب اللہ و سنت رسول کی طرف برابر دعوت دیتے رہے۔ (۱) لیکن معاویہ نے قرآن اور سنت کی قطعی پرواہ نہ کی۔ ان واجبی احکام کا ذرہ برابر خیال نہ کیا اور جہنم کا ایندھن بن گیا۔ کیا معاویہ کی فہمائش کے لئے یہ احادیث رسول کافی نہیں تھیں کہ علی کی منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ کے نزدیک تھی صرف یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ خدایا! جو اس کو دوست رکھے تو بھی دوست رکھ۔
جس نے میری اطاعت کی، اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے علی کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی۔

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: ایک کتاب خدا، دوسرے اپنی عمرت۔
جسے پسند ہو کہ میری جیسی زندگی و موت سے سے، ہمسکنار ہو اسے علی سے محبت کرنی چاہئے۔
خدا نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ علی ہدایت کا پرچم، منارۃ ایمان، میرے اولیاء کے امام اور میرے تمام اطاعت شعاروں کا نور ہیں۔

صحیفہ مومن کا عنوان علی بن ابی طالب ہیں۔
علی و فاطمہ اور حسین کی طرف دیکھ کر فرماتے تھے: ان سے جنگ، مجھ سے جنگ اور ان سے صلح، مجھ سے صلح ہے۔

علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔
اے علی! تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔
اے علی! تم سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی نفرت کرے گا حسین کا ہاتھ تھام کر فرمایا: جو ان سے اور ان کے والدین سے محبت کرے، وہ قیامت میں میرے درجے میں ہوگا۔

علی کی منزلت وہی ہے جو میرے بدن کو میرے سر سے ہے۔

اپنی جان کی قسم! جو اہل بیعت سے بغض رکھے گا، اسے خدا جہنم میں جھونک دے گا۔

اے علی! خوشحال اس کا جو تم سے محبت کرے اور تمہارے بارے میں سچ بولے، اس کا ستیاناس ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہارے بارے میں جھوٹ بولے۔

جو مجھ سے محبت کرے اس کو علی سے محبت کرنی چاہئے۔

اور جس نے علی سے نفرت کی اس نے مجھ سے نفرت کی اور جو مجھ سے نفرت کرے وہ خدا سے نفرت کرتا ہے اور جہنمی ہے۔

علی کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ دارفتہ ذات خداوندی ہیں۔

یہ نیکیوں کا امیر اور بدکاروں کا قاتل ہے، اس کا مددگار منصور اور اسے چھوڑنے والا ناکام ہے۔

جس نے علی کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں۔ چالیس احادیث (۱)

یہ امیر المؤمنین کے متعلق محبت و نفرت کے احکام و ارشادات رسول تھے۔ اسی لئے عظیم صحابہ نے معاویہ کی معاندانہ روش کو سخت ناپسند کیا۔ (۲) ابو ذر نے حدیث رسولؐ کی: معاویہ جہنم کا کندہ ہے۔ (۳) اور معاویہ نے انہیں قید کرنے کا حکم دیا۔ عبد الرحمن بن سہل نے معاویہ کی شرانجھاری پر نصیحت کی، عمرو عاص نے عمار کی شہادت کے بعد فقیہ باغیہ کی حدیث سنائی، ان کے علاوہ بھی صحابہ نے احتجاج اور غم و غصہ کا مظاہرہ کیا۔ معاویہ کی خباث نفس کا اندازہ موفقیات بن بکار کی روایت سے ہوتا ہے۔ مطرف بن مغیرہ نے کہا کہ میرے باپ اکثر معاویہ کے یہاں سے آتے تو اس کی ذہانت و ہوشمندی کی تعریف کرتے۔ لیکن ایک دن آئے تو مغموم تھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہا: آج کی رات

۱۔ مذکورہ حدیثیں اسی کتاب کی جلد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ میں موجود ہیں۔

۲۔ مروج الذهب ج ۱ ص ۶۱ (ج ۳ ص ۲۳)؛ تذکرۃ الخوادم ص ۱۲ (ص ۱۸)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ ۳۰)

میری بھیا تک ترین رات ہے، میں دنیا کے خبیث ترین انسان کے پاس سے آ رہا ہوں، میں نے آج معاویہ سے کہا کہ اگر آپ بنی ہاشم کے ساتھ صلہ رحم کرتے تو بہتر ہوتا۔ اس کہنے نے جواب دیا کہ افسوس! ابو بکر نے منصفانہ حکومت کی، انہیں کیا ملا؟ عمر نے انصاف کیا، کیا ملا؟ میرے بھائی عثمان نے تو خوش کرداری کی حد کردی لیکن ان کے ساتھ برابر تاؤ ہوا لیکن یہ بنی ہاشم تو ہر پانچ وقت اپنی برتری کا اعلان کراتے ہیں "اشہد ان محمد رسول اللہ"۔ (۱)

معاویہ کے گستاخانہ خطوط جو اس نے امیر المومنین کے لکھے، انہیں پڑھ کے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عصبیت میں کفر کی حدوں سے بہت آگے نکل گیا تھا۔ (۲) معاویہ شجرہ ملعونہ کی فرد اور علی صدیق اکبر و فاروق اعظم اور یسوع الدین تھے۔ (۳) علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ تھا (۴) علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ تھا یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں۔ (۵)

ایسی ہزاروں احادیث رسول ہیں، اس طاغی کو نام علی سے چڑھ تھی۔ عبد اللہ بن عباس کے یہاں لڑکا ہوا، علی اسے دیکھنے گئے، گود میں لے کر پوچھا: کیا نام رکھا؟ ابن عباس نے کہا: میں آپ پر سبقت کیسے کر سکتا ہوں۔ فرمایا: میں نے علی نام رکھا اور کنیت ابو الحسن۔ کچھ دن بعد معاویہ نے ابن عباس سے کہا کہ میں نے اس کی ابو محمد کنیت رکھی۔ علی کے نام سے مت پکارنا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے علی نام کے اپنے بچوں کا نام بدل دیا تھا۔ (۶) کیونکہ بنی امیہ علی نام کے بچوں کو قتل کر دیتے تھے۔ (۷)

۱۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۳۱ (ج ۳ ص ۳۹)

۲۔ دوسرے خطوط شرح نبج البلاغ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶

۱۔ فرزند جگر خوارہ کی تباہ کاریاں

۱۔ جب علی کی فوج کے سپاہی نعیم بن صہیب جنگ صفین میں قتل ہوئے تو ان کا چچرا بھائی نعیم بن حارث معاویہ سے بولا کہ اسے مجھے بخش دیجئے تاکہ دفن کروں۔ معاویہ نے کہا: اسے دفن ہونے کا حق نہیں کیونکہ عثمان کو بھی دفن نہیں ہونے دیا گیا تھا۔ نعیم نے کہا: اگر اجازت نہیں دو گے تو تمہیں چھوڑ کر علی کے ساتھ ہو جاؤں گا۔ مجبور ہو کر معاویہ نے اجازت دی اور اس نے دفن کیا۔ (۱)

۲۔ عبد اللہ بن بدیل قتل ہوئے تو معاویہ کے ساتھ ابن بدیل کے دوست عبد اللہ بن عامر بھی سر ہانے پونچے۔ ابن عامر نے ابن بدیل کی لاش کو ڈھانپ کر مغفرت کی دعا کی۔ معاویہ نے کہا: چہرہ کھولو۔ ابن عامر نے کہا: بخدا! جب تک جان میں جان ہے ایسا نہیں ہونے دوں گا کہ اس کا مشلہ کیا جائے۔ معاویہ نے کہا: چہرہ کھولو، مشلہ نہیں کروں گا، میں نے تمہیں بخش دیا۔ (۲)

ابو جعفر بغدادی الحنبلی میں لکھتا ہے کہ معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ جسے بھی دین علی پر پاؤ اسے قتل کر دو

اور اس کی لاش کا مشلہ کر کے پارہ پارہ کر دو۔ (۳)

۳۔ معاویہ نے نذر مانی تھی کہ قبیلہ ربیعہ کی عورتوں کو کینز بنائے گا اور جن عورتوں نے جنگ صفین میں اس کے خلاف جنگ کی تھی انہیں قتل کرے گا۔ اس سلسلے میں خالد بن معمر کے اشعار بھی ہیں۔ (۴)

۴۔ بارودی لکھتا ہے کہ عمیر بن قرہ صحابی رسول جنگ صفین میں معاویہ کے خلاف سخت جنگ کر رہے تھے، معاویہ نے قسم کھائی تھی کہ اگر قبضے میں آگئے تو ان کے کان میں تانبہ پگھلا کر پٹکاؤں گا۔ (۵)

۱۔ کتاب صفین ص ۲۹۳ (ص ۲۵۹)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۴ (ج ۱۵ ص ۲۶۱ حوادث ۲۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۹ ج ۵ ص ۲۰۷ خطبہ ۶۵)

۲۔ کتاب صفین ص ۲۷۷ (ص ۲۳۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۶ (ج ۵ ص ۱۹۷ خطبہ ۶۵)

۳۔ الحنبلی ص ۲۷۹

۴۔ الاما ج ۳ ص ۳۵ (نمبر ۶۰۵)

۵۔ کتاب صفین ص ۲۳۱ (ص ۲۹۳)

یہ جگر خوارہ کے وہ بعض کروت ہیں جو جنگِ صفین میں سرزد ہوئے۔ کیا یہی دینِ اسلام کا تقاضہ ہے کہ اگر خلیفہ وقت کی حمایت میں قتل ہو جائے تو اس کو دفن ہونے کا حق نہ رہے؟ کیا مخالف کا مثلہ اور اس کی لاش کو پارہ پارہ کرنا سابقینِ اولین صحابہ کا بھی شعار رہا ہے؟ رسولِ خدا نے تو جانور کی لاش کو بھی پارہ پارہ کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (۱)

آخر کس دلیل سے جگر خوارہ کا فرزند، علیؑ والوں کی لاش کا مثلہ جائز سمجھتا تھا؟ معصیت کی نذر مانتا تھا؟ عورتوں کو کنیزی میں لینے کا عہد کرتا تھا؟ جب کہ حرام نذر کا پورا کرنا روایتاً نہیں۔ (۲)

۱۸۔ ناروا ہمتیں

معاویہ کے شرمناک پاپ ہمارے آپ کے اندازوں سے باہر ہیں۔ اس نے حضرت علیؑ سے جنگ اور ان پر سب و شتم کو کس دل سے جائز سمجھا ہوگا؟ لیکن اس نے تو اہتمام طراز یوں کے ڈھیر لگائے ہیں، ایک تو حضرت علیؑ کو طعہ کہا اور دوسرے یہ کہ علیؑ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

حالانکہ علیؑ کی تلوار ہی سے اسلام قوی ہوا اور نماز برپا ہوئی، ان کی نماز کی خدا نے مدح کی۔ وہ سادہ لوح عوام کو سمجھاتا تھا کہ علیؑ کا اسلام پر ایمان نہ تھا اور وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

جاہل کتبہ کہتے ہیں کہ معاویہ ہر تقریر کے بعد کہتے:

خدا یا! ابوترابؑ طعہ ہو گیا ہے، تیری راہ لوگوں پر بند کر دی ہے اس لئے اس پر لعنت کر بدترین لعنت، اسے دردناک عذاب کا جزہ چکھا۔ اور یہ حکمنامہ تمام گورنروں کو لکھ بھیجا یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیز نے

۱۔ المعجم الکبیر طبرانی (ج ۱ ص ۱۰۰ حدیث ۱۶۸): نصب الریاء ج ۳ ص ۱۲۰؛ شرح السیر الکبیرہ رضی ج ۱ ص ۷۸؛ صحیح بخاری باب ما یکرمہ من المثلث (ج ۵ ص ۲۱۰۰ حدیث ۵۱۹۶)

۲۔ صحیح بخاری ج ۹ ص ۲۳۶، ۲۳۵ (ج ۶ ص ۲۳۶۳ حدیث ۶۱۸۱ ص ۲۳۶۳ حدیث ۶۳۲۲): سنن مرفعی ج ۱ ص ۲۸۸ (ج ۴ ص ۸۸۸ حدیث ۱۵۲۶): سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۵۳ (ج ۱ ص ۶۸۷ حدیث ۲۱۲۶): سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۷۸ (ج ۳ ص ۲۳۳ حدیث ۳۲۸۹): سنن نسائی ج ۷ ص ۷۱ (ج ۳ ص ۱۳۳ حدیث ۴۷۳۹، ۴۷۵۰): سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۵

اسے بند کیا۔ (۱)

ابن مزام لکھتا ہے کہ جنگ صفین میں ایک کالا جوان معاویہ کی فوج سے نکلا اور دین عثمان پر ہونے کا اعلان کر کے مبارز طلب ہوا، پھر حضرت علیؑ کو گالیاں دینے لگا۔ ہاشم مرقال نے اس سے کہا کہ خدا سے ڈرو، اسے کیا جواب دو گے؟ وہ بولا: میں تم لوگوں سے اس لئے جنگ کر رہا ہوں کہ میرے امیر معاویہ نے کہا ہے کہ تمہارا امیر نماز نہیں پڑھتا، اس نے میرے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ ہاشم نے کہا: تمہیں عثمان سے کیا مطلب، انہیں تو اصحاب رسولؐ اور اساتذہ قرآن نے قتل کیا ہے کیونکہ وہ بدعتیں کرتے تھے اور دین محمدؐ بدل رہے تھے پھر سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ میرا امیر سابق الاسلام اور سب سے پہلا نمازی ہے۔ سب سے زیادہ دین خدا کا واقف کار اور پیغمبر کا قریب ترین رشتہ دار تھا۔ وہ جوان بولا: میرے بھائی! تم مرد صالح معلوم ہوتے ہو اور میں گناہ میں مبتلا تھا، اب میں خدا سے توبہ کرتا ہوں اور میدان سے چلا گیا۔ ایک شامی نے کہا کہ اس عراقی نے تمہیں دھوکا دیا۔ جواب دیا: نہیں، اس عراقی نے میری خیر خواہانہ نصیحت کی۔ (۲)

معاویہ نے پوری عمر علیؑ پر تمہمت لگائی اور جب ابن عباس سے بعد شہادت امیر المؤمنین ملاقات کی تو کہا کہ اس خدا کا شکر جس نے علیؑ کو قتل کیا۔

آخر یہ مکینہ کس خدا کا شکر ادا کر رہا ہے، کیا اس کا جس نے علیؑ کو ولایت عطا کی ہے اور جس کی طہارت کا قرآن میں اعلان کیا ہے، جس نے رسولؐ کو حکم دیا کہ علیؑ کو اپنا وصی بنا دو؟ کیا کوئی مسلمان جو خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے، قتل علیؑ پر خوش ہوگا اور خدا کا شکر ادا کرے گا؟ جی ہاں! یہ وہی کرے گا جو خدا کے بجائے ہبل کو مانتا ہو۔

فرزند جگر خوارہ کی باغیانہ روش کا دوسرا بہانہ یہ تراشا جاتا ہے کہ انہوں نے خون عثمان کا بدلہ لیا اور عثمان کا خون علیؑ کی گردن پر تھا۔ اس سلسلے میں کچھ باتیں پیش نظر رہنی چاہئے:

۱۔ شرح ابن ابی اللہ ج ۱ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱)

۲۔ کتاب صفین ص ۲۰۲ (ص ۲۵۲)؛ تاریخ طبری ج ۱ ص ۲۳ (ص ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳

۱۔ اول یہ کہ معاویہ خود واقعہ قتل کے شاہد نہیں ہیں بلکہ ان کی مدد کرنے میں کوتاہی کی تا کہ خون

بچے تو یہ بہانہ بنا کر اپنا اقتدار مضبوط و وسیع کریں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ حضرت امیر المومنین قتل عثمان کے موقع پر مدینہ سے باہر تھے، اس لئے قتل میں

ان کے شریک ہونے کا امکان ہی ختم ہو جاتا ہے، نہ ان کی حمایت میں نہ ان کی مخالفت میں، کسی قسم کی جدوجہد نہیں کی۔

۳۔ تیسرے یہ کہ عثمان کے قاتل نے تو خود اقرار کیا ہے کہ مجھے عمرو عاص کہتے ہیں، یہاں وادی

السباع میں رہ کے عثمان کو قتل کر دیا۔ (۱)

جرجانی کہتے ہیں کہ جب عمرو عاص نے مصر کے بدلے معاویہ کی حمایت کی اور عہد نامہ بھی تحریر

ہو گیا تو معاویہ نے اس کے سامنے سیاسی حالات پیش کر کے مشورہ طلب کیا۔ عمرو عاص نے کہا: محمد بن

حذیفہ کو قتل کرادو، شہنشاہ روم سے تحفہ بھیج کر صلح کر لو، اب رہ گئے علی تو ان کی عراق کے معززین نے

بیعت کر لی ہے، شام کے لوگوں کو تم نے علی کے خلاف کر کے اچھا نہیں کیا ہے، اب تمہیں شامیوں کے

رئیس شرجیل بن سبط کندی کو فریب دے کر علی کا مخالف بنانا ہوگا۔ معاویہ نے اسے حمص میں خط لکھ کر ہم

خیال بنانا چاہا، تھوڑی سی عیاری کے بعد یہ معاملہ بھی پٹ گیا۔ جب شرجیل شام آیا تو شامیوں نے

زبردست استقبال کیا۔ معاویہ نے اس سے کہا کہ علی نے جریر کو بھیج کر مجھ سے بیعت لینی چاہی ہے، علی

بہترین امت تھے اگر انہوں نے عثمان کو قتل نہ کیا ہوتا۔ اب میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ شرجیل نے غور

کرنے کی مہلت مانگی تو معاویہ نے اپنے آدمی لگا دیئے تاکہ معاویہ کا ہم خیال بنائیں۔ شرجیل نے جریر

سے ملاقات کر کے قتل عثمان کے متعلق مناظرہ کیا، آخر شرجیل علی کا مخالف ہو گیا اور جھوٹی گواہیوں اور

اتہام طرازیوں کے بل پر معاویہ نے شام والوں کو حضرت علی کے خلاف جنگ پر آمادہ کر لیا۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۳۳ (ج ۳ ص ۵۶۰)

۲۔ کتاب صفین ص ۳۹، ۵۱ (ج ۳ ص ۳۳۰)؛ استیعاب ج ۱ ص ۵۸۹ (القسم الثانی ص ۷۰۰ نمبر ۱۱۶۸)؛ اسد الغابہ ج ۲ ص

۳۹۲ (ج ۲ ص ۵۱۳ نمبر ۲۳۱)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۱۹ (ج ۲ ص ۳۶۰ حوادث ج ۳ ص ۳۶)؛ شرح نوح البلاغ ابن ابی الحدید ج ۱ ص

۲۵۰، ۲۳۹، ۱۳۹ (ج ۲ ص ۷۳، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳)

۳۔ عثمان کو مہاجرین و انصاریز معزز ترین اصحاب رسول نے اس لئے قتل کیا کہ وہ امت اسلامی کو قرآن و سنت سے منحرف کر رہے تھے، اس لئے ان کا خون مباح سمجھا گیا۔ اس بنا پر کسی کو بھی ان کا قصاص لینے کا حق نہیں تھا۔ اس حقیقت کو حضرت علی، (۱) ہاشم مرقال (۲) اور عمار یاسر (۳) جیسے عظیم صحابہ نے واضح کر دیا ہے۔

۵۔ امیر المومنین کی سپاہ میں ایسے بھی عظیم اصحاب تھے جن کا قتل عثمان سے کوئی تعلق نہ تھا پھر آخر کس دلیل سے معاویہ نے حضرت علی سے جنگ کی؟

۶۔ پھر یہ کہ خود معاویہ کسی طرح بھی خون عثمان کے ولی نہ تھے۔

شرعی لحاظ سے ان کا قصاص فرزند ان عثمان کو طلب کرنا چاہئے تھا، وہ خلیفہ وقت سے داد خواہ ہوتے تو فیصلہ ہوتا۔ البتہ معاویہ قصاص طلب کرتے اپنے بھائی حنظلہ کا، عقبہ کا ولید بن عقبہ کا، عاص بن سعید کا جن کے قاتل حضرت علی تھے لیکن معاویہ ایسا نہ کرتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس میں مسلمان ان کا ساتھ نہ دیں گے۔ البتہ خون عثمان قصاص طلب کیا کیونکہ جاہلی عہد میں قصاص فرزندوں کے علاوہ دور کا رشتہ بھی طلب کر سکتا تھا، معاویہ عثمان کے دور ہی کے رشتہ دار تھے۔

۷۔ معاویہ کو چاہئے تھا کہ پہلے علی کی بیعت کر کے وحدت معاشرہ میں شامل ہوتے پھر قصاص کا دعویٰ رکھتے، خود حضرت علی نے بھی ایک خط میں اس کا تذکرہ کیا تھا۔ (۴)

۱۔ الامت والسیاسة ج ۱ ص ۸۷ (ج ۱ ص ۹۱)؛ العقد القریدی ج ۲ ص ۲۸۳ (ج ۳ ص ۱۳۷)؛ کامل ببرد ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۲۷۱)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۵۲ (ج ۳ ص ۸۹ خلیفہ ۴۳)

۲۔ کتاب صفین ص ۴۰۲ (ص ۳۵۴)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳ (ج ۵ ص ۲۳ حوادث ۲۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۷۸ (ج ۸ ص ۳۵ خلیفہ ۱۲۳)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۳۸۳ حوادث ۲۷)

۳۔ کتاب صفین ص ۳۶۱، ۳۶۹ (ص ۳۲۶، ۳۱۹)؛ تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۱ (ج ۵ ص ۳۹ حوادث ۲۷)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۳ (ج ۲ ص ۳۸۰ حوادث ۲۷)؛ شرح نوح البلاغ ج ۱ ص ۵۰۴ (ج ۵ ص ۲۵۲ خلیفہ ۶۵)؛ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۶۶ (ج ۷ ص ۲۹۶ حوادث ۲۷)؛ بحرۃ الخلیف ج ۱ ص ۸۱ (ج ۱ ص ۳۵۷ خلیفہ ۲۳۵)

۴۔ الامت والسیاسة ج ۱ ص ۸۸ (ج ۱ ص ۹۲)؛ کامل ببرد ج ۱ ص ۲۲۵ (ج ۱ ص ۲۷۱)؛ العقد القریدی ج ۲ ص ۲۸۳، ۲۸۵ (ج ۳ ص ۱۳۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۵۲ (ج ۳ ص ۸۹ خلیفہ ۴۳)

۸۔ معاویہ سے قبل طلحہ و زبیر نے بھی زوجہ رسول کو ساتھ لے کر یہی ڈرامہ کیا تھا۔ حضرت علی نے انہیں یہی سمجھایا کہ عثمان کے فرزند ہیں، یہ حق انہیں پہنچتا ہے۔ حضرت تو خود ہی فرماتے تھے کہ دو ہی راستے ہیں یا ان سے جنگ کروں یا کافر ہو جاؤں۔

۹۔ قصاص کے سلسلے میں خلیفہ وقت کی اطاعت بہر حال امت کی ہر فرد پر واجب تھی لیکن معاویہ کو خواہش نفس نے اندھا بہرہ بنا دیا تھا اور اس بارے میں اس نے اپنی ذمہ داری نہیں نبھائی۔

۱۰۔ قاتلین عثمان کے بارے میں اختلاف ہے، جن پر الزام ہے ان میں جبلہ بن اسہم، کبیرہ سکونی، کنانہ بن بشر، سودان بن حمران، رومانی یرمائی، یسار بن غلباض۔ ان میں سے کوئی بھی علی کی فوج میں نہ تھا۔ اگر اسباب کو دیکھا جائے تو تمام مہاجرین و انصار ان کے قتل میں شریک تھے، خود حضرت علی نے اپنے کو قتل عثمان سے بری قرار دیا ہے۔ لیکن معاویہ نے جھوٹ اور بہتان کی حد کرتے ہوئے حضرت علی اور ان کے طرفداروں کو قاتلین عثمان میں ہونے کا بھرپور پروپیگنڈہ کیا۔

۱۹۔ معاویہ کی صفائی میں ابن حجر کا ”عذر لنگ“

معاویہ کے عنونت خیز اور بھیاک ترین اقدامات اور حضرت علی کے خلاف ان کی مسلمانہ بغاوت کے متعلق جو عذر تراشے گئے وہ آپ نے گذشتہ صفحات میں پڑھ لئے۔ اب آئیے ذرا آخری گہار کا بھی تجزیہ کر لیجئے جسے ابن حجر کی نے صواعق محرکہ میں لکھا ہے، یہ ان کی اپنی اختراع نہیں ہے بلکہ یہ ابن حزم، ابن تیمیہ، اور ابن کثیر کے چبائے ہوئے لقمے ہیں جسے انھوں نے بنا سجا کر اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی و معاویہ کے درمیان جو جنگ ہوئی وہ اس لئے نہیں تھی کہ معاویہ نے علی سے حق خلافت چینیٹا چاہا تھا، کیونکہ یہ بات تو ثابت، یکہ خلافت حضرت علی ہی کا حق تھا۔ یہ فتنہ خلافت کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ اس لئے پیدا ہو ا کہ معاویہ اور ان کے ساتھی علی سے قاتلین عثمان کو طلب کر رہے تھے، کیونکہ معاویہ عثمان کے چچیرے بھائی تھے۔ حضرت علی نے اس سے انکار کیا،

وجہ یہ تھی کہ انھیں گمان ہوا کہ فوراً حوالے کر دیا جائے گا تو چونکہ ان کے قبیلے بہت زیادہ ہیں اور حضرت علی کی فوج میں کھل مل گئے ہیں اس لئے سخت بد امنی پھیلے گی اور خلافت کا انتظام متزلزل ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ابتدا میں خلافت کو استحکام و استواری نہیں حاصل تھی، اس لئے حضرت علی نے سوچا کہ جب تک خلافت مستحکم نہ ہو جائے اس معاملے کو ٹالنا زیادہ قرین صواب ہے، جب قومی وحدت استوار ہو جائے تو یکا یک قاتلین عثمان کو پکڑ کر حوالے کر دیا جائے گا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جب جنگ جمل میں آواز دی گئی کہ قاتلان عثمان فوج سے الگ ہو جائیں تو بعض نے حضرت علی کے خلاف مسلحانہ بغاوت کا ارادہ کر لیا، اکثر لوگ قتل عثمان کے ہم خیال تھے، چنانچہ ایام محاصرہ میں صرف مصری افراد کی تعداد سات سو، ہزار یا پانچ سو تھی، کوفہ و بصرہ کے لوگوں کو ملا کر تعداد دس ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی نے انھیں حوالے کرنے سے پہلو تہی برتی کیونکہ معاملہ سخت دشوار تھا۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ بلو اٹیوں نے عثمان کو تاویل فاسد کی بناء پر قتل کیا ہو کیونکہ عثمان نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا تھا۔ جیسے مروان کا معاملہ جو ان کا پت تھا اور پیغمبرؐ نے اسے مدینہ سے جلا وطن کر دیا تھا مگر عثمان نے بلا کر اسے اپنا داماد بنا لیا تھا۔ اپنے رشتہ داروں کو گورنر بنا دیا تھا، محمد بن ابی بکر، محض نا واقفیت میں انھوں نے فیصلہ کیا کہ عثمان کا خون بہانا جائز ہے۔ یہ قول امام شافعی ہے لیکن میری بات زیادہ قابل اعتماد ہے۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں کہ ہم نے مانا کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے، ان کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ ان سے کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی جس کی وجہ سے ان کا خون مباح ہوتا۔ (۱)

انھیں حجت تمام کرنے کے بعد قتل نہیں کیا گیا، انھیں ہزاروں مصری، کوفی و بصری لوگوں نے قتل نہیں کیا، تمام ملک ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ نہ تھا، پاک نفس اور نیک لوگوں نے ان پر تنقید نہیں کی تھی، اول دن ہی سے قاتلین مجہول نہیں بلکہ معروف تھے، مہاجرین و انصار قتل میں شریک نہیں تھے۔

(۱) الصواعق المحرقة ص ۱۲۹، ۱۲۶

مدینہ والوں نے دوسرے شہروں میں خط لکھ کر دین محمدیؐ کی جاہی کا تذکرہ بھی نہیں کیا تھا، طلحہ، زبیر، عائشہ اور عمرو عاص تمام لوگوں سے زیادہ قتل عثمان میں کوشاں نہیں تھے، دنیا نے عثمان کا طلحہ کے خلاف احتجاج بھی نہیں سنا تھا، سعد نے مدد نہ کرنے کا اقرار بھی نہ کیا تھا، تین روز تک عثمان کی لاش مزبلہ پر بھی پڑی نہیں رہی، طلحہ و زبیر نے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے روکا بھی نہیں تھا، امام وقت حضرت علیؑ کو درگزر کرنے کا حق بھی نہیں تھا، جس طرح عثمان نے ہرمزان و ہضینہ کے قتل میں عبید اللہ کو معاف کر دیا تھا، چند معزز ترین صحابہ نے گواہی بھی نہیں دی تھی کہ عثمان کا خون معاویہ کی گردن پر ہے، عثمان کا ولی معاویہ کے سوا کوئی تھا بھی نہیں، اور معاویہ خود واقعہ قتل کے عین گواہ بھی تھے؟

ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ معاویہ کی مسلحانہ بغاوت حکومت ہتھیانے کے لئے نہیں تھی بلکہ صرف اور صرف قاتلین عثمان سے قصاص لینا چاہتے تھے، وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آزاد کا قصاص طلیق کو لینے کا حق ہے۔ ٹھیک ہے تمام حادثات یونہی پیش آئے تھے جیسا کہ ابن حجر نے لکھا ہے لیکن کوئی ابن حجر سے پوچھے کہ کیا معاویہ کی مخالفت و دشمنی امام وقت کے خلاف نہیں تھی؟ کیا ایسے خلیفہ و حجت کے خلاف نہیں تھی جسے نص اور اجماع کے ساتھ ساتھ عظیم اصحاب رسولؐ نے خلیفہ منتخب کیا تھا؟ کیا ان کی مسلحانہ بغاوت اسلامی حکومت کو متزلزل نہیں کر رہی تھی؟ کیا الہی سیاست کی تحقیر و تذلیل نہیں ہوئی؟

معاویہ خلیفہ نہیں تھے، نہ ان کی بیعت ہی ہوئی تھی، بلکہ وہ صرف ایک پچھلے خلیفہ کے معین کئے ہوئے ایک گورنر تھے۔ اس بنا پر جو بیعت مدینہ میں منعقد ہوئی اس کی اطاعت شام کے گورنر پر لازم تھی۔ خود امیر المؤمنین نے خط میں لکھا تھا کہ اگر تم شام کی گورنری چاہتے ہو تو آکر جدید تقرری کا پروانہ لے جاؤ۔ یہ سب کچھ بھی نہ ہوا؟

وفود کی کہانی

پہلا وفد:

اول ذی الحجہ ۳۶ھ میں حضرت علیؑ نے بشیر ابن عمرو، سعد ابن قیس اور عبید اللہ ابن ربیع پر مشتمل

ایک وفد معاویہ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اس شخص کو دین خدا، فرمانبرداری اور جماعت سے وابستگی کی دعوت دینا۔ معاویہ کے پاس پہنچ کر بشیر ابن عمرو نے حمد و ثنا الہی کے بعد کہا کہ اے معاویہ! دنیا زائل ہو نے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے، اللہ تمہارے عمل کا محاسبہ کریگا اور اسی کے مطابق برتاؤ کرے گا، میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور خون بہانے سے باز آؤ۔

معاویہ نے بشیر بن عمرو کی بات کاٹ کر کہا کہ کیا یہی بات تم نے اپنے امام سے کہی؟ ہے بشیر نے جواب دیا: میرا امام تمہاری طرح نہیں ہے، وہ خلافت کا سب سے زیادہ حقدار اور فضیلت، سبقت اسلامی اور قربت رسول کا حامل ہے۔ معاویہ نے کہا کہ علی کیا کہتے ہیں؟ بشیر نے کہا کہ وہ تمہیں تقوائے الہی کی دعوت دیتے ہیں، تمہیں اپنے ابن عم کی بات ماننا لازم ہے۔ معاویہ نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم خون عثمان رائیگاں نہیں جانے دینگے۔

اس کے بعد حبیب ابن ربیع نے تقریر کی، حمد و ثنا الہی کے بعد کہا: اے معاویہ! تم نے بشیر کا جو جواب دیا اسے ہم نے خوب سمجھا، تمہارا مقصد ہم سے پوشیدہ نہیں، تم ہر وسیلے سے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہو، خون عثمان کے بہانے کچھ پست لوگ تمہارے ہم خیال ہو گئے ہیں حالانکہ عثمان کی مدد کرنے میں نال مشول دکھائی تاکہ تم اس خون کا بہانہ بنا کر اقتدار حاصل کر سکو، لیکن اسے سمجھ لو کہ بہت سی آرزوؤں میں خدا خارج ہو جاتا ہے، تم نے اپنی امید کے حصول میں غلطی کی ہے، تم بدترین عرب! اگر تم تمناؤں میں کامیاب ہو گئے، تو جہنم واصل ہو گے اے معاویہ! خدا سے ڈرو، اور اپنا مطالبہ چھوڑو، حقدار سے جھگڑانا نہ کرو۔

معاویہ نے کہا کہ اے عربی! تو نے جھوٹ بولا اور میری ملامت کی، تو بددماغ ہے، میرے سامنے سے دور ہو جا، اب میرے اور تمہارے درمیان صرف تلوار ہی فیصلہ کریگی۔ وفد نے واپس آ کر حضرت علی سے ساری روادار سنا دی۔ (۱)

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۲۲ (ج ۳ ص ۵۷۳ ح ۵۷۳) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۲ (ج ۲ ص ۳۶۵ ح ۳۶۵) ۲۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۲۸۵ ح ۲۸۵) ۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۳ (ج ۵ ص ۷۵ ح ۷۵) ۴۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۲۸۵ ح ۲۸۵) ۵۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۲۸۵ ح ۲۸۵) ۶۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۲۸۵ ح ۲۸۵) ۷۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۲۸۵ ح ۲۸۵) ۸۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۲۸۵ ح ۲۸۵) ۹۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۲۸۵ ح ۲۸۵) ۱۰۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۲۸۵ ح ۲۸۵)

دوسرا وفد:

محرم ۳۲ھ میں بھیجا، جب فریقین نے جنگ ردک کر صلح و صفائی کی بات شروع کی، حالانکہ اس کا فائدہ نہیں ہوا۔ حضرت علیؑ نے عدی ابن حاتم، یزید ابن قیس، شیبث ابن ربیع اور زیاد ابن حنظلہ کو معاویہ کے پاس بھیجا:

عدی ابن حاتم نے کہا کہ ہم تمہارے پاس وحدت کلمہ اور اتحاد ملت کی دعوت دینے آئے ہیں تاکہ خون نہ بہے اور امن پیدا ہو، کہیں تم۔ جنگ جمل کا منظر نہ بھگتنا پڑے۔ معاویہ نے کہا کہ تم میرے پاس صلح کے بجائے دھمکانے آئے ہو، میں حرب کا بیٹا ہوں جسے ڈرایا نہیں جاسکتا تم ہی لوگوں نے عثمان کو قتل کیا، اب میری تمنا ہے کہ ان کے بدلے میں تم لوگوں کو قتل کروں۔

شیبث ابن ربیع اور زیاد نے معاویہ سے کہا کہ ہم تمہارے پاس صلح کی بات لیکر آئے ہیں اور تم مہمل باتیں کرنے لگے، کچھ مفید باتیں کرو۔ اس وقت یزید ابن قیس نے کہا کہ ہم تمہارے پاس دو ٹوک جواب لینے کیلئے بھیجے گئے ہیں، تم پر اچھی طرح واضح ہے کہ فضائل و محاسن میں کوئی بھی علیؑ کا ہم پلہ نہیں، تم سے علیؑ کا کوئی مقابلہ نہیں، اے معاویہ علیؑ کی مخالفت نہ کرو۔

معاویہ نے کہا کہ تم وحدت قومی کی جو بات کر رہے ہو یہ میرے پاس ہے، میں تمہارے امام کی پیروی نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے عثمان کو قتل کیا اور قاتلوں کو پناہ دی ہے، تم قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ عثمان کے بدلے میں انہیں قتل کر دوں پھر تمہاری قومی وحدت کی پیش کش قبول کر لوں گا، شیبث نے کہا۔ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ عمار کو تمہارے حوالے کیا جائے کہ انہیں قتل کر دوں معاویہ نے کہا: کیا ہرج ہے، میں تو عمار کو غلام عثمان کے بدلے میں قتل کر دوں۔

شیبث نے کہا: خدائے زمیں و آسمان کی قسم! تم نے انصاف نہیں کیا، جب تک تمہارے بہت سے لوگ خاک و خون میں نہیں لوٹے تم عمار پر قابو نہیں پاسکو گے، معاویہ نے کہا کہ اگر جنگ ہوئی تو دنیا تم لوگوں پر اندھیر ہو جائیگی۔

جب یہ وفد معاویہ کے پاس سے چلا آیا تو معاویہ نے زیاد کو آدمی بھیج کر بلوایا اور کہا کہ علیؑ علیہ

السلام نے قطع رحم کیا اور قاتلان عثمان کو پناہ دی، اس لئے میں تم سے اور تمہارے قبیلے سے مدد کی بھیک مانگتا ہوں، میں خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ اگر کامیابی ملی تو تمہیں کوئی یا بصرے کا گورنر بنا دوں گا۔ زیاد کا بیان ہے کہ معاویہ کہہ چکے تو میں نے حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا کہ میں خدا کے روشن راستے پر ہوں اور اس نے مجھ پر انعام کیا ہے، میں کبھی مجرموں کا پشت پناہ نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہہ کر میں چلا آیا۔ (۱)

ابن دیزیل کی روایت ہے کہ عراقی اور شامی قاریان قرآن کا آتما سا منا ہو جو لگ بھگ تیس ہزار تھے۔ عراقیوں میں عبیدہ سلمان، علقمہ ابن قیس، عامر ابن قید اور عبد اللہ ابن عتبہ تھے، یہ لوگ معاویہ کے پاس گئے اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ معاویہ نے کہا: عثمان کا بدلہ اور علی علیہ السلام سے لوٹنا۔ پوچھا گیا: کیا انہوں نے قتل کیا ہے؟ جواب دیا: ہاں، انہوں نے قتل کیا ہے اور قاتلوں کو پناہ دی ہے۔ ان لوگوں نے واپس آ کر حضرت علی علیہ السلام سے بیان کیا تو مولانا نے فرمایا وہ جھوٹا ہے تم سبھی جانتے ہو کہ میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے کہا کہ انہوں نے قتل تو نہیں کیا ہے لیکن قتل کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بخدا! میں نے نہ قتل کیا نہ حکم دیا ہے جب معاویہ سے کہا گیا تو اس نے کہا کہ اگر علی علیہ السلام سچے ہیں تو ان کی فوج میں جو قاتلان عثمان ہیں ان سے بدلہ لے لیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: انہوں نے قرآن وحدیث سے استنباط کر کے عثمان کو قتل کیا ہے، ان پر میرا قابو نہیں۔ معاویہ نے کہا کہ پھر ہمارے مشورے کے بغیر وہ خلیفہ کیسے ہو گئے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مہاجرین و انصار اور بدریوں نے میری بیعت کی، اس وقت بدری اصحاب صرف میرے ساتھ ہیں، دیکھو تم اپنے نفسوں کو دھوکہ مت دو۔ (۲)

یہاں قابل ملاحظہ بات یہ ہے کہ وہ جبار و سرکش حق کے سامنے سر جھکانے پر آمادہ نہیں، نہ وحدت قومی، نہ اطاعت خلیفہ وقت، نہ مہاجرین و انصار، اصحاب بدر کی عظمت۔ کس ڈھٹائی سے کہتا ہے کہ جس وحدت قومی کی تم گہار مچا رہے ہو وہ میرے پاس ہے، میں تمہارے رہبر کی اطاعت نہیں کروں گا حالانکہ

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۵۸ (ج ۷ ص ۲۸۷ حوادث سنہ ۳۷ھ)

۲۔ امر دج الذہب ج ۲ ص ۷۲ (ج ۳ ص ۳۲)

جس وحدت قومی کو اپنے پاس بتا رہا ہے وہ مدینہ میں دست حضرت علی پر واقع ہوئی تھی۔ معاویہ کو شام والوں پر ناز تھا جنھیں اونٹ اور اونٹنی کی تمیز نہیں تھی۔ (۱)

فرزند جگر خوارہ کو آخر خلافت سے کیا سروکار؟ کیا ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں خلافت منعقد ہوگی؟ پھر وہ چاہتا ہے کہ علی خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ ابن حجر کے دعویٰ کے مطابق اگر وہ خلافت کے لئے جنگ نہیں کر رہا تھا تو آخر یہ تمائشے کیا ہیں؟

وہ شبث بن ربعی سے کہتا ہے کہ اگر عمار ہاتھ آجائیں تو انھیں عثمان ہی نہیں ان کے غلام کے بدلے قتل کروں۔ کیا اس نے عمار کی فضیلت میں احادیث رسول نہیں سنی تھیں کہ عمار سر تا پا ایمان سے مملو نہیں ہیں، حق عمار کے ساتھ ہے اور عمار حق کے ساتھ، عمار کا خون اور گوشت جہنم پر حرام ہے۔ انھیں عمار سے کیا سروکار؟ وہ جنت کی طرف بلا رہا ہے اور یہ لوگ جہنم کی طرف بلا رہے ہیں۔ جسے رسول کی پروا نہ ہو اسے ارشاد رسول کی کیا پروا ہو سکتی ہے؟

معاویہ نے ایک وفد حبیب بن مسلمہ، شرجیل بن سمط اور معن بن یزید پر مشتمل حضرت علی کی خدمت میں بھیجا۔ حبیب نے کہا کہ عثمان کتاب خدا پر عمل کرنے والے خلیفہ تھے اس لئے آپ لوگ ان پر برہم تھے اور قتل کر دیا، اگر آپ قاتل عثمان نہیں ہیں تو قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیجئے، پھر حکومت سے علیحدہ ہو جائیے تاکہ شوریٰ کے مطابق متفقہ خلیفہ منتخب کیا جائے۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اوبے مادر! تجھے خلافت سے کیا سروکار؟ دور ہو جا یہاں سے۔ شرجیل نے کہا کہ جو میرے ساتھی نے کہا وہی میرا بھی خیال ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ بعد رسول لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی، ابوبکر نے عمر کو جانشین بنایا پھر عثمان خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے تنقید کی اور قتل کر دیا، میں اس سے قطعی علیحدہ تھا۔ پھر لوگوں نے زبردستی میری بیعت کی، اس کے بعد طلحہ و زبیر نے بیعت توڑ دی، معاویہ تو کسی شمار قطار میں نہیں یہ ایسی نسل کا ہے جو ضلالت کا پرچم ہے۔ ہاں میں تو قرآن و سنت رسول کی

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۶ (ج ۵ ص ۷۵) ۲۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۲ ص ۳۶۸) ۳۔ احداث سنہ ۴۷ (الہدایہ

والتحایہ ج ۷ ص ۲۵۸ (ج ۷ ص ۲۸۷) ۴۔ احداث سنہ ۴۷ (

دعوت دے رہا ہوں۔ وہ دونوں عثمان کے ناحق قتل ہونے اعلان کر کے بزم مولا علی سے واپس آگئے۔ (۱)

پردہ اٹھتا ہے

اب ذرا معاویہ کے خطوط کو دیکھئے جس میں مولا علی علیہ السلام سے جنگ میں اپنا مقصد ظاہر کیا گیا ہے۔ اس میں ابن حجر کے دعویٰ کی پوری طرح قلعی کھل جاتی ہے کہ معاویہ نے خلافت کے لئے جنگ نہیں لڑی۔

نعمان بن بشیر نے زوجہ عثمان کا خط لاکر معاویہ کو دیا، جس میں بلوایوں کی شورش اور محمد بن ابی بکر عثمان کی داڑھی پکڑنا اس طرح بیان کیا گیا تھا کہ پڑھنے والا بے اختیار روئے لگتا۔ معاویہ منبر پر گئے اور خون آلود پیرا ہن کھول کر لوگوں کو دکھایا، لوگ داڑھیں مار مار کر رونے لگے۔ اس وقت معاویہ نے لوگوں سے خون عثمان کا بدلہ لینے کو کہا۔ شام والوں نے معاویہ کی بات مان کر کہا: تم ان کے چچیرے بھائی اور خون کے ولی ہو۔ اسی بات پر لوگوں نے معاویہ کی بیعت کی۔ معاویہ نے حمص میں شرجیل ابن سمط کندن کو اسی بات پر بیعت کرنے کے لئے لکھا، شرجیل نے اشراف حمص کو بلوا کر کہا کہ قتل عثمان سے بڑا جرم تو یہ ہے کہ ہم معاویہ کی محض جنگی حکمران کی حیثیت سے بیعت کریں، یہ غلطی ہوگی، ہمیں معاویہ کی خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کرنی چاہئے

چنانچہ حمص والوں نے بحیثیت خلیفہ معاویہ کی بیعت کر لی، پھر شرجیل نے معاویہ کو لکھا کہ آپ بغیر خلیفہ کے خلیفہ کا قصاص لیتے اس لئے میں نے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت لے لی ہے۔ معاویہ بہت خوش ہوا اور منبر پر جا کر شرجیل کے اقدام کی لوگوں کو اطلاع دی۔ لوگوں سے کہا کہ تم بھی خلیفہ کی حیثیت سے میری بیعت کرو۔ جب اس کی بیعت مکمل اور حکومت مستحکم ہو گئی تو حضرت علی کو خط لکھا۔

عثمان بن عبداللہ جرجانی بیان کرتے ہیں کہ معاویہ کی بیعت ہوگئی، لوگوں نے کتاب خدا اور سنت رسالت پر عمل کی شرط سے بیعت کی۔ اس وقت مالک بن ہبیرہ کنذی شام کا معزز شخص تھا، بیعت کے وقت موجود نہ تھا۔ بولا: اے امیر المؤمنین! اس حکومت و عوام کو آپ نے فاسد کر دیا اور احمقوں کو موقع دے دیا، عرب جانتے ہیں کہ ہمارا قبیلہ کردار کا غازی ہے گفتار کا نہیں، بہت جلد آپ اس کو دیکھ بھی لیں گے، ہاتھ بڑھائیے تاکہ ہر سرد و گرم حالات پر آپ کی بیعت کروں زقان نے بھی اتنی زمینہ پراچھے اشعار کہے۔ (۱)

معاویہ و علی کی باہم خط و کتابت سے بھی معاویہ کے عزائم و مقاصد کا اچھی طرح پتہ چلتا ہے۔ بیعت کے پہلے ہی دن حضرت علی نے معاویہ کو لکھا کہ باتیں بہت زیادہ ہیں، اب تم فوراً اپنے اصحاب کے ساتھ آ کر میری بیعت کرو۔ معاویہ نے اس کا جواب ایک شعر میں دیا جس میں تلوار کی دھمکی تھی۔ حضرت نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمہارے پاس قتل عثمان کی خبر پہنچ چکی ہے اور یہ کی تمام لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے، اس لئے جس میں سب لوگ داخل ہو گئے ہیں تم بھی داخل ہو جاؤ۔ آپ نے جریر بھلی کے ہاتھ جو خط بھیجا اس میں تحریر فرمایا تھا کہ مدینے والوں نے میری بیعت کی ہے اور تم شام والوں پر بھی میری بیعت لازم ہو جاتی ہے کیونکہ میری بیعت بھی انہی لوگوں نے کی ہے جن لوگوں نے عمر، ابو بکر اور عثمان کی بیعت کی تھی۔ اس لئے عافیت اسی میں ہمیکہ جس بات پر تمام مسلمان متفق ہو گئے ہیں تم بھی اس سے اتفاق کر لو، اچھی طرح یاد رکھو کہ آزاد کردہ لوگوں کا حق خلافت میں نہیں ہے اور نہ وہ شوری میں داخل ہو سکتے ہیں۔ میں نے جریر کو بھیجا ہے، وہ مومن اور مہاجر ہیں، ان کے ہاتھ پر میری بیعت کر لو۔

جب جریر خط لیکر پہنچے تو معاویہ بہت پریشان ہوا۔ اس کے بھائی عتبہ نے رائے دی کہ اس معاملے میں عمرو عاص سے مدد مانگو، جو فلسطین میں ہے، معاویہ نے اسے خط لکھ کر شام بلا لیا اور جریر کے معاملے میں ٹال مٹول کرتا رہا کچھ دن بعد جریر سے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ حضرت علی شام اور مصر کے مالیات

مجھے عطا کر دیں اگر میں مر جاؤں تو کسی کو میرا جانشین نہ بنایا جائے میں انھیں حکومت حوالے کر دوں گا جریر نے کہا کہ اسی کو خط میں لکھ دو جب حضرت علیؑ کو معاویہ کی مکاریاں معلوم ہوئی تو آپ نے جریر کو خط لکھ کر بلوایا۔ شام میں جریر کا قیام تین یا چار مہینے رہا۔ حضرت نے جریر کو لکھا کہ میرا خط پاتے ہی معاویہ سے فیصلہ کن بات کر دو۔ یا جنگ یا صلح، اگر وہ صلح چاہتا ہو تو میری بیعت لے لو۔



معاویہ نے جریر کے ہاتھوں حضرت علیؑ کا جواب لکھا

اگر آپ کی بیعت بھی گذشتہ خلفاء کی طرح کی گئی ہوتی اور آپ کا دامن خون عثمان سے پاک ہوتا تو آپ بھی میرے نزدیک ابو بکر و عمر کی طرح ہوتے لیکن آپ نے مہاجرین کو عثمان کے خلاف بھڑکایا اور انصار کو مدد سے روکا، اس طرح نادان نے آپ کی اطاعت کی اور کمزور آپ کی مدد سے توانا ہو گئے، شام کے عوام آپ سے جنگ کے سوا کسی بات پر راضی نہیں تاکہ آپ کا سلطان عثمان کو حوالے کر دیجئے، اس کے بعد خلافت کا معاملہ شورئی کے حوالے ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجاز والے ہی حاکم اسلام تھے لیکن اسلام سے دور ہو گئے تو آپ شام والے حاکم اسلام بن گئے، طلحہ و زبیر پر مجھے قیاس نہ کیجئے کیونکہ انھوں نے آپ کی بیعت کی تھی اور میں نے آپ کی بیعت نہیں کی ہے۔ یہی معاملہ بصرہ اور شام والوں کا ہے۔

مولانا علیؑ نے جواب دیا:

تم نے دعویٰ کیا ہے کہ عثمان کی وجہ سے میری بیعت کا اعتبار نہیں، مہاجرین میرے ساتھ ہیں جو گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتے اور نہ میں نا سمجھ ہوں، نہ میں نے قتل عثمان کا حکم دیا کہ پریشان ہو جاؤں اور نہ قتل کیا ہے کہ قصاص سے ڈروں۔ تم نے شامیوں کی حکمرانی کا نوحہ پڑھا ہے ذرا ایک ہی فرد وہاں سے دکھاؤ جو شورئی کی اہلیت رکھتا ہو۔ تم کوئی نام لو گے مہاجرین و انصار تمہاری تکذیب کریں گے۔ میرے پاس تو حجازیوں کی ایسی بہت سی فرد ہیں۔ اس بنا پر میری بیعت کرو پھر اپنا دعویٰ میری خدمت میں پیش کرو۔

آواخر جنگ صفین میں معاویہ نے حضرت علیؑ کو خط لکھا کہ اے ابوالحسن! اگر آپ نے مجھ سے جنگ کی تو تباہی سے دو چار ہوں گے، شام والوں نے آپکی بیعت نہیں کی ہے لہذا آپ خدا کے قہر سے ڈریئے، تلوار میان میں کیجئے، خون بہانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

حضرت علیؑ نے جواب میں لکھا:

تم نے مجھے تباہی کی دھمکی دی ہے اور میری سابقہ اسلامی خدمات کے ختم ہونے کا مژدہ سنایا ہے تو اپنی جان کی قسم! اگر میں نے تمہارے خلاف مسلحانہ زیادتی کی ہوتی تو تمہیں اس طرح ڈرانے کا حق پہنچاتا لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ قرآن کا حکم ہے کہ اگر دو گروہ باہم قتال کریں تو زیادتی کرنیوالے کے خلاف جنگ کرو تو اسی زیادتی کرنیوالے گروہ میں ہے کیونکہ سب نے میری بیعت کر لی ہے، اب تو ہی اس سے گریزاں ہے۔ ابو بکر نے تیرے بھائی یزید کو گورنر بنایا، عمر نے اور عثمان نے تجھے باقی رکھا، اب تو مجھے ڈرارہا ہے۔ سن لے کہ رسول خدا نے مجھے ناکشین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا ہے، جس طرح رسولؐ نے تنزیل کے لئے جنگ کی اب میں تاویل کیلئے جنگ کروں گا۔ تم کیسے کہتے ہو کہ شامیوں نے میری بیعت نہیں کی لہذا مجھے خلافت کا حق نہیں۔ مدینے والے جسکی بیعت کر لیں اسکی اطاعت سب پر لازم ہو جاتی ہے چاہے وہ حاضر ہو یا غائب، اب اس میں نظر ثانی اور تغیر کی گنجائش نہیں، اس کی مخالفت کرنے والا منافق ہوگا، باس بنا پر سرکشی سے باز آؤ اور میری بیعت کرو۔

معاویہ نے جواب دیا: لجاجت اور بیہودگی چھوڑو اور قاتلان عثمان کو میرے حوالے کرو، حکومت کو شوری کے حوالے کرو تا کہ مرضی خدا کے مطابق سب کا اتفاق ہو سکے، تمہاری اطاعت میری گردن پر نہیں، نہ تمہاری سرزنش و مواخذہ مجھ سے ہو سکتا ہے۔

حضرت علیؑ نے جواب دیا:

تم نے دعویٰ کیا ہے کہ فلاں فلاں شخص فضائل کے حامل تھے، اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں، اگر درست ہو تو تم پر اشکال وارد نہیں ہوتا، تم جیسے طلح بن طلح کو حاکم و محکوم اور افضل و مفضول کی بحث میں پڑنے سے کیا سروکار؟ یہ کام مہاجرین کا ہے۔ اب تم اپنی حد سے آگے بڑھنے کی کو

شش نہ کرو۔ تم نے مجھے تلوار کی دھمکی دی ہے، یہ لکھ کر تو تم نے رونے والوں کو بھی ہنسا دیا، کب فرزند عبد المطلب تلوار سے ڈرا ہے۔ میں مہاجرین و انصار کی چمکتی تلواروں کے ساتھ آ رہا ہوں، جس کا ذائقہ تمھا رے بھائیوں اور خاندان کے بزرگوں نے چکھ لیا ہے۔

جب حضرت علیؑ رقبہ پہنچے تو لوگوں کے اصرار پر اتمام حجت کے لئے معاویہ کو خط لکھا جس میں اسے اور اس کے بھوؤوں کی سابقہ اسلام دشمنی یاد دلا کر انہیں حد سے بڑھنے پر سرزنش کی ہے، خلافت کا مستحق رسولؐ کے قریب تداروں اور دین کے واقف کاروں کو بتایا ہے، پھر کتاب خدا و سنت رسولؐ پر عمل کی دعوت دی ہے تاکہ مسلمانوں کا خون نہ بہے اور امت تفرقہ کا شکار نہ ہو۔ (۱) ☆

صاف صاف

ہم نے دیکھا کہ معاویہ نے جریر سے کہا کہ حضرت علیؑ شام و مصر کی مالیات ہمارے حوالے کر دیں اور مجھے شام کی گورنری پر بحال کر دیں۔ امام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ دنیا بھانے والی

۱۔ شرح بیخ البلاغ ابن ابی الحدید (ج ۳ ص ۲۱۰ خطبہ ۲۸) الامتہ والسیاستہ ج ۱ ص ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱۔ کتاب الصغیرین ص ۲۳۲، ۲۳۱، ۲۳۰، ۲۲۹، ۲۲۸، ۲۲۷، ۲۲۶، ۲۲۵، ۲۲۴، ۲۲۳، ۲۲۲، ۲۲۱، ۲۲۰، ۲۱۹، ۲۱۸، ۲۱۷، ۲۱۶، ۲۱۵، ۲۱۴، ۲۱۳، ۲۱۲، ۲۱۱، ۲۱۰، ۲۰۹، ۲۰۸، ۲۰۷، ۲۰۶، ۲۰۵، ۲۰۴، ۲۰۳، ۲۰۲، ۲۰۱، ۲۰۰، ۱۹۹، ۱۹۸، ۱۹۷، ۱۹۶، ۱۹۵، ۱۹۴، ۱۹۳، ۱۹۲، ۱۹۱، ۱۹۰، ۱۸۹، ۱۸۸، ۱۸۷، ۱۸۶، ۱۸۵، ۱۸۴، ۱۸۳، ۱۸۲، ۱۸۱، ۱۸۰، ۱۷۹، ۱۷۸، ۱۷۷، ۱۷۶، ۱۷۵، ۱۷۴، ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۰، ۱۶۹، ۱۶۸، ۱۶۷، ۱۶۶، ۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۵۹، ۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۶، ۱۵۵، ۱۵۴، ۱۵۳، ۱۵۲، ۱۵۱، ۱۵۰، ۱۴۹، ۱۴۸، ۱۴۷، ۱۴۶، ۱۴۵، ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۴۲، ۱۴۱، ۱۴۰، ۱۳۹، ۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱۔

☆ قارئین نے تمام خطوط کو پڑھ کر اندازہ لگایا ہوگا کہ معاویہ نے قتل عثمان کی جہت اور قاتلوں کو پناہ دینے کا اہرام لگاتا ہے۔ وہ اس طرح اسلامی سلطنت کو کمزور کر کے اپنا الوسیہ کرنا چاہتا ہے وہ اس سلسلے میں تہدید، قتل و غارت، جہت و بہتان اور صحابہ جین و انصاری کی ذلت و خواری پر بھی اتر آیا ہے۔ سبھی خطا کار اور اسلام سے دور ہو گئے ہیں وہ صحابہ جین و اصحاب بدر تو بے دین ہو گئے اور یہ آزاد کردہ انسان خلافت کا مستحق ہو گیا؟ یہ بھی توجہ طلب ہے کہ معاویہ نے حضرت علیؑ سے اس وقت جنگ چھیڑی ہے جب حضرت نے اس پر پوری طرح جہت تمام کر دی تقسیم و یاد دہانی و صحت کو ذرا بھی فرو گذاشت نہیں فرمایا تمام مضر دہانوں کو قطع کر دیا۔ لیکن ایسے کیا کیا جائے کہ معاویہ کے پاس حق کو قبول کرنے کا نڈل تھا نہ دماغ۔

ہے، وہ سچ سچا کر آدمی کے سامنے آتی ہے حالانکہ ہمیں آخرت کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا اقا
نی سے دست بردار ہو جاؤ اور باقی کی طرف توجہ کرو، آخرت کے محاسبے سے ڈرو، تم نے لکھا ہے کہ عمر نے
تصمیم شام کا گورنر بنایا ہے۔ عمر نے اپنے پیش رو کے معین کئے ہوئے (خالد) کو معزول کر دیا تھا۔ عثمان
نے عمر کے گورنروں کو معزول کر دیا تھا۔ اصل میں خلیفہ کو امت کی مصلحت دیکھنی چاہئے۔

معاویہ نے لیلۃ الحریر کے دو تین روز قبل امیر المؤمنین کو خط لکھا تھا کہ مجھے شام کی گورنری پر باقی
رکھا جائے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے بھی یہی کہا تھا کہ اب حضرت علی سے بات چیت شروع کر
نا چاہتا ہوں، ایک خط لکھ چکا ہوں جس کا جواب نہیں آیا، اب دوبارہ لکھوں گا پھر یوں لکھا: اور حمد و ثنائے
الہی، آپ اور ہم جانتے ہیں کہ جس جنگ سے ہم دوچار ہیں اگر اسی وقت ہمیں عقل آجاتی تو یہ صورت حا
ل نہ ہوتی، اب عافیت اسی میں ہے کہ گذری باتوں پر شرمندہ ہوں اور آئندہ کی اصلاح کریں۔ پہلے
میں نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ شام مجھے حوالے کر دیجئے اور اپنی بیعت و اطاعت میرے اوپر لازم نہ
فرمائیے لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا اور خدا نے جس سے آپ درلغ فرما رہے تھے مجھے دے دیا۔ میں
گذشتہ مطالبے کو پھر دہراتا ہوں۔ جس زندگی کے آپ امیدوار ہیں، میں نہیں ہوں اور جس فنا سے آپ
ڈر رہے ہیں، مجھے اس کا خوف نہیں، بخدا اب تو فوجیں کم ہو گئیں، لوگ مر رہے ہیں، ہم بنی عبد مناف
میں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔

حضرت علی نے جواب دیا:

تمہارا خط ملا، تم نے مجھے یاد دلایا ہے کہ اگر ہم لوگ جانتے تو ان حالات سے دوچار نہ ہوتے تو سن
اگر میں خدا کی راہ میں قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، اس طرح ستر بار بھی ہو تو راہ خدا میں اپنی جدوجہد
کمزور نہ ہوگی۔ اب تمہیں عقل آئی اور شرمندہ ہوئے ہو لیکن مجھے ندامت نہیں ہے۔ تم نے شام طلب
کیا ہے، اسے نہ کل دیا تھا نہ آج دوں گا، جنگ نے بہت سے لوگوں کو کھلایا تو ہے لیکن جو خنق پر مرا ہے وہ
جنت میں گیا اور جو باطل پر مرادہ جہنم میں گیا۔

معاویہ نے ابن عباس کو بھی خط لکھ کر جنگ کے بھیا تک نتائج کا تذکرہ کیا۔ جس کا جواب ابن عب

س نے دیا کہ تم نے قتل عثمان کا بہانہ بنا کر حکومت حاصل کرنی چاہی ہے، تم طلح بن طلح سے خلافت سے کیا سوکار، یہ کام مہاجرین اور معزز صحابہ کا کام کیا ہے۔

صلح امام حسن کے بعد معاویہ نے کوفے میں داخل ہوتے ہی تقریر کی کہ تم سمجھتے ہو کہ میں نے تم سے نماز، روزہ اور حج کے لئے جنگ کی ہے، میں تو جانتا ہوں کہ تم لوگ یہ سب کرتے ہو، میں نے صرف تم پر حکومت کے لئے جنگ کی ہے، جسے تم ناپسند کرتے تھے، خدا نے مجھے وہ دے دیا۔ سمجھ لو کہ تمام خون رائیگاں اور تمہاری تمام شرطیں میرے پیروں تلے ہیں۔

معروف بن خربوز کی کا بیان ہے ہم لوگ مسجد میں بیٹھے تھے، اتنے میں معاویہ داخل ہوئے تو ابن عباس نے منہ پھیر لیا، معاویہ نے کہا: کیا اس لئے منہ پھرایا ہے کہ میں تمہارے ابن عم سے زیادہ حق دار خلافت ہوں؟ ابن عباس نے کہا: کہ کیا اس لئے وہ مسلمان ہیں اور تم کافر ہو؟ معاویہ نے کہا: نہیں بلکہ اس لئے کہ میں عثمان کا ابن عم ہوں۔ ابن عباس نے کہا: تو میرے ابن عم تمہارے ابن عم سے بہتر و افضل تھے معاویہ نے کہا: عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ تو ابن عباس نے عبد اللہ بن عمر کی طرف اشاری کر کے کہا کہ یہ تو تم سے بھی زیادہ حق دار ہوئے۔ معاویہ نے کہا: لیکن عمر کو کافر نے قتل کیا اور عثمان کو مسلمانوں نے۔ ابن عباس نے کہا کہ پھر تو بخدا یہ میرے لئے اور بھی مضبوط دلیل بن جاتی ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں:

ان باتوں سے صاف واضح ہوتا ہے کہ معاویہ اول روز ہی سے خلافت کے لالچی تھے، آخر کڑی پڑی تو صرف شام و مصر پر قیامت کرنے کا اقرار کیا۔ بہر حال جو شخص خلیفہ وقت سے نزاع کرے اس کا قتل واجب تھا، اسی لئے حضرت علی نے اس سے جنگ کی۔

معاویہ کے گندے ارادے

معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام سے اسی وقت سے اختلاف تھا جب اسلام نے دونوں میں جدائی ڈالی تھی۔ ان دونوں میں کفر و اسلام کا فرق تھا، علی سے کیہ اسی وقت سے ہوا جب آپ نے اس کے

بھائی، داد اور ماموں کو قتل کیا تھا اور پھر اسلام کو ترقی ہوئی۔ صرف اس لئے کہ عثمان قتل ہوئے اور مہاجرین و انصار مدینہ نے علیؑ کی بیعت کر لی، یہ امیر المومنینؑ کی اساس حکومت کی چولیس ہلانے میں لگ گیا معاویہ نے زیر کو ایک خط لکھا کہ میں نے شام والوں سے تمہاری بیعت لے لی ہے، کو فو دبصرہ تمہارے نزدیک ہے، دیکھو فرزند ابوطالبؑ قابو نہ پا جائیں، اگر یہ دو شہر تمہاری اطاعت میں آگئے تو پھر کچھ باقی نہ رہ جائے گا، میں نے تمہارے جانشین کی حیثیت سے طلحہ کی بیعت کر لی ہے۔ لہذا تم لوگوں کو انتقام خون عثمان پر ابھارنے میں کوشش کرو، خدا تم دونوں کو کامران اور دشمنوں کو ذلیل کرے۔ زیر اس خط کو پڑھنے بہت خوش ہوئے اور طلحہ کو بھی دکھایا، یہ لوگ معاویہ کو اپنا خیر خواہ سمجھ کے مخالفت علیؑ پر آمادہ ہو گئے۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں:

ذرا اس شخص کی دیداری تو دیکھو کہ صرف اس لئے کہ اہل شام نے زیر کی بیعت کر لی ہے وہ زیر کو امیر المومنین لکھ رہا ہے، دونوں کو فریب دے رہا ہے، نقص بیعت اور بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ خون عثمان کو حصول حکومت کا وسیلہ بنا لیا گیا ہے۔ معاویہ نے پہلے اس زردبان کی طلحہ وزیر کو نشانہ دہی کی۔ پھر یہ بھی قابل توجہ ہے کہ دشمنان علیؑ کی کامیابی اور علیؑ کی ذلت و خواری کی دعا کی جارہی ہے۔ حالانکہ رسول خداؐ نے دعا فرمائی ہے کہ جو اسے دوست رکھے خدا یا! تو اسے دوست رکھ، جو اسے دشمن رکھے تو اسے دشمن رکھ، جو اسے ذلیل کرے تو اسے ذلیل کر دے۔

ایک دوسرے خط میں زیر کو لکھتا ہے:

تم زیر بن عوام بن ابو خدیجہ ہو، حواری رسولؐ اور داماد ابوبکر ہو، مجاہد اسلام ہو، تم نے اپنی صداقت ایمانی کا اکثر ثبوت دیا ہے، رسولؐ نے تمہیں مژدہ بہشت سنایا اور عمر نے تمہیں شوری کا رکن بنایا۔ امت حکمران نہ ہونے وجہ سے پراگندہ ہے، لہذا وحدت ملی کیلئے جلد اقدام کرو، امت بتاہی کے گھاٹ لگ چکی ہے، میں یہاں تم دونوں کے لئے راہ ہموار کر رہا ہوں، تم دونوں میں سے ایک دوسرے کا جانشین ہوگا۔ والسلام۔

کوئی اس فرزند جگر خوارہ سے پوچھے کہ امت کہاں بغیر چرواہے کے ہے؟ حالانکہ اس امت

کار ہر علی بن ابی طالب جیسا مدبر اور ہوشمند ہے، ہر نازک اور پیچیدہ حالات میں امت کا بیڑا پار لگانے والا ہے، برادر رسول ہے، اس کی امامت کی نص خود رسول اکرمؐ فرما چکے ہیں، حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ معاویہ وہ شیطان ہے جو ہر چہار جانب سے انسان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے، خدا نے اس کے نصیب میں کوئی سبقت اسلامی نہیں رکھی۔

معاویہ نے طلحہ کو خط لکھا: تم قریشی ہو، خوبصورت اور بہادر ہو، عشرہ مبشرہ کی پانچویں فرد ہو، تمہیں جنگ احد میں شرکت کا فخر حاصل ہے، لہذا اقتدار حاصل کرنے میں جلدی کرو تا کہ خدا تم سے راضی ہو، میں نے یہاں تمہارے لئے حالات سازگار کر دیئے ہیں، تم اور زبیر یکساں فضیلت کے حامل ہو، خدا تمہیں ہدایت و عقل سے سرفراز فرمائے۔

کوئی معاویہ سے پوچھے کہ جو فضائل و افتخارات تم نے طلحہ وزیر کے لئے لکھ کر مستحق خلافت بتایا ہے کیا حضرت علیؑ اس سے بے نصیب ہیں؟ عشرہ مبشرہ کی پانچویں فرد طلحہ ہیں، کیا حضرت علیؑ دسویں فرد بھی نہیں؟ پھر کیوں علیؑ کے فضائل و افتخارات کے قائل نہیں ہو؟ طحہ و قاتل کہتے ہو؟ طلحہ وزیر کا تو اغوا کر رہے ہوتا کہ حضرت علیؑ کا اقتدار مضبوط نہ ہو جائے یہی مژدہ بہشت سدا کیلئے بھی ہے لیکن اسے مستحق خلافت نہیں سمجھا؟ شاید وجہ یہ ہو کہ ان دونوں کے ذریعہ معاویہ اپنا الواجمی طرح سیدھا کر سکتے ہیں۔ طلحہ کی سبقت اسلامی یاد دلا رہا ہے، کیا حضرت علیؑ سابق الاسلام نہیں ہیں؟ ان کے لئے تو حدیث رسولؐ ہے کہ سابق الاسلام تین ہیں: یوشع، حبیب نجار اور علی بن ابی طالب۔

اگر طلحہ نے احد میں شرکت کی تو علیؑ نے احد ہی میں کیا، تمام معرکوں میں کارہائے نمایاں انجام دئے، کیا طلحہ کے لئے بھی آسمان سے ندا آئی تھی: لافعی الا علی لا سیف الا ذو الفقار؟ چونکہ علیؑ ہی نے معاویہ کے خاندان کو ہمیشہ خاک چٹائی اور گھر میں صف ماتم بچھوائی ماس لئے وہ حضرت علیؑ کے فضائل و مکارم سے اندھا بہرانا ہوا ہے۔

جب معاویہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی ہے اور تمام مہاجرین و انصار نے شوری متفق ہو چکے ہیں تو مردان کو خط لکھا: میرا خط پڑھتے ہی چپتے کی طرح ہو جاؤ جو غفلت میں حملہ کرتا

ہے، لومڑیوں کی طرح چیلے کر کے دشمنوں کے چنگل سے نکلو، اپنے کو بے وقعت بنا لو جس طرح سیاہی پر دسترس کے وقت بے جان بن جاتی ہے۔ یوں اپنے کو خوار و ذلیل بنا لو کہ لوگ تمہاری کامرانی سے مایوس ہو جائیں، تمام حالات کے تجسس میں اس طرح رہو جیسے پرندہ اپنے بچے کے دانے کی تلاش میں رہتا ہے، تم حجاز کو جاہ کرو میں شام جاہ کر رہا ہوں۔

اسے یقین تھا کہ اب شام کی گورنری ہاتھ سے جانے والی ہے لہذا اقتدار کے حریصوں کو ابھار کر ایسے حالات پیدا کرنا چاہتا ہے کہ حضرت علیؓ جین سے نہ رہیں۔ حرمت کی بات تو یہ ہے کہ معاویہ نے طلحہ و زبیر کو خلافت کے لئے ابھارا ہے جو خود حضرت علیؓ کی بیعت کر چکے ہیں۔ آخر معاویہ کو کیا حق ہے خلافت میں ٹانگ اڑانے کا، پھر یہ کہ اگر طلحہ و زبیر کی بیعت ہو بھی جائے تو حدیث رسولؐ کی بناء پر ان دونوں کی گردن مار دینی چاہئے۔

کلمات و ارشادات

۱۔ ابو عمر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ صحابی رسولؐ عبدالرحمن بن غنم شام کے فقیہ و معلم تھے، ان کا مرتبہ شامیوں میں وقیح تھا، یہ وہی ہیں جن سے ابو ہریرہ اور ابو درداء معاویہ کے نمائندے بن کے علیؓ کے پاس جا رہے تھے تو حمص میں انہوں نے ان لوگوں کو بہت لتھاڑا تھا، انہوں نے فرمایا تھا کہ تعجب ہے تم لوگ کیسے علیؓ سے مطالبہ کر رہے ہو کہ حضرت علیؓ خلافت کا معاملہ شوری کے حوالے کر دیں؟ حالانکہ جانتے ہو کہ مہاجرین و انصار نیز عراق و حجاز کے باشندوں نے ان کی بیعت کی ہے، وہاں کے لوگ شامیوں سے بدرجہا بہتر ہیں، معاویہ طلحہ بن طلحہ ہے، اسے خلافت کا حق کہاں سے ہو گیا؟ اسے شوری و خلافت سے کیا سروکار؟ اس کے باپ دادا تو مشرکوں کے سرغنہ تھے۔ (۱)

یہ دونوں پشیمان ہو کر توبہ کرنے پر مجبور ہوئے۔

۲۔ ایک شامی اثنائے جنگ صفین صف سے باہر آیا اور اپنے مقابلے کے لئے حضرت علی کو بلانے لگا، حضرت تشریف لائے اور اس قدر قریب ہوئے کہ گھوڑے کے منہ آپس میں مل گئے، شامی نے کہا کہ آپ عراق پر قناعت کیجئے اور ہمیں شام میں رہنے دیجئے۔ حضرت نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم دلسوزی اور ہمدردی میں کہہ رہے ہو کہ مسلمانوں کا خون نہ بہے، لیکن مجھے اس معاملے میں سخت پریشانی ہے، اگر میں معاویہ سے جنگ نہ کروں تو کافر ہو جاؤں، اب جنگ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ (۱)

۳۔ عقبہ بن ابوسفیان نے ہجرہ سے کہا: بخدا! ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ معاویہ حضرت علی سے زیادہ خلافت کا حقدار ہے، لیکن انہوں نے قتل عثمان میں شرکت کی، اب علی کو چاہیے کہ خود عراق پر قناعت کریں اور ہمارے لئے شام چھوڑ دیں۔ علی کے لئے قطعی نامناسب ہے کہ خلافت کے لئے مستحق ترین فرد ہوتے ہوئے مسلمانوں کی ہلاکت کا سامان کر رہے ہیں۔

بعدہ نے کہا: علی کی اولویت کا تو کوئی شخص بھی منکر نہیں، لیکن معاویہ و علی کا جنگ کے لئے اصرار ایسی بات ہے کہ معاویہ کو جنگ میں شک و تردید ہے اور علی یقین سے بھرپور ہیں۔ (۲)

۴۔ عبداللہ بن بدیل نے جنگ صفین میں فرمایا کہ معاویہ ایسی چیز کا دعویدار ہے جس کا وہ مستحق نہیں، باطل طریقے پر مجادلہ کر کے حق کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے، تعرب و تعصب کے ذریعے شرک و کفر اسی کا ماحول واپس لانا چاہتا ہے۔ (۳)

۵۔ حضرت علی کی خدمت میں عبداللہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر یہ خدا والے ہوتے تو کبھی آپ کی مخالفت نہ کرتے، یہ لوگ فقط ہمارے مقتدا سے انحراف کی وجہ سے برسر پیکار ہیں، اس طرح وہ اپنی سیاسی بساط مضبوط کرنا چاہتے ہیں، چند روزہ دنیا چھوڑنا نہیں چاہتے۔ آپ نے چونکہ ان کے قبیلے

۱۔ کتاب صفین ص ۵۳۲ (ص ۳۷۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۸۳ (ج ۲ ص ۲۰۷ خطبہ ۳)

۲۔ کتاب صفین ص ۵۲۹ (ص ۴۶۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۰۱ (ج ۸ ص ۹۸، اصل ۱۲۲)

۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۹ (ج ۵ ص ۱۶، حوادث ج ۲)؛ کتاب صفین ص ۲۶۳ (ص ۲۳۲)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۸

ج ۲ ص ۳۷۳، حوادث ج ۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۳ (ج ۵ ص ۱۸۶، اصل ۲۵)

کے سربرآوردہ افراد کی کھوپڑیاں توڑی ہیں اس لئے آپ سے کینہ و عداوت رکھتے ہیں۔ پھر لوگوں سے خطاب کیا: علی نے اسکے بھائی حظلہ اور ماموں ولید اور دادا عقبہ کو قتل کیا ہے، یہ بیعت کیسے کر سکتا ہے؟۔ (۱)

۶۔ یزید بن قیس ارجی نے جنگ صفین میں تقریر کے درمیان فرمایا:

یہ لوگ دین کے استحکام کے لئے جنگ نہیں کر رہے ہیں، نہ اس لئے کہ ہم پر انحراف دین کا الزام ہے، فقط معاویہ کو بادشاہ بنانے کے لئے یہ لوگ جنگ کر رہے ہیں۔ (۲)

۷۔ سعد بن ابی وقاص نے معاویہ کو لکھا: ارباب شوری میں سب سے زیادہ اولی حضرت علی ہی ہیں، وہ تمام فضائل و محاسن سے آراستہ ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق، لیکن تقدیرات نے ان کے بجائے دوسروں کو خلافت دے دی، اے معاویہ! تمہارے تو شروع ہی سے مخالف ہیں، طلحہ و زبیر اگر بیعت پر باقی رہتے تو یہ زیادہ بہتر تھا اور خدائے تعالیٰ عائشہ کی مغفرت فرمائے۔ (۳)

۸۔ محمد بن مسلمہ نے معاویہ کو لکھا: تم صرف دنیا کے دلدادہ ہو، اپنی خواہشوں کے پابند ہو چکے ہو، بعد مرگ عثمان کی مدد کر رہے ہو جب کہ زندگی میں ان پر لات ماری تھی، ہم مہاجرین و انصار صواب اور حسن رائے سے زیادہ قریب ہیں۔ (۴)

ان کے علاوہ بھی اصحاب رسول اور صلحاء کی آراء کو آپ نے القدر کے صفحات میں ملاحظہ فرمایا ہے۔ یہ ان لوگوں کی نظریات ہیں جنہوں نے معاویہ کی زندگی کا ہر جہت سے مشاہدہ کیا، جب وہ مشرک تھا اور جب جبراً مسلمان ہوا اور پھر جب اس میں خلافت کی طمع کلبلائی، حالانکہ اس میں فضائل نام کو بھی نہیں، تمام تر زائل سے بھرا ہوا ہے، اس کے اقدامات سے حکومت اسلامی کمزور ہوئی اور اپنے اقتدار

۱۔ وفد کتاب صفین (ص ۱۰۲)

۲۔ کتاب صفین ص ۲۷۹ (ص ۲۳۷): تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۰ (ج ۵ ص ۷۷۷ احداث ۳۲ھ): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۸۵)

ج ۵ ص ۱۹۳ خطبہ ۶۵

۳۔ الامت والسیاسة ج ۱ ص ۸۶ (ج ۱ ص ۹۰)

۴۔ الامت والسیاسة ج ۱ ص ۸۷ (ج ۱ ص ۹۱)

کیلئے لالچ، تہدید، قتل وغیرہ طریقے اپنائے، یہ شخص اپنے کو عمر سے بھی زیادہ خلافت کا مستحق سمجھتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری (۱) میں ابن عمر کا بیان ہے کہ معاویہ نے ایک تقریر میں میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ لوگ حکومت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ میں خلافت کا اس (ابن عمر) سے اور اس کے باپ سے زیادہ مستحق ہوں۔ لیکن ابن عمر نے خوزیزی کے ڈر سے کچھ جواب نہیں دیا۔ (۲)

یہ نہیں یہ احتیاط حضرت علی سے بیعت کے وقت کہاں غائب ہو گئی تھی؟

معاویہ کا مقصد تو اس بے بھی بلند تھا کہ وہ اپنے کو رسول کہلوانا چاہتا تھا چنانچہ عمر و عاص نے مصری وفد کو معاویہ سے ملانا چاہا تو اراکین کو تحقیر معاویہ کی تلقین کی۔ معاویہ بھانپ گیا، چنانچہ اس نے اراکین دولت کو تاکید کر دی کہ وفد کو اتنا ہراساں کرو کہ رام ہو جائے۔ اور پھر تمام وفد نے خدمت میں حاضر ہو کر السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کے خطاب کیا۔ (۳)

ممکن ہے یہی وجہ ہو کہ معاویہ کے اکثر ہوا خواہ اسے رسول سمجھتے ہیں۔ شمس الدین یائے مقدسی نے کتاب احسن التقاسیم (۴) میں لکھا ہے کہ اصنہان کے احمق معاویہ کے متعلق بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ ایک عابد سے پوچھا کہ صاحب بن عباد کے متعلق کیا رائے ہے؟ یہ سن کر وہ صاحب پر لعنت کرنے لگا۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ وہ کہتا ہے کہ کیا معاویہ رسول نہیں تھا اور معاویہ کی مذمت کرتا ہے۔

میں نے پوچھا کہ اور تمہارا کیا خیال ہے؟ جواب دیا کہ میرا عقیدہ تو اس کے متعلق قرآن کی اس آیت پر ہے: ﴿لَا نَفْرَقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رِسْلِهِ﴾ (ہم رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے) ابو بکر بھی رسول تھے، عمر بھی رسول تھے.....

جب میں نے اس سے کہا کہ معاویہ صرف ایک بادشاہ تھا تو وہ میری جان کا بھی دشمن ہو گیا۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوة الخندق ج ۶ ص ۱۳۱ (ج ۳ ص ۱۵۰۸ حدیث ۳۸۸۲)

۲۔ صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۲۳ (ج ۷ ص ۳۰۳)

۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۸۴ (ج ۵ ص ۳۳۰ حدیث ۶۶۰)؛ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ حدیث ۶۰)

۴۔ احسن التقاسیم ص ۳۹۹ (ص ۳۰۶)

مان لیا کہ وفد نے وحشت میں معاویہ کو رسول کہہ کے خطاب کیا لیکن معاویہ کی خوشی کس بات کی غماز ہے؟ اس غصب خلافت اور کامیابی نے اس کا دماغ اتنا خراب کر دیا تھا کہ اپنے کو رسول کہلواتا تھا۔ ابد بن ابد حضری سے بات چیت میں اس نے رسول خدا کا صرف نام لیا تو اس نے برہمی سے کہا کہ تم نے صرف محمد کہا، رسول خدا کیوں نہ کہا۔ (۱)

فرزند جگر خوارہ کی باطل پرستی کے یہ چند نمونے پیش کئے گئے۔

تحکیم کا مقصد

آخری دھماچو کزی جس نے معاویہ کی گدی جمانے میں اہم کردار ادا کیا وہ عمرو عاص کی عیاری سے مسئلہ تحکیم ہے۔ حضرت علی شروع ہی سے فرما رہے تھے کہ اس اختلاف کا حل قرآن سے ہونا چاہئے لیکن معاویہ عمرو عاص نہیں مان رہے تھے، لیکن جب تکواری کی بازو نے آخری مرحلے میں قدم رکھا تو عوام کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن نیزوں پر بلند کر کے دہائی دی جانے لگی، اس میں عمرو عاص کی حیلہ پردازی اور ابو موسیٰ اشعری کی حماقت سے معاملہ اور بھی انتشار و افتراق کی نذر ہو گیا۔ عمرو عاص سے ابو موسیٰ نے جھلا کر کہا: خدا تجھ پر لعنت کرے، تو کتے کی طرح ہے یا کتا ہے۔ عمرو عاص نے زیر لب تبسم کے ساتھ کہا: تمہاری مثال اس گدھے کی ہے جس پر کتابیں لا ددی گئی ہوں۔ (۲)

اس طرح دونوں کی عیارانہ پنچایت کی وجہ سے حقیقت اور حکم خدا پامال ہو گیا۔ تحکیم سے قبل ابن عباس نے ابو موسیٰ کو خبردار کیا تھا کہ تمہارا سابقہ عرب کے عیار ترین انسان سے ہے، اگر تم میں لالچ یا خود پسندی آگئی تو معاملہ الٹ سکتا ہے، یاد رکھو، معاویہ طلح بن طلح ہے، اس کا باپ مشرکوں کا سرغنہ تھا، وہ

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۱۰۳ (ج ۳ ص ۹۰)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۳۱)؛ اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۳۶ نمبر ۲۲۳

۲۔ الامتہ والسیاستہ ج ۱ ص ۱۱۵ (ج ۱ ص ۱۱۸)؛ کتاب مطہرین ۶۲۸ (ص ۵۳۶)؛ اللحد القریب ج ۲ ص ۲۹۱ (ج ۲ ص ۱۳۶)؛

تاریخ طبری ج ۶ ص ۴۰ (ج ۵ ص ۷۱ حوادث ج ۳)؛ مروج الذهب ج ۲ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۴۱۸، ۴۱۷)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص

۱۳۳ (ج ۲ ص ۳۹۷ حوادث ج ۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۹۸ (ج ۲ ص ۲۵۶، ۲۵۵ خطبہ ۳۵)

بغیر شوری اور انتخاب کے دعویٰ خلافت کرتا ہے..... (۱)

احف بن قیس اور شریح بن ہانی نے بھی ابو موسیٰ اشعری کو خیردار کیا تھا۔ (۲)

دوسری طرف معاویہ نے عمرو عاص کو مذاکرات کے لئے اس طرح آمادہ کیا کہ اگر تمہیں عراقیوں سے ڈرایا جائے تو تم انہیں شامیوں سے ڈراؤ، اگر مصریوں سے ڈرایا جائے تو تم یمن والوں سے ڈراؤ، اگر علی سے ڈرایا جائے تو تم معاویہ سے ڈراؤ۔ عمرو عاص نے پوچھا: اگر نام علی کے ساتھ ان کی سبقت ایمانی اور منفقہ خلافت کا تذکرہ آجائے تو کیا کہوں؟ معاویہ نے زچ ہو کر کہا: جیسی مصلحت دیکھنا کرنا۔ (۳)

ان واقعات سے عراقیوں اور شامیوں کے تمام عزائم و مقاصد کا پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک اپنے سردار کی حکومت کا طلبگار تھا اور اسی مقصد سے حکیم کا واقعہ خواہ حق یا ناحق پیش آیا، جس میں دو جانوروں نے الٹا سیدھا طے کر دیا۔ حکیم میں کہیں بھی خون عثمان کا تذکرہ نہ آیا، البتہ صلحنامہ لکھتے وقت مولانا علی کے نام سے امیر المومنین ہٹانے کی بات ضرور آئی۔ ان واقعات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ معاویہ فقط خلافت کا طلبگار تھا، نہ اسے خون عثمان سے غرض تھی نہ کچھ اور۔ اب ابن حجر کی لچر بات کا کیا وزن رہ جاتا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ علی و معاویہ کی جنگ خلافت یا حکومت کے لئے نہیں تھی بلکہ صرف قتل عثمان کا بدلہ منظور تھا۔ وہ اس توجیہ سے فرزند جگر خوارہ کے خطرناک جرائم کی صفائی دینا چاہتا ہے۔

لچر دلائل

ابن حجر نے ان گلوں کی تقلید کرتے ہوئے معاویہ کے جرائم کی بہانہ تراشی اور ہجج خلافت کے لئے

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۹۵ (ج ۲ ص ۲۲۶ خطبہ ۳۵)

۲۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۹۹ (ج ۱ ص ۱۱۶)؛ خلاصۃ الارباب ج ۵ ص ۲۳۹؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۹۶ (ج ۲ ص ۲۳۹ خطبہ ۳۵)

۳۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۹۹ (ج ۱ ص ۱۱۶)

ایزی چوٹی کا زور لگایا ہے، اپنی تمام کرسیاں بازیاں صواعقِ محرقہ (۱) میں دکھاتے ہوئے دو باتوں پر خاص طور سے زور دیا ہے:

۱۔ معاویہ کے تمام پاپ اور جرائم، باغیانہ لشکر کشی، خوزیزی، خلیفہ وقت کے خلاف چڑھائی، ہزاروں مسلمانوں کا قتل (جنگ صفین میں شام کے مقتول پینتالیس ہزار اور عراق کے مقتول پچیس ہزار تھے) (۲)، ان میں تین سو تیرہ بیعت رضوان سے سرفراز تھے۔ (۳)، کچھ مجاہدین بدر (۴) اور اکثر مہاجرین و انصار اور عادل صحابہ تھے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ سب جرائم معاویہ کے اجتہاد کی وجہ سے ہوئے، ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ان مسخرہ انگیز تو جہات سے معاملہ چل بن جائے گا، معاویہ کے گناہوں پر پردہ پڑ جائے گا۔ جن گناہوں کی تفسیح قرآن و سنت نے کر دی ہے، اجتہاد کے بہانے اس عیب کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ جو اجتہاد قرآن و سنت کے مخالف ہو وہ قطعی بے اعتبار ہے۔ ابن حجر نے یہ تو سن لیا تھا کہ مجتہدوں کے استنباط کے برخلاف اجتہاد کیا جاسکتا ہے لیکن انہیں یہ سمجھ میں نہ آیا کہ حکم خدا اور رسول کے خلاف اجتہاد اور اظہار رائے صحیح نہیں ہے۔ ابن حجر جیسے لوگ سمجھتے ہیں کہ اجتہاد ایک بے قاعدہ قانون چیز ہے، نہ اس کا کوئی اصول ہے نہ ضابطہ ہے، اسے اپنے پسند کی چیز سمجھ لیا گیا ہے، جس کے ذریعے ہر پاپی کی گردن چھڑائی جا سکتی ہے، اس اجتہاد نے خالد بن ولید کی بجرمانہ حرکت، قبیلہ بنی حنیفہ اور مالک بن نویرہ پر مظالم پر پردہ ڈالا۔ (۵) اسی کے ذریعے ابن ملجم مرادی جیسے پاپی کو جسے رسول اعظم نے مکینہ ترین انسان کہا (۶) اور

۲۔ کتاب صفین ص ۲۴۳ (ص ۵۵۸)

۱۔ صواعقِ محرقہ ج ۱، ۱۲۹، ۱۳۱ (ص ۲۱۸، ۲۱۶)

۳۔ مستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۰۲ (ج ۳ ص ۱۱۲ حدیث ۳۵۵۹)

۴۔ مستدرک علی الصحیحین (ج ۳ ص ۱۱۲ حدیث ۳۵۵۹)؛ البدایہ و النہایہ ج ۷ ص ۲۵۴ (ج ۷ ص ۲۸۴ حدیث ۳۶)؛ کتاب

صفین ص ۲۶۸، ۲۶۶ (ص ۲۳۸، ۲۳۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۲، ۲۸۳ (ج ۵ ص ۱۸۹، ۱۹۱، اصل ۶۵)

۵۔ اس سلسلے میں اللحدیری کی ساتویں جلد میں تفصیل سے بحث ہوئی ہے۔

۶۔ اللحد الفرید ج ۲ ص ۲۹۸ (ج ۲ ص ۱۵۵)؛ کنز العمال ج ۶ ص ۴۱۲ (ج ۱۳ ص ۱۹۵ حدیث ۳۶۵۸۲)؛ البدایہ و النہایہ

ج ۷ ص ۳۲۳ (ج ۷ ص ۳۵۸ حدیث ۳۶)

جس نے نفس رسول کو محراب عبادت میں شہید کیا، مجرم کے بجائے ایک ثواب کا تمغہ عنایت کر دیا گیا، اسی اجتہاد سے قاتل عمار، ابو عادیہ کی گردن چھڑائی گئی، عمرو عاص کی حکیم کی چال کو مستحسن بنا دیا گیا، (۱) یزید جیسے فاسق و بد کردار پاپی کی برأت کا دستاویز فراہم کیا۔ (۲) ظاہر ہے کہ یہ اجتہادات قطعی مہمل اور بے اعتبار ہیں، اس اجتہاد کو قاتلین عثمان کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا، حالانکہ ان کو قتل کرنے والے مہاجرین اور انصار نیز ہدایت یافتہ اصحاب رسول تھے، انہیں تو ابن ترمذ، (۳) ابن تیمیہ، (۴) ابن کثیر (۵) اور ابن حجر (۶) جیسے لوگ ملھوں، فتنہ پرداز، خونریز، حکومت اسلامی کے باغی، خطا کار اور عقل و شعور سے عاری سمجھتے ہیں انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اگر خالد اور ابن ملجم اور معاویہ کو مجتہد کہا جاتا ہے تو قاتلین عثمان کو بھی مجتہد کہا جائے، یہ لوگ تو امیر المؤمنین حضرت علی کی اس رائے کو بھی اجتہاد ماننے پر آمادہ نہیں، جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ قاتلین عثمان کے معاملے کو ابھی ٹالا جائے تاکہ داخلی فتنہ فرو ہو پھر بعد میں حکم خدا کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ اس میں تو جبل و صفین و نہروان کے معرکے ہو گئے، حالانکہ قاتل ہرمزان کے معاملے میں عثمان کی معافی کو صحیح سمجھتے ہیں۔

انگلوں کا منکب اجتہاد یہ بھی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین پر دشنام طرازی کو جائز سمجھا جاتا ہے، منبر پر لعن طعن، خطبہ جمعہ و عیدین میں بدعا، یہ سب جائز ہے کیونکہ مجتہد خطا کار ایک ثواب کا مستحق ہوتا ہے، لیکن شیعہ بیان علی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے ظلم کے خلاف ظالموں کی صفات بیان کر سکیں، اگرچہ وہ مجتہد بالغ نظری کیوں نہ ہو اسے اجتہاد کا حق نہیں۔ اگر کسی سے یہ غلطی ہوئی تو وہ پھانسی اور جلا وطنی کا مستحق ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ بعض بدعتی افراد معاویہ کو دشنام دیتے ہیں، لعنت کرتے ہیں، معاویہ کے بارے میں بھی ابو بکر و عمر و عثمان کا طریقہ کار اپنانا چاہئے بنا بریں ان کی بات لائق اعتنا نہیں، نہ اسے بنیاد عمل بنانا

۱۔ البدایہ و النہایہ ج ۷ ص ۲۸۳ (ج ۷ ص ۳۱۳ احداث ۲۳)

۲۔ البدایہ و النہایہ ج ۸ ص ۲۲۳، ج ۱۰ ص ۱۰۱ (ج ۸ ص ۲۳۵ احداث ۶۳، ج ۱۳ ص ۱۳ احداث ۵۹۰)

۳۔ الفصل ج ۳ ص ۱۶۱ ۴۔ منہاج النبی ج ۳ ص ۱۸۹، ۱۰۶

۵۔ البدایہ و النہایہ ج ۷ ص ۱۷۶، ۱۸۶، ۱۸۷ (ج ۷ ص ۱۹۸، ۲۰۸ احداث ۳۵)

۶۔ صواعق محرقة ص ۶۷، ۶۸، ۶۹ (ص ۱۱۳، ۲۱۷)

چاہیے۔ یہ لعنت و دشنام ان لوگوں سے سرزد ہوتا ہے جو احمق اور نافرمان ہیں، خدا کو پروا نہیں کہ یہ کس وادی میں سرگرداں ہیں، خدا ان پر لعنت اور خوار کرے، ان پر اہل سنت کی تلوار سے زیادہ استدلالی حجت و برہان مسلط ہے۔ (۱)

آپ جانتے ہیں کہ ابن حجر کن لوگوں پر لعنت کر رہے ہیں اور دشنام دے رہے ہیں۔ اب ذرا معاویہ کے متعلق رسول خدا کی لعنت کو ملاحظہ فرمائیے، امیر المؤمنین نے جو لعنت فرمائی ہے اور دعائے قنوت میں التزام فرمایا ہے، ابن عباس اور عمار یا سر کی لعنت، محمد بن ابی بکر کی لعنت کے ساتھ ساتھ ہر نماز کے بعد عائشہ کی بددعا اور لعنت، اس کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام صحابہ و مہاجرین و انصاریں معاویہ پر لعنت کی بارش کی ہے، انہیں ملاحظہ فرمائیے اور پھر آپ ہی فیصلہ کیجئے!!!۔

اجتہاد کیا ہے....؟

اب یہاں ضروری ہے کہ مفہوم اجتہاد کو بھی سمجھ لیا جائے، جس اجتہاد نے ہزاروں خون بہائے، ناموس بربادی، حرمت پامال کی، احکام و قوانین الہی کا تیا پانچا کیا۔ اس میں اس قدر وسعت کہاں سے آگئی کہ شریعت کو اٹھل پھل کر دیا جائے؟ کیا اجتہاد میں اتنی گنجائش ہے کہ ناقابل تغیر سنت الہی کو دگرگوں کر دیا جائے اور مسلمہ احکام کو لغو قرار دیا جائے؟

کیا مجتہدوں کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جو دل میں آئے کر ڈالے یا اس کا اصول و حساب کتاب بھی ہے بلکہ مجتہد وہ ہے جو قرآن، سنت اور تکرر و استنباط کے دانشندانہ عمل کو برتے یا جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ اجتہاد بمقابل نص میں چاروں چیزوں کے تاویلات صحیح کا التزام کرے۔ اگر اجتہاد کے قواعد معین نہیں کئے جائیں گے تو ہر دیکھتی اور جنگلی اپنی خواہش کے مطابق اٹکل بچھوں مارتا رہے گا، دانشندانے اچھا سمجھے گا؟

آمدی نے ”الاحکام فی اصول الاحکام“ (۱) میں اجتہاد کا مطلب اور انجام کار کے متعلق انتہائی کوشش کیا اور لکھا ہے اور علماء اصول نے اجتہاد کا مخصوص معیار متعین کیا ہے، مجتہد اسے کہتے ہیں جو صفت اجتہاد سے متصف ہو، اس کی دو شرطیں ہیں: شرط اول یہ ہے کہ وجود پروردگار سے آگاہ اور اس کے صفات واجبہ کو جانتا ہو نیز یہ کہ اس بنیاد پر عقیدہ رکھے کہ وہ حکم دیتا ہے، قانون بناتا ہے، اس نے رسول اور شریعت نازل کی۔

شرط دوم یہ کہ مدارک شرعی اور اس کے اقسام کا علم رکھتا ہو، اس کے اختلاف و مراتب کو پہچانتا ہو، روش جرح و تعدیل، صحیح و سقم کی پہچان، ناخ و منسوخ کی معرفت اور اس بارے میں آیات کے نزول کی معرفت رکھتا ہو، اسکے ساتھ لغت و نحو پر عبور رکھتا ہو البتہ لازم نہیں کہ وہ لغت میں اصمعی کے پائے کا ہو اور نحو میں خلیل و سیبویہ کا درجہ رکھے، عادات و رسم عرب سے واقف ہو تاکہ الفاظ کے استعمال پر قدرت حاصل کر سکے، مفرد و مرکب، کلی و جزئی، حقیقت و مجاز، تو املی و اشتراک، مترادف و تباین، نص و ظاہر، عام و خاص، مطلق و مقید اور منطوق و مفہوم، اقتضاء، اشارہ، تنبیہ، ایماہ وغیرہ کو پہچانتا ہو اور تمیز کر سکے یہ تمام چیزیں مجتہد مطلق کیلئے ضروری ہیں خواہ اسکے کمال بصیرت رکھتا ہو یا جزوی طور سے۔

شاطبی (۲) نے اجتہاد کی دو قسمیں کی ہیں: ایک اجتہاد وابستہ تحقیق مناط، اس کو تمام امت بلا اختلاف مانتی ہے، اس کا مطلب ہے مدارک شرعی سے حکم ثابت کیا جائے۔

دوسرے اجتہاد منقطع، اس کی تین قسمیں ہیں، اول: تنقیح مناط، دوسرے: تحریج مناط اور تیسرے: متذکرہ صدر کے اقسام کے تحقیق مناط۔

یہ تو اصولیین کے نزدیک اجتہاد کی تعریف تھی۔ اب رہ گئے فقہاء تو ان کے نزدیک اجتہاد دین شناسی کا بلند ترین مرتبہ ہے، جس کے سہارے وہ فقیہ کہا جاتا ہے اور وہ فقیہ فرع کو اصل و اساس کی طرف پھیرتا ہے، پھر اس سے استنباط احکام کرتا ہے، نقد و اشکال کو رفع کرتا ہے، تھکیک کا دفاع کرتا ہے۔

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۲۱۸ (ج ۳ ص ۱۶۹)

۲۔ المذاہقات ج ۳ ص ۸۹

آمدی، (۱) ابن نجیم، (۲) حاوی، ابن عابدین (۳) و ابن قاسم غزی (۴) وغیرہم کے افادات کا حاصل یہ ہے کہ فقہ کا مطلب فہم و دانش ہے اور اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ کا علم استدلال یا ادلہ تفصیلہ کے ذریعے حاصل کیا جائے۔ ابن رشد نے مقدمہ (۵) مدونہ کبریٰ میں احکام شرعیہ کے مدارک چار لکھے ہیں: اول قرآن، دوسرے سنت رسول، تیسرے اجماع، چوتھے استنباط جسے قیاس کہتے ہیں اور وہ انہیں تینوں کے اصول سے ماخوذ ہو۔

اب ذرا اجتہاد معاویہ پر نظر ڈال جائیے، کیا ان کے اعمال و تصورات میں نوا میں اربعہ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کی کہیں چھاپ ہے، کیا معاویہ کو قرآن کا علم تھا؟ کس سے درس حاصل کیا؟ کیا انہیں محکم و قشایہ، عموم و خصوص، مطلق و مقید، ناخ و منسوخ کی خبر تھی؟ معاویہ کا ظرف کبھی اس کا متحمل نہ ہو سکا وہ تو بتوں کے پجاری تھے، اسلام تو ان کے دماغ میں کسی طرف سے نہیں گھسا، معاویہ کے تو دو سال آخر (۶) کے رسول اسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بارہ سال میں سورہ بقرہ یاد کر سکے، جب یاد کر چکے تو شکرانہ میں قربانی کی، خدا جانے کتنی پریشانی جمیلی تھی، انہیں یہ بھی پتہ نہ تھا کہ رسول مر سکتے ہیں، جب قرآن کی آیت سنائی گئی تو سیدھے ہوئے، زمانہ رسول اور بعد کے فقہاء میں صرف عبد اللہ بن مسعود، ابن عباس، ابی بن کعب اور زید بن ثابت کا نام آتا ہے، رہ گئے حضرت علیؑ تو وہ عدل قرآن تھے، اس کے اسرار و غوامض سے پوری طرح آشنا تھے، ان کے سامنے تمام سوالات کے جوابات متحضر رہتے تھے، خود فرماتے کہ کتاب خدا کے متعلق پوچھ لو، پوچھ لو۔

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۱ ص ۷ (ج ۱ ص ۲۲)

۲۔ البحر الرائق ج ۱ ص ۳

۳۔ حاشیہ البحر ج ۱ ص ۳

۴۔ الشرح ج ۱ ص ۱۸

۵۔ مقدمۃ المدونۃ الکبریٰ ص ۸

۶۔ استیعاب (ج ۳ ص ۱۲۱۶ نمبر ۲۳۳۵)

معاویہ کی سنت شناسی یہ تھی کہ مسند احمد کے مطابق لوگوں کو حدیث رسول سنانے سے روکتے تھے۔ (۱) صرف انہیں حدیثوں کو سنانے کی اجازت دیتے جو عہد عمر میں رائج ہو گئی تھیں۔ آخر کیوں؟ کیا عمر کے بعد حدیثیں گڑھی جانے لگی تھیں؟ یا عدوی صحابہ کا اعتبار بعد عمر ختم ہو گیا تھا؟ اس طرح اکثر مدارک احکام پر مشتمل احادیث بے وقعت ہو جائیں گی کیونکہ یہ تو معلوم نہیں کہ وہ عہد عمر سے پہلے بیان کی گئیں یا بعد میں۔ پھر بھلا عہد عمر کی خصوصیت ہی کیا...؟

معاویہ کی سنت دانی کے لئے کافی ہے کہ وہ سنت کی تحقیق کرتا ہے، کبھی کبھی حدیث سنانے والے کا مذاق اڑاتا ہے۔ (۲) گالی بھی دے دیتا ہے، جس کا یہ رویہ ہو اس نے کیا حاصل کیا ہوگا، اندازہ کر لیجئے؟ انہوں نے تو حالات اسلام میں چند سال بسر کئے، انہیں حدیث سننے کا موقع کہاں ملا؟ پھر گورنری و حکومت میں لگ گئے، پھر یہ کہ وہ مدینہ سے بہت دور شام میں تھے، مدینہ والوں سے کینہ رکھتے تھے۔

مستدرک حاکم (۳) میں ہے کہ نوف نے عبداللہ بن عمرو عاص سے کہا کہ آپ صحابی رسول ہیں آپ کو حدیث سنانے کا مجھ سے زیادہ حق ہے۔ عبداللہ نے کہا: مجھے حکمرانوں نے نقل احادیث سے منع کیا ہے۔ نیز یہ کہ معاویہ نے ابن عمر کو پیغام بھیجوایا کہ اگر مجھے معلوم ہو گیا کہ تم لوگوں کو حدیثیں سنارہے ہو تو گردن مار دوں گا۔ (۴)

اسی سبب سے معاویہ نے عادل صحابہ کا خون بہایا، مدینہ رسول کو تاراج کیا۔ اس کے بعد یزید نے تو پاپ کی حد ہی کر دی۔

۱۔ مسند احمد ج ۳ ص ۹۹ (ج ۵ ص ۶۶ حدیث ۱۶۳۶۷)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ ۱۳۰)؛ مروج الذهب ج ۱ ص ۶۱ (ج ۳ ص ۲۲)؛ تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۲۷۷؛ فیض القدر فی شرح الیامع الصغیر (ج ۶ ص ۳۶۵)؛ استیعاب ج ۱ ص ۲۵۵ (القسم الثالث ص ۱۳۲۱ نمبر ۲۳۲۵)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۳ (ج ۶ ص ۲۰۱ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۹)؛ تاریخ الخطباء ص ۱۳۲ (ص ۱۸۸)؛ مستدرک علی الصحیحین (ج ۳ ص ۵۲۰ حدیث ۵۹۳۵)؛ انصاف لکبری ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۲ ص ۲۵۵)

۳۔ مستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۲۸۶ (ج ۳ ص ۵۳۳ حدیث ۸۳۹۷)

۴۔ کتاب وقعہ صفین ص ۲۳۸ (ص ۲۲۰)

معاویہ کی احادیث مسند احمد میں ایک سو چھ ہیں، جن میں کمرات بھی ہیں، بعض کا تعلق احکام سے نہیں ہے، مثلاً رسول، ابو بکر، عمر تینوں نے ترستھ سال عمر پائی۔ یا یہ کہ میں نے دیکھا کہ رسول خدا امام حسن کی زبان چوس رہے تھے۔ اب ذرا متن احادیث کا جائزہ لیجئے:

۱۔ معاویہ حضرت عائشہ سے ملنے گئے تو عائشہ نے کہا: تمہیں اس کا ڈر نہیں تھا کہ کسی کو گھات میں بٹھا کر تمہیں قتل کر ادیتی۔ جواب دیا: آپ ایسا نہ کرتیں کیونکہ میں امن کے گھر میں ہوں، میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: ایمان عاقلانہ حملے سے مانع ہے۔ پھر پوچھا: میں آپ کی حاجتوں کے بارے میں کیسا ہوں؟ جواب دیا: اچھے ہو۔ معاویہ نے کہا: تو پھر مجھے چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ہم (اور محمد بن ابی بکر) خدا سے ملاقات کریں، وہیں فیصلہ ہوگا۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ قتل معاویہ کو جائز سمجھتی تھیں کیونکہ انہوں نے بہت سے خون بہائے تھے اور بڑے پاپ کئے تھے، لیکن چونکہ معاویہ نے عائشہ کے ساتھ داد و بخش کا اچھا رویہ اپنایا تھا، اس لئے نظر انداز کر گئیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ کو ان کے جرائم پر کوئی بھی قائل نہیں کر سکتا تھا، لیکن علی کے خلاف خون عثمان کو عائشہ نظر انداز نہ کر سکیں۔

۲۔ عباد بن عبد اللہ بن زبیر کہتا ہے کہ معاویہ نے حج کے موقع پر نماز ظہر دو رکعت پڑھی اور دار الندوة چلے گئے عثمان نے نماز ظہر پوری پڑھی۔ جب مکہ آئے تو چار رکعت پڑھی، منی و عرفات میں قصر پڑھی، حج ختم کر کے منی میں اقامت کی تو نماز تمام پڑھی، جب معاویہ نے دو رکعت نماز پڑھی تو مردان اور عمرو بن عثمان نے شکوہ کیا کہ آپ نے عثمان کے خلاف عمل کیا؟ معاویہ نے کہا کہ میں نے رسول اور عمر و ابو بکر کے ساتھ یہاں قصر پڑھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ آپ کے پچھلے بھائی عثمان نے یہاں پوری نماز پڑھی ہے اس لئے اگر آپ قصر پڑھیں گے تو لوگ عثمان پر تنقید کریں گے۔ یہ سن کر معاویہ نے جب عصر کی نماز پڑھائی تو نماز تمام پڑھائی۔ (۲)

۱۔ مسند احمد ج ۳ ص ۹۲ (ج ۳ ص ۵۴ حدیث ۱۶۳۹۰)

۲۔ مسند احمد ج ۳ ص ۹۳ (ج ۳ ص ۵۸ حدیث ۱۶۳۱۵)

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں معاویہ پر تنقید کی جائے جو حکم رسولؐ جانتے ہوئے محض خاندانی تعصب میں شریعت پامال کر رہا ہے، یا عثمان کی حرکت پر تنقید کی جائے، اگر معاویہ ایسے ہی فقیہ تھے تو ایسی فقہ پر لعنت۔

۳۔ ہنائی کہتے ہیں: میں اصحاب رسولؐ کے ساتھ معاویہ کے یہاں موجود تھا، معاویہ نے کہا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا رسولؐ خدا نے ریشم پہننے پر منع نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا: خدا گواہ ہے، ہاں! پھر پوچھا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا رسولؐ نے حج اور عمرہ کے جمع سے منع نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا: ایسا تو نہیں ہے، ہم نے ان کے ساتھ دونوں کو جمع کیا۔ (۱)

معاویہ نے کوشش کی کہ ہر سنت ثابت کے خلاف بدعت کا احیاء کیا جائے، متعدد حج کا قرآن میں حکم ہے، رسولؐ، ابو بکر، عمر نے عمل کیا، لیکن عمر نے آخر وقت منع کیا تھا اور معاویہ کا کام ہی تھا حکم خدا کے مقابل حکم عمر کو باقی رکھا جائے، یہ تھی ان کی دین شناسی یا بے اطلاعی۔

۴۔ حمران کہتے ہیں کہ معاویہ نے بعد عصر دو رکعت نماز پڑھنے سے منع کیا۔

زمانہ نبیؐ میں بعد عصر دو رکعت نماز پڑھنے کا معمول تھا، حضرت عمر نے اس کو سختی سے منع کیا، اصحاب نے احتجاج کیا کہ یہ سنت ثابت ہے لیکن عمر نے توجہ نہ دی، معاویہ نے حکم عمر کو جاری کیا۔ (۲)

۵۔ معاویہ سے حدیث رسولؐ مروی ہے: جو شراب پئے اسے تازیانہ مارو، بکھرا کرے تو تازیانہ مارو، چوتھی بار بکھرا کرے تو قتل کر دو۔ (۳)

مجھے حیرت ہے کہ معاویہ نے اس حکم پر اپنی گورنری یا حکومت کے زمانے میں ایک روز بھی عمل کیا؟ اگر عمل کرتے تو شراب کے قافلے اونٹوں پر بار نہ ہوتے، خرید و فروخت کی شام میں آزادی نہ دیتے، خود

۱۔ مسند احمد ج ۳ ص ۹۴، ۹۵، ۹۹ (ج ۵ ص ۵۲ حدیث ۱۶۳۹۱، ص ۵۹ حدیث ۱۶۳۲۴، ص ۶۶ حدیث ۱۶۳۶۶)

۲۔ مسند احمد ج ۳ ص ۹۹، ۱۰۰ (ج ۳ ص ۶۶ حدیث ۱۶۳۶۵، ص ۶۷ حدیث ۱۶۳۶۹)

۳۔ مسند احمد ج ۳ ص ۹۳، ۹۵، ۹۶، ۱۰۱ (ج ۵ ص ۵۶ حدیث ۱۶۳۰۵، ص ۵۹ حدیث ۱۶۳۱۷، ص ۶۰ حدیث ۱۶۳۲۷)

۶۳ حدیث ۱۶۳۴۵، ص ۶۸ حدیث ۱۶۳۸۱)

نہ پیٹے اور مستی میں اشعار کفریہ نہ بکتے۔ اگرچہ اس روایت کی سند محکم ہے، امام احمد، ترمذی و ابوداؤد نے ثبت کیا ہے لیکن کوئی فقیر اس پر عمل نہیں کرتا کیونکہ اسے معاویہ نے اکیلے نقل کیا ہے۔

۶۔ ابوازیس کہتے ہیں کہ معاویہ بہت کم حدیث بیان کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول خدا سے سنا کہ خدا ہر گناہ کو ممکن ہے بخش دے سوائے اس کے کہ انسان کافر مرے یا کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔ (۱) ایک خط میں حضرت علیؓ کو معاویہ نے لکھا کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ اگر صنعا اور عدن کے تمام باشندے کسی ایک مسلمان کے قتل پر متفق ہو جائیں تو خدا سب کو جہنم میں جھونک دے گا۔

سوال یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں معاویہ کے خلاف پڑتی ہیں یا موافق؟ آخر صفین میں ہزاروں مومنوں کو کس نے قتل کرایا؟ باغی گروہ کون تھا؟ جو ایسا خونخوار ہوا سے خلافت سے کیا سروکار؟ امام دقت کو قتل کرانے کی سازش اور اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لئے ہزاروں صحابائے کرام، صلحائے عظام کو موت کے گھاٹ اتارنا کہاں تک جائز تھا؟ اس خونخوار نے چونکہ خود حدیث کی روایت کی ہے لہذا اس سے سخت مواخذہ ہوگا۔

۷۔ معاویہ سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ جو شخص بے امام کے مر جائے، اس کی موت جاہلیت پر ہوتی ہے۔ (۲)

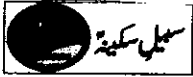
اب ذرا معاویہ اور اس کے جرگے سے پوچھیے کہ تم پر کس امام کی بیعت کا قلابہ ہے؟ کیا معاویہ کی امامت نص و اجماع سے ثابت ہے؟ خود معاویہ کس حال میں مرا؟ کیا امیر المومنین کے سوا کوئی اور تھا جس کو نص و اجماع کے ذریعے خلافت ملی ہو؟ معاویہ نے تو انہیں سے جنگ کی اور ان کی خلافت کو نہ مانا، ان کی خلافت ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اس طرح وہ جاہلیت کی موت مرا، کیونکہ حضرت علیؓ کی خبر شہادت بن کر خوشی ظاہر کی، امام حسنؑ کے مسموم ہونے پر اظہار مسرت کیا، ان دونوں سے وہ بر

۱۔ مسند احمد ج ۳ ص ۹۹ (ج ۵ ص ۶۶ حدیث ۱۶۳۶۳)

۲۔ مسند احمد ج ۳ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۶۱ حدیث ۱۶۳۳۳)

سر پر بیکار رہا، ہر مکاری اور حیلہ برتا، اپنی سیاسی خلافت جمانے کے لئے ہر لالچ، رشوت اور مکاری کا جال رچایا۔ جب کہ مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دورات بھی بغیر امام کے بسر کرے۔ (۱) ورنہ جاہلی موت مرے گا، اس حکم رسولؐ میں تو کوئی استثنا نہیں کیا، معاویہ اس حکم سے مستثنیٰ تھا، یا وہ اس حکم سے ناواقف تھا؟ اس طلیق بن طلیق کی موت بہر حال جاہلیت پر ہوئی۔

اس حدیث معاویہ کو ابن عمر کے طریق سے ابوداؤد طیالسی (۲) نے لکھا ہے جس میں اضافہ ہے کہ



ومن نزع یداً من طاعة جاء يوم القيامة لا حجة له۔ (۳)

یہ حقیقت ہے جس سے گریز ممکن نہیں کہ صحاح و مسانید اس پر متفق ہیں اس حدیث کو مانے بغیر چارہ نہیں، لازم آتا ہے کہ جو شخص بغیر امام کے مر جائے اس کی موت جاہلیت پر ہوگی، اس موقع پر یہ نکتہ لائق توجہ ہے کہ فاطمہؑ زہرا قرآن کی روشنی میں پاک اور ان کی خوشنودی رسولؐ کی خوشنودی اور ان کا غم و غصہ رسولؐ اکرم کا غم و غصہ تھا وہ اس حالت میں دنیا سے گئیں کہ ان کا کسی کو امام نہیں بتایا جاسکتا، نہ انہوں نے ابو بکر کی بیعت کی نہ ان کے شوہر نے چھ ماہ تک بیعت کی۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ جب تک فاطمہؑ زندہ تھیں لوگ ان کے احترام میں علیؑ سے تعرض نہ کرتے تھے، لیکن جب فاطمہؑ انتقال کر گئیں تو لوگوں سے علیؑ کا رابطہ تاریک ہو گیا۔ (۴) قرطبی نے بھی المفہم میں لکھا ہے کہ جب تک فاطمہؑ حیات تھیں، لوگوں نے علیؑ کا احترام کیا لیکن جب فاطمہؑ مر گئیں اس وقت تک علیؑ نے ابو بکر کی بیعت نہ کی تھی تو علیؑ کا وہ احترام باقی نہ رہا، لوگوں نے بیعت لے کر وحدت میں شامل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

۱۔ لکھی ج ۹ ص ۳۵۹ (مسئلہ ۱۷۶۸) ۲۔ مسند طیالسی ص ۲۵۹

۳۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲ (ج ۳ ص ۱۲۶ حدیث ۵۸ کتاب الامارہ): سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۵۶: تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۷: مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۸، ۲۲۳: از لفظ الخراج ص ۳: مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۶ (ج ۳ ص ۲۷۶ حدیث ۱۵۲۶۹) شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۷۵ (ج ۵ ص ۲۳۹): خاتمۃ الجواہر المعیۃ قاری ج ۲ ص ۵۰۹: تفسیر الوصول ج ۳ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۴۷)

۴۔ صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۶ ص ۱۹۷ (ج ۳ ص ۱۵۳۰ حدیث ۳۹۹۸): صحیح مسلم کتاب الجہاد ج ۵ ص ۱۵۳ (ج ۳ ص

یہاں تین احتمالات ہیں:

اول یہ کہ فاطمہؑ نے ایک حکم اسلامی پر عمل نہ کیا اور بے امام مر گئیں۔

دوسرے یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں، جب کہ تمام شیعہ سنی علماء نے اس کی روایت کی ہے۔

تیسرے یہ کہ فاطمہؑ نے ابو بکر کی امامت کو صحیح نہیں سمجھا، ابو بکر کو خلافت کا مستحق نہیں جانا بلکہ علیؑ کی

امامت کی قائل تھیں۔

کیا کوئی مسلمان سوچ سکتا ہے کہ فاطمہؑ نے خلاف عقل و منطق اور مخالف رضائے خدا عمل کیا ہوگا؟

دوسرا احتمال بھی صحیح نہیں، حدیث قطعی صحیح ہے۔ لہذا اب تیسرا احتمال ہی باقی رہ جاتا ہے کہ فاطمہؑ زہرا جگر

پارہ رسولؐ نے ابو بکر کی امامت و خلافت کو صحیح نہیں سمجھا، وہ ابو بکر کی خلافت سے بیزار تھیں، اسی لئے

حضرت علیؑ نے زمانہ فاطمہؑ میں ابو بکر کی بیعت نہ کی حالانکہ جانتے تھے کہ جو شخص بغیر امام کے مر جائے

اس کی موت جاہلیت پر ہوگی۔

۸۔ ابو ہریرہ نے معاویہ کی شکایت رسولؐ خدا سے کی، آپ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو بار سر

اٹھایا اور فرمایا: اگر تم حکمراں ہو جاؤ تو خدا سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ معاویہ کہتے ہیں کہ مجھے گمان بھی نہ تھا

کہ حکمراں ہونگا لیکن ارشاد رسولؐ کے مطابق آج اسی میں مبتلا ہوں۔ (۱)

لیکن اس شخص نے وصیت رسولؐ پر قطعی عمل نہ کیا، نہ خدا کا خوف کیا، نہ عدالت کو راہ دی، اس کی

حکمرانی تمام تر ظلم و عدوان سے بھری ہے، کاش قتل عثمان کے بعد اسے یہ وصیت رسولؐ یاد آتی تو مولا علیؑ

سے جنگ نہ کرتا، نہ عدول صحابہ کو جلا وطنی و قتل و قید کی اذیت دیتا، کیا یہ سب کام عدالت و تقویٰ پر مبنی تھے؟

نہ زیاد کو بھائی بناتا، نہ منبر پر علیؑ و آل علیؑ نیز شیعوں پر لعن طعن و دشنام طرازی کرتا۔ پتہ نہی اگر وصیت

رسولؐ نہ ہوتی تو وہ کیا کرتا؟

۹۔ معاویہ سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا سے سنا کہ اگر خدا کسی کے ساتھ بھلائی کرتا ہے تو اسے

دینی بصیرت عطا کر دیتا ہے۔ (۲) یہ حدیث مسند احمد میں سولہ بار نقل کی گئی ہے، اس کا نتیجہ تو یہ ہونا

چاہئے تھا کہ معاویہ میں دین شناسی آجاتی، احکام الہی پر عمل کرتا، برخلاف اس کے نہ اس میں تفقہ تھا نہ احکام خدا پر عمل۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے معاویہ کے ساتھ کوئی بھلائی نہ کی۔

۱۰۔ محمد بن جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ ہم لوگ چند افراد کے ساتھ معاویہ کے پاس تھے اتنے میں معاویہ سے کہا گیا کہ عبد اللہ بن عمرو عاص حدیث بیان کرتے ہیں کہ آئندہ قحطانی بادشاہ ہوں گے۔ معاویہ بھڑک اٹھے، منبر پر جا کر حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا کہ بعض لوگ تم سے ایسی بات نقل کرتے ہیں جو نہ قرآن میں ہے نہ سنت میں ہے، یہ لوگ قلعی جاہل ہیں، جو لوگ تمہارے خیالات پر اکندہ کرنا چاہتے ہیں ان سے پرہیز کرو کیونکہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ یہ حکومت قریش ہی میں رہے گی، جب تک دین و شریعت باقی ہے جو اس سے ٹکرائے گا خدا اسے چور چور کر دے گا۔

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو معاویہ سمجھے ہی نہیں، عمرو عاص کے بیٹے نے یہ نہیں کہا تھا کہ خلیفہ ہوں گے بلکہ کہا تھا کہ بادشاہ ہوں گے، ہر شخص جانتا ہے کہ بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ ہوئے ہیں جو غیر قریش تھے، پھر یہ کہ رسول کا مقصد خلفاء قریش سے یہ ہے کہ جب تک وہ خلفاء دین و شریعت پر عمل کریں ان سے مت ٹکراؤ، معاویہ وغیرہ تو مسلسل دین و شریعت پا مال کرتے رہے، اس طلح بن طلحہ کو خلافت کا ارمان کرنا ہی نہیں چاہئے۔ حیرت ہے کہ معاویہ تو عبد اللہ کو جاہل کہتے ہیں اور ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ وہ سب سے زیادہ حدیث نقل کرتے ہیں، یا انہیں سب سے زیادہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد ہے۔ وہ مرد فاضل، حافظ اور دانشمند تھے۔ (۱) معاویہ انہیں اس طرح جاہل کہہ رہے ہیں جیسے خود بہت بڑے فقیہ ہیں۔ عبادہ بن صامت نے معاویہ سے کہا تھا کہ تیری ماں ہندہ تجھ سے زیادہ عالم ہے۔ (۲)

یہ معاویہ تھے اور ان کی حدیث شناسی!!!۔

۱۔ استیعاب ج ۱ ص ۳۰۷ (القسم الثالث ص ۹۵۷ نمبر ۱۶۱۸)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۳ (ج ۳ ص ۲۳۹ نمبر ۳۰۹۰)؛ الاصابہ ج ۲

ص ۳۵۲ (نمبر ۲۸۲۷)؛ تہذیب العہد ج ۵ ص ۳۲۷ (ج ۵ ص ۲۹۳)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۲ ص ۲۶۶)؛ ۱۹۵ نمبر ۳۰۷ (مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۳۰۶))

اجماع

آمدی (۱) نے اجماع کی بہت اچھی تعریف کی ہے کہ کسی معاملے پر اس زمانے کے تمام عل و عقد کا ایک رائے ہو جانا۔ اب ذرا معاویہ کے اقوال، اعمال اور جرائم کو دیکھئے اور تلاش کیجئے کہ اس وقت کے فقہانے ان بدعتوں پر کہاں اتفاق کیا۔ اجتہاد کی یہ دم بھی معاویہ کے ہاتھ سے جاتی رہی۔

قیاس

اہل سنت کی نظر میں وہی قیاس معتبر ہے جو قرآن و سنت کی بنیاد پر کیا جائے، یا ان دونوں سے اخراج کیا گیا ہو بحث و استنباط کے ذریعے نوعی یا شخصی حیثیت سے۔ ہم معاویہ کے تمام کرتوتوں پر نظر ڈالتے ہیں تو کوئی بھی کام قرآن و سنت کی بنیاد یا استنباط کے سہارے انجام نہیں دیا گیا اور نہ اس کی کسی طرح بھی تاویل کی جاسکتی ہے۔ البتہ معاویہ نے جاہلی قیاس کو احکام اسلام میں شامل کر دیا ہے۔

رجال فقہ و اصول کی نظر میں صحیح اجتہاد سمجھ لینے کے بعد یہ اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ معاویہ اس سے قطعی دور تھے، اس نافرمان مجتہد کے بھیا تک جرائم پر نظر دوڑائیے اور پھر دیکھئے کہ ابن حزم، ابن تیمیہ، ابن کثیر اور ابن حجر جیسے لوگ اسے مجتہد کہہ کے تمام جرائم سے بری کر دیتے ہیں، مجتہد خطا کار پر گناہ تو ہوتا ہی نہیں الٹا ایک ثواب حاصل ہوتا ہے۔

ان سے پوچھئے کہ آخر کس اجتہاد سے مولانا علی کو لعنت اور دشنام طرازی کی بلکہ تمام مسلمانوں پر شرعی حیثیت سے لازم کر کے تھوپ دیا؟ آخر کس آیت سے استنباط کیا تھا، آیہ تطہیر یا آیہ مہابہ سے یا ہزاروں احادیث رسول سے جس میں فضائل علی کے سمندر موجزن ہیں، اگر انہیں خلیفہ نہ بھی سمجھیں تو کیا وہ ایک شائستہ کردار مسلمان بھی نہیں تھے؟ یہ ہندہ جیسی فاحشہ کا دودھ پینے والا مجتہد خود اجازت دیتا ہے کہ علی کو گالیاں دی جائیں اور برسر پرکار ہے ظاہر ہے کہ اس حکم کا مدد رک صرف قیاس جاہلی ہی میں مل

سکتا ہے، دونوں قبیلوں ہاشمی و اموی میں پرانی دشمنی تھی، ایک دوسرے کو بہر وسیلہ اذیت دیتے تھے، انتقام لیتے تھے، چاہے وہ مقتول کے وارث نہ بھی ہو۔ معاویہ نے اسی جاہلی روش پر عمل کر کے انتقام عثمان کا نعرہ بلند کیا۔

کس اجتہاد میں گنجائش ہے کہ برسر منبر اور دعائے قنوت میں علی پر لعنت کی جائے جو احتجاج کرے اسے ڈرایا دھمکایا جائے، کس اجتہاد میں دوستداران علی کو قید و جلا وطنی سے دوچار کرنا جائز کہا گیا ہے، کون اجتہاد علی کو کافر و لحد کہنے کی اجازت دیتا ہے، کس اجتہاد میں قتل علی و امام حسن کی اجازت دی گئی ہے، مکہ و مدینہ کی حرمت کی بربادی، شہداء صفین کا مثلہ اور مولا علی کے لشکر پر پانی بند کرنا کس اجتہاد کی بناء پر ہوا۔ کس اجتہاد میں نابلوں پر دولت لٹانا، حجر جیسے نیکیوں کا قتل، سیرت علی کے خلاف عمل کیا جائے، زیاد کو بھائی بنایا جائے، یزید جیسے شرابخوار کو جانشین بنایا جائے، عمرت کی اذیت سے رسول خدا کو آزار پہنچایا جائے، عہد و پیمان کو پیروں تلے روندنا جائے سنت رسول کی تضحیک کی جائے اور امام وقت کے خلاف بغاوت کر کے تلوار اٹھائی جائے۔

یہ تمام اجتہاد لچر، پوچ اور بے وقعت ہیں، نہ عقل تسلیم کرتی ہے نہ دین، یہ سبھی قرآن و سنت کے صریح خلاف۔ یہ سب کچھ ہوس و خود سری تھی، استنباط حکم شرعی نہ تھا، یہ ایسا ہی ہے کہ قتل رسول کے متعلق اجتہاد کیا جائے۔

یہ مجتہد جگر خوارہ کا فرزند، پرچم والی فاحشہ کا پوت تھا، جس نے مقدسات اسلامی کا تیا نچا کیا، ابن حزم و ابن تیمیہ اسے مجتہد کہتے ہیں، ابن حجر اسے خلیفہ برحق کہتا ہے، لیکن ہم تو ان کے کانوں میں مقملی کا نظریہ ڈالنا چاہتے ہیں، وہ اپنی کتاب ”العلم الشارح فی ایثار الحق علی آباء المشائخ“ میں رقمطراز ہیں:

حضرت علی تو صرف ہدایت کے امام تھے لیکن انہیں آزمائشوں میں جھونک دیا گیا اور وہ اپنی پسندیدہ روش پر برابر چلتے رہے۔ ان کے بارے میں کچھ لوگ ہلاک ہوئے، کچھ غلو میں حد سے بڑھ گئے اور کچھ نفرت میں مرتبے سے گھٹانے لگے، اس گروہ کا گراہ ترین دستہ خوارج کا ہے، جو برسر منبر لعنت کرتے ہیں اور ابن ملجم ملعون کی ستائش کرتے ہیں، اسی طرح مروانہ بھی لعنت کرتے ہیں، خدا ان کا

ناس مارے۔ کم گمراہ وہ لوگ ہیں جو بیعت شکنوں سے جنگ کرنے کی بنا پر علیؑ کو خطا کار سمجھتے ہیں حالانکہ خدا نے باغی گروہ سے لڑنے کا حکم دیا ہے، یہ لوگ عثمان کا قصاص طلب کر رہے تھے، علیؑ نے انہیں شرعی جواب دیا کہ عثمان کے در ثاء آ کر مقدمہ دائر کریں، ان کی تعداد جنہوں نے عثمان کو قتل کیا، صواعق کے مطابق دس ہزار تک پہنچتی ہے۔ (۱) طلحہ وزبیر و عائشہ و اصحاب رسولؐ تھے، لیکن اس میں شک نہیں کہ اشتباہ کا شکار ہوئے لیکن معاویہ کا مقصد تو بالکل واضح ہے۔ اسی طرح خوارج کا معاملہ بھی روشن تر ہے، اگر علیؑ ان سے جنگ نہ کرتے تو کون جنگ کرتا؟ خوارج قطعی گمراہ تھے۔ معاویہ حکومت کے خواہشمند تھے جس کے لئے وہ ہرجاہ کاری کے مرتکب ہوئے، آخری جرم بیعت یزید ہے۔ بنا بریں جو بھی کہے کہ معاویہ نے اجتہاد کیا وہ سخت غلطی پر ہے یا حقیقت سے بے خبر ہے یا منہ پھٹ یا مقلد یا گمراہ اور خواہش نفس کا پابند ہے، خدا یا! ہم اس پر گواہ ہیں۔

میں نے کئی کتاب دیکھی جس میں ابن عساکر (۲) سے منسوب عبارت تھی کہ رسول خدا نے پیشین گوئی کر دی تھی کہ معاویہ حکمراں ہوں گے اور کسی کو اس پر غلبہ نہ حاصل ہو سکے گا۔ حضرت علیؑ نے جنگ صفین کے درمیان فرمایا تھا کہ اگر یہ حدیث مجھے پہلے معلوم ہو جاتی تو معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ اس قسم کی بات کہنے والے حضرت علیؑ اور امام حسن و حسینؑ کے خلاف تلوار چلانے والوں سے کم نہیں، تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ معاویہ باغی گروہ تھا اور حق علیؑ کے ساتھ تھا۔ اس عقیدے کے بعد ایسی بات کہنا کہاں تک مناسب ہے؟ جو لوگ معاویہ کو باغی گروہ کہتے ہیں وہی حضرت علیؑ کو برسر منبر لعنت کرنے کی تحسین کرتے ہیں۔ یہ بدعت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک رہی۔ ام سلمہ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ رسول خدا کا گالیوں دیتے ہو۔ کہا گیا: خدا کی پناہ! ام سلمہ نے فرمایا کہ حدیث رسولؐ ہے: جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ (۳)

اس جاہل و گمراہ مجتہد کی حالت آپ نے دیکھ لی کہ کس قدر فہم و دانش سے تہی دست ہے، اس نے

۱۔ الصواعق محرقة (ص ۲۱۶، ۱۱۸)

۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ص ۲۵۷، ۸)

۳۔ اعلم الشیخ ص ۳۶۵

کبھی کوئی مفید کام کیا ہی نہیں، صرف معاویہ ہی تھقہ سے عاری نہیں بلکہ جو لوگ اس کی برأت میں علم و دانش کی ریڑھ مارتے ہیں وہ بھی عقل سے عاری ہیں، اس مجتہد کا مرتبہ جسے امام ہدایت کہا جاتا ہے، ہمیں حدیث رسول سے سمجھنا چاہئے، جنہوں نے اس کے بھائی، باپ اور خود اس پر لعنت فرمائی ہے۔ حضرت علیؑ اس پر دعائے قنوت میں برابر لعنت پڑھتے رہے، عائشہؓ بھی ہر نماز کے بعد نفرین کرتی تھیں۔ امام حسن اور محمد بن ابی بکر اور ابن عباس نے نشاندہی کی کہ اس پر رسول خدا نے لعنت فرمائی ہے۔ رسول خدا نے اس کی آواز سنتے ہی فرمایا: خدایا! اسے فتنے میں جھونک دے، اس کو عمر و عاص کے ساتھ دیکھ کر فرمایا: جب بھی انہیں ایک جگہ دیکھو، علمدہ کر دو کیونکہ کبھی بھلائی پر ایکانہ کریں گے۔ کبھی فرمایا: جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔

اس کے علاوہ ارشادات حضرت علیؑ جس میں اس کو منافق، پریشاں عقل، فاسق، کذاب، بدکار زادہ کہا۔ ابویوب انصاری نے اس کو بت پرست جو مجبوراً اسلام میں داخل ہوا اور خوشی سے نکل گیا۔ بدری صحابی معن سلمی نے فرمایا: تجھ سے زیادہ بد معاش قریش میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ ان کے علاوہ امام حسن، امام حسین، عمار یاسر، ابن بدیل، سعید بن قیس، ابن عباس، ہاشم مرقال، جاریہ بن قدامہ، محمد بن ابی بکر اور مالک اشتر جیسے اساطین اسلام کے مذمت بھرے ارشادات ہیں۔

اب آپ کو اختیار ہے کہ معاویہ کے متعلق ان حضرات کی بات مانئے یا ابن حزم، ابن تیمیہ اور ابن حجر جیسوں کی بات مانئے۔

دوسرا بہانہ

معاویہ کی صفائی میں ابن حجر کا دوسرا بہانہ سن لیجئے۔ (۱) حقیقت یہ ہے کہ معاویہ خلیفہ برحق ہو گئے وہ اس طرح کہ ترمذی نے حدیث حسن نقل کی ہے کہ خدایا! معاویہ کو ہادی و مہدی قرار دے۔ (۲) اور

۱۔ صواعق محرقة ص ۱۳۰ (ص ۲۱۹، ۲۱۸)

۲۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۶۳۵ حدیث ۳۸۳۲)

مسند احمد میں دعائے رسول ہے کہ خدایا! معاویہ کو علم قرآن و حساب تعلیم دے اور عذاب سے محفوظ رکھ۔ (۱) اس کے علاوہ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں (۲) اور طبرانی نے کبیر میں (۳) معاویہ کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے مجھ سے فرمایا: اگر بادشاہ ہونا تو نیک برتاؤ کرنا۔ اس بنا پر دعائے اول پر بھی غور کیجئے جس میں معاویہ کو ہادی و مہدی قرار دیا گیا ہے، ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، اس سے فضیلت معاویہ کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں جنگوں کی وجہ سے برائیں کہا جاسکتا کیونکہ انہوں نے اجتہاد کی وجہ سے جنگ کی جس کی وجہ سے وہ ایک اجر کے مستحق ہوئے، کیونکہ اگر مجتہد خطا کرتا ہے تو ایک اجر پاتا ہے، اس کی ملامت نہیں کی جاتی۔ فضیلت معاویہ کی دوسری حدیث دعائے رسول ہے کہ جس میں عذاب سے محفوظ رکھنے کی بات ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دعائے رسول مستجاب ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کو جنگوں کی وجہ سے نہ صرف عذاب نہ ہوگا بلکہ ایک اجر بھی پائیں گے جو مجتہد خطا کار کو ملتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گروہ معاویہ کو باغی ہونے کے باوجود گروہ مسلمان میں شامل یا گیا ہے، اس طرح دونوں گروہ حقوق اسلامی سے سرفراز ہیں، ان کی تنقید نہیں کی جاسکتی، کیونکہ دونوں گروہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا، جس کی تردید ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ معاویہ کا گروہ اگر چہ باغی گروہ تھا لیکن اس کی بغاوت برائی پر مشتمل نہ تھی کیونکہ وہ اجتہاد شخصی کا نتیجہ تھی۔

اسی طرح رسول کی اس پیش گوئی پر بھی غور کرنا چاہئے کہ معاویہ سلطنت و حکومت پائیں گے تو حکم دیا کہ نیک سلوک اپنائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاویہ کی حکومت شرعی تھی، پھر اس کے بعد امام حسن نے معاویہ کے حق میں دستبرداری اختیار کی تو حق خلافت حاصل ہو گیا۔ نیک روش اپنانے کا حکم دلیل ہے کہ خلافت برحق تھی، یہ حق ہونا حقانیت کی وجہ سے ہے، سیاسی مظالم کی وجہ سے نہیں کیونکہ جو شخص طاقت کے زور پر حکومت پا جائے اور مسلمانوں کا حکمراں ہو جائے تو بدکار اور لائق ملامت ہے، اسے مبارکباد نہیں دینی چاہئے بلکہ اس پر عتاب کرنا چاہئے۔ بنا بریں اگر معاویہ نے طاقت کے زور پر حکومت حاصل

۲۔ المصنف (ج ۴ ص ۱۴۸ حدیث ۶۳-۱۰۷)

۱۔ مسند احمد (ج ۵ ص ۱۱۱ حدیث ۱۶۷۰۲)

۳۔ المعجم الکبیر (ج ۱ ص ۳۶۱ حدیث ۸۵۰)

کی ہوتی تو رسول خدا ضرور اشارہ فرماتے چونکہ نہ تصریح کی نہ اشارہ کیا تو اس سے ہم سمجھتے ہیں کہ امام حسن کی دستبرداری کے بعد معاویہ خلیفہ برحق تھے۔

یہ ابن حجر کی عیاری کا سارا زور تھا، اب اس پر چند پہلوؤں سے غور کرنا چاہئے:

۱۔ معاویہ کی شخصیت، ان کی مشرکانہ اور اسلامی زندگی تمام کی تمام سیاہ ہے، اسے دیکھتے ہوئے محال ہے کہ رسول اسلام نے یہ فرمایا ہوگا۔ پاک نفسوں کا خون بہایا، شعائر کی بے حرمتی کی، صالح مومنوں کو جلا وطنی، اسیری اور مہاجرین و انصار کو قتل کیا، شریعت میں تغیر کیا اور بدعتوں کے ڈھیر لگادیئے۔

۲۔ اس حدیث کے مقابل (اسی جلد میں) صحیح و موثق احادیث ہیں جن میں معاویہ کی مذمت ہے پھر حضرت علی کے ارشادات اور تمام صالح صحابہ کی مذمت ہے۔

۳۔ خود رسول اسلام نے فرمایا کہ شام کے طاعنی سے جنگ کرو۔ صحیح و موثق احادیث میں ہے وہ باغی گروہ تھا۔ کیا ایسے ذلیل انسان کی تحسین و ستائش زبان رسالت سے سمجھ میں آتی ہے؟ قطعی ناممکن ہے۔

۴۔ حافظان حدیث کہتے ہیں کہ معاویہ کے متعلق ایک بھی ستائشی حدیث، صحیح نہیں ہے۔

۵۔ ابن حجر نے جن احادیث کا تذکرہ کیا ہے اسکے متن کا تجزیہ کیجئے:

پہلی روایت ترمذی (۱) نے لکھ کر اس کے حسن ہونے کی نشاندہی کی ہے، اس میں ابن ابی عمیر کا صحابی رسول ہونا مشکوک ہے، ابو عمر نے استیعاب (۲) میں اس حدیث کو لکھ کر کہا ہے کہ اس میں عبدالرحمن مضطرب ہے اور شامی بھی ہے، پھر یہ کہ اس حدیث کے تمام رجال شامی اور معاویہ کے زلہ خوار ہیں۔

متن کے بعد اب مفہوم پر آئیے: اس کی پوری زندگی سیاہ ہے لہذا کہیں سے بھی اس کے ہادی و مہدی ہونے کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا، پھر اگر مہدی ہے تو آخر کس نے ہدایت کی؟ ابن حجر کس کا نام لیں گے؟ کیا سر بن اراطا کا، جس نے حرم مکہ و مدینہ کی حرمت برباد کر کے تاراج کیا؟ یا زیاد کا جسے بھائی بنایا تھا؟ یا عمر عاص جس نے مصر کے بدلے اپنا دین بیچ دیا؟ یا مغیرہ بن شعبہ عیار و زنا کار کا؟، یا کثیر بن شہاب کا؟ جو

۱۔ سنن ترمذی ج ۱۳ ص ۲۲۹ (ج ۵ ص ۶۳۵ حدیث ۳۸۳۲)

۲۔ استیعاب ج ۲ ص ۳۹۵ (القسم الثانی ص ۸۳۳ نمبر ۱۳۳۵)

منبروں پر دھڑلے سے امیر المومنین پر لعنت کرتا تھا، یا سرہ کا جو سکوں کے بدلے آیات و احادیث میں تحریف کرتا تھا؟ اگر واقعاً رسولؐ نے دعادی ہوتی تو حضرت علیؓ، امام حسنؓ و حسینؓ، عمار یاسرؓ، خزیمہ بن ثابتؓ جیسے آئمہ و صحابہ اس سے جنگ نہ کرتے کیونکہ یہ لوگ محافظ دین رسولؐ تھے۔ ابن عقیل نے اس دعا کے بارے میں بڑی اچھی بات کہی ہے کہ بالفرض یہ روایت صحیح بھی ہو تو دعائے رسولؐ قبول نہیں ہوئی۔ (۱)

دوسری روایت کہ خدایا! اسے علم قرآن و حساب سکھا دے اور عذاب سے بچا دے۔

اس کی سند میں حارث بن زیاد ہے جسے ابن عبد البر دذہبی وغیرہ نے ضعیف و مجہول کہا ہے۔ (۲)

پھر شامی بھی ہے۔ مفہوم کو دیکھیے تو کیا قرآن کا پورا علم مقصود ہے یا جزوی؟۔ جو بھی ہو کہیں بھی قرآن نبی کا ثبوت نہیں ملتا، البتہ احکام قرآنی کے خلاف رسولؐ کو اذیت دی، واجب الاطاعت امام سے بغاوت کی۔ اس میں حساب کا علم بھی مذکور ہے۔ پتہ نہیں کون سا حساب؟ وہ حساب جو ہمایہ قرآن ہے، شاید مقصود ہو کہ خدا اس کے سیاہ کار ناموں کی حساب رسی فرمائیے یا پھر حقوق خدا و بندگان کا حساب کتاب!!!۔

تیسری روایت

جب تم سلطنت پانا تو نیک روش اختیار کرنا۔

ان تمام احادیث کی سند خود معاویہ تک پہنچتی ہے، اس کے نقل کرنے میں کوئی بھی صحابی شریک نہیں ہے، اس لئے اس روایت سے فضیلت معاویہ کا استدلال ایسا ہے جیسے لومڑی اپنی دم کو گواہی میں پیش کرے۔ تمام عادل صحابہ، مہاجرین و انصار، ازواج رسولؐ وغیرہ نے اس کے فاسق، بدکار، منافق اور کذاب ہونے کی گواہی دی ہے۔ اس لئے روایت ناقابل قبول ہے۔ یہاں اگر خود ابن حجر ہی کے قول کو بنیاد بنایا جائے تو روایت پر اعتبار کرنے کی وجہ باقی نہیں رہ جاتی۔

۱۔ الصحاح الکافیہ ص ۱۶۷ (ص ۲۰۱، ۲۰۰)

۲۔ البحر و الصحیل (ج ۳ ص ۷۵ نمبر ۳۴۵)؛ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۰۱ (ج ۱ ص ۳۳۳ حدیث ۱۶۱۸)؛ تہذیب التہذیب

ج ۳ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۱۲۳)؛ لسان الملوک ج ۲ ص ۱۳۹ (ج ۲ ص ۱۹۰ نمبر ۲۱۸۵)

تہذیب العہدیب (۱) میں ابن معین کی زبانی لکھتے ہیں کہ جو شخص عثمان، طلحہ یا کسی اصحاب رسول کو گالی دے وہ دجال ہے، اس کی روایت لکھنے کے قابل نہیں، اس پر خدا کی لعنت اور تمام ملائکہ اور عوام الناس کی لعنت اس طرح معاویہ سب سے بڑا دجال ہے، جس کی روایت لکھنے کے قابل نہیں اور اس پر خدا و ملائکہ اور تمام مسلمانوں و عوام الناس کی لعنت، کیونکہ اس نے امیر المؤمنین، ابن عباس اور قیس بن سعد جیسے عظیم صحابائے کرام گالیاں دیں، ہر دستہ اعلیٰ کی توہین کی، اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ہر نماز میں قنوت میں، منبروں پر لعنت کی، گورنروں کو اس پر عمل کرنے کی تاکید کی۔ یہ شرمناک رسم اموی حکومت کے اختتام تک جاری رہی۔ علاوہ اس کے سند روایت میں عبدالملک بن عمر ہے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ مضطرب الحدیث ہے۔ (۲) پھر یہ کہ کم روایت بھی ہے، میں نے اس کی پانچوں سے زیادہ احادیث نہیں پائیں، اکثر میں خطا کی ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ وہ حواس باختہ تھا، عملی کہتے ہیں کہ مرنے سے قبل اس کا حافظہ ختل ہو گیا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ تہذیب لیس کرنا تھا۔ (۳)

دوسرا نام اسماعیل بن ابراہیم کا ہے۔ جسے ابن معین، (۴) نسائی (۵) اور ابن جارود نے ضعیف کہا ہے۔ ابوداؤد بہت ضعیف کہتے تھے اور اس کی روایت لکھتے ہی نہیں تھے۔ (۶) ان تینوں روایتوں کو معاویہ کے جرائم کی روشنی میں دیکھا جانا چاہئے۔ اگر ابن حجر جیسے لوگ یہی دیکھ لیتے کہ اس کی مدح کی لچر روایات کے مقابلے مذمت کی احادیث زیادہ ہیں تو بے حیائی سے ایسی بات نہ کرتے۔

سید علی اختر رضوی گوپال پوری
۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء، ۷ بجے صبح

- ۱۔ تہذیب العہدیب ج ۱ ص ۵۰۹ (ج ۱ ص ۲۴۷)
- ۲۔ العلل وسرور الرجال (ج ۱ ص ۱۵۶ نمبر ۶۹)
- ۳۔ الثقات (ج ۵ ص ۱۱۶): تہذیب العہدیب ج ۸ ص ۴۱۲ (ج ۶ ص ۳۶۳)
- ۴۔ کتاب الفقہاء والحرکین (ص ۳۸ نمبر ۳۱)
- ۵۔ تاریخ (ج ۳ ص ۳۴۵ نمبر ۱۶۶۹)
- ۶۔ البحر والتحدیل (ج ۲ ص ۱۵۲ نمبر ۵۱۲): کتاب البحر وجین (ج ۱ ص ۱۴۲): تہذیب العہدیب ج ۱ ص ۲۷۹ (ج ۱ ص ۲۲۳)

غداير



قرآن، حدیث اور ادب میں

گیارہویں جلد

تالیف:

حضرت علامہ عبدالحسین الایمنی النجفی

ترجمہ و تلخیص

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ولایۃ علی بن ابی طالب حصنی

فمن دخل حصنی امن من عذابی

علی بن ابی طالب کی ولایت میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں
داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔



احوال واقعی

لیجئے! علامہ امینی کی گرانقدر کتاب ”الغدیر“ کی گیارہویں جلد کا ترجمہ و تلخیص پیش ہے، شیعہ دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھنے والی اس عظیم، ادبی اور تاریخی کتاب کی بقیہ دو جلدوں کا ترجمہ کر کے مجھے جتنی خوشی ہوئی ہے اسے لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ یہ سچ ہے کہ میں نے اس کتاب کا ترجمہ والد علام کے کارنامے کی تکمیل کے عنوان سے کیا تھا لیکن جیسے جیسے کتاب کا ترجمہ کرتا گیا اور اس کے مطالب سے آشنائی ہوئی تو پہلا جذبہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا، اب اس جذبہ سے بالاتر یہ جذبہ کارفرما ہے کہ اگر والد علام اس کا سنگ بنیاد نہ بھی رکھتے اور میرے بس میں ہوتا تو پہلی فرصت میں اس کا ترجمہ کر دیتا اس لئے کہ یہ کتاب اس لائق ہے کہ دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبان میں اس کا ترجمہ ہونا چاہئے۔

چھٹی جلد کے برخلاف اس جلد کا ترجمہ تھوڑی تلخیص کے ساتھ پیش ہے، پہلے پہل مکمل ترجمہ کرنے کا ارادہ تھا اور فارسی کی پہلی جلد کا مکمل ترجمہ بھی کر لیا تھا (غدیر کی ہر جلد کا فارسی ترجمہ دو جلدوں میں ہوا ہے) لیکن وقت کی تنگی اور ناگفتہ بہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی تلخیص کرنی پڑی تاکہ جلد از جلد ولایت کی یہ مسحور کن خوشبو، اردو داں طبقہ بھی محسوس کر سکے اور والد مرحوم کا یہ کارنامہ حالات زمانہ کی نذر ہونے سے محفوظ رہ سکے۔ تلخیص میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ کتاب کے اہم مطالب، میری کم مائیگی اور ناقص تلخیص کی نذر نہ ہو جائیں اسی لئے میں نے دو مرتبہ کتاب کا وقت نظر سے مطالعہ کیا ہے پھر اس کی تلخیص کی ہے نیز اپنے بزرگوں کے مشوروں سے بھی استفادہ کیا ہے، بہر حال ترجمہ و تلخیص پیش نظر ہے، اچھے یا برے کا فیصلہ آپ کریں گے، میں نے تو خالص دینی جذبے کے تحت اس کا ترجمہ کیا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

(حوزہ علمیہ قم، ایران)

۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ روز ولادت ثانی زہرا (س)

فہرست مطالب

۲۴۱.....	امام حسنؑ کے ساتھ معاویہ کا برتاؤ
۲۴۱.....	امام حسنؑ کون ہیں...؟
۲۵۸.....	پیروان امیر المومنینؑ پر معاویہ کے مظالم
۲۶۷.....	واقعہ کا تفصیلی جائزہ
۲۸۵.....	حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں پر معاویہ کے مظالم
۲۹۱.....	عمرو بن حنظل
۲۹۷.....	صفی بن فیصل
۲۹۹.....	قبیصہ بن ضبیصہ
۲۹۹.....	عبداللہ بن خلیفہ
۳۰۰.....	حجر کے خلاف جھوٹی گواہی
۳۰۳.....	معاویہ کی طرف حجر اور ان کے ساتھیوں کی روانگی اور ان کا قتل
۳۱۸.....	شیعیت کی بنیاد پر قبیلہ خضری کے دو افراد کا قتل
۳۱۹.....	مالک اشتر
۳۲۲.....	محمد بن ابی بکر
۳۲۷.....	محمد بن ابی بکر کی شہادت کا دوسرا رخ
۳۳۱.....	معاویہ کے جھوٹے مناقب پر ایک نظر

- ۳۳۹..... معاویہ پر رسول کا درود و سلام
- ۳۳۹..... معاویہ پر خدا کا سلام
- ۳۴۰..... معاویہ امین ہے
- ۳۴۱..... معاویہ کے توسط سے کتابت وحی پر رسول کا افتخار
- ۳۴۲..... رسول سے معاویہ کی ملاقات جنت میں
- ۳۴۲..... معاویہ بہشتی ہے
- ۳۴۲..... علم و حلم سے معاویہ کی شکم پری
- ۳۴۵..... جنت میں معاویہ کی رسول خدا سے ملاقات
- ۳۴۵..... معاویہ جنتی لباس میں
- ۳۴۶..... شیبہ معاویہ کو گالی نہیں دیتے
- ۳۴۷..... معاویہ نوری ردا میں
- ۳۴۸..... معاویہ اہل بہشت سے ہے
- ۳۵۰..... خدا معاویہ کو علم کتاب کی تعلیم دیتا ہے
- ۳۵۰..... خدا و رسول معاویہ کو دوست رکھتے ہیں
- ۳۵۱..... معاویہ امین وحی
- ۳۵۱..... مقام انبیاء میں معاویہ کا حشر
- ۳۵۲..... معاویہ کی ہدایت کے لئے رسول خدا کی دعا
- ۳۵۲..... معاویہ امین وحی
- ۳۵۲..... معاویہ کے لئے رسول کی دعا
- ۳۵۶..... معاویہ قوی و امین شخص
- ۳۵۷..... معاویہ اہل بہشت ہے

- ۳۵۹..... خدا شکم معاویہ کو سیر نہ کرے
- ۳۶۷..... رسولؐ نے حکم خدا سے معاویہ کو کتابت وحی پر مامور فرمایا
- ۳۶۸..... معاویہ شہر علم رسولؐ کے دروازے کی زنجیر.....
- ۳۶۸..... خدایا! معاویہ کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھ
- ۳۶۹..... بیت المقدس میں معاویہ کی بیعت کے بارے میں رسولؐ کی پیشین گوئی
- ۳۶۹..... بحکم خدا، رسولؐ نے معاویہ سے مشورہ کیا
- ۳۷۱..... جنت میں رسولؐ سے معاویہ کی ملاقات
- ۳۷۲..... نبوت کی حالت میں معاویہ کا مشورہ ہونا
- ۳۷۳..... معاویہ کے چاہنے والوں سے حساب و کتاب نہیں ہوگا
- ۳۷۴..... معاویہ کی ناک کا گردوغبار، عمر بن عبدالعزیز سے بہتر
- ۳۷۴..... معاویہ کا دشمن جہنم میں
- ۳۷۵..... معاویہ صحابی رسولؐ
- ۳۷۶..... فضائل معاویہ پر مشتمل اوراق کھانے سے چوہے کی موت
- ۳۷۷..... فضائل معاویہ میں کلوازی کا قصیدہ
- ۳۷۹..... خرافاتی حکایتیں
- ۳۷۹..... ۱۔ پس مرگ زید بن خارجہ کا تکلم
- ۳۸۳..... ۲۔ انصاری قتل کے بعد گفتگو کرتا ہے
- ۳۸۴..... ۳۔ شیبان اپنے مردہ گدھے کو زندہ کرتا ہے
- ۳۷۵..... ۴۔ اسید و عباد کا عصا
- ۳۸۷..... ۵۔ خالد کی دعا سے شراب شہد میں تبدیل
- ۳۸۸..... ۶۔ آگ ابو مسلم کو نہیں جلاتی

- ۳۸۸..... ابو مسلم اپنی دعا کی وجہ سے دریائے دجلہ سے عبور کر گیا۔
- ۳۸۹..... ابو مسلم کی تسبیح۔
- ۳۸۹..... ۹۔ وسائل سفر کے بغیر سفر کا حیرت انگیز واقعہ۔
- ۳۹۰..... ۱۰۔ ایک عورت کے سو دو زیاں پر مشتمل ابو مسلم کی دعا۔
- ۳۹۱..... ۱۱۔ ابو مسلم کی دعا سے ہرن پھنس گیا۔
- ۳۹۳..... ۱۲۔ موت کے بعد رنج بول اٹھا۔
- ۳۹۶..... ۱۳۔ چار ہزار سپاہی پانی سے گذر گئے۔
- ۳۹۸..... ۱۴۔ سعد کی دعا سے بھی ایک لشکر پانی سے گذر گیا۔
- ۳۹۸..... ۱۵۔ سعد کی دعا نے اس کی موت ملتوی کر دی۔
- ۳۹۹..... ۱۶۔ بادل آبیاری کر کے بزرے اگا رہا ہے۔
- ۴۰۰..... ۱۷۔ ابراہیم تمبی کی حیرت انگیز زندگی۔
- ۴۰۱..... ۱۸۔ حافظ کی بد دعا سے ایک شخص کی موت۔
- ۴۰۱..... ۱۹۔ ایک بادل ”کرز بن ویرہ“ کے سر پر سایہ لگن ہوا۔
- ۴۰۲..... ۲۰۔ ایک فقیر نے زمین کو سونا کیا۔
- ۴۰۲..... ۲۱۔ غطفانی موت کے بعد مسکراتا ہے۔
- ۴۰۳..... ۲۲۔ عمر بن عبدالعزیز، توریت۔
- ۴۰۴..... ۲۳۔ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں گوسفندوں کی حالت۔
- ۴۰۴..... ۲۴۔ عمر بن عبدالعزیز کا برأت نامہ۔
- ۴۰۵..... ۲۵۔ مالک بن دینار کی دعا اور چار سالہ بچہ کی پیدائش۔
- ۴۰۷..... ۲۶۔ ایک مستجاب الدعائے صبی۔
- ۴۰۹..... ۲۷۔ سختیانی پانی جاری کرتا ہے۔

- ۲۸۔ جنت میں محل فروخت کرنے والا ایک بزرگ ۴۱۰
- ۲۹۔ معروف کی دعا سے غایب شخص حاضر ۴۱۱
- ۳۰۔ ہوا کے دوش پر چار زانو بیٹھا ایک شخص ۴۱۱
- ۳۱۔ ایک جن نے خزاعی سے گفتگو کی ۴۱۲
- ۳۲۔ احمد خزاعی کا سر بولتا ہوا ۴۱۳
- ۳۳۔ ابوحنیفہ کے وجود پر پیغمبر اکرم کا افتخار ۴۱۴
- ۳۴۔ ابو زرعہ رگزاروں کو سونے میں بدلتا ہے ۴۲۰
- ۳۵۔ ابراہیم خراسانی کا وضو ۴۲۰
- ۳۶۔ بلاشون موت کے بعد زندہ ہوا ۴۲۱
- ۳۷۔ امام احمد بن حنبل کے لئے خدا کا خط ۴۲۲
- ۳۸۔ الیاس نبی کا فرستادہ اور ایک فرشتہ احمد بن حنبل کی طرف ۴۲۴
- ۳۹۔ احمد کا قلم درخت خرما کو حاملہ کرتا ہے ۴۲۵
- ۴۰۔ احمد کی شلوار کا ازار بند ۴۲۵
- ۴۱۔ واقعہ آتش سوزی و غرق اور کرامت احمد ۴۲۶
- ۴۲۔ خدا ہر سال احمد کا ویزہ اور کرتا ہے ۴۲۷
- ۴۳۔ احمد اور منکر و نکیر ۴۲۸
- ۴۴۔ امام مالک ہر رات رسول کی زیارت کرتے ہیں ۴۳۲
- ۴۵۔ خدا کے لئے ریش تراشی ۴۳۳
- ۴۶۔ خداوند عالم نے ابو حامد غزالی سے گفتگو کی ۴۳۶
- ۴۷۔ غزالی کی کتاب "احیاء العلوم" ۴۳۸
- ۴۸۔ عبدالقادر ایک رات میں چالیس مرتبہ بختم ہوتا ہے ۴۴۴

- ۴۳۵..... ۴۹۔ رسول خداؐ عبدالقادر کے دوش پر سوار ہوئے
- ۴۳۶..... ۵۰۔ شیخ عبدالقادر کی وفات
- ۴۳۷..... ۵۱۔ اسماعیل حضری کے لئے سورج کا فریب
- ۴۳۷..... ۵۲۔ دلاوی ایک بچے کو دودھ پلاتا ہے
- ۴۳۸..... ۵۳۔ شیخ ایک گائے کھا لیتا ہے
- ۴۳۹..... ۵۴۔ سیوطی نے عالم بیداری میں رسولؐ کو دیکھا
- ۴۵۰..... ۵۵۔ سیوطی اور طی الارض
- ۴۵۰..... کرامات و عجائب
- ۴۵۱..... آخری بات

بقیہ عند لیہان غدیر (نویں صدی ہجری)

- ۴۵۵..... ضیاء الدین ہادی
- ۴۵۶..... شاعر کا تعارف
- ۴۵۸..... حسن آل ابی عبدالکریم
- ۴۵۹..... شاعر کا تعارف

عند لیہان غدیر (دسویں صدی ہجری)

- ۴۶۳..... شیخ کفعمی
- ۴۶۵..... شاعر کا تعارف
- ۴۶۶..... بعض گرائف و تالیفات
- ۴۶۷..... عز الدین عالی
- ۴۶۸..... شاعر کا تعارف
- ۴۷۰..... آثار و کارنامے

۴۷۰.....	ولادت ووفات
عند لیبان غدیر (گیارہویں صدی ہجری)	
۴۷۳.....	ابن ابی شافین بحرانی
۴۷۴.....	شاعر کا تعارف
۴۷۶.....	زین الدین حمیدی
۴۷۷.....	شاعر کا تعارف
۴۷۸.....	بہاء المسلمۃ والدین (شیخ بہائی)
۴۷۹.....	شاعر کا تعارف
۴۸۰.....	اساتذہ اور مشائخ
۴۸۰.....	شیخ بہائی کے تلامذہ اور رواۃ
۴۸۰.....	شیخ بہائی کی گرانقدر تالیفات
۴۸۱.....	ولادت
۴۸۱.....	وفات
۴۸۲.....	حرفوشی عالی
۴۸۳.....	شاعر کا تعارف
۴۸۴.....	ابن ابی الحسن عالی
۴۸۴.....	شاعر کا تعارف
۴۸۶.....	شیخ حسین کرکی
۴۸۷.....	شاعر کا تعارف
۴۸۸.....	قاضی شرف الدین
۴۸۸.....	شاعر کا تعارف

- ۴۹۰..... سید ابوعلی انسی
- ۴۹۰..... شاعر کا تعارف
- ۴۹۲..... سید شہاب موسوی
- ۴۹۳..... شاعر کا تعارف
- ۴۹۴..... سید علی خان مشعش
- ۴۹۴..... شاعر کا تعارف
- ۴۹۶..... سید ضیاء الدین یحییٰ
- ۴۹۷..... شاعر کا تعارف
- ۴۹۸..... محمد علاطاہر قتی
- ۴۹۸..... شاعر کا تعارف
- ۵۰۰..... قاضی جمال الدین بکی
- ۵۰۱..... شاعر کا تعارف
- ۵۰۲..... ابو محمد شیخ صنعان
- ۵۰۳..... شاعر کا تعارف
- عنایہ خان غدیری (بارہویں صدی ہجری)
- ۵۰۷..... شیخ حرز عالی
- ۵۰۸..... شاعر کا تعارف
- ۵۱۰..... شیخ احمد بلادی
- ۵۱۰..... شاعر کا تعارف
- ۵۱۱..... شخص الدین یحییٰ
- ۵۱۲..... شاعر کا تعارف

۵۱۳.....	سید علی خان مدنی
۵۱۴.....	شاعر کا تعارف
۵۱۵.....	ولادت اور ان کی زندگی
۵۱۶.....	شیخ عبدالرضا کاظمی
۵۱۷.....	شاعر کا تعارف
۵۱۸.....	علم الہدی محمد
۵۱۸.....	شاعر کا تعارف
۵۲۰.....	شیخ علی عالمی
۵۲۰.....	شاعر کا تعارف
۵۲۲.....	مولانا مسیحافسوی
۵۲۳.....	شاعر کا تعارف
۵۲۵.....	ابن بشارۃ غروی
۵۲۶.....	شاعر کا تعارف
۵۲۷.....	شیخ ابراہیم بلادی
۵۲۸.....	شاعر کا تعارف
۵۲۹.....	شیخ ابو محمد شوکی
۵۳۰.....	شاعر کا تعارف
۵۳۱.....	سید حسین رضوی
۵۳۱.....	شاعر کا تعارف
۵۳۳.....	سید بدرالدین
۵۳۴.....	شاعر کا تعارف

امام حسنؑ کے ساتھ معاویہ کا برتاؤ

فرزند جگر خوارہ نے امام حسنؑ کے ساتھ ایسے سلوک و برتاؤ روا رکھے جن کے مطالعہ سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کو سن کر انسان آشفقہ خاطر اور رنجور ہو جاتا ہے، انسانیت کی پیشانی شرم سے جھک جاتی ہے، دین و دیانت ان کی مذمت اور عدل و انصاف ان سے پناہ مانگتے ہیں۔ پاک طینت اور عظیم خاندان کے افراد ایسے سلوک و برتاؤ کو ظلم و جنایت پر محمول کرتے ہیں، ایسے سلوک جنہیں معاویہ نے آسانی اور لاپرواہی سے انجام دیا، ان کے ذریعہ دین و مروت اور شرافت کو پستی کی گہری کھائی میں گرا کر ان کی توہین کی۔

امام حسنؑ کون ہیں...؟

یہ ذات والا صفات کچھ نہیں تو کم از کم مسلمانوں کی ایک شخصیت، حاملان قرآن کی ایک فرد اور ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے خدا کے لئے احسان و مروت کا راستہ اختیار کیا۔

اس عظیم شخصیت نے اسلامی علوم و معارف کا بوجھ اپنے کاندھے پر اٹھا کر کتاب و سنت اور تمام تر اچھائیوں کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے، اسے مکارم اخلاق میں رہبر اور اسلامی ثقافت میں اسوہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام کے مقدس آئین میں ایسی عظیم شخصیت کی توہین، ظلم و خیانت اور اس سے جنگ کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے؛ الٰہی شریعت میں ایسی شخصیتوں کے ساتھ پیش آنے کی روش اور طریقے کو بہتر انداز میں بیان کیا گیا ہے، ایسی شخصیتوں کا فائدہ و نقصان مسلمانوں کے فائدہ و نقصان

سے مربوط ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ، وہ اصحاب رسولؐ کی نمایاں فرد تھے؛ اصحاب میں ان کے والد بزرگوار کے بعد کوئی ایسا نہیں جو ان کی برابری کر سکے؛ ان کی عدالت اور بہترین سیرت کے پیش نظر ان کے مانند اصحاب میں کوئی نہیں تھا۔ اس امام کے عظیم فضائل کا اہم پہلو یہ ہے کہ اس عہد میں لوگوں کے درمیان ان کے علاوہ کوئی دوسرا رہبری اور امامت کا مستحق نہیں تھا، اس لئے کہ فضیلت اور رسول خدا سے نزدیکی میں تمام صحابہ سے برتر تھے اور اسلامی احکام کے مفادات کو وہی سب سے زیادہ نافذ کرتے تھے۔ بنا بریں اس عظیم شخصیت سے دوری اختیار کرنا اور اس سے جنگ کرنا جائز نہیں، ان کے اقوال و افکار کی مخالفت قطعی صحیح نہیں۔ چہ جائیکہ ان پر لعنت بھیجی جائے اور ان کی ہنک حرمت کرتے ہوئے ان کی شخصیت کو نیچا دکھانے کی کوشش کی جائے۔

اس امام کے فضائل و مناقب میں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ وہ سبط رسول خدا اور چشم رسول کی روشنی ”سیدۃ نساء العالمین“ کے فرزند ہیں، ان کا گوشت و خون رسول خدا کا گوشت و خون ہے۔ لہذا خاتم النبیین کی نبوت پر ایمان رکھنے والوں پر واجب ہے کہ صاحب رسالت کی شان و منزلت کا پاس و لحاظ رکھیں اور ان کی رضایت و خوشنودی حاصل کریں؛ اس لئے کہ وہ خالص دین اور واضح آئین کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعہ راضی نہیں ہوں گے۔

ان تمام باتوں سے پیشتر، امام عالی مقام ان اصحاب کساء کی فرد ہیں جنہیں آیہ شریفہ کے مطابق خداوند عالم نے ہر جس و کثافت سے دور کر کے پاک و منزه قرار دیا ہے۔

یہ امام ان افراد میں سے ہیں جن کی خداوند عالم نے ”سورہ مل آتی“ میں تعریف کرتے ہوئے ان کی شان میں آیہ مبارکہ ﴿وَيَطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا﴾ نازل فرمائی ہے۔

یہ امام رسول اسلام کے ”ذوی القربی“ کی نزدیک ترین فرد ہیں جن کی دوستی و محبت کو خداوند عالم نے واجب قرار دے کر اجر رسالت کا عنوان قرار دیا ہے۔

یہ ان دو عظیم امانتوں میں سے ایک ہے جنہیں رسول خدا نے امت کے درمیان امانت کے طور پر چھوڑا ہے تاکہ وہ ان کی پیروی کریں اور فرمایا: جب تک ان کے دامن سے متمسک رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔

یہ اسی خاندان سے ہیں جو امت کے درمیان کشتی نوح کا حکم رکھتا ہے کہ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے منہ موڑا ہلاک ہو گیا۔ یہ ان افراد میں سے ہیں جن پر خداوند عالم نے نمازوں میں درود و سلام کو واجب قرار دیا ہے جس نے ان پر درود نہیں بھیجا اس کی نماز قابل قبول نہیں۔

یہ ان افراد میں سے ہیں جن کو مخاطب کر کے رسول خدا نے فرمایا: جو تم سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا اور جو تم سے دوستی کرے گا میں اس کا دوست رہوں گا۔

یہ ان افراد خیمہ کی فرد ہیں جن کے متعلق رسول خدا نے فرمایا: ”اے مسلمانو! میں اس خیمہ میں رہنے والوں کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں، میں ان کا شیدائی ہوں جو ان سے محبت کرتے ہیں، اس خیمہ میں مقیم افراد سے وہی محبت کر سکتا ہے جو پاک طینت ہوگا اور ان سے دشمنی و عداوت رکھنے والا ذلیل اور پست ترین نسل سے ہوگا۔“

یہ امام ربیعانہ رسول ہیں، آنحضرت ان کی خوشبو محسوس کر کے اپنے سینے کو فشار دیتے تھے۔

وہ حسین ابن علی علیہما السلام کے بھائی ہیں، یہ دونوں جو اتان جنت کے سردار ہیں۔

یہ رسول خدا کے حبیب تھے، آنحضرت لوگوں کو ان سے محبت کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے تھے: ”

خدایا! میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور اس کے چاہنے والوں کو بھی دوست رکھ۔“

یہ رسول خدا کے جگر کے دو ٹکڑوں میں سے ایک ہیں جنہیں آنحضرت نے اپنے دوش مبارک پر اٹھا

کر فرمایا: ”جو میرے ان دونوں فرزندوں کو دوست رکھے اس نے مجھ سے دوستی کی ہے اور جو ان سے

دشمنی کرے اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے۔“

یہ ان دو عظیم شخصیتوں میں سے ایک ہیں جن کے ہاتھوں کو رسول خدا نے پکڑ کر فرمایا: ”جس نے

مجھ سے، اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت کی وہ مجھ سے ہے اور وہ قیامت کے دن

میرے ہمراہ ہوگا۔“

یہ رسول خدا کے ان دو فرزندوں میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا: حسن و حسین (علیہما السلام) میرے دو فرزند ہیں جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے خدا اُسے پسند فرماتا ہے اور جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جو ان سے دشمنی کرے اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے اور مجھ سے دشمنی رکھنے والے کو خدا اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے آتش جہنم میں جھونک دیتا ہے۔ (۱)

یہ ہے امام حسن مجتبیٰ کی ذات والا صفات اور عظیم شخصیت۔ اب ذرا جگر خورہ ہند کے بیٹے پر ایک نظر ڈالئے جس کے سیاہ کارناموں کو اس سے قبل دسویں جلد میں پیش کیا گیا، اس نے امام عالی مقام پر جو مظالم کئے ان کو دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیلے ہوئے افراد جانتے ہیں اور تاریخ کے سینے میں ان کے نمونے موجود ہیں۔

معاویہ نے امام عالی مقام سے دشمنی کر کے ان سے جنگ کی اور نص کے ذریعہ ثابت شدہ حق امامت کو زبردستی چھین لیا۔ اس نے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا جسے اس نے صلح کے وقت امام کے ساتھ کیا تھا۔ امام نے یہ صلح صرف اور صرف شیعوں کے خون، اہل بیت کرام کی کرامت و بزرگی اور دینی شرافت کو بچانے کے لئے کی تھی۔

امام علیہ السلام اپنے علم و دانش کے ذریعہ معاویہ کے طحوظ خاطر تمام امور سے غافل نہیں تھے، وہ جانتے تھے کہ طاغوت عصر اپنی دسترس میں آئے ہوئے انسان کو صرف موت کے گھاٹ اتارنے پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ اسے منت و سلاحت کرنے کی مہلت دیتا ہے تاکہ قبل از وقت اپنی حکومت کے اختیارات کو ثابت کر سکے اور اپنے منہ پر موجود الہی لگام کو اس طرح جدا کر سکے کہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کی ان ذلت و خواری اور جنایات کو کم کر سکے جو فتح مکہ کے دن ان کے دامن گیر ہوا تھا، اس دن رسول خدا نے قریش کے غلاموں پر احسان کیا، انہیں نعت عطا کی اور آزاد کیا اور اس طرح یہ گروہ ”طلاق“ کے نام سے

(۱) متذکرہ تمام احادیث کے معاصر اور ابتداء انشاء اللہ آئندہ بیان کئے جائیں گے۔

مشہور ہو گیا۔

امویوں کے اسی فریبی نمائندہ نے اس ذلت و خواری کو بنی ہاشم کے سر ڈالنے کا ارادہ کیا، اس سلسلے میں اس نے سرجوڑ محنت کی اور اپنا سارا کس بل نکال دیا۔ لیکن بالآخر اس صلح نے اس کے ارادہ کی مٹی پلید کر دی جس کے آثار و نتائج ہاشمی خاندان کی شرافت و بزرگی، اور ذلت سے ان کی پاکیزگی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ اس صلح کے اہم ترین اور عظیم نتائج نے ہی امام عالی مقام کو صلح پر آمادہ کیا تھا، یہ اور بات ہے کہ معاویہ خائن تھا، اس نے عہد و پیمانہ کو توڑ دیا، اس سلسلے میں مکرو فریب اور عذر تراشیاں خود اسی سے مربوط ہیں۔ اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، اس عہد نامہ کے مطابق معاویہ نے قبول کیا تھا کہ اس کے بعد وہ امام کے والد محترم پر سب و دشمنی اور لعنت نہیں کرے گا لیکن اس نے سب و دشمنی کو ناقابل تغیر قانون کے عنوان سے اسلامی مجلسوں میں رائج کیا اور اسے جاری رکھا۔

اس نے عہد کیا کہ اس کے بعد وہ ان کے والد محترم کے شیعوں کو آزاد چھوڑ دے گا لیکن اس نے شیعوں کو بری طرح قتل کیا، شہروں اور ویرانوں میں آوارہ اور بے سرو ساماں کیا۔ وہ شیعہ اتنے خوف و دہشت اور نا امنی میں زندگی بسر کر رہے تھے کہ جب ان پر یہودی ہونے کا الزام لگایا جاتا تھا تو وہ ابوتراب علی سے منسوب ہونے سے زیادہ آسان تھا۔

معاویہ نے قبول کیا کہ اس صلح نامہ کے بعد کسی سے کوئی عہد نہیں کرے گا، اس نے امام کو لکھا:

”اگر آپ خلافت سے دست بردار ہو کر میری بیعت کر لیں تو میں ان عہد و پیمانہ پر عمل کروں گا اور جن شرائط کو قبول کیا ہے ان پر برقرار ہوں گا اور ایشی بن قیس کے ان اشعار کا مصداق بنوں گا:

وان احد اسدی الیک امانہ فإوف بها تدعی اذامت وافیا

ولا تحسد المولی اذا کان ذانمتی ولا تجفہ ان کان فی المال فانیا

”اگر کسی نے کوئی امانت تمہارے سپرد کی ہے تو اس سے وفا کرو تا کہ وہ قوادروں کے زمرے میں تمہاری موت ہو، کبھی اپنے بے نیاز آقا سے رشک نہ کرو، اگر وہ بے پناہ مال و متاع میں غوطہ زن ہو تب بھی اس پر ظلم نہ کرو“۔ میرے بعد خلافت آپ کا حق ہو گا اس لئے کہ آپ ہی اس مقام و منصب کے

زیادہ حقدار ہیں۔“ (۱)

اس عہد و پیمان کے باوجود اس نے اپنے بے حیا اور ذلیل بیٹے کو تاکید کی کہ امام کی شہادت کے بعد حالات کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کرے۔
جب دونوں میں صلح ہو گئی تو امام حسن نے معاویہ کو اس طرح خط لکھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

”یہ اس صلح نامہ کا متن ہے جسے حسن ابن علی نے معاویہ بن ابی سفیان کے ہمراہ منعقد کرتے ہوئے قبول کیا ہے کہ مسلمانوں کی ولایت درہمیری اس شرط پر اس کے حوالے کریں گے کہ وہ خدا کی کتاب، رسول خدا کی سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سیرت پر عمل کرے، معاویہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس کے بعد وہ کسی اور کے ساتھ عہد و پیمان کرے بلکہ اس کے بعد یہ امر (خلافت) مسلمانوں کی شوریٰ کے ذریعہ انجام پذیر ہوگا، اس عہد کے مطابق شام، عراق، حجاز اور یمن یا خدا کی وسیع زمین میں ہر جگہ رہنے والے لوگ امان میں رہیں گے، حضرت علی کے اصحاب اور ان کے شیعوں کی جان و مال، اولاد اور عورتیں چاہے جہاں بھی ہوں حفظ و امان میں ہوں گے، معاویہ بن ابی سفیان پر لازم ہے کہ وہ حسن ابن علی، ان کے بھائی حسین اور خاندان رسول کی کسی فرد پر پوشیدہ و آشکارا چال بازی اور سازش سے پرہیز کرے اور انہیں خوف زدہ نہ کرے، میں اس امر بیعت پر خدا کو گواہ، قرار دیتا ہوں وہ بہترین گواہ ہے۔“ (۲)

جب معاویہ مسند حکومت پر براجمان ہوا اور کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا:

”اے کوفہ والو! کیا تم سوچتے ہو کہ میں نے تم سے نماز، روزہ اور حج کے سلسلے میں جنگ کی ہے، نہیں میں نے اس لئے جنگ کی تاکہ تم پر حکومت کر سکوں۔“ اس کے بعد اس نے کہا: میں نے تم سے جو

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۳۷۷ وصیت ۳۱)

۲۔ صواعق ابن حجر ص ۸۱ (ص ۱۳۶)

بھی عہد و پیمان کیا تھا ابھی اسی وقت اپنے پیروں تلے روندنا ہوں۔ (۱)

ابو اسحاق سبھی نقل کرتے ہیں کہ معاویہ نے مقام نخیلہ میں ایک خطبہ کے دوران کہا: آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے حسن بن علیؑ کے ساتھ جو عہد و پیمان کیا تھا اسے اپنے پیروں تلے روندنا ہوں، اس پر کبھی عمل نہیں کروں گا۔ (۲) ابو اسحاق کی نظر میں: وہ ظالم و جابر تھا۔ (۳)

لہذا یہ شخص امام علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا، اس نے عہد و پیمان توڑا، امام کو نیچا دکھانے کی کوشش کی، اس نے ان کے جد بزرگوار رسول اکرمؐ اور والد محترم، خلیفہ بلا فضل حضرت علیؑ کے عظمت و احترام کی رعایت نہیں کی، آپ کی مادر گرامی صدیقہ طاہرہ اور خود آپ کی شخصیت کے گونا گوں فضائل و مناقب کا بھی پاس و لحاظ نہیں رکھا، اسلامی حقوق کی ذرا بھی رعایت نہیں کی اور اصحاب کرام کے احترام اور قول رسولؐ کی نص کے مطابق آپ کی قربت و نزدیکی کو پامال کیا۔ حق کی قسم! اس عہد و پیمان سے قبل جو مظالم ڈھاتا تھا وہ اس کے بعد بھی ڈھاتا رہا، یہاں تک کہ نمازوں میں بھی امام علیہا السلام پر لعنت کرتا تھا۔

ابو الفرج نے سحبی بن معین سے، اس نے ابو الفضل لبان سے، اس نے عبدالرحمن بنی شریک سے، اس نے ابراہیم بن خالد سے اور اس نے حبیب بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے کوفہ میں آ کر خطبہ پڑھا، امام حسن و حسین (علیہما السلام) وہیں تشریف فرما تھے، معاویہ نے علیؑ کا نام لے کر ان پر دشنام طرازی کی پھر حسن علیہ السلام کو برا بھلا کہا، امام حسینؑ کھڑے ہوئے تاکہ منہ توڑ جواب دیں لیکن امام حسن علیہ السلام نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا پھر کھڑے ہو کر اس طرح فرمایا:

”اے وہ شخص جس نے علیؑ کا تذکرہ کیا، (سن) میں حسن ہوں اور میرے والد علیؑ، تو معاویہ ہے اور تیرا پاپ صخر، میری ماں فاطمہ ہیں اور تیری ماں ہند، میرے جد رسول خداؐ ہیں اور تیرا جد عقبہ بن ربیعہ،

۱۔ تفصیل کے لئے دسویں جلد کی جانب رجوع کریں۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۶ (ج ۱ ص ۳۶ وصیت ۳۱)

۳۔ تفصیل کے لئے دسویں جلد کی جانب رجوع کریں۔

میری جدہ خدیجہ الکبریٰ ہیں اور تیری جدہ فقیہہ، خدا اس شخص پر لعنت کرے جس نے برائی کے ساتھ ہمارا تذکرہ کیا، ہماری شخصیت کا مذاق اڑایا اور عہد رفتہ میں یا آج کے دن ہمارے خاندان کی برائی کی اور کفر و نفاق کو اختیار کیا۔ مسجد میں موجود تمام لوگوں نے آمین کہا، علی بن حسین اصفہانی نے بھی آمین کہا معاویہ اپنے ترکش کا آخری تیر چلا کر جس ظلم کا مرتکب ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مکہ و فریب کا سہارا لے کر حضرت کو زہر دلوایا جس سے آپ کی دردناک شہادت واقع ہو گئی، زہر نے آپ کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

ابن سعد طبقات (۱) میں لکھتے ہیں:

معاویہ نے حضرت کو کئی مرتبہ زہر واقدی (۲) کی روایت کے مطابق: حضرت مسوم ہوئے جس سے آپ کی طبیعت و مزاج پر خاص اثر ہوا پھر دوسری مرتبہ زہر دیا گیا جس سے آپ کی شہادت واقع ہو گئی، شہادت کے قریبی ایام میں طیب نے آپ کو دیکھ کر کہا: زہر نے اس انسان کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے، یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا: اے ابو محمد علیہ السلام! مجھ سے بتائیے کہ کس نے آپ کو زہر دیا ہے؟ پوچھا: اے بھائی! کیوں پوچھنا چاہتے ہو۔ فرمایا: تاکہ آپ کو سپرد لحد کرنے سے پہلے اسے تہ تیغ کر سکوں، اگر مجھے قدرت حاصل نہ ہوئی پھر بھی میں یہ کام انجام دوں گا، بچنے کی صرف ایک صورت ہے کہ وہ ایسی سرزمین میں چلا جائے جہاں تک رسائی ممکن نہیں۔ یہ سن کر امام حسنؑ نے فرمایا: اے بھائی! یہ دنیا تاریک راتوں کے علاوہ کچھ نہیں، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو تاکہ خدا کی بارگاہ میں اس کا سامنا کر سکوں۔ اور اس طرح انہوں نے اپنے قاتل کی نشان دہی کرنے سے پرہیز کیا میں نے ایک شخص سے سنا ہے کہ معاویہ نے اپنے بعض اہلکاروں کو اس کام پر اکسایا اور انہوں نے زہر دے دیا۔ (۳)

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۶ (ج ۱ ص ۳۶ وصیت ۳۱)

۲۔ تحفہ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۵۲ ح ۲۱۵

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۴۳ (ج ۸ ص ۴۴ ح ۴۹)

مسعودی نے مروج الذهب میں لکھا ہے کہ جب آپ کو زہر دیا گیا تو اٹھ کر چلنے لگے پھر واپس ہوتے ہوئے فرمایا: میں کئی مرتبہ میں مسموم ہوا لیکن جس طرح اس مرتبہ مسموم ہوا ویسا کبھی نہیں ہوا۔ انہوں نے باہر آئے ہوئے اپنے جگر کے بعض ٹکڑوں کو ہاتھوں میں لے کر ایک کٹڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ امام حسینؑ نے پوچھا: اے بھائی! آپ کو کس نے زہر دیا؟ فرمایا: اس کے ساتھ کیا کرو گے، جس شخص کے بارے میں میں گمان کر رہا ہوں اگر وہی ہے تو خدا بہتر انداز میں اس سے باز پرس کرے گا اور اگر دوسرے نے زہر دیا ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے۔ تین دن سے زیادہ آپ زندہ نہ رہے پھر آپ کی شہادت ہو گئی خدا ان سے راضی ہو۔

منقول ہے کہ آپ کی بیوی ”جعدہ بنت اشعث بن قیس کنذی“ نے آپ کو زہر دیا۔ معاویہ نے اسے ورغلا یا تھا کہ اگر تو قتل حسن کے سلسلے میں اقدام کرے گی تو سو ہزار دینار دوں گا اور یزید کے ساتھ تیری شادی کر دوں گا۔ یہ لالچ دے کر اس نے جعدہ کو امام حسن علیہ السلام کے قتل پر آمادہ کیا۔ چنانچہ جب امام شہادت کی شہادت واقع ہو گئی تو معاویہ نے دینار بھیج کر اپنا وعدہ پورا کیا لیکن کہا: اگر تو اپنے شوہر کے ساتھ بیوفائی نہ کرتی تو اپنے فرزند سے تیری شادی کر دیتا، یزید کی زندگی مجھے عزیز ہے۔

منقول ہے کہ امام حسنؑ نے وفات کے وقت فرمایا: جام شربت نے اپنا اثر دکھا دیا ہے اور قاتل کا مقصد پورا ہو گیا، وہ (معاویہ) اپنا وعدہ وفا نہیں کرے گا، اسکی باتیں صداقت سے قطعی عاری ہیں۔

شاعر اہل بیت نجاشی نے جعدہ کے اس فعل بد کے متعلق یہ اشعار کہے:

بعد بکاء المعول الناکل	جعدۃ بکیۃ ولا تسامی
فی الارض من خاف ولا ناعل	لم یسبل الستر علی مثله
یرفعها باسند الغاتل	کان اذا شبت له نارة
و فرد قوم لیس بالآهل	کیما یراها بانس مرمل
انضج لم یغل علی آکل	یغلی بنی املحم حتی اذا
للزمن المستحرج الماحل	اعنی الذی اسلمنا هلک

”اے جعدہ! امام کی موت پر گریہ وزاری کر ایسا گریہ جس کے بعد ایک بیوہ عورت خود کو بے سہارا اور بے پناہ محسوس کرتی ہے۔ دل تنگی اور پریشانی کا شکار نہ ہو کیوں کہ اس عظیم شخصیت کی طرح بوڑھے اور بچوں میں کوئی بھی اس گھر میں زندگی بسر نہیں کرے گا۔ یہ ایسا گھر تھا کہ جب بھی مہمان نوازی کی آگ بھڑکتی تھی تو ایسے بزرگ بھی اس سے مشرف ہوتے تھے جو عظیم شخصیت کے حامل تھے، بے چاروں اور بے کسوں کا تو تانا باندا ہوتا تھا۔ اس گھر کے کھانے کے گوشت اتنے پکائے جاتے تھے کہ کھانے والے کو کھانے میں پریشانی نہیں ہوتی تھی“۔ (۱)

ابوالفرج اصفہانی لکھتے ہیں: امام حسنؑ نے معاویہ سے عہد لیا تھا کہ وہ خلافت کے بارے میں کسی سے عہد و پیمان نہیں کرے گا اور اس کے بعد خلافت کے حقدار صرف وہ ہونگے، لیکن معاویہ نے اپنے فرزند کو خلیفہ بنانا چاہا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ حسن ابن علیؑ اور سعد بن ابی وقاصؑ تھے اسی لئے اس نے ان دونوں کو زہر دلوادیا۔ جعدہ کو پیغام بھیجوا یا کہ اگر تم نے امام حسنؑ کو زہر دے دیا تو میں تیری شادی اپنے بیٹے یزید کے ساتھ کر دوں گا، امام کی شہادت کے بعد اس نے ایک لاکھ درہم بھیجا اور یہ کہلوا دیا کہ میں اپنے بیٹے یزید کی شادی تم سے نہیں کر سکتا۔ (ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں مغیرہ اور ابی بکر بن حفص کے طریق سے یہ واقعہ نقل کیا ہے)۔ (۲)

ابوالحسن مدائنی لکھتے ہیں:

حضرت کی وفات ۴۹ھ کو واقع ہوئی، تقریباً چالیس دن بیمار رہے اور ۴۷ سال کی عمر میں شہید ہوئے معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ امام کو زہر دلوایا۔ معاویہ نے کہا: اگر تم نے امام کو زہر دے دیا تو ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تیری شادی کر دوں گا۔ امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس نے درہم تو دے دیا لیکن دوسری شرط پر عمل نہ کرتے ہوئے کہا: مجھے ڈر ہے کہ جو سلوک تو نے فرزند رسول کے

۱۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۵۰ (ج ۳ ص ۶-۷)؛ تذکرہ اشعار تموزے لفظی اختلاف کے ساتھ تاریخ کثیر (ج ۸ ص ۴۷ حوادث ۲۹ھ) میں بھی مذکور ہیں۔

۲۔ مقاتل الطالبین ص ۲۹ (ص ۸۰ نمبر ۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱، ۱۲ (ج ۱۶ ص ۲۹، ۳۰ وصیت ۳۱)۔

ساتھ کیا ہے وہ میرے بیٹے کے ساتھ نہ کر دے۔ (۱)

حمص بن منذر رقاشی کا بیان ہے: خدا کی قسم! معاویہ نے امام حسن سے کئے گئے کسی بھی عہد کو پورا نہیں کیا، حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروایا، اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی اور امام حسن کو زہر دغا سے شہید کروادیا۔ (۲)

ابو عمر نے استیعاب میں مقدمہ اور ابو بکر حفص کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حسن بن علی مسموم ہوئے تھے، آپ کو آپ کی بیوی ”جعدہ بنت اشعث“ نے زہر دیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے معاویہ کی سازش کے تحت یہ کام انجام دیا اور ڈھیروں مال و متاع بھی حاصل کئے، واللہ اعلم۔ اس کے بعد انہوں نے مسعودی کی روایت نقل کی ہے۔ (۳)

سبط ابن جوزی تذکرۃ الخواص میں لکھتے ہیں: ارباب سیر (جن میں ابن عبد البر بھی شامل ہیں) نے نقل کیا ہے کہ حضرت کو ان کی بیوی ”جعدہ بنت اشعث بن قیس کنڈی“ نے مسموم کیا۔ اور سعدی لکھتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے امام کو مسموم کرنے کے سلسلے میں جعدہ کو اکسایا اور کہا کہ میں تجھ سے شادی کر لوں گا۔ چنانچہ اس نے زہر دے دیا، جب امام کی وفات ہوئی تو جعدہ نے یزید کو پیغام بھجوایا کہ اپنا وعدہ پورا کرے۔ یزید نے کہا: میں تجھے امام حسن کے لئے پسند نہیں کرتا تھا، اپنے لئے کیسے پسند کر لوں؟ شععی کے بقول: معاویہ نے اس عورت کو آمادہ کیا تھا، اس نے کہا: تو امام حسن کو زہر دے دے، میں اپنے بیٹے یزید سے تیری شادی کر دوں گا اور ہزار درہم بھی دوں گا۔ چنانچہ امام کی شہادت کے بعد اس نے معاویہ کے پاس آدی بھیج کر کہلوا یا کہ اپنے وعدہ پر عمل کرے، معاویہ نے درہم بھیج کر صاف کہلوا دیا کہ میں یزید سے محبت کرتا ہوں اس کی زندگی مجھے عزیز ہے، اگر دلی طور پر اس سے وابستہ نہ ہوتا تو میں اس سے تیری شادی کر دیتا۔ (۴)

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۱۶ (ج ۱۱، ص ۱۱، ادبیت ۳۱)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۷ (ج ۱۱، ص ۱۱، ادبیت ۳۱)

۳۔ استیعاب ابو عمر ج ۱ ص ۱۳۱ (القسم الاول ص ۳۸۹ نمبر ۵۵۵)

۴۔ تذکرہ ابن جوزی ص ۱۳۱ (ص ۲۱۱-۲۱۲)

شعسی نے اسی سے ملتی جلتی بات نقل کی ہے: امام حسن علیہ السلام نے وقت شہادت فرمایا: معاویہ جس مقصد کے تحت مجھے مارنا چاہتا تھا پورا ہوا، زہیر نے اپنا کام کر دکھایا، اس کی خواہش و آرزو برآئی لیکن خدا کی قسم! وہ اپنے وعدہ پر عمل نہیں کرے گا، اس کا قول صداقت سے عاری ہے۔ پھر طبقات ابن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے امام کو کئی مرتبہ زہر دلوایا تھا۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: انہیں کئی مرتبہ زہر دیا گیا اور وہ بچ گئے لیکن آخری مرتبہ زہر نے اپنا کام کر دکھایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ معاویہ نے اپنے ایک خادم کو زہر دینے پر مامور کیا تھا، یہ زہر اتنا سر بلع الاثر تھا کہ سامنے موجود پشت میں آپ نے چالیس مرتبہ اٹی کی۔ محمد بن مرزبان نقل کرتا ہے: ان کی بیوی ”جعدہ بنت اشعث بن قیس“ نے یزید کی سازش کے تحت زہر دیا، یزید نے وعدہ کیا کہ اس سے شادی کر لے گا۔ جب وفات کے بعد یزید کو پیغام بھجوایا کہ اپنے وعدہ پر عمل کرے تو یزید نے کہا: خدا کی قسم؟ ہم تو حسن کے لئے تجھ سے راضی نہیں تھے، اپنے لئے کیسے پسند کر لیں۔ (۱)

کثیر اور ایک روایت کے مطابق نجاشی نے یہ اشعار کہے ہیں:

یا جمعہ ابکیۃ ولا تسامی	بکاء حق لیس بالباطل
لن تستری البیت علی مثله	فی الناس من خاف ولا ناعل
اعنی الذی اسلمہ اہلہ	للزمن المستخرج الماحل
کان اذا شبت له نارہ	یرفعها بالنسب المائل
کیما یراها بانس مرمل	او وقد قوم لیس بالاہل
یغلی بنی اللحم حتی اذا	انضج لم یغل علی آکل

عزلی نے ”تہذیب الکمال فی اسماء الرجال“ میں ام بکر بنت مسور سے نقل کیا ہے کہ امام حسن کو کئی مرتبہ مسموم کیا گیا اور بالاخر آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ آپ کی رحلت کے جانسوز موقع پر بن ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینہ تک صف عزا بچھائی اور نوحہ و ماتم میں مشغول رہیں۔

اسی کتاب میں عبداللہ بن حسن سے منقول ہے کہ میں نے سنا کہ معاویہ نے اپنے ایک خادم کو معمور کیا وہ امام حسن کو زہر دینے کے لئے زینہ فراہم کرے۔ ابو عوانہ نے مغیرہ سے اور اس نے ام مویٰ سے نقل کیا ہے کہ جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا، امام عالی مقام چالیس روز تک اس زہر کے اثر سے پریشاں و تالاں رہے۔ (۱)

”مرآة العجائب و احسان الاخبار الغرائب“ میں بھی منقول ہے کہ حسن بن علی کی شہادت زہر کے ذریعہ سے ہوئی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی بیوی ”جعدہ بنت اشعث“ نے آپ کو زہر دیا۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے (خدا حقیقت حال سے آگاہ ہے) کہ معاویہ نے اسے دھوکا دیا کہ سو ہزار درہم دے گا اور اپنے بیٹے یزید سے اسکی شادی کر دے گا لیکن جب امام حسن کی شہادت ہوئی تو معاویہ نے درہم دینے کے بعد کہا: یزید کی زندگی مجھے زیادہ عزیز ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام حسن نے وقت شہادت فرمایا: زہر آلود شربت نے اپنا اثر دکھایا لیکن وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کرے گا، اسکی باتوں میں صداقت کا شائبہ تک نہیں۔ امام کے واقعہ مسموم کو ایک شیعہ شاعر نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

تعرفکم لک من سلوة تفرج عنک قلیل الحزن
بموت النبی و قتل الوصی و قتل الحسین و سم الحسن
”تمہیں ایسی تعزیت پیش کرتا ہے جو تمہارے ہر غم کو دور کر دے گا، (اور وہ ہے) وفات رسول،

ان کے وصی اور حسین کا قتل اور امام حسن کا مسموم ہونا۔“

رحمہم رضی اللہ عنہم کے باب نمبر ۸۱ میں نقل کرتے ہیں: معاویہ نے بنت اشعث زوجہ امام حسن یعنی جعدہ کو ایک لاکھ درہم دیا تاکہ وہ حضرت کو زہر دے دے، اس کے بعد وہ دو شنبہ تک زندہ رہے، ان کے سامنے رکھے ہوئے طشت میں خون کے لوتھڑے بھرے ہوئے تھے، وہ فرماتے تھے: مجھے بارہا مسموم کیا گیا لیکن مجھے ایسا صدمہ کبھی نہیں ہوا، میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ (۲)

کتاب ”حسن السریر“ (۱) میں ہے: کچھ عہد میں معاویہ کے ورغلانے پر جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے امام کوز ہر دیا، ایک لاکھ درہم بھی دیا اور اپنے بیٹے یزید سے اس کی شادی کر دی۔ معاویہ نے امام کو اپنی ناپاک خواہش (بیعت یزید) کی راہ میں عظیم رکاوٹ سمجھ کر خود کو دوا اعتبار سے خطرے میں محسوس کیا: صلح نامہ جسے اس نے قبول کیا تھا اور دوسری طرف امام کی شائستہ کرداری، جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں بہت زیادہ مقبول تھے۔ اس خطرناک صورت حال سے بچنے کے لئے اس نے امام عالی مقام کوز ہر دلوایا، جب امام کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا اور اس کے ہمراہ تمام درباری سجد میں گر پڑے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: حسن ابن علی بیمار ہوئے تو مدینہ کے عامل نے معاویہ کے خط میں حسن ابن علی کی شکایت اور ان کے تمام حالات لکھ بھیجے۔ معاویہ نے جواب میں لکھا: میں ان کی خبر شہادت سننے کے لئے بے چین ہوں، اگر قادر ہو تو اس کام کو انجام دو۔ وہ ہمیشہ امام کے حالات لکھتا رہا، جب وفات کی خبر دی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا اور اس کے ساتھ تمام درباری سجدہ میں گر پڑے۔ اس وقت شام میں عبد اللہ بن عباس موجود تھے، وفات کی خبر پا کر معاویہ کے پاس پہنچے، بیٹھے ہی معاویہ نے کہا: اے ابن عباس! کیا حسن ابن علی چل بے؟ کہا: ہاں! وہ شہید ہو گئے، ”اننا لله وانا الیہ راجعون“ دو مرتبہ اس کی تکرار کی، پھر کہا: تو جس خبر سے بہت زیادہ خوش ہے وہ مجھے معلوم ہوئی، خدا کی قسم: ان کا جسد پاک تیری قبر میں حائل نہ ہوگا۔ ان کی موت تیری عمر میں اضافہ کا سبب نہیں بنے گی، وہ جس حال میں فوت ہوئے تھے سے بہتر تھے، ہم اس مصیبت میں غمزدہ ہیں، اس سے قبل ان کے جد رسول خدا کی مصیبت میں بھی ماتم کناں تھے، خدا نے اس مصیبت کی اس طرح تلافی کی کہ ان کی جگہ بہترین جانشین کو معین فرمایا۔ پھر ابن عباس حج مار کر گریہ کرنے لگے۔ (۲)

۱۔ (اس کتاب کو محبت الدین طبری (صاحب ریاض الصغریٰ) کے نواسے ”عبد القادر بن محمد بن (محمدی حسینی شافعی) طبری“ نے

تالیف کیا ہے؛ ملاحظہ ہو: کشف الظنون ج ۳ ص ۴۰۲)

۲۔ الامارۃ والسیارۃ ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۱ ص ۱۵۰)

عقد الفرید میں ہے: جب معاویہ کو حسن ابن علیؑ کی خبر شہادت معلوم ہوئی تو سجدہ میں گر پڑا، پھر شام میں موجود ابن عباس کے پاس پیغام بھیجوایا اور تسلیت عرض کی، اس وقت وہ بہت زیادہ خوش تھا، اس نے ابن عباس سے پوچھا: کتنے سال کی عمر میں ابو محمد کی وفات ہوئی ہے؟ کہا: ان کی عمر زباں زد خاص و عام تھی، تعجب ہے کہ تو اس سے ناواقف ہے۔ معاویہ نے کہا: مجھے بتایا گیا کہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں؟ کہا: وہ چھوٹے سہی لیکن وہ بھی بڑے ہوں گے۔ اس خاندان کے چھوٹے بھی بڑوں کے کے مانند ہیں۔ پھر کہا: اے معاویہ! میں تجھے اتنا خوش کیوں دیکھ رہا ہوں، کیا یہ خوشی حسن ابن علیؑ کی موت کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم! تیری موت بھی فراموش نہیں کی جائے گی، ان کی موت تیری قبر کو پر نہیں کرے گی ان کے بعد تیری زندگی کتنی مختصر ہے۔ (۱)

راغب اصفہانی نے محاضرات میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (۲)



حیاء الجنیان اور تاریخ انجیس میں ہے:

”ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جب (امام) حسن مریض ہوئے تو مروان بن حکم نے اس سلسلے میں معاویہ کو خط لکھا۔ معاویہ نے جواب میں لکھا: مجھے حسن کی موت کی خبر سناؤ۔ جب اسے وفات کی خبر ہوئی تو سبز محل سے بکیر کی آواز بلند ہوئی جسے سن کر شام والوں نے بھی بکیر کہی۔ یہ دیکھ کر فاختہ بنت قریظہ نے معاویہ سے کہا: خدا تمہاری آنکھ روشن کرے، بکیر کیوں کہی تھی؟ اس نے کہا: حسن مر گئے۔ فاختہ نے کہا: کیا فرزند فاطمہ کی موت پر بکیر کہتے ہو؟ معاویہ نے جواب دیا: میں نے ان کی موت سے خوش ہو کر بکیر نہیں کہی ہے، لیکن یہ خبر سن کر میرے دل کو بہت سکون ملا ہے۔ ابن عباس پہنچے تو معاویہ نے کہا: اے ابن عباس! کیا جانتے ہو کہ تمہارے گھر میں کیا واقعہ پیش آیا؟ کہا: میں نہیں جانتا کہ کیا ہوا ہے، لیکن میں تمہیں خوش دیکھ رہا ہوں، بکیر کی آواز بھی سنی تھی۔ معاویہ نے کہا: حسن مر گئے۔ ابن عباس نے کہا: خدا ابو محمد پر رحمت نازل کرے (اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار کی۔ پھر کہا: اے معاویہ! خدا کی قسم، ان کی قبر تیری

۱۔ عقد الفرید (ج ۳ ص ۱۳۶)

۲۔ محاضرات الابدان ج ۲ ص ۲۲۳ (مجلد ج ۲ ص ۵۰۰)

قبر کو پر نہیں کرے گی، ان کی عمر تیری عمر کو زیادہ نہیں کرے گی، اگر ہم پر حسن کی (موت) کا غم نازل ہوا ہے تو امیر المؤمنین اور خاتم المرسلین کا غم بھی نازل ہوا تھا، خدایہ خلا ضرور پر کرے گا اور ہمارے آنسوؤں کو قبول فرمائے گا، ان کے بعد ان کا جانشین موجود ہے۔ (۱)

معاویہ کی خوشی کے لئے لوگوں نے امام حسن کی وصیت کے مطابق ان کو رسول خدا کی قبر کے پہلو میں دفن ہونے سے روک دیا حالانکہ آپ ہی اس مقدس جگہ پر مدفون ہونے کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: مروان نے اس کام کی ممانعت کی چونکہ وہ معزول ہوا تھا، اسی لئے اس نے اس وسیلے سے معاویہ کی رضایت و خوشنودی حاصل کرنا چاہی۔ (۲) ابن عساکر لکھتے ہیں: مروان نے کہا تھا: میں فرزند ابوتراب کو رسول خدا کے پہلو میں کبھی دفن نہیں ہونے دوں گا حالانکہ عثمان بقیع میں مدفون ہیں، چونکہ مروان انہیں ایام میں معزول ہوا تھا اور اس وسیلے سے معاویہ کو راضی کرنا چاہتا تھا، وہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک بنی ہاشم سے دشمنی کرتا رہا۔ (۳)

یہ تھے جگر گوشہ رسول امام حسن مجتہی پر معاویہ کے مظالم کے چند نمونے۔ ممکن ہے اس کے کئی گنا مظالم سے تاریخ نے فرد گذاشت کیا ہو اور انہیں نہ لکھا ہو۔ کیا کوئی ایسا مسئلہ ہے جو امام مجتہی کی غلطی کی توجیہ کرے کہ خدا نہ کر دہ وہ اس غلطی کے مرتکب ہوئے تھے، جس کی وجہ سے ان پر یہ تمام بلائیں اور مصیبتیں نازل کی گئیں؟ جگر خوار ہند کے جنے نے ان مظالم کے لئے کون سا جواب آمادہ کر رکھا ہے؟ کیا امام کی غلطی اس کے علاوہ بھی کچھ ہے کہ وہ فرزند رسول تھے، اس رسول کے فرزند جس نے اس پت پرست معاویہ کے آباء و اجداد کے دین کو باطل و منسوخ کر دیا تھا؟ اس کے علاوہ بھی کچھ ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ حضرت علی کے فرزند تھے، اس کے فرزند تھے جس نے ماضی کے بت پرستوں کو تیغ کر کے اموی خاندان کی ماؤں کو ماتم دار بنا دیا تھا...؟؟

۱- حیاة النبی ج ۱ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۸۲-۸۳): تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۲۹۳؛ روایات الاعیان (ج ۲ ص ۶۶-۶۷)

۲- البدیۃ والنبیہ ج ۸ ص ۳۳ (ج ۸ ص ۲۸ حوات ص ۳۰)

۳- تاریخ مدینہ دمشق ج ۳ ص ۲۲۶ (ج ۳ ص ۲۸۸، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۸)؛ مختصر تاریخ دمشق (ج ۷ ص ۳۲)

معاویہ اپنی تشفی خاطر کے لئے چاہتا تھا کہ تمام تر مصائب و متاعب اور مظالم کو امام کے حق میں بھی روار کھے اسی لئے اس نے امام کو زہر ہلاہل سے شہید کروایا۔ معاویہ اپنی خواہشات نفسانی کا اس قدر اسیر تھا کہ امام حسن کی وفات پر اپنی خوشی بھی چھپانے سے قاصر رہا اور جیسے ہی وفات کی خبر ملی، سجدے میں گر پڑا میں نہیں جانتا کہ اس نے لات و منات کے لئے سجدہ کیا تھا یا خدائے وحدہ لا شریک کے لئے...! ہاں! اس کی دلی حالت کو اس کے نطقہ حرام ”یزید“ نے اپنے اشعار کے ذریعہ واضح کر دی تھی۔

وہ کہتا ہے:

قد قتلت القوم من ساداتہم و عدلنا میل بدر فاعتدل
لیست اشیاخی بدر شہدوا جزع الخروج من وقع الرسل
لعبت بنی ہاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل

”میں نے ان کے بزرگوں اور رہبروں کو قتل کر دیا اور جنگ بدر کا انتقام لے لیا، اب ہم معتزلیں بدر کے عنوان سے ان کے برابر ہیں۔ اے کاش میرے وہ بزرگ جو جنگ بدر میں قتل کئے گئے، ابھی ہوتے اور نیزوں کی ضربوں سے قبیلہ خزرج کی چھینیں سنتے۔ بنی ہاشم نے حکومت و اقتدار کا ڈھونگ رچایا تھا، نہ آسمان سے کوئی خبر آئی تھی اور نہ ہی کوئی کتاب نازل ہوئی تھی۔“

وہ محبوب رسول ”فاطمہ زہرا (س)“ کے پارہ تن تھے، اس پاکیزہ ذات کے پارہ تن تھے جس کے درخشان سلسلہ کسب نے دنیا کو پر کر رکھا ہے اور اسی سلسلے کی وجہ سے عظمت و بزرگی اور دین حنیف جلوہ افروز ہے۔ اس کے برعکس معاویہ تمام خوبیوں سے برسرِ پیکار رہا، قرآن مجید کی آیتیں اور دھمکیاں بھی اس پر اثر انداز نہ ہوئیں۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْعَمَىٰ يُتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ﴾

”میں عنقریب اپنی آیتوں کی طرف

سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو روئے زمین میں ناحق اکڑتے پھرتے ہیں اور یہ کسی بھی نشانی کو دیکھ لیں ایمان لانے والے نہیں ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ ہدایت کا راستہ دیکھیں گے تو اسے اپنا راستہ نہ بنائیں گے اور گمراہی کا راستہ دیکھیں گے تو اسے فوراً اختیار کر لیں گے یہ سب اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری نشانوں کو جھٹلایا ہے اور ان کی طرف سے غافل تھے۔“ (۱)

پیروان امیر المومنینؑ پر معاویہ کے مظالم

معاویہ اپنی حکومت کو مستحکم بنانے کے لئے ہر عظیم گناہ کو انجام دے دیا کرتا تھا، گھناؤنے کاموں کو بڑی آسانی سے انجام دیتا تھا اور ہر قسم کو آسان خیال کرتا تھا۔ اس نے اپنی حکومت میں امیر المومنین کے شیعوں اور چاہنے والوں کے خون بہانے کو اپنی عادت ہی بنا لی تھی، شیعوں کی جان، مال، عزت و آبرو کو حلال سمجھتے ہوئے ان کے افراد خاندان اور بچوں کو تیغ کر دیتا تھا حتیٰ عورتیں بھی اس کے قتل و غارت گری سے محفوظ نہیں تھیں، اس نے ان شیعوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے جن کی خود رسول خدا نے مدح و ستائش کی تھی۔ (اس موضوع کی تفصیلی بحث تیسری جلد میں گزر چکی ہے)۔

فرض کریں کہ رسول اکرمؐ کی جانب سے شیعوں کی مدح و ستائش اور ان کے بارے میں خصوصی تاکید صادر نہیں ہوئی تھی اور اس سے مربوط روایتوں سے جگر خوارہ ہند کا بیٹا ناداقف تھا پھر بھی کیا معاویہ اور اس کے چچے اس اسلام سے خارج تھے جس کی کتاب و سنت میں لوگوں کی جان و مال کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیا یہ شیعہ ناقبل تلافی گناہ کے مرتکب ہوئے تھے۔ کیا ان کی خطا اس کے علاوہ کچھ اور تھی کہ وہ ایسے امام سے وابستہ تھے جس کی جانشینی اور رسول خداؐ کے توسط سے اس کے انتخاب پر تمام مسلمان متفق تھے اور ان کے رسول نے آسانی کتاب کے مطابق امام کی دوستی و ولایت کی تاکید فرمائی تھی؟ کیا ہند کا بیٹا کوئی ایسی بات جانتا تھا جس سے تمام مسلمان بے خبر رہے؟ اور کیا وہ کتاب و سنت کے احکام و قوانین کے سلسلے میں تمام مسلمانوں سے زیادہ آگاہ تھا؟ یا پھر یہ کہ اس میں قتل و غارت گیری اور

خوزیری کی ہوس کوٹ کرٹ کر بھری ہوئی تھی...؟؟

معاویہ نے حضرت علی بن ابی طالب کی زندگی ہی میں حکمیں کے فیصلے کے بعد بسر بن ارطاة کو لشکر کا سردار بنا دیا، طاہر کے وسیلہ سے ایک دوسرے لشکر کو تیار کیا اور ضحاک بن قیس فہری کو بھی لشکر آرائی کی تاکید کی، ان تمام لشکریوں کو حکم دیا کہ شہروں میں جا کر علیؑ کے شیعوں کو قتل کریں، ان کے کارکنوں کو قتل کے کھاٹ اتاریں حتیٰ عورتوں اور بچوں پر بھی رحم نہ کریں۔

اس حکم کے ساتھ بسر مدینہ پہنچا اور بعض اصحاب علیؑ کو تہ تیغ کر کے ان کے گھروں کو تباہ و برباد کر دیا، وہاں سے مکہ گیا اور خاندان ابولہب کے بعض افراد کو قتل کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر ”سراة“ میں داخل ہوا اور وہاں بھی قتل و غارت گری کی، وہاں سے نجران میں جا کر عبداللہ بن عبدالمداہ حارثی اور ان کے بیٹے کو تہ تیغ کیا، دونوں بنی عباس کے داماد اور حضرت علیؑ کے کارکنان تھے۔ وہاں سے یمن پہنچا، اتفاق سے وہاں حضرت علیؑ کے گورنر عبید اللہ بن عباس موجود نہیں تھے۔ منقول ہے کہ بسر کی آمد سے بانجر ہو کر چلے گئے تھے، بسر نے انہیں نہ پا کر ان کے دو معصوم بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ پھر معاویہ کے پاس چلا گیا۔

معاویہ کے دوسرے اہلکاروں نے بھی یہی مظالم ڈھائے، چنانچہ مرد عامری ”انبار“ پہنچا اور ابن حسان بکری اور کئی شیعہ مردوں اور عورتوں کو قتل کیا۔ ابوصادقہ کی روایت (۱) کے مطابق: معاویہ کے لشکر نے انبار پر حملہ کیا اور حضرت علیؑ کے خدمت گزار ”حسان بن حسان“ کو قتل کر دیا، اس کے علاوہ وہاں بہت سے مردوں اور عورتوں کو بھی قتل کیا۔ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو معلوم ہوئی تو گھر سے باہر آئے اور منبر پر جانے کے بعد خدا کی حمد و ثنا کی اور رسول خداؐ پر درود و سلام کے بعد فرمایا:

”جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، لہذا جس نے اعراض کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا، اسے اللہ ذلت کا لباس پہنادے گا، اس پر مصیبت حاوی ہو جائے گی، ان کے بچوں پر تہمت طرازی کی کی جائے گی اور وہ ذلت و خواری کی گہری کھائی میں چلا جائے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ تم سے

۱۔ ابوالفرج اصفہانی نے اس واقعہ کی سند نقل کی ہے، اختصار کے پیش نظر اسناد کو حذف کر دیا گیا ہے (الآغانی ج ۱۶ ص ۲۸۶-۲۸۷)

برسر پیکار ہوں میں نے تمہیں خبردار کر دیا تھا کہ ان سے جنگ کرو۔ بالآخر جن لوگوں نے ان سے جنگ نہیں کی وہ ذلیل و خوار ہوئے تم لوگوں نے اس اہم مسئلہ کو ایک دوسرے کی گردن پر ڈال کر ذلت و خواری کا راستہ اختیار کیا اور میری باتوں پر ذرا بھی توجہ نہیں دی۔ یہاں تک کہ انہوں نے تم پر مسلسل حملہ کئے، اب تو صورت حال یہ ہے کہ عامر کے بھائی نے شہر انبار میں پہنچ کر حسان بن حسان اور وہاں کے لوگوں کو قتل کیا ہے، بہت سی عورتوں اور بچوں کو بھی تہ تیغ کر دیا ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ اس ذلیل انسان نے مسلمان عورتوں کے گھر میں داخل ہو کر گوشوارے اور گلوبند بھی چھینے اور ان کے اموال و ناموس پر دست درازی کی لیکن کسی نے بھی لب اعتراض نہیں کھولا، اس ذلت و پستی کے مقابلہ میں اگر کوئی مسلمان فرط تاسف اور غم و اندوہ سے مر جائے تو نہ صرف جائے ملامت نہیں بلکہ یہی مناسب ہے۔۔۔“ (۱)

عبداللہ ابن عباس کی زوجہ ”ام حکیم بنت قارط“ اپنے بچوں کی دردناک موت پر اتنی سراسیمہ اور بے خودی کا شکار ہوئیں کہ اپنے بچوں سے قتل سے مربوط خبروں پر کوئی توجہ نہیں دیتی تھیں اور مسلسل ادھر ادھر گھوم کر انہیں تلاش کرتی تھیں۔ انہوں نے اپنے فرزندوں کے متعلق یہ جانسوز اشعار کہے ہیں:

یا من احسن باہنی اللین ہما	کالین تشظی عنہما الصدف
یا من احسن باہنی اللین ہما	سمعی و قلبی فقلی الیوم مردھف
نبنت بسر او ما صلقت ما زعموا	من فوقہم ومن الذک الذی اقر فوا
انحسی علی ودجی اہنی قرہفہ	مشحودۃ و کذا لک الافک یقترف

”اے وہ شخص جس نے میرے دو فرزندوں کو دیکھا ہے، ایسے فرزند جو صدف سے نکلے ہوئے دو موتی کے مانند تھے۔ اے وہ جو میرے دو فرزندوں سے واقف ہے ایسے فرزند جو میرے دو گوش و دل تھے اب میرا دل تشنگی کا شکار ہے۔ اے وہ افراد جنہوں نے میری بنیاد اور میرے استخوان کے مانند فرزندوں کو جنہیں زبردستی مجھ سے چھین لیا گیا ہے، دیکھا ہے۔ بسر کی درندگی مجھ سے بیان کی گئی لیکن میں نے اسے جھوٹ سمجھا اور اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے یہ باتیں بیان کیں جن کے وجود سے

شرافت کی بو آتی ہے۔ اب تو میں بسر کو ہر لعنت و نفرین کا مستحق ٹھہتی ہوں، وہ اور اس کے تمام ساتھی تباہ کار ہیں۔ اس پریشان اور تباہ حال ماں تک ان کے دو فرزندوں کو کون پہنچائے گا۔“

منقول ہے کہ جب بسر کے ہاتھوں ان دونوں بچوں کے واقعہ قتل سے حضرت علی کو مطلع کیا گیا تو آپ نے چیخ مار کر خدا سے درخواست کی کہ اس پر لعنتوں کی بو چھار کرے۔ فرمایا: ”خدا یا! اس سے دین کی نعمتیں چھین لے، اس کی عقل چھین کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دے۔“ چنانچہ حضرت کی یہ دعا مستجاب ہوئی، اس کی عقل جاتی رہی۔ وہ ہمیشہ اول فول بکتا، لکڑی کی تلوار لے کر اپنے سامنے والی چیز پر اتا مارتا کہ تھک جاتا تھا۔ (۱)

واقعہ کا تفصیلی جائزہ

معاویہ نے ۳۹ھ میں حضرت علی کے شیعوں پر یورش کی، ان کی حکومت کے سپاہیوں اور جانبازدوں کو پراگندہ اور متفرق کیا، بے ایمان افراد کو صاحب ایمان اور نیک افراد کے قتل پر آمادہ کیا اور حکم دیا کہ جہاں بھی علی کے شیعہ نظر آئیں، انہیں بے رو بیخ قتل کر دو۔ نعمان بن بشیر کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ ”عین التمر“ کی طرف روانہ کیا۔

اسی طرح سفیان بن عوف کو چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ ”بیت“ کی جانب روانہ کر کے حکم دیا کہ وہاں سے انبار و مدائن جائے اور لوگوں کو تباہی گھاٹ لگائے۔ وہ بھی ان علاقوں میں آ کر اصحاب علی کے قتل پر مکر بستہ ہوا، ان سے جنگ کی اور اشرس بن حسان بکری کے ہمراہ تیس افراد کو قتل کیا، پھر انبار میں موجود تمام مالیات کو لے کر معاویہ کی جانب لوٹ آیا۔

عبداللہ بن مسعد بن حکمہ فزاری بھی حضرت علی کا سخت ترین دشمن تھا جو معاویہ کی طرف سے ایک

۱۔ آغانی ج ۱۵ ص ۴۳۔ ۴۷ (ج ۱۶ ص ۲۸۵۔ ۲۹۲)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۲۲۳ (ج ۱۰ ص ۱۵۲۔ ۱۳۵)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۸۴؛ الاستیعاب ج ۱ ص ۶۵ (القسم الاول ص ۱۶۰ نمبر ۱۷۱)؛ النزاع و التخاصم ص ۱۳ (ص ۲۸)؛ تہذیب المعجم ج ۱ ص ۴۳۵، ۴۳۶ (ج ۱ ص ۲۸۱۔ ۲۸۲)

ہزار سات سو سچا ہیوں کے ساتھ ”تینا“ کی جانب روانہ ہوا، معاویہ نے اسے حکم دیا کہ وہاں کے لوگوں میں جو اس کی تصدیق کرے امان دواور جو مخالفت کرے اسے قتل کر دو (۱)۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور وہاں سے مکہ و مدینہ میں داخل ہوا اور وہاں بھی ان مظالم کے دہانے کھول دیے۔

معاویہ نے ضحاک بن قیس کو حکم دیا کہ ”واقصہ“ جائے اور حضرت علیؑ کے زیر فرمان انسان کو مورد عتاب قرار دے، تین ہزار افراد بھی اس کے ہمراہ کئے، چنانچہ وہ روانہ ہوا اور لوگوں کے اموال کی لوٹ مار کی۔ ثعلیبہ سے عبور کرتے وقت بہت سے افراد کو قتل کیا اور حضرت علیؑ کے اسلحہ خانے پر حملہ بول دیا۔ وہاں سے ”قطقطانہ“ آیا۔ جب حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حجر بن عدی کو چار ہزار افراد کے ہمراہ نبرد آزما کی کے لئے روانہ کیا، ضحاک کے لئے مقابلہ کرنا سخت تھا، اس کے انیس ساتھی مارے گئے اور حضرت علیؑ کے بعض اصحاب بھی شہید ہوئے، جب رات ہوئی تو ضحاک اور اس کے ساتھیوں نے راہ فرار اختیار کی اور حجر اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آ گئے۔

اسی طرح معاویہ نے عبدالرحمن بن قباث بن اشم کو ”جزیرہ“ کے شہروں میں روانہ کیا۔ وہاں ”سینب بن عامر و کرمانی“ موجود تھے، انہوں نے مقام ہیبت میں موجود کسبل ابن زیاد کو خط لکھ کر تمام واقعہ سے آگاہ کیا، کسبل جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور عبدالرحمن کے لشکر پر کامیابی حاصل کی۔ جنگ میں شام کے کچھ افراد بھی قتل ہوئے کسبل نے حکم دیا کہ بھاگنے والوں کا پچھانہ کیا جائے اور ستم دیدہ افراد پر حملہ کرنے سے گریز کیا جائے۔

حارث بن نمر توخنی کو ”الجزیرہ“ بھیجا تا کہ پیردان علیؑ پر حملہ کرے۔ اس نے بنی ثعلب کے سات افراد کو گرفتار کیا اور لوٹ مار بھی کیا۔ زہیر بن کھول عامری کو سادہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کے اموال کو چھین لے۔ حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع ہوئی انہوں نے تین افراد جن میں جعفر بن عبداللہ اشجعی بھی شامل تھے، کو روانہ کیا تا کہ ان کے مطیع و فرمانبردار قبیلہ بکر و کلب کے ہمراہ مل کر دفاع کریں۔ چنانچہ

۱۔ الفارات (ج ۲ ص ۳۶۳) تاریخ الامم والملوک ج ۵ ص ۱۳۳؛ تاریخ کامل ج ۲ ص ۳۷۵ پر اثرس مذکور ہے اور دوسرے منابع میں حسان بن حسان لکھا ہوا ہے۔

زہیر سے ڈبھیڑ ہوئی اور شدید جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ”جعفر بن عبد اللہ“ شہید ہو گئے۔ ۴۰ھ میں بسر بن ارطاط کو ایک لشکر کے ہمراہ روانہ کیا، وہ مدینہ پہنچا، حضرت علی کے عامل ”ابو ایوب انصاری“ وہاں موجود تھے، وہ وہاں سے بھاگ کر کوفہ حضرت علی کی خدمت میں پہنچے، جب بسر مدینہ پہنچا تو کسی کو جنگ کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے منبر پر جا کر کہا: اے دینار، نجار، سے زدیق (یہ انصار کے بزرگ تھے) ہم نے اپنے رہبر عثمان سے جو عہد و پیمان کیا تھا کہاں ہے؟

پھر کہا: اے مدینہ والو! خدا کی قسم، اگر معاویہ حکم دیتے تو میں نابالغ بچوں کے قتل سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ ایک شخص کو بن سلمہ کے پاس بھیج کر پیغام دیا: تمہارے لئے کوئی امان نہیں مگر یہ کہ جابر بن عبد اللہ کو میرے پاس بھیج دو۔ جابر نے زوجہ رسول ام سلمہ کے پاس آ کر کہا: آپ کیا فرماتی ہیں؟ یہ بیعت ضلالت و گمراہی ہے، کیا آپ اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ مارا جاؤں گا؟ انہوں نے کہا: میری نظر میں بہتر یہ ہے کہ تم بیعت کر لو۔ میں نے عبد اللہ بن زبیر کے داماد اور عمر ابن ابی سلمہ کے دو فرزندوں کو بھی یہی سفارش کی ہے۔

بسر نے مدینہ میں غارت گری کے بعد مکہ کا رخ کیا، ابو موسی موت کے خوف سے بھاگ نکلے۔ ابو موسی نے یمن ایک خط لکھا کہ معاویہ کی طرف سے ایک لشکر مامور ہے کہ لوگوں کو مارے اور معاویہ کی حکومت کی مخالفت کرنے والوں کو قتل کر دے۔ اس کے بعد وہ یمن پہنچا، عبد اللہ بن عباس جو حضرت علی کی جانب سے یمن کے حاکم تھے، وہاں سے حضرت علی کی طرف کوفہ بھاگ گئے اور اپنی جگہ عبد اللہ بن عبد المدان حارثی کو معین کیا۔ بسر نے یمن پہنچ کر انہیں اور ان کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس نے عبد اللہ بن عباس کے دو چھوٹے بچوں کا سر قلم کر دیا جن کا نام عبد الرحمن اور قثم تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں بچے قبیلہ بنی کنانہ کے پاس دستیاب ہوئے، اس نے انہیں مارنا چاہا تو ایک کنانی نے کہا: ان دو بے گناہ اور معصوم بچوں کو کیوں قتل کرتا ہے، ان سے پہلے تجھے میری زندگی کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ اس نے کہا: ایسا ہی ہوگا۔ اس نے پہلے مرد کنانی اور پھر دونوں بچوں کو قتل کیا۔ بنی کنانہ کی ایک عورت باہر آ کر چیختی لگی: اے ملعون! تو نے مردوں کو مارا، ان دو بچوں کو کیوں قتل کر رہا ہے خدا کی قسم! عہد جاہلیت اور

اسلام میں ایسا ظلم نہیں دیکھا گیا، اے برا خدا کی قسم، جس حکومت میں بچوں اور بزرگوں کے قتل اور حقوق الناس سے دریغ نہ کیا جائے، وہ ایک جاہل حکومت ہے۔

بسر نے یمن کے راستے میں بھی حضرت علی کے بعض شیعوں کو قتل کیا۔ (۱)

ابن عبدالبر لکھتے ہیں: یحییٰ بن معین نے کہا کہ بسر بن ارطاط ایک ذلیل انسان تھا۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ اس کی علت یہ ہے کہ وہ اسلام میں عظیم مظالم کا مرتکب ہوا۔ مورخین و محدثین نے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ بن عباس کے دو چھوٹے معصوم بچوں کا قتل ان کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ (۲)

دارقطنی نقل کرتے ہیں: رحلت پیغمبر کے بعد وہ کبھی راہ راست پر نہیں رہا۔ اس نے عبید اللہ بن عباس کے دو بچوں کو تہ تیغ کیا۔ ابو عمر شیبانی کہتے ہیں کہ جب معاویہ بن ابی سفیان نے بسر بن ارطاط کو حضرت علی شیعوں کے قتل پر مامور کیا، معن یا عمر بن یزید سلمیٰ اور زیاد بن اشبہ جعدی نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المؤمنین! خدا کی قسم، رحم کیجئے اور بسر کو قیس پر مسلط کرنے سے پرہیز کیجئے اسلئے کہ وہ قیس کو نبی سلیم کا انتقام لینے کے لئے ضرور قتل کر دے گا۔ معاویہ نے کہا: اے بسر! تمہیں قیس پر حکومت و تسلط حاصل نہیں، چنانچہ بسر مدینہ پہنچا اور عبید اللہ کے دو فرزندوں کو قتل کر دیا، اہل مدینہ بھاگ کر حرہ بنی سلیم میں داخل ہوئے۔ (ابو عمر کہتے ہیں:) اسی حملہ میں ابو عمر و شیبانی کی ایک روایت کے مطابق بسر بن ارطاط نے ہمدان پر دھا بے بول دیا اور وہاں کی عورتوں کو اسیر کیا، یہ وہ پہلی عورتیں ہیں جنہیں اسلام میں اسیر کیا گیا۔ اس کے بعد ابو عمر و نے دو واسطوں سے ابو ذر سے نقل کیا ہے کہ ابو ذر نے اپنی نماز میں دعاء کی اور رکوع و سجود کو طول دیا، ان دو مردوں نے پوچھا: آپ نے اعوذ باللہ من الشیطان کیوں کہا، کس کے بارے میں دعا کر رہے تھے؟ کہا: میں خداوند عالم سے اس دن کی مصیبت

۱۔ تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۷۷۔ ۸۱ (ج ۵ ص ۱۳۹۔ ۱۴۰ احادیث ص ۴۰)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۶۷۔ ۱۶۸ (ج ۲ ص ۳۲۵۔ ۳۲۶ احادیث ص ۴۰)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۳ ص ۲۲۲، ۲۵۹ (ج ۱ ص ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴ نمبر ۸۷۲)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۸۵۔ ۱۸۶)؛ الاستیعاب ج ۱ ص ۶۵، ۶۶ (القسم الاول ص ۱۵۷۔ ۱۶۶ نمبر ۱۷۷)؛ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۵۶۔ ۳۵۷ (ج ۳ ص ۳۵۷)؛

دقاء الوفاہ ج ۱ ص ۳۱ (ج ۱ ص ۳۶ باب ۲)

۲۔ الاستیعاب عبدالبر ج ۱ ص ۶۵ (القسم الاول ص ۱۵۸۔ ۱۵۹ نمبر ۱۷۷)

سے پناہ مانگ رہا تھا جو مجھ پر نازل ہونے والی ہے اور جس دن مجھے نقصان پہنچے گا۔ پوچھا: آپ کی مراد کیا ہے؟ فرمایا: مصیبت کا دن وہ ہے جس دن مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں نبرد آزما ہوں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے، نقصان وہ اور خطرناک دن وہ ہے جس دن مسلمان عورتیں اسیر کی جائیں گی اور انہیں بازاروں میں بیلام کیا جائے گا، میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ ایسا دن میرے نصیب حال نہ کرے شاید تم لوگ ایسا دن دیکھ ہی لو۔ جب عثمان قتل ہوئے تو معاویہ نے بسر بن ارطاط کو یمن بھیجا، اس نے مسلمان عورتوں کو اسیر کیا اور بازاروں میں بیچنے کے لئے پیش کیا۔

تاریخ ابن عساکر (۱) میں ہے:

بسر معاویہ کا مطبوع تھا، وہ جنگ صفین میں معاویہ کے ہمراہ رہا، معاویہ نے اسے ۳۵ھ کے اواخر میں یمن و حجاز کی جانب روانہ کیا اور حکم دیا کہ علی کے شیعوں کو تلاش کر کے تہ تیغ کرے، اس نے مکہ و مدینہ اور حجاز میں یہ گھٹاؤں نے افعال انجام دیئے اور معاویہ کی طرف سے ”بخر“ کا دالی و حاکم مقرر ہوا۔ یمن میں عبید اللہ بن عباس کے دو بچوں کو تہ تیغ کیا۔ دارقطنی کا بیان ہے: وہ صحابی حوٹل تھا لیکن بعد رسول دین پر قائم نہ رہ سکا یعنی مرتد ہو گیا۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے: معاویہ نے ۳۵ھ میں بسر کو حاکم بنایا، اس نے مدینہ میں داخل ہو کر بیعت لی پھر مکہ اور وہاں سے یمن آ کر عبید اللہ کے دو بچوں کو مظلومانہ قتل کیا۔ زہری کی روایت کے مطابق: ۳۹ھ میں معاویہ نے اسے اس کام پر مامور کیا۔ وہ معاویہ کی طرف سے بغرض تبلیغ مدینہ آیا۔ وہاں عمرو بن عوف کے بھائی زرارہ بن خیرون کے گھر کو آگ لگا دی۔ رفاعہ بن رافع اور عبد اللہ بن سعد کے گھر بھی اس آفت میں جنتیں سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس کے بعد مکہ و یمن کا رخ کیا اور وہاں عبد الرحمن بن عبید اور عمرو بن ام اروا کو قتل کیا۔ ابن سعد کے بقول: یہ تمام واقعات اس لئے پیش آئے کیونکہ معاویہ نے اس سے کہا تھا کہ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ علی کا فرمانبردار ہے اسے قتل کر دو۔

اس نے ایک ہفتہ تک مدنیہ میں قیام کیا، جس کے بارے میں کہا جاتا کہ اس نے عثمان کے خلاف نصرت کی ہے، اسے قتل کر دیتا۔ مکہ اور مدنیہ کے درمیان بنی کعب کے ایک گروہ کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو کنویں میں ڈال دیا۔ یہ تمام واقعات حضرت علی کی شہادت کے بعد وقوع پزیر ہوئے۔

ابن یونس کہتے ہیں: عبید اللہ بن عباس نے اپنے دو فرزند ”عبدالرحمن اور قثم“ کو بنی کنانہ کے ایک شخص کے سپرد کیا تھا، یہ دونوں بہت چھوٹے تھے۔ جب بسر بنی کنانہ پہنچا تو اس نے ان دونوں کو قتل کرنا چاہا۔ ایک کنانی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو گھر میں داخل ہوا اور سر پا برہنہ ہی حملہ کرنے والوں پر اپنی تلوار کھینچ لی۔

وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

اللیث من یمنع حافات الدار ولا یذال مصلتا دون الدار

الافتی اروع غیر غدار

”شیر تو وہ ہے جو اپنے گھر کے حریم کا دفاع کرے، وہ ہمیشہ شمشیر بکف ہو کر اپنے پڑوسیوں کا دفاع

کرتا ہے اور یہ وہی جوان کر سکتا ہے جو خوش شکل، حیرت آنگیز اور دلاور ہو، غدار نہ ہو“۔

یہ دیکھ کر بسر نے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، بخدا ہم تجھے مارنا نہیں چاہتے تو خود کو ہلاک کر رہا ہے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے پڑوسی کے پہلو میں مارا جاؤں گا تاکہ خدا اور لوگوں کی نظروں میں سرخرو ہو سکوں۔ چنانچہ وہ قتل ہو گیا، بسر نے ان دونوں بچوں کے سران کے بدن سے جدا کر دیئے۔ بنی کنانہ کی عورتیں باہر نکل پڑیں۔ ایک نے کہا: اے ملعون! تو نے مردوں کو قتل کیا اب بچوں کو کیوں قتل رہا ہے، خدا کی قسم! عہد جاہلیت اور نہ ہی اسلام میں بچے ایسے قتل نہیں کئے گئے۔ بخدا جس حکومت میں بچوں، بزرگوں کے قتل اور حقوق الناس سے دریغ نہ کیا جائے وہ حکومت تباہ کار ہے۔ بسر نے جواب میں کہا: خدا کی قسم! میری تو یہ خواہش تھی کہ تم عورتوں کو بھی قتل کر دوں۔ اس نے کہا: میں بھی اس عورت کی بہن ہوں جسے تو نے قتل کر دیا ہے لہذا تیری طرف سے امان کی امید بیکار ہے۔

اصابہ میں ہے: بسر بنی ارطاطہ نے عمرو بن عمیس کو بھی اسی حاکمیت کے دوران قتل کیا۔ (۱)

واقعہ کا تفصیلی جائزہ

بسر بن ارطاط ایک سنگ دل اور خواخو ار انسان تھا، اس کے دل میں مہربانی اور ہمدردی کی ہلکی سی بھی رمتق نہیں تھی۔ معاویہ کے حکم کے مطابق حجاز، مکہ و مدینہ سے ہوتا ہوا یمن پہنچا۔ معاویہ نے حکم دیا تھا کہ جہاں کے لوگ بھی علیؑ کے پیروکار ہوں وہاں پہنچ کر ان سے بدکلامی کرو انہیں اتا برا بھلا کہو کہ فرار کے تمام راستے مسدود ہو جائیں، تم ان کے جان و مال پر مسلط ہو جیسے چاہو استعمال کرو، پھر ان سب کو بیعت کی دعوت دو جو مخالفت کرے اسے قتل کر دو، علیؑ کے شیعہ جہاں نظر آئیں انہیں تہہ تیغ کر دو۔

ابراہیم ثقفیؓ کے واقعات نقل کرتے ہوئے الغارات میں لکھتے ہیں: معاویہ نے بسر بن ارطاط کو تین ہزار لشکر کے ہمراہ روانہ کرتے ہوئے کہا: جاؤ، مدینہ میں لوگوں کو جمع کر کے جس کی چاہو اہانت کرو، جن لوگوں نے ہماری پیروی سے گریز کیا ہے انہیں تاراج کر دو، مدینہ میں اعلان عام کر دو کہ سب مارے جائیں گے، کسی کو تیرے ہاتھ سے امان نہیں، ان کے عذر کو قبول نہ کرو جب تک انہیں یقین نہ ہو جائے کہ بیعت کی مخالفت کرنے والے تمام لوگ قتل کر دیے جائیں گے۔ وہاں سے مکہ جاؤ لیکن وہاں کے لوگوں پر کسی قسم کی پابندی عائد نہ کرو، وہاں سرراہ افراد کو دھمکاؤ کہ وہ راہ فرار اختیار کریں پھر وہاں سے صفا پہنچو وہاں ہماری دولت اور جاننے والے ہیں، انہوں نے ہمیں خط لکھا ہے۔

بسر سپاہیوں کے ہمراہ روانہ ہوا جہاں بھی جاتا وہاں کے لوگوں کی سواریاں چھین کر ان پر سوار ہوتا، اس کے سپاہی بھی دوسروں کی سواریاں چھین کر ان پر سوار ہوتے اور اپنے اونٹوں کو چھوڑ دیتے تھے، ایسی ہی چھوڑی حرکتیں کرتا ہوا مدینہ پہنچا، قبیلہ ”قضاعہ“ ان کے استقبال کو آیا، انہوں نے اس کے استقبال میں اونٹ کی قربانی پیش کی۔ اس طرح وہ مدینہ میں داخل ہوا حاکم مدینہ ”ابو ایوب انصاری“ کو جب

معلوم ہوا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بسر نے لوگوں کو مخاطب کر کے انہیں برا بھلا کہا، ڈرایا، دھمکایا۔ پھر کہا: رخساروں کے رنگ تاریک ہو گئے، خداوند عالم نے اس قریہ کی مثال پیش کی جہاں کے لوگ صاحب ایمان تھے، گونا گوں نعمتوں سے بہرہ مند تھے، خداوند عالم نے یہ مثال تم پر صادق فرمائی ہے، تم لوگ ہجرت رسول کے اس شہر میں رہتے ہو کہ جہاں رسول اسلام کا گھر، ان کا مرقد مطہر اور دوسرے خلفاء کے گھر ہیں لیکن تم نے خدا کی اس عظیم نعمت کا شکر یہ ادا نہیں کیا، اپنے رسول کے حقوق کی رعایت نہیں کی، تم ہی جو جن کے درمیان خلیفہ خدا قتل ہوئے، تم میں سے کچھ لوگ ان کے قتل اور بعض ان پر سب و شتم کرنے میں شریک رہے، جب تمہارے پاس مومنین آئے تو کہنے لگے: کیا ہم تمہارے ہمراہ نہیں تھے، کافروں کے پاس پہنچ کر کہا، ہم نے ہی تم سے نبرد آزمائی کی اور مومنین کو اذیت پہنچانے سے باز رکھا۔

اس کے بعد اس نے انصار کو برا بھلا کہنے لگا: اے یہودیو، اے غلاموں کے فرزندو، اے بنی زریق، اے بنی نجار، بنی سالم اور اے بنی عبد شہل! خدا کی قسم، تم پر ایسی بلا نازل کروں گا کہ مومنین اور آل عثمان کے دل کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ انہیں اتنا دھمکایا کہ ڈر سے کاپنے لگے کہ کہیں انہیں قتل نہ کر دیا جائے۔ وہ حویطب بن عبد العزی کے یہاں پناہ گزیں ہوئے، یہ شخص بسر کی ماں کا شوہر تھا، منبر پر جا کر قتل عثمان میں شریک نہ ہونے والے انصار رسول کو مخاطب کیا اور لوگوں کو بیعت معاویہ کی دعوت دی، بعض لوگوں نے بیعت کر لی پھر منبر سے نیچے آ کر بہت سے گھروں میں آگ لگا دی جن میں زرارہ کا گھر سرفہرست ہے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری دستیاب نہ ہوئے تو کہا: اے بنی سلمہ! جابر ابن عبد اللہ کہاں ہیں؟ جب تک جابر کو میرے حوالے نہ کرو گے امان میں نہ رہو گے۔ جابر ام سلمہ کے گھر میں پناہ گزیں تھے۔ ام سلمہ نے ان کی نشان دہی کرتے ہوئے کہا: جب تک بیعت نہ کرے امان نہ دو، پھر جابر سے کہا: جابر بیعت کر لو، دونوں نے جا کر بیعت کی۔

وہب بن کیسان کے طریق سے منقول ہے کہ میں نے جابر کو کہتے ہوئے سنا: میں بسر کے خوف سے فرار ہوا، اس نے میرے قبیلہ سے کہا تھا تم لوگ جب تک جابر کو میرے حوالے نہ کرو گے امان میں نہ

رہو گے۔ وہ سب میرے پاس آ کر کہنے لگے: آپ کو خدا کی قسم ہے بیعت کر لیجئے تاکہ آپ کے ہمراہ ہم بھی محفوظ رہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے قبیلہ کا خون نہ بہایا جائے، اگر یہ کام نہیں کریں گے تو ہم سب مارے جائیں گے اور ہمارے اہل بیت اسیر ہو جائیں گے۔ چنانچہ میں نے ایک رات کی مہلت مانگی، جب دن نمودار ہوا تو ام سلمہ کے گھر میں داخل ہو کر ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے بیٹے! جاؤ بیعت کر لو اور اپنے ساتھ ساتھ اپنے قبیلہ والوں کی حفاظت کرو میں نے تمہارے نتیجے کو بھی یہی حکم دیا تھا، میں جانتی ہوں کہ یہ بیعت ضلالت و گمراہی ہے۔

ابراہیم کا بیان ہے: بسر کچھ دنوں تک مدینہ میں مقیم رہا، قیام کے دوران لوگوں سے کہا: میں نے تمہیں معاف کیا حالانکہ تم معافی کے لائق نہیں تھے، جن لوگوں کا امام ان کے سامنے قتل کیا جائے، انہیں معاف کر دینا اور ان کے سروں سے عذاب کو اٹھالینا ممکن نہیں تھا، اگرچہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ آخرت میں خداوند عالم کی رحمت نصیب نہ ہوگی۔ میں نے ابو ہریرہ کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے اس کی مخالفت سے پرہیز کرنا، پھر وہاں سے مکہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ولید بن ہشام روایت کرتا ہے: بسر مدینہ پہنچا اور منبر رسول پر جا کر کہنے لگا: اے مدینہ والو! تم نے ایک حاکم کا مقابلہ کیا اور عثمان کو خاک و خون میں آہستہ کیا، خدا کی قسم! جس کا ہاتھ خون عثمان سے رنگین ہے وہ اسی مسجد میں قتل کیا جائے گا، پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: مسجد کے دروازوں پر نظر رکھو، یہ دیکھ کر عبد اللہ بن زبیر اور ابو قیس نے اٹھ کر خواہش کی کہ لوگوں کو معاف کر دے۔ اس کے بعد بسر مکہ روانہ ہوا اور مکہ کے نزدیک حضرت علیؑ کی طرف سے مکہ کے حاکم ”قثم بن عباس“ سے جنگ کی اور بالآخر مکہ میں داخل ہو گیا، مکہ والوں کو سخت دست کہا، پھر شیبہ بن عثمان کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے چلا گیا۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں: علی ابن بجاہد نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ اہل مکہ بسر کے مظالم سن کر بری طرح خوف زدہ ہوئے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبید اللہ بن عباس کے فرزند بھی اپنی ماں حور یہ بنت خالد بن کنانہ کے ہمراہ خارج ہوئے، ان کے نام سلمان و داؤد تھے، یہ بھی بنی زہرا کے ہمراہ تھے، لیکن یہ دونوں بچے میمون بن خضرمی کے کنوئیں کے پاس گم ہو گئے۔ یہ میمون عددر بن خضرمی

کا بھائی تھا، چنانچہ بسر نے ان پر حملہ کر کے انہیں گرفتار کر لیا، ان کی ماں یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

ها من احسن يا بنى اللدین هما کا الدرتین تشطی عنها الصدف

”ہاں! صدف میں موجود موتی کے مانند میرے دو فرزندوں کو کس نے دیکھا ہے؟“۔

ایک روایت کے مطابق ان دونوں بچوں کے نام ”عبدالرحمن و قثم“ تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں بنی کنانہ کے پاس تھے، وہیں سے تم ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ بسر نے ان دونوں کو یمن میں قتل کیا۔ عبدالملک بن نوفل نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ بسر وارد طائف ہوا، وہاں مفیرہ سے گفتگو کی، اس نے کہا: تم نے سچ کہا اور مجھے بہترین نصیحت کی ہے۔ رات وہیں گذاری اور پھر وہاں سے کوچ کر کے بنی کنانہ آیا، وہیں عبید اللہ بن عباس کے دو بچے اپنی ماں کے ہمراہ موجود تھے، اس نے ان دونوں کو طلب کیا لیکن بنی کنانہ کا وہ شخص سامنے آیا جس کے حوالے یہ دونوں بچے کئے گئے تھے، اس کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ تھی۔ بسر نے اس سے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، ہم تجھے مارنا نہیں چاہتے، خود ہی موت کے منہ میں کیوں جانا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: مجھے میرے پڑوسیوں کے سامنے قتل کر دوتا کہ خدا اور لوگوں کے سامنے سرخرو ہو سکوں۔ پھر اپنی تلوار سے بسر اور اس کے ساتھیوں پر یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا:

آلیت لا یمنع حافات الدار ولا یموت مصلتا دون الجار

الافتی ازوع غیر غدار

”میں نے قسم کھائی ہے کہ اس گھر کی ضرورتوں کو پورا کروں گا جو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ تلوار اٹھاتا ہے اور دقاع کرتا ہے وہ مرتا ہے تو شجاع، خوش شکل اور دلاور ہوتا ہے، غدار نہیں ہوتا“۔

وہ جنگ کرتے ہوئے مارا گیا، پھر ان دونوں بچوں کو لایا گیا اس نے انہیں بیدردی سے قتل کر دیا، یہ دلخراش منظر دیکھ کر بنی کنانہ کی عورتیں باہر آگئیں اور چلانے لگیں: تم نے مردوں کو قتل کیا، ان بچوں کا قصور کیا تھا، خدا کی قسم! جاہلیت و اسلام میں ایسا ظلم نہیں دیکھا گیا، بخدا جو حاکم شیر خوار بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرے اور قطع ارحام کے لئے حکومت کرے ایسا حاکم مستحق لعنت ہے، وہ ذلیل ہے۔ بسر نے کہا:

خدا کی قسم! میں تو تم عورتوں کو بھی تہ تیغ کر دینا چاہتا تھا۔ وہ عورت چلائی: خدا کی قسم! میری نظر میں یہ کام اس سے بہتر ہے۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں کہ بسر طائف سے نکل کر نجران آیا اور عبد اللہ بن عبد مہمان اور ان کے فرزند مالک کو قتل کیا، یہ عبد اللہ، عبید اللہ بن عباس کے داماد تھے۔ پھر لوگوں کو جمع کر کے انہیں اس طرح خطاب کیا: اے یہودیو، اے میونیوں کے بھائیو! خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم نے میری خواہش کے برخلاف عمل کیا ہے تو ایسا کام کروں گا کہ روئے زمین سے تمہاری نسل منقطع ہو جائے گی، تمہاری کھیتیاں غارت اور تمہارے گھر ویران ہو جائیں گے۔ ایک لمبی دھمکی دی، پھر ارحب میں داخل ہوا اور وہاں ابو کرب کو قتل کیا جو خود کوشیہ کہتے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ ان تمام لوگوں کے سردار تھے جو ہمدان میں زندگی بسر رہے تھے۔ وہاں سے صنعا پہنچا، عبید اللہ بن عباس اور سعید بن نمران نے وہ جگہ ترک کر دی، عبید اللہ نے عمر بن اراکہ ثقفی کو اپنا جانشین مقرر کیا، چنانچہ انہوں نے بسر کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہوئے جنگ کی لیکن مارے گئے۔ بسر نے صنعا میں داخل ہو کر بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں: یہ اشعار عبد بن اراکہ ثقفی کے ہیں، مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عمر کی موت پر کہے تھے:

لعمری لقد ارری ابن ارطاط	بصنعا کاللیث الہزبز ابی الاجر
تعزفان کان البکار دہالکا	علی احد فاجهد بکاک علی عمرو
ولاتبک میتا بعد میت احبة	علی و عباس و آل ابی بکر

”میری جان کی قسم! ارطاط کے جتنے نے ایسے پہلوان اور شجاع کو مارا ہے جو نامور ہوشیار اور نیک بخت تھا، اگر گریہ و زاری کسی مقتول کی واپسی کا سبب ہوتی تو تمہیں چاہئے کہ عمر کے لئے گریہ کرو، لیکن بیروان علی، عباس اور آل ابی بکر کی موت کے بعد کسی اور پر آنسو نہ بہاؤ۔“

ان کا بیان ہے: اس کے بعد بسر صنعا کی جانب روانہ ہوا اور حسان کے شیعوں کے ساتھ جنگ کی انہیں بری طرح شکست دی، پھر وہاں سے صنعا واپس آیا اور وہاں سو بوڑھوں کو مظلومانہ قتل کیا کیونکہ

عبید اللہ بن عباس کے دونوں فرزند، ابناء قارس سے تعلق رکھنے والی بنت بزرج نامی عورت کے گھر میں پناہ گزین تھے، اسی لئے اس نے تین سو آدمیوں کو قتل کیا اور بہتوں کو آگ میں جھونک دیا۔ یزید بن مفرغ نے اس خونچکاں داستان سے متعلق چند اشعار کہے ہیں، جس کا ایک شعر ہے:

تلحق من اسماء ما قد تعلقا و مثل الذی لاقی من الشوق ارقا

”ایسے ایسے لوگوں کو قتل کیا اور قید کیا کہ جن کے لئے رات سے دن تک شب بیداری کرنی چاہئے۔“

وہ کہتے ہیں: حضرت علیؑ نے بسر کے بارے میں اس طرح بدعا فرمائی:

”خدا یا! بسر نے اپنا دین دنیا کے بدلے بچ دیا، وہ تیرے حرم کی توہین کرتے ہوئے تیری مخلوقات کی جاہلی پر کمر بستہ ہو چکا ہے، خدا یا! جن نعمتوں کو عطا فرمایا ہے اس سے چھین لے، اس سے اس کی عقل سلب کرنے کے بعد موت دے اور اپنی رحمت سے دور رکھ، خدا یا! بسر، عمر اور معاویہ پر لعنت کر، اپنی خشونت ان کے شامل حال کر اور ان پر اپنا عذاب نازل فرما، ایسی سزا دے جو مجرموں سے مخصوص ہے۔“

اس بدعا کے بعد اس کی عقل تھوڑے ہی دنوں بعد جاتی رہی، اپنی تلوار سے بکواس کیا کرتا تھا، وہ کہتا تھا: مجھے تلوار دو تا کہ قتل و غارت گری کروں ہمیشہ یہی حالت رہی، لوگوں نے لکڑی کی تلوار بنا کر ایک ٹکیہ اس کے سامنے رکھ دیا، وہ اپنی تلوار سے اس ٹکیہ پر اس قدر ضربیں لگاتا تھا کہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا تھا، پھر اسی حالت میں واصل جہنم ہو گیا۔ (۱)

شرح ابن ابی الحدید (۲) میں ہے: ابوالحسن علی ابن محمد بن ابی سیف، ابوتراب اور ان کے اہل بیت کی فضیلت کے متعلق لکھتے ہیں: اس کے بعد خطباء ہر جگہ منبر پر جا کر حضرت علیؑ پر لعنت کرتے، معاویہ کو ہر تہمت سے منزه بتاتے اور تمام گناہوں اور مظالم کو علیؑ و اہل بیت سے منسوب کرتے تھے۔ مرکز تشیع

۱- شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۱۶-۱۲۱ (ج ۲ ص ۷-۱۸ خطبہ ۲۵)

۲- شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۵ (ج ۱۱ ص ۳۳-۳۵ خطبہ ۳۲)

کوفہ والوں نے زیادہ مصائب و متاعب کا سامنا کیا۔ معاویہ نے بصرہ اور کوفہ میں زیادہ بن سسیہ کو مامور کیا، وہ شیعوں کو تلاش کرتا، حضرت علیؑ کی زندگی میں موجود افراد کی شناخت کر کے انہیں گرفتار کر لیتا تھا، شیعوں کو جہاں پاتا بے دریغ قتل کر دیتا تھا، انہیں بری طرح ڈراتا دھمکتا، ان کے دست و پا کاٹ کر آنکھیں پھوڑ دیتا اور دار پر لٹکا دیتا تھا۔ معاویہ نے اپنے حکام کو لکھا کہ شیعوں اور خاندان علیؑ کو پناہ نہ دو یہ بھی لکھا کہ عثمان کے طرفداروں کو اہمیت دو، ان کی مجلسوں میں شرکت کرو، ان میں سے ہر ایک کا نام اور اس کی پوری تفصیل لکھ بھیجو، انہوں نے اس ذمہ داری کو انجام دیا۔ چنانچہ اکثر افراد عثمان کے مناقب و فضائل کو بیان کرنے کے لئے آگے آئے، معاویہ نے بھی ان پر تحفہ و تحائف کی بارش کر دی۔ غیر معروف اور مردود حکام کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ مناقب عثمان کے سلسلے میں قلم فرسائی اور تبلیغ کریں، جو ایسا کرتا فوراً ہی مقربین کی فہرست میں شامل ہو جاتا، اس کی شفاعت کی جاتی اور اس طرح وہ اپنی جگہ پر مستحکم ہو جاتا۔

پھر معاویہ نے اپنے حکام کو لکھا: عثمان کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں بیان کی گئیں اور مختلف شہروں اور علاقوں میں منتشر ہو چکی ہیں لہذا جیسے ہی یہ خط پہنچے لوگوں کو دوسرے خلفاء اور اصحاب کے مناقب سے آشنا کرو، مناقب علیؑ کے سلسلے میں منقول کسی بھی روایت کو ترک نہ کرو بلکہ اسی کی نقیض جعل کر دتا کہ اس کا جھوٹا اور جعلی ہونا ثابت ہو سکے۔ یہ کام مجھے بہت پسند ہے، میری آنکھ روشن ہوگی اگر میں یہ دیکھوں گا کہ علیؑ کے طرفداروں کے دلائل باطل ہو رہے ہیں اور عثمان کے فضائل و مناقب کی تقویت ہو رہی ہے۔

اسی مضمون پر مشتمل ایک دوسرا حکم نامہ اپنے حکام کو صادر کیا: جو بھی علیؑ اور ان کے اہل بیت کی دوستی و محبت پر دلیل قائم کرے اسے حکومتی کام سے اخراج کر کے اس کے حقوق کو منقطع کر دو۔

اسی کے ساتھ ایک دوسرا حکم نامہ بھی ارسال کیا: جس شخص پر علیؑ کی دوستی کا الزام عائد ہوا سے سخت ترین اذیت سے دوچار کرو اور اس کی گردن مار کر اس کے گھر کو دیران کر دو۔ اس طرح عراق بالخصوص کوفہ کو مصائب و مظالم نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

زیاد نے سمرہ بن جندب کو بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا، معاویہ نے اسے کوفہ و بصرہ کا حاکم بنایا تھا۔ زیاد چھ مہینے کوفہ میں رہا۔ سمرہ بھی ان افراد میں سے تھا جنہوں نے معاویہ کے حکم کے مطابق لوگوں کے قتل عام اور غارت گری میں افراط سے کام لیا تھا۔ طبری نے محمد بن سلیم سے روایت کی ہے کہ میں نے انس بن سرین سے پوچھا: کیا سمرہ کسی کے قتل کا مرتکب ہوا ہے؟ کہا: کیا سمرہ کے مقتولین کا احصاء کیا جاسکتا ہے؟ جب زیاد نے اسے بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور کوفہ سے واپس آیا تو سمرہ آٹھ ہزار افراد کو قتل کر چکا تھا۔ معاویہ نے اس سے پوچھا: کیا بے گناہوں کو قتل کرنے سے خوف زدہ ہو؟ ایسے افراد کو قتل کرنے میں کسی بات کی پروا نہیں۔ ابوالسواد عدوی نقل کرتے ہیں: اس نے ایک صبح میرے قبیلہ کے سینتالیس (۳۷) افراد کو قتل کیا اور یہ سب قرآن کی جمع و ترتیب میں شامل تھے۔

اپنی سند سے عوف سے روایت کی ہے کہ سمرہ مدینہ سے آیا، جیسے ہی بنی اسد کے گھروں کے پاس پہنچا، اس قوم کا ایک مرد شجاع اس کے سامنے آیا، کچھ لوگوں نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا، جب وہ اپنے خون میں غلطاں تھا سمرہ اس کے سر پر پہنچا، پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: اپنے قبیلے کا سردار ہے۔ کہا: اے لوگو! ہم جب اپنے مرتکب پر سوار ہوں تو ہمارے نیزوں کی نوک سے ڈرو۔ (۱)

معاویہ نے بیت المال سے چار لاکھ درہم سمرہ بن جندب کو اس لئے دیا تاکہ اہل شام کے درمیان تقریر کرے اور کہے کہ آیہ مبارکہ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يُغْضِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْجِصْمِ ، وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ﴾ ”انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں اور جب آپ کے پاس سے منہ پھیرتے ہیں تو زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کھیتیوں اور نسلوں کو برباد کرتے ہیں جب کہ خدا فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔“ (۲) حضرت علی ابن ابی

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۳۲ (ج ۵ ص ۲۴۷ ع ۵۵۷)

طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور آیہ مبارکہ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَاللَّهُ زُفُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾ اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضی پروردگار کے لئے بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔“ (۱) ابن سلیم مرادی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲)

طبری نے عمر بن شیبہ کے طریق سے نقل کیا ہے: زیاد کے ہلاک ہونے کے بعد سرہ نے آٹھ مہینے بصرہ پر حکومت کی۔ عمر کا بیان ہے کہ جعفر رضی نے مجھ سے کہا: معاویہ نے زیاد کے بعد سرہ کو چھ مہینے بصرہ میں برقرار رکھا اور اسے معزول کر دیا۔ سرہ نے کہا: خدا معاویہ پر لعنت کرے، خدا کی قسم! میں نے معاویہ کی جتنی اطاعت کی ہے اگر خدا کی کرتا تو وہ مجھے عذاب نہ کرتا۔ سلیمان بن مسلم عجل کے طریق سے مروی ہے کہ اس نے کہا: میرے والد نے مجھ سے کہا: میں مسجد میں داخل ہوا، ایک شخص سرہ کے پاس آیا، پہلے اس نے اپنے مالیات کی زکوٰۃ ادا کی پھر مسجد میں جا کر نماز پڑھی جب باہر آیا تو اتنی بے دردی سے اس کا سر قلم کیا کہ اس سر مسجد کے ایک طرف اور بدن دوسری طرف گرا۔ ادھر سے گذرنے والے ابو بکر نے کہا: خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾ ”جس نے زکوٰۃ دی اور خدا کا نام اپنی زبان سے لے کر نماز پڑھی وہ نجات پا گیا۔“ (۳) میرے والد کا بیان ہے: میں اس بات کا گواہ ہوں کہ سرہ اپنی موت سے قبل شدید سردی میں گرفتار ہوا اور بدترین حالت پر واصل جہنم ہو گیا۔ نیز گواہی دیتا ہوں کہ اس نے بہت سے لوگوں کو جمع کیا، وہ اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھتا: تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، میں قبیلہ حمویہ (۴) سے بیزار ہوں۔ اس بعد سرہ سامنے آ کر اس کی گردن مار دیا کرتا تھا۔ پھر وہ بیس پچیس دنوں کے بعد واصل جہنم ہو گیا۔ (۵)

۱۔ بقرہ ۲۰۷ ۲۔ شرح ابن ابی اللہ بیہق ص ۳۶۱ (ج ۳ ص ۷۳ خطبہ ۵۶)

۳۔ الاصل ۱۳

۴۔ خردیہ خوارج کا ایک گروہ ہے، جو کوفہ کے نزدیک ”حروراء“ نامی جگہ سے منسوب ہے۔

۵۔ تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۱۶۳ (ج ۵ ص ۲۹۱-۲۹۲ حواشی ۵۳)

زیاد بن سمیہ ان حکام میں سے ہے جنہوں نے آل اللہ کے پیروکاروں اور چاہنے والوں پر ظلم و ستم کو اپنا شعار بنالیا تھا، زیاد جن مظالم اور ہولناکیاں جناتوں کا مرتکب ہوا، وہ صفحہ تاریخ میں محفوظ ہیں، ان کے نکرار کی چنداں ضرورت نہیں، ایسے مظالم اس جیسے انسان سے بعید نہیں ہیں، یہ جاہ کار اور خائن سمیہ کا پروردہ تھا، کوزے سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں موجود ہوتی ہے۔ کانٹوں سے انگور کی امید قطعی احمقانہ ہے۔

بے شک رسول خدا نے دو عظیم فرزند اور ان کے والدین کے متعلق کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے کہ سعادت مند اور پاک نسب افراد ہی ان سے محبت کریں گے اور پست نسب افراد ہی ان سے دشمنی کریں گے۔ گذشتہ افراد اپنی اولاد کو حضرت علی کی محبت و دوستی کے ذریعہ آزما تے تھے، اگر کوئی ان سے محبت نہیں کرتا تو معلوم ہو جاتا کہ یہ ترقی نہیں کر سکتا۔ لہذا اس نطفہ حرام، ذلیل انسان پر تعجب نہیں کہ اس نے امام حسن کو توہین آمیز خط لکھ کر ایک شیعہ علی کی شفاعت کو مسترد کر دیا۔

ابن عساکر لکھتے ہیں: حبیب ابن عبد شمس کا غلام سعد بن سرح حضرت علی کا چاہنے والا تھا، جب زیاد کو فدا آیا تو اس نے سعد کو دھمکایا اور اپنے پاس بلایا لیکن وہ امام حسن بن علی کے یہاں پناہ گزیں ہو گئے، زیاد نے ان کے بھائی بچوں اور بیوی کو مورد عتاب قرار دیتے ہوئے زندان میں ڈال دیا اور ان کا تمام مال و متاع ضبط کر لیا، اس صورت حال کے پیش نظر امام حسن نے زیاد کو لکھا:

”حسن ابن علی کی جانب سے زیاد کو، تو ایک ایسے مسلمان کو پریشان اور جتلائے مصائب کر رہا ہے جس کا خیر و شر مسلمانوں کے خیر و شر سے جدا نہیں ہے، تو نے اس کا گھر ویران کیا، مال و متاع چھین لیا اور افراد خاندان کو زندان میں ڈال دیا ہے، لہذا یہ خط پہنچتے ہی اس کا گھر آباد کر اور تمام مال و متاع اور افراد خاندان کو واپس بھیج دے اس لئے کہ میں نے اسے پناہ دی ہے اور میں اس کی شفاعت کر رہا ہوں۔“

زیاد نے جواب میں لکھا:

زیاد بن سفیان کی طرف سے حسن بن فاطمہ کو۔ اما بعد! تمہارا وہ خط جس میں تم نے اپنی برتری

جتائی ہے اور چند تقاضے کئے ہیں، موصول ہوا۔ میں بادشاہ ہوں اور تم ایک عام انسان، تم نے ایک ایسے فاسق کی سفارش کی ہے کہ ذلت و پستی کی وجہ سے قابل ذکر نہیں، ازیں بدتر کہ وہ تمہیں اور تمہارے باپ کو دوست رکھتا ہے، میں جانتا ہوں کہ تم نے اسے برے ارادے سے اپنے یہاں پناہ دی ہے، خدا کی قسم! اسے پناہ نہ دو، اگر وہ تمہارے گوشت پوشت کا حصہ بھی بن جائے پھر بھی وہ تمہارا دوست نہیں، میری نظر میں پسندیدہ اور لذیذ گوشت وہ ہے جو تمہارے گوشت سے متصل و مربوط ہو، اس شخص کو اس کے جرم کی وجہ سے ایسے شخص کے حوالے کر دو جو تم سے بہتر ہے، اگر اس کے گناہوں سے صرف نظر بھی کر لوں پھر بھی تمہاری شفاعت کو قبول نہیں کیا ہے اور اگر اسے مار ڈالوں تو سمجھ لو کہ تمہارے باپ کی محبت میں قتل کیا ہے والسلام۔“ (۱)

زیاد لوگوں کو اپنے محل میں جمع کر کے حضرت علیؑ پر لعنت کی توثیق کرتا تھا۔ یہی کی عبارت کے مطابق: لوگوں کو حضرت علیؑ سے کنارہ کشی کے لئے لالچ دیتا تھا، لوگوں سے صحن مسجد بھر جاتا تھا۔ جو لوگ شرکت سے پرہیز کرتے تھے انہیں تہ تیغ کر دیتا تھا۔

ابن جوزی کی منتظم میں ہے: زیاد نے کوفہ میں آ کر منبر سے اہل کوفہ کو اپنے پاس جمع کیا اور اسی وقت اسی (۸۰) افراد کے ہاتھ قلم کر دیئے۔ اس نے ان کے گھروں کو ویران اور ان کے خرما کے درختوں کو آگ لگانے کا ارادہ کیا، چنانچہ جب پوری مسجد بھر گئی تو اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ سب حضرت علیؑ سے برأت کریں، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ ایسا ہرگز نہیں کریں گے، اس نے اسی عزم بالجزم کو ان کے قتل و غارت کا وسیلہ قرار دیا۔ عبدالرحمن بن سائب نقل کرتے ہیں کہ میں بھی گروہ انصار کے ہمراہ صحن مسجد میں حاضر کیا گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں، اچانک میں نے ایک سفید شی کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا، سوال کیا: تو کون ہے؟ کہا: میں صاحب قدرت کا فرستادہ ہوں مجھے مامور کیا گیا ہے کہ میں اس قصر کے مالک کو گرفتار کروں۔ خوف و دہشت سے میری

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۳۱۸ (ج ۱۹ ص ۱۹۸ نمبر ۲۳۰۹؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۹ ص ۸۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص

۲۷۷ (ج ۱۶ ص ۱۸ تا ۳۱؛ ص ۱۹۲ تا ۲۳۲)

آنکھ کھل گئی، تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک شخص نے اعلان کیا کہ سب واپس چلے جائیں امیر کو مرض لاحق ہو گیا ہے۔

عبداللہ بن سائب کہتا ہے:

مَا كَانَ مَسْتَهْبَا عَمَّا ارَادْنَا حَتَّى تَأْتِي لَهُ النِّفَادُ ذُو الرِّقْبَةِ

فَاسْقَطَ الشَّقْ مِنْهُ ضَرْبَةً تَثْبُتُ لَمَّا تَنَاوَلَ ظُلْمًا صَاحِبَ الرِّجْلِ

”ابھی ہم پر کئے گئے ظلم و جنایت کا خاتمہ بھی نہیں ہوا تھا کہ سب سے بڑی قدرت اس کے سر پر پہنچ گئی، چنانچہ جس نے صاحب رجبہ (حضرت علیؑ) کی ہنگ حرمت کی تھی، وہ اچانک ایک ہی ضرب سے تباہی گھاٹ لگ گیا۔ (۱)

علامہ ابنی فرماتے ہیں:

میرے ساتھ آئیے تاکہ ان سیاہ اوراق کو جو ہر طرح کی مصلحت و گمراہی اور فسادات و مہلکات سے پر ہیں، پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا درخشاں شریعت، انسانی ناموس اور عدل و انصاف کے ترازو میں ان مظالم کا جواز پایا جاتا ہے؟ ہند کے اس ذلیل بیٹے نے جن مظالم کا دہانہ کھولا ہے کیا تاریخ کا کوئی بھی ظالم ان کا مرتکب ہوا ہے؟ آپ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر رہیں گے، ایسے مظالم نہ صرف دین حنیف کی کسی فرد سے سننے میں نہیں آئے بلکہ تھوڑی بہت رفق انسانیت سے بہرہ مند انسان بھی ایسے مظالم سے پناہ مانگتا ہے اور ان کے ارتکاب کو ننگ و عار محسوب کرتا ہے۔ ان مظالم کے بعد بھی کیا معاویہ اس آئیے کریمہ کا صداق ہو سکتا ہے؟

﴿مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰى الْكٰفِرِيْنَ رُحَمَآءٌ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكُوْعًا سٰجِدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثْرِ اللّٰهِ كَذٰلِكَ يَصُوِّرُ اللّٰهُ لِكُلِّ قَوْمٍ مِّثْلًا﴾

ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحم دل ہیں، تم انہیں

۱۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۶۹ (ج ۳ ص ۳۶-۳۷)؛ الحسن والسادی پہنچ ام ۳۹ (ص ۵۴-۵۵)؛ سعودی اور بیہقی نے لکھا ہے کہ صاحب رجبہ سے مراد علی بن ابی طالب ہیں۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۸۶ (ج ۱ ص ۱۶۶ تا ۱۸۱ ص ۳۱۱)؛ ص ۱۹۳ تا ۲۰۲ (۲۰۲)

دیکھو گے کہ بارگاہِ احدیت میں سرخم کئے ہوئے سجدہ ریز ہیں اور اپنے پروردگار سے فیض و کرم اور اس کی خشنودی کے طلبگار ہیں۔ کثرتِ سجود کی بنا پر ان کے چہروں پر سجدہ کے نشانات پائے جاتے ہیں۔“ (۱)

کیا آپ ہند کے جنے کو موئین کے اس گروہ سے خارج نہیں سمجھتے؟ بے شک وہ نہ رسولِ خدا کے ہمراہ تھا اور نہ ہی ان کے اہل بیت اور چاہنے والوں سے محبت کا قائل تھا، بلکہ وہ ان افراد میں سے تھا جنہوں نے ان سے دشمنی کی، انہیں قتل کیا اور ان پر سب و شتم کرتے ہوئے ان کی ہتک حرمت کی۔ یہ حدودِ اسلام سے خارج ہے۔ معاویہ نے صرف امتِ پیغمبر کے برآوردہ افراد ہی پر ظلم نہیں ڈھایا بلکہ سجدہ گزار، عابد شب زندہ دار اور خوشنودیِ خدا کے حقیقی عاشق بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے، ایسے مقام پر صرف انصاف ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

یہیں سے عثمان کے قاتل طاق نسیاں کی زینت بن جاتے ہیں اور تمام تر گناہ حضرت علیؑ ولایت سے منسوب کر دیا جاتا ہے کہ خداوند عالم نے اپنی ولایت کو ان کی اور رسولِ خدا کی دوستی سے متصل رکھا ہے، ان کی محبت کو خدا اور رسول کی محبت کے ہم پلہ قرار دیا ہے اور ان کی اطاعت و مودت کو ان لوگوں کے لئے اجر رسالت کا عنوان رکھتی ہے جن کی اطاعت واجب قرار دی ہے۔

معاویہ اور اس کے زر خرید و چمچے حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کے علاوہ کسی اور سے دشمنی کے قائل نہیں تھے، انہوں نے ایسے گھناؤنے اعمال و افعال انجام دیئے جنہیں صرف وہی انجام دے سکتا ہے جو دین سے منحرف ہو اور خدا کا دشمن ہو۔ معاویہ نے حکومت کی باگ ڈور، مردود و مطرود ”مروان“ قبیلہ ثقیف کا بدترین انسان ”مغیرہ بن شعبہ“ اور قریش کے دوسرے فاسق و فاجر جوانوں کے حوالے کر دی تھی، نیز بسر بن ارطاط، مروان بن حکم، سفیان بن عوف، نعمان بن بشیر، ضحاک بن قیس، سرہ بن جندب جیسے پست افراد شامل ہیں۔

وہ ان ذلیل انسانوں کو خدا کے بندوں پر مسلط کرتا تھا حالانکہ وہ انہیں اچھی طرح پہچانتا تھا لیکن پھر بھی رسولِ خدا کی حدیث پر کوئی توجہ نہیں دیتا تھا کہ آپ نے فرمایا: اگر کوئی مسلمان کی حاکمیت قبول

کرے اور کسی انسان کو کسی کام پر مامور کرے اور وہ جانتا ہو کہ بندگانِ خدا میں ایسے افراد بھی ہیں جو کتابِ خدا و سنتِ رسولؐ سے اس سے زیادہ واقف ہیں تو اس نے خدا و رسولؐ اور مومنین سے خیانت کی ہے۔ (۱)

یہ سب گھناؤنے افعال انجام دیتے اور معاویہ کے حکم سے مختلف قسم کے گناہوں میں ملوث رہتے تھے لیکن اس کے کان پر جوں تک نہیں ریگیتی تھی، اس کی نظر میں دین نے ان کاموں کی ممانعت نہیں کی ہے۔ چنانچہ اس نے مکہ مکرمہ جیسے شہر پر حملہ کرنے کا حکم دیا، جسے خداوند عالم نے اس میں مقیم تمام افراد حتیٰ کافروں کے لئے امن کی جگہ قرار دی ہے، اس میں انسان و حیوانات، پرندے اور نباتات سب کو محترم شمار کرتے ہوئے ان پر دست درازی کو حرام قرار دیا ہے۔

یہ وہی شہر ہے کہ جب رسولؐ خدانے اسے فتح کیا تو خداوند عالم نے کفر والحاد کا پرچم دار ”ابوسفیان“ اور دوسرے افراد کو بھی امان دیا اور دوسرے ایام میں بھی اس کی عظمت و بزرگی کی رعایت فرمائی۔

آپ نے فرمایا: یہ وہ شہر ہے کہ خداوند عالم نے خلقتِ زمین و آسمان کے وقت ہی سے اسے محترم قرار دیا، روزِ قیامت تک یہ شہر حرمِ الہی میں داخل ہے، مجھ سے قبل کسی پر یہاں قتل و عارت حلال نہیں تھی، میرے لئے بھی صرف چند گھنٹے حلال تھا، خدا کے حکم سے قیامت تک کے لئے یہ حرام ہے، اس کا ایک کاشا بھی نہیں کاٹنا چاہئے، اس شہر میں شکار حرام ہے، زمین پر پڑی ہوئی ہر چیز کو چند مقامات کے علاوہ اس کے مالک تک پہنچانا ضروری ہے۔“ (۲)

رسولؐ خدانے فرمایا: ”شہر مکہ کو خدا نے محترم قرار دیا ہے، لوگوں نے نہیں۔ جو شخص خدا و رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے اسے یہاں خوزیری کی کا حق حاصل نہیں، اگر کوئی خدا سے جنگ کی اجازت مانگے تو کہہ دو کہ رسولؐ سے جنگ نہیں کر سکتا، خدا نے صرف رسولؐ کو اجازت مرحمت فرمائی ہے، مجھے بھی صرف ایک

۱۔ مجمع از و اندج ص ۵۵ ج ۲۱۱

۲۔ صحیح بخاری، باب لا یحل القتال بکفۃ ج ۳ ص ۱۶۸ (ج ۲ ص ۶۵۱ ح ۱۷۴۷)؛ صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۰۹ (ج ۳ ص ۱۶۰ ح ۴۳۵ ص ۱۷۱)

گھنٹہ اجازت دی گئی ہے، مکہ کا احترام کل کی طرح برقرار ہے جو حاضر ہے وہ اس حکم کو غائبین تک پہنچادے۔“ (۱)

ہند کے جننے نے حکم دیا تو لوگوں نے مدینہ رسول کا محاصرہ کیا گیا، وہاں کے لوگوں کو بری طرح ڈرایا، دھمکایا گیا اور طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں، معاویہ نے حکم دیا تو اس کے چچوں نے گھوم گھوم کر حضرت علیؑ کے شیعوں کو گرفتار کیا، حالانکہ اسلام میں مدینہ منورہ کا احترام پوری طرح آشکار ہے، رسول خداؐ نے مختلف روایتوں میں اس کی وضاحت فرمائی ہے:

”مدینہ ایک حرم ہے جو بھی برا کام کرے یا کسی کناہگار کو اس میں پناہ دے تو خدا اور رسولؐ اور فرشتے و مومنین اس پر لعنت کرتے ہیں، ایسے شخص کی توبہ قابل قبول نہیں، مسلمانوں کے حقوق مساوی ہیں، اگر کوئی مسلمان بیان شکنی کرے تو خدا، فرشتوں اور تمام مسلمانوں کی اس پر لعنت ہو، ایسے شخص کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔“ (۲)

”کوئی شخص اہل مدینہ پر کفر و فریب اور سازش نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ اس طرح نابود ہو جاتا ہے جیسے نمک پانی میں۔“ (۳)

”جو شخص اہل مدینہ پر ضرر رسانی کا ارادہ کرے خداوند عالم اسے پانی میں نمک کی مانند ختم کر دیتا ہے۔“ (۴)

”خدا یا! ابراہیمؑ نے مکہ کو محترم قرار دیا ہے میں نے بھی مدینہ کو حرمت مکہ و منیٰ کی طرح محترم قرار دیا ہے۔ خبردار! یہاں خوزریذی و جنگ کے لئے اسلحہ اندوزی نہ کی جائے، یہاں کے درخت کاٹنے کا حق

۱۔ صحیح بخاری باب لا یحسد شجر الحرم ج ۳ ص ۱۶۷ (ج ۲ ص ۶۵۱ ج ۱۷۳۵)

۲۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۷۹ (ج ۲ ص ۶۶۱ ج ۱۷۷۱)؛ صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶ (ج ۳ ص ۱۶۷-۱۶۹ ج ۲ ص ۷۲۷ کتاب الحج)؛ مسند احمد ج ۱ ص ۸۱، ۱۲۶، ۱۵۱ (ج ۲ ص ۳۵۰) (ج ۱ ص ۱۳۱ ج ۶۱۶)؛ ص ۲۰۳ ج ۱۰۴ ص ۲۲۳ ج ۱۳۰ ص ۳۳

۳۔ ج ۲ ص ۹۵۱ (سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۶)؛ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۸ (ج ۲ ص ۲۱۶ ج ۲۰۳۲)

۴۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۸۱ (ج ۲ ص ۶۶۲ ج ۱۷۷۸)

۵۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۱۳ (ج ۳ ص ۱۶۶ ج ۲ ص ۷۲۷ کتاب الحج)

حاصل نہیں مگر یہ کہ کوئی ضروری کام لاحق ہو۔“ (۱)

آنحضرت نے فرمایا: ”جو بھی اس شہر (مدینہ) کے بارے میں برا ارادہ کرے تو خداوند عالم اسے پانی میں نمک کی طرح نابود کر دیتا ہے۔“ سعد کے الفاظ ہیں: جو مدینہ والوں کے بارے میں برا خیال رکھے تو خداوند عالم اسے پانی میں نمک کی طرح نابود کر دیتا ہے۔“ (۲)

”مدینہ یہاں سے وہاں تک حرم ہے، اس کا ایک درخت بھی نہ کاٹا جائے اور نہ ہی کوئی گھناؤنا فعل (زنا) انجام دیا جائے، جو مدینہ میں ایسے اعمال کا مرتکب ہو، خداوند فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں۔“ (۳)

”مدینہ کے بارے میں برا ارادہ رکھنے والے ہر ظالم، ستمگر کو خداوند عالم نابود کر دیتا ہے اسی طرح جیسے نمک پانی میں ختم ہو جاتا ہے۔“ دوسری عبارت ہے: ”جو بھی اہل مدینہ کے لئے برا ارادہ رکھے۔“ (۴)
 ”خدا یا! تو اسے ڈرا جو اہل مدینہ کو ڈرائے اور ان پر ظلم و ستم روا رکھے، ایسے شخص پر خدا، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اس کی توبہ قابل قبول نہیں۔“ (۵)

”جو اہل مدینہ کو ڈراتا ہے، روز قیامت خدا اسے دھمکائے گا، اس کے اعمال اور توبہ قابل قبول نہیں۔“ (۶)

”جو اہل مدینہ کو اپنے ظلم کے ذریعہ خوف زدہ کرے خدا اس پر لعنت بھیجتا ہے۔“ (۷) ابن نجاری

۱۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۱۷ (ج ۳ ص ۱۷۱، ۱۷۲، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱

عبارت ہے: ”جو اہل مدینہ کو ظلم کی وجہ سے خوف زدہ کرے تو خداوند عالم اس کی زندگی میں خوف و حراس بھر دیتا ہے اور خدا، فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں۔“

”جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے اس نے میرے دل کو خوف زدہ کیا ہے۔“

احمد نے مسند میں جابر بن عبد اللہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک ظالم اور فتنہ پرور حاکم مدینہ میں داخل ہوا، اس وقت جابر کی بیٹائی زائل ہو چکی تھی۔ جابر سے کہا گیا: کیا اس حاکم سے دور ہو سکتے ہیں؟ وہ باہر آئے، اپنے دو فرزندوں کا سہارا لے کر راستہ طے کر رہے تھے۔ ایک پتھر سے ٹھوکر لگی اور ان کا پیر خون آلود ہو گیا۔ کہا: ایسا شخص نابود ہو جس نے رسول خدا کو خوف زدہ کیا ہے۔ ایک فرزند یا دونوں نے سوال کیا: والد گرامی! رسول اکرم کو کیسے خوف زدہ کر سکتے ہیں جب کہ ان کی وفات ہو چکی ہے؟ کہا: میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے.....“۔ (۱)

میرے خیال سے متذکرہ حدیث میں جس حاکم کی نشاندہی کی گئی ہے وہ ”بسر بن ارطاط“ ہے چنانچہ سہودی نے بھی یہ حدیث نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔ (۲)

الکبیر میں طبرانی کی نقل کے مطابق رسول خدا نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو اذیت دے اس نے خدا کو اذیت پہنچائی ہے، خدا، فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں، اس کی عبادت اور توبہ قابل قبول نہیں۔“۔ (۳)

جی ہاں! جب بسر معاویہ کے توسط سے امیر ہوا تو وہ ان تمام مظالم کا مرتکب ہوا، محرمات پر دست درازی کی، قتل و غارت گری کی، عورتوں کو اسیر کیا، معصوم بچوں کے سر قلم کئے، گھروں کو تباہ و برباد کیا، لوگوں پر طعن و طنز اور سب و شتم کے نشتر چلائے، رسول خدا اور ان کے حرم امن کے مجاورین کے حقوق پامال کئے اور ان کی توجین کی، حرم کے ان مجاورین کی توجہ کی جو حرم خدا کی طرح محترم ہیں۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۳۵۴ (ج ۳ ص ۳۲۲ ح ۱۳۴۳)

۲۔ وقایع الوفا ج ۱ ص ۳۱ (ج ۱ ص ۳۶ باب ۲)

۳۔ بحم الکبیر (ج ۲ ص ۱۴۲ ح ۶۶۳۱)؛ وقایع الوفا ج ۱ ص ۳۲ (ج ۱ ص ۳۶ باب ۲)

حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ اور جو لوگ رسول خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ (۱)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ یقیناً جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے۔ (۲) وای ہو، دھکار ہو اس شخص پر جو اتنا جسور ہو جائے کہ خدا اور رسول کی دشمنی پر کمر بستہ ہو جائے اور اس کے دین کے خلاف قیام کرے۔

چنانچہ یزید نے بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر قدم رکھا اور گناہوں اور اہل مدینہ پر مظالم کے سلسلے میں اپنے باپ سے بھی چند قدم آگے نکل گیا۔ اس نے اپنے باپ کی وصیت کے پیش نظر مسلم بن عقبہ کو مامور کیا کہ اس مقدس سرزمین پر مظالم کا دہانہ کھول دے۔ (۳)

ابن ابی حمیمہ نے ”جویریہ بنت اسماء“ سے نقل کیا ہے:

بزرگان مدینہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے، میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ جب معاویہ کا وقت نزاع آیا تو اس نے یزید کو بلا کر کہا: اگر اہل مدینہ تم سے مخالفت کریں تو مسلم بن عقبہ کو جس کی طرفداری کی میں تصدیق کرتا ہوں، وہاں مقرر کر دینا۔ جب یزید حاکم ہوا تو عبد اللہ بن حنظلہ چند افراد کے ساتھ آئے، اس نے ان لوگوں کا بہت احترام کیا لیکن واپسی پر عبد اللہ لوگوں کو یزید کے خلاف درغلانے لگے اور اس کے عیوب کو بیان کرنے لگے، انہوں نے لوگوں کو یزید سے نبرد آزمانی کی دعوت دی، لوگوں نے بھی قبول کر لیا، اس صورت حال کے پیش نظر یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیج دیا..... الخ۔“ (۴)

۱۔ توبہ ۶۱

۲۔ احزاب ۵۷

۳۔ وقایع الوقایع ج ۱ ص ۹۱ (ج ۱ ص ۱۳۰ باب ۲)

۴۔ بلاذری نے انساب الاشراف ص ۳۳ (ج ۵ ص ۳۷) پر سہودی کے حوالے یہ بات نقل کی ہے۔

حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں پر معاویہ کے مظالم

معاویہ نے ۴۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا، جس وقت وہ حاکمیت سپرد کر رہا تھا، یہ باتیں مغیرہ کے گوش گذار کیں: جو شخص اس سے قبل حلم و بردباری کا حامل تھا، آج اس کا وقت آ گیا ہے کہ اسے پوری طرح سمجھ لے۔ ملتس کہتا ہے:

لذی الحلم قبل الیوم ما تفرع العصا . وما علم الانسان الا لیلما
تمہاری خداداد بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے اور تعلیم کے بغیر غیب سے خدائی لیاقت کے پیش نظر آج چند سفارشیں تم سے کر رہا ہوں ایسی سفارشیں جن پر عمل پیرا ہونے سے میری تنہیت حکومت کے ساتھ ساتھ میرے عمومی امور بھی آسان ہو جائیں گے، میں تمہیں ایسی خصلت کی تاکید کرتا ہوں کہ جس کی وجہ سے تم علیؑ پر سب و شتم اور ان کی توہین کرنے سے چشم پوشی نہیں کرو گے اور عثمان پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے ان کے لئے طلب مغفرت کرو گے، تم اصحاب علیؑ پر لعنت کرنا، ان کی عیب جوئی کرنا اور ان کی باتوں پر ہرگز توجہ نہ دینا، اس کے برعکس عثمان کے طرفداروں کو تشویق کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی قربت حاصل کرنا اور ان کی باتوں کو غور سے سننا۔

مغیرہ نے کہا: میں آزمودہ کار ہوں میں نے اچھی طرح سیکھ لیا، آپ سے قبل بھی دوسروں کی خدمت کی ہے، عظمت و بلندی یا مسند حکومت سے کنارہ کشی مجھ پر اثر انداز نہیں ہوئی، آپ بھی مجھے آزمائیں گے اور بالآخر میری ستائش کریں گے یا مذمت۔

معاویہ نے کہا: انشاء اللہ ستائش کروں گا۔

چنانچہ مغیرہ نے سات سال چند ماہ کوفہ میں حکومت کی، اس کی سیرت اور روش زندگی قابل قدر تھی، عافیت و سلامتی کا شیدائی تھا لیکن اس نے حضرت علیؑ پر سب و شتم اور ان کی عیب جوئی کبھی ترک نہیں کی، عثمان کے قاتلوں پر ہمیشہ لعنت بھیجتا، عثمان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتا اور ان کے اصحاب کی تعریف و توصیف کیا کرتا تھا۔

حجر بن عدی نے اس طرز زندگی کا مشاہدہ کرنے کے بعد کہا: ”بلکہ تم لوگ خدا کی مذمت کر رہے ہو اور اس پر لعنت کے مرتکب ہو رہے ہو اس لئے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے ﴿کونوا قوامین بالقسط شهداء لله﴾ بنا بریں میں گواہی دیتا ہوں کہ جن افراد کی تم مذمت اور عیب جوئی کر رہے ہو، وہ تعریف و توصیف کے مستحق ہیں اور جن کی مدح و ستائش کر رہے ہو اور حقیقت وہی مذمت کے لائق ہیں۔“

مغیرہ نے جواب میں کہا: اے حجر! تم پرواے ہو! امیر اور اس کے غم و غصہ سے ڈرو، اس لئے کہ بادشاہ کے غیظ و غضب نے تم جیسے بہتوں کو ہلاک کر دیا ہے۔

پھر وہ اس سے جدا ہو کر چشم پوشی اختیار کر لیتا تھا، زندگی اس طرح جاری تھی کہ اپنی حکومت کے آخری ایام میں ایک دن مغیرہ نے کھڑے ہو کر حضرت علیؑ اور عثمان کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: خدایا! عثمان بن عفان پر رحم کر اور ان کے گناہوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے انہیں بہترین جزا دے اسلئے کہ انہوں نے تیری کتاب پر عمل کیا، تیرے رسولؐ کی سنت کی پیروی کی اور ہم سب کو ایک مرکز پر متحد کیا، انہوں نے ہمارے خون کی حفاظت کی لیکن خود مظلومانہ قتل ہو گئے، خدایا! ان کے خون کی وجہ سے ان کے اصحاب و انصار اور دوستوں پر رحم کر۔ جب حضرت علیؑ پر پہنچا تو ان پر اور ان کے چاہنے والوں کی مذمت کرنے لگا۔

یہ سن کر حجر اپنی جگہ سے اٹھے اور ایسا نعرہ بلند کیا جسے مسجد کے اندر و باہر موجود تمام لوگوں نے سنا۔ حجر نے کہا: تنویرِ پیروی کی وجہ سے نہیں جانتا کہ کس کا شیدائی ہے، اے شخص! حکم دے کہ ہمارے حقوق اور مالیات ہمیں واپس کئے جائیں، یہ تیرا حق نہیں ہے تجھ سے قبل حاکم ان کی طمع نہیں کرتا تھا تو امیر المؤمنین کی لعنت کا حریص ہو چکا ہے اور مجرموں کی حمایت کرتا ہے۔

اس وقت دو تہائی سے زیادہ افراد نے کھڑے ہو کر بیک زبان کہا: خدا کی قسم! حجر صحیح کہتے ہیں، وہ حق پر ہیں تم حکم صادر کرو کہ ہمارے حقوق و مالیات واپس کئے جائیں ورنہ تمہاری باتیں ہم پر چنداں اثر انداز نہیں ہوں گی۔ لوگوں نے اتنا زیادہ طعن و طنز کئے کہ مغیرہ منبر سے نیچے آ کر محل میں داخل ہو گیا۔

اس کے ہوادار اجازت لے کر حاضر ہوئے۔ کہا: آپ اتنی چھوٹ ہی کیوں دیتے ہیں کہ یہ شخص

اپنے خیالات کا برملا اظہار کرے، جزاً تمندانہ آپ کی حکومت کی توہین کرے اور امیر المومنین کو آپ کے خلاف غیظ و غضب سے بھر دے۔ عبداللہ بن ابی عقیل ثقفی نے سب سے پہلے حجر کے بارے میں سخت لہجہ اختیار کیا۔ مغیرہ اسے کافی اہمیت دیتا تھا۔ اس نے جواب میں کہا: میں نے اسے اس لئے مارا کیونکہ میرے اوپر حکومت کرنے والا حاکم میرے ساتھ بھی ایسے ہی پیش آئے گا، پہلی فرصت میں اپنے دشمن کو پکڑ کر مارے گا، لیکن میری موت نزدیک ہے اور میری حکومت ختم ہونے والی ہے، مجھے پسند نہیں کہ میں اس شہر کے برآوردہ شخصیتوں کو مارنا شروع کروں۔ دوسرے امان و آسائش میں رہیں اور میں بد بخت ہو جاؤں۔ معاویہ دنیا میں باعزت رہے اور مغیرہ آخرت میں ذلیل و خوار ہو جائے۔

مغیرہ ۵۵ھ میں ہلاک ہوا، اس کے بعد زیاد کوفہ و بصرہ کا حاکم ہوا۔ زیاد کوفہ آیا اور قصر میں داخل ہوا اور اپنا آدمی بھیج کر حجر کو بلوایا (اس سے قبل دونوں دوست تھے)۔ اس نے حجر سے کہا: میں مغیرہ کے ساتھ تمہاری روش سے آگاہ ہوں، وہ تمہاری حرکتوں کو برداشت کر جاتا تھا، لیکن خدا کی قسم! میں ایسی روش کو قطعی برداشت نہیں کروں گا۔ تم جانتے ہو کہ علی کو کتنا دوست رکھتا تھا، خداوند عالم نے اس دوستی و محبت کو میرے دل سے نکال کر اسے کینہ و دشمنی سے بھر دیا۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ معاویہ سے کتنی دشمنی تھی لیکن خدا نے اس دشمنی کو مہر و محبت میں تبدیل کر دیا ہے، میں تمہارا بھائی ہوں میرے پاس آؤ اگر دیکھو کہ میں لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں تو تم بھی بیٹھ جاؤ اور اگر دیکھو کہ میں موجود نہیں ہوں تو بیٹھ کر میرا انتظار کرو۔ میں ہر روز تم سے دو باتوں کا مطالبہ کرتا ہوں ایک وقت صبح اور دوسرے وقت شام۔ اگر اس پر قائم رہو گے تو تمہارے دین و دنیا دونوں محفوظ رہیں گے لیکن اگر دائیں بائیں منحرف ہوئے تو تم نے خود کو ہلاک کر لیا ہے، تمہارا خون میرے سامنے بہایا جائے گا، میں ظلم و جنایت سے قبل قصاص نہیں کروں گا اور بغیر دلیل کے کسی سے باز پرس بھی نہیں کروں گا، خدا یا تو گواہ رہنا۔

حجر نے کہا: امیر مجھے اپنی خواہش کے برخلاف نہیں پائیں گے۔ وہ مجھے نصیحت کریں گے میں ان کی نصیحت کو قبول کروں گا۔ پھر باہر آ گئے۔

جب زیاد مسند حکومت پر براجمان ہوا تو لوگوں کو بلایا، محن مسجد اور محل کے اطراف میں لوگوں کا جمع

غفیر تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی سے بیزاری اور انحراف کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری کو لوگوں تک پہنچائے، اس نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، عثمان کے لئے دعائے مغفرت کی، ان کے ساتھیوں پر درود و سلام بھیجا اور ان کے قاتلوں پر لعنت کی۔ اس کے بعد حجر کھڑے ہوئے اور جس طرح غفیرہ کے سامنے گفتگو کی تھی اسی انداز میں گفتگو کا آغاز کیا، زیاد چھ مہینے کو فہ اور چھ مہینے بصرہ میں مقیم رہا، پھر بصرہ واپس لوٹ آیا، عمر بن حریث کو کوفہ میں اپنا جانشین بنایا، جب لوگوں نے اسے بتایا کہ حجر علی کے شیعوں کو جمع کر کے آشکارا معاویہ پر لعنت کرتے ہیں، اس سے اظہار بیزاری کرتے ہیں اور عمر بن حریث سے منحرف ہو چکے ہیں تو یہ سن کر معاویہ کو فہ آیا اور قصر میں داخل ہوا، تھوڑی دیر کے بعد منبر پر گیا۔ اس وقت حجر سب سے آگے مسجد میں تشریف فرما تھے، ان کے ساتھیوں نے انہیں اپنے حلقہ میں لے رکھا تھا۔ چنانچہ معاویہ نے ڈرا دھکا کر خطبہ پڑھنا شروع کیا: اما بعد، بالآخر ظلم و ستم اور گمراہی شدت اختیار کرتی جا رہی ہے، لوگوں نے غرور و تکبر کو اپنا شعار بنا لیا ہے مجھے امین کے طور پر شناخت کیا لیکن خداوند عالم سے جسارت کے مرتکب ہوئے، جب تک میں تمہارا علاج نہ کروں تم فلاح و بہبودی حاصل نہیں کر سکتے، اگر میں نے حجر کو کوفہ سے نکال باہر نہ کیا اور لوگوں کے لئے درس عبرت قرار نہ دیا تو میں نے کچھ بھی نہ کیا، اے حجر! تم پرتف ہے، ”عشا اپنے پیروں سے چل کر بھیڑے کا نوالہ بنا گیا۔“

پھر سردار لشکر ”شداد بن بٹم ہلالی کو حکم دیا کہ حجر کو میرے پاس لاؤ۔ وہ آیا تو حجر کے ساتھیوں نے کہا: وہ نہیں جائیں گے، ہم تم سے بیزار ہیں۔ انہوں نے نمائندہ لشکر کی توہین کی اور لعنت ملامت کی۔ اس کی اطلاع زیاد کو دی گئی، اس نے کہا: کوفہ والو! تم ایک ہاتھ سے اختلاف برپا کرتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے امن و آشتی پھیلاتے ہو، تمہارے اجسام میرے اختیار میں ہیں لیکن تم لوگ تو اس پاگلِ احمق کے شیدائی ہو گئے ہو۔ (۱)

تاریخ کامل کی عبارت ہے: اس نے کہا: تمہارے اجسام میرے ساتھ اور تمہارے قلوب احمق حجر کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم! تمہیں ثابت کرنا ہوگا کہ تم لوگ اس سے بیزار ہو ورنہ ایسے گروہ کو تم پر مسلط

کردوں کا جو تمہارے انحرافات کی اصلاح کرے۔ (۱) لوگوں نے کہا: معاذ اللہ! ہم آپ کی اطاعت اور خوشنودی کے علاوہ کسی اور فکر میں نہیں ہیں۔ اس نے کہا: اگر ایسی بات ہے تو اٹھو اور اپنے قبیلہ میں موجود حجر کے ساتھیوں کو میرے پاس حاضر کرو۔ بہت سے لوگ حجر سے منحرف ہو گئے، زیاد نے سردار لشکر سے کہا: جاؤ حجر کو لاؤ، اگر نہ آئے تو اس سے اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کرو، انہیں تلوار کی نوک پر میرے پاس حاضر کرو۔

لشکر کے سردار نے آکر حجر کو آواز دی، ان کے ساتھیوں نے اس کی بات مسترد کر دی، یہ دیکھ کر اس نے حملہ کر دیا۔ ابو عمر طہ کندی نے حجر سے کہا: میرے علاوہ کوئی صاحب شمشیر نہیں جو آپ کا دفاع کرے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ اٹھئے اور اپنے قبیلہ سے ملحق ہو جائیے تاکہ وہ آپ کی حفاظت کریں۔ وہ اٹھے، اس وقت زیاد فرزند نمر سے یہ ماجرا دیکھ رہا تھا، زیاد کے سپاہیوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ بکر بن عبید نامی شخص نے حجر کے ایک ساتھی ”عمرو بن حنظلہ“ کے سر پر ایک لکڑی سے ضرب لگائی۔ قبیلہ ازد کے دو افراد انہیں عبید بن موعذ ازدی کے گھرالائے، ایک سردار نے عاز بن حملہ تمیمی کا ہاتھ قلم کر دیا اور ان کے دانت توڑ دئے۔ انہوں نے ایک سردار کی تلوار چھین کر جنگ شروع کر دی اور اس طرح حجر اور ان کے ساتھیوں کی حمایت کی۔ یہاں تک کہ وہ کندہ کے ایک دروازے سے نکل بھاگے۔

حجر، ابو عمر طہ کی ہمراہی میں ”دار حجر“ سے باہر نکل گئے، بہت سے لوگ ان کے پاس آئے لیکن قبیلہ کندی سے کوئی نہ آیا۔ فرزند نمر پر موجود زیاد نے مذبح و ہمدان کو ”جبانہ کندہ“ کی جانب روانہ کیا اور حجر کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ اسی مقصد کے تحت دوسرے لوگوں کو یمن بھیجا، جب وہ آئے تو مذبح و ہمدان بھی کندہ میں داخل ہوئے اور جو بھی ہاتھ لگا اسے گرفتار کر لیا، زیاد نے ان کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کی۔

حجر نے قتلِ اصحاب کے پیش نظر جنگ سے دست بردار ہونے کا حکم دیا، کہا: تم لوگ اس کے مقابل ہو جس نے اپنے دشمنوں کو بھی تمہارے خلاف درغلا رکھا ہے، میں نہیں چاہتا کہ مارے جاؤ۔ وہ

باہر نکلے، مذبح اور ہمدان نے انہیں دیکھ کر ان سے جنگ کی اور قیس بن یزید کو گرفتار کر لیا اور بقیہ لوگوں کو چھوڑ دیا۔

حجر ایک راستے سے قبیلہ بنی حوث میں داخل ہوئے اور سلیم بن یزید نامی ایک شخص کے گھر میں پناہ گزین ہو گئے۔ طب نامی شخص کو اس کی اطلاع ہو گئی، وہ انہیں گرفتار کرنے کے لئے آیا، یہ دیکھ کر سلیم نے تلوار کھینچ لی، اس منظر کو دیکھ کر اس کی بیٹیاں گریہ کرنے لگیں۔ حجر نے کہا: انہیں خوف زدہ کیوں کرتے ہو؟ سلیم نے کہا: جب تک جسم میں جان ہے، میں انہیں اسیر یا قتل کرنے کی مہلت نہیں دوں گا۔

حجر اس گھر کے خفیہ راستے سے باہر نکل آئے اور نخل کی جانب روانہ ہو گئے وہاں اشتر نخعی کے بھائی عبد اللہ بن حریت کے گھر میں پناہ گزین ہوئے، انہوں نے شایان شان استقبال کیا، اسی وقت بتایا گیا کہ ایک سردار نخل میں آپ کو تلاش کر رہا ہے، اس کی علت یہ تھی کہ ایک سیاہ فام لڑکی سے اس کا سامنا ہو گیا، اس نے پوچھا: کس کی تلاش میں ہو؟ کہا گیا: حجر بن عدی۔ لڑکی نے کہا: وہ نخل میں ہیں۔ حجر وہاں سے نکل کر قبیلہ ازد کی جانب روانہ ہو گئے۔

جب زیاد اس بھاگ دوڑ سے زچ ہو گیا تو اس نے محمد بن اشعث کو بلا کر کہا: خدا کی قسم! اسے گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ ورنہ میں تمہارے خرما کے درختوں کو خاکستر کر کے تمہارے گھر کو ویران کر دوں گا، تو مجھ سے بچ نہیں سکتا، میں تیرے چہنڑے اڑا دوں گا۔ اس نے مہلت مانگی زیاد نے تین دن کی مہلت دی۔

قیس بن یزید کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ زیاد نے کہا: تم سے کوئی خوف نہیں، میں عثمان کے بارے میں تمہارے نظریہ سے آگاہ ہوں اور جنگ صفین میں معاویہ کی ہمراہی میں جو تم نے امتحان دیا ہے، اس سے بھی واقف ہوں، صرف حمایت کے جذبے سے مجبور ہو کر تم نے حجر کا ساتھ دیا ہے لہذا تمہیں معاف کیا لیکن میرا مطالبہ ہے کہ اپنے بھائی عمیر کو میرے حوالے کر دو۔

اس طرح انہیں امان ملا، انہوں نے بھی اپنے زخمی اور اہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بھائی کو حاضر کیا۔ زیاد نے حکم دیا کہ لوگ اسے بلند کر کے زمین پر پٹک دیں، کئی مرتبہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ صورت

حال دیکھ کر قیس بن یزید نے زیاد سے کہا: کیا اسے امان نہیں دیا جاسکتا؟ زیاد نے کہا: ٹھیک ہے امان دے دیا جاتا ہے اور اس کا خون نہیں بہایا جائے گا۔ پھر قیس اس کے ضامن ہوئے اور وہ آزاد کر دیئے گئے۔

حجر بن عدی ایک شبانہ روز ربیعہ کے گھر میں مقیم رہے، ایک شخص کو محمد بن اشعث کے پاس بھیجا کہ زیاد سے اس کے لئے امان نامہ لے تاکہ معاویہ کے پاس پہنچا دیا جائے۔ بعض افراد جن میں جریر بن عبد اللہ، حجر بن یزید اور عبد اللہ بن حارث شامل تھے، اکٹھا کیا، یہ سب زیاد کے پاس پہنچے تاکہ اس سے حجر کے لئے امان نامہ لے سکیں۔ زیاد نے انہیں مثبت جواب دیا چنانچہ حجر زیاد کے پاس پہنچے، جب زیاد نے انہیں دیکھا تو کہا: اے ابو عبد الرحمن! تم پر سلام، جنگوں میں ایک جنگ ہے ایسی جنگ جس میں لوگ قطعی پرسکون ہیں، وہ ایسے کام انجام دیتے ہیں جن کا نقصان خود انہیں سے وابستہ ہے۔

حجر نے کہا: میں اطاعت سے منحرف نہیں اور لوگوں سے جدا بھی نہیں ہوں، میں اپنی بیعت پر ثابت قدم ہوں۔ یہ سن کر زیاد نے کہا: افسوس اے حجر! ایک ہاتھ سے اختلاف برپا کرتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے امن و آشتی پھیلاتے ہو اور چاہتے ہو کہ خدا اور قدرت کے باوجود میں تم سے راضی ہو جاؤں، خدا کی قسم! نہیں، میں تمہاری رگ گردن کاٹنے کا شیدائی ہوں۔ حجر نے کہا: کیا تم معاویہ کی آمد تک امان نہ دو گے؟ کہا: ہاں۔ اسے زندان میں ڈال دو۔ جب انہیں لے جایا گیا تو کہا: اگر امان نہ دیا ہوتا تو اس کی گردن کاٹ دیتا۔ انہیں ایک سردتہ خانہ میں رکھا گیا۔ حجر اور ان کے ساتھیوں کو برباد کرنے کے علاوہ زیاد کا کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔

عمر و بن حنق

عمر و بن حنق اور رفاعہ بن شداد مدائن پہنچے پھر وہاں سے موصل آئے اور ایک پہاڑ میں چھپ گئے۔ اس دیہات کے حاکم ”عبید اللہ بن ابی بلتعہ“ کو اس کی اطلاع ہو گئی، وہ اپنے لشکر کے ہمراہ ان کی

جانب روانہ ہوا، یہ لوگ بھی جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ عمرو استقائے عمدہ کی بیماری میں گرفتار تھے لیکن رفاعہ ایک طاقت ور جوان تھے، وہ اپنے تیز گھوڑے پر بیٹھ کر لشکر پر حملہ آور ہوئے اور عمرو سے کہا: میں تمہارا بھی دفاع کروں گا۔ عمرو نے کہا: تمہاری جنگ میرے لئے مفید نہیں، اپنی جان بچاؤ۔ پھر رفاعہ نے لشکر پر حملہ کر کے انہیں دور بھگایا اور اپنے گھوڑے کو ان کے حصار سے باہر نکال لائے۔ لشکر نے ان کا تعاقب کیا، وہ ان پر تیر اندازی کرتے رہے، جو بھی ان سے نزدیک ہونے کی کوشش کرتا تیر کھا کر زخمی ہو جاتا تھا۔ آخر کار انہوں نے ان کے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن عمرو بن حتم گرفتار کر لئے گئے۔ پوچھا گیا: تم کون ہو؟ عمرو نے کہا: میں وہ ہوں کہ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو وہ تمہارا مطیع و فرمانبردار ہو جائے گا اور اگر قتل کر دیا تو تمہارے لئے نقصان دہ ہوگا۔ انہوں نے بہت اصرار کیا لیکن عمرو نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔ ابن ابی یلتعہ نے موصل کا حاکم عبدالرحمن بن عبداللہ بن عثمان ثقفی کے پاس روانہ کر دیا، اس نے عمرو کو دیکھتے ہی پہچان لیا، اس نے معاویہ کو ان کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ معاویہ نے لکھا: اس نے عثمان کے بدن پر اپنے نیزے سے نوضر میں لگائی تھیں، ہم اس سے زیادہ مارنا نہیں چاہتے، جس طرح اس نے عثمان پر نیزے کی ضربیں لگائی ہیں تم بھی ایسے ہی ضربیں لگاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور نیزے کی نوضر میں لگائی گئیں، وہ پہلے یا دوسرے ہی نیزے کے درمیان راہی جنت ہو گئے۔ ان کا سر معاویہ کے سامنے پیش کیا گیا، اسلام میں اٹھایا گیا پہلا سر یہی تھا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ عظیم صحابی ”عمرو بن حتم“ وہی ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی عبادت خدا میں گذاردی اور اپنا سب کچھ اسی راہ سے مخصوص کر دیا۔ (۱) اصحاب رسول میں ان کی عدالت مشہور تھی۔ ان کے اقوال و اعمال حجت کی حیثیت رکھتے ہیں، ان اصحاب کی عدالت پاگلوں اور مفلوک الحال افراد کی وجہ سے قابل اشتباہ نہیں ہو سکتی۔ اب ذرا سوچئے کہ مغیرہ بن شعبہ، حکم بن ابی العاص، ولید بن عقبہ، عبداللہ بن ابی سرح، زیاد بن ابیہ اور قریش کے دوسرے چھوڑوں نے کیسے کیسے مظالم ڈھائے ہیں۔

۱۔ امام حسین نے معاویہ کے ایک خط میں یہی لکھا ہے۔

ان نجس عناصر اور عمرو بن حتم، حجر بن عدی، عدی بن حاتم، زید، حصصہ اور فرزند ان صوحان میں کتنا فرق ہے جنہوں نے خداوند عالم کی عبادت کی راہ میں اپنے آپ کو قربان کر دیا تھا اور شریعت مقدسہ کو اپنی عادت سی بنالی تھی۔

میں نہیں جانتا کہ عمرو بن حتم پر دشنام طرازی کیوں کی گئی اور انہیں کیوں قتل کیا گیا، ان کے بدن پر اتنے نیزے کیوں مارے گئے حالانکہ وہ پہلی یا دوسری ضرب میں ہی راہی جنت ہو چکے تھے۔ عثمان کا واقعہ تو ایسا تھا جس میں تمام صحابہ شریک تھے، خود انہوں نے قتل کیا یا قتل کے سبب بنے جیسا کہ القدری کی نوں جلد میں اس کی تفصیلی بحث پیش کی گئی۔ انہوں نے عثمان کا قصاص ان تمام لوگوں سے کیوں نہیں لیا۔ یہ قصاص تو صرف ان لوگوں سے مخصوص تھا جو حضرت علی اور خدا اور رسول کے حقیقی پیروکار تھے۔ معاویہ نے اپنے سپاہیوں کو قتل عثمان میں سب سے زیادہ سرگرم ”طلحہ وزبیر“ کی زندگی میں کیوں نہیں بھیجا۔ معاویہ کے علاوہ کس نے عثمان کی نصرت کے سلسلے میں بہانہ تراشی کی اور استمدادی اقدام کرنے میں اتنی تاخیر کی کہ وہ قتل ہو گئے؟

اس شخص نے مدینہ والوں پر یہ الزام لگا کر کیوں ڈرایا کہ انہوں نے عثمان کی کوئی نصرت و مدد نہیں کی حالانکہ اسے اپنی اہل انکاری اور سستی کو محکوم کرنا چاہئے تھا؟!

جی ہاں! ان تمام مظالم کے پہاڑ صرف حضرت علیؑ کے چاہنے والوں پر ہی توڑے گئے، ان کے دشمنوں سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، فرزند جگر خوارہ کی نظر میں وہ ان سے قطعی دور ہیں۔

کیا معاویہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ عثمان عمرو کے نیزے سے قتل ہوئے؟ حالانکہ اس سلسلے میں تمام مورخین واضح طور پر ”کنانہ بن بشریحی“ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ چنانچہ ولید بن عقبہ کا شعر ہے:

الا ان خيسر الناس بعد ثلاثة قتيلا التجيبى الذى جاء من مصر

”آگاہ ہو جاؤ کہ تین افراد کے بعد سب سے بہترین انسان وہ ہے جو مصر سے آئے ہوئے تجیبی

کے ہاتھوں قتل ہوئے۔“

اس نے یا ایک دوسرے شاعر نے کہا:

علاء بالعمود اخوتجيب فارهى الراس منه والجينا

”تجيب کے بھائی نے ان کے سر پر ایسا عمود مارا کہ ان کا سر اور پیشانی شکافتہ ہو گئی۔“ (۱)

حاکم مستدرک میں کنانہ عدوی سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا: کیا محمد بن ابی بکر نے قتل کیا؟ کہا: نہیں بلکہ جلد بن اسلم مصری نے انہیں قتل کیا۔ اس نے کہا: کہا جاتا ہے کہ کبیرہ سکونی نے انہیں قتل کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کنانہ بن بشر کھچی نے انہیں قتل کیا ہے۔ شاید یہ سب ان کے قتل میں شریک تھے۔ ولید بن عقبہ کہتا ہے:

الا ان خير الناس بعد ثلاثة قتل التجبى الذى جاء من مصر

”آگاہ ہو جاؤ کہ تین افراد کے بعد سب سے بہترین انسان وہ ہے جو مصر سے آئے ہوئے تجیبی

کے ہاتھوں قتل ہوئے۔“ (۲)

استیعاب میں ہے: عثمان کے گھر میں سب سے پہلے محمد بن ابی بکر داخل ہوئے اور ان کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ عثمان نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! مجھے چھوڑ دو، خدا کی قسم! تمہارے والد اس ڈاڑھی کا احترام کرتے تھے۔ محمد کو خجالت محسوس ہوئی اور وہ باہر آگئے۔ پھر سر حان اور ایک کوتاہ قد آدمی داخل ہوئے، ان کے ہاتھوں میں خنجر تھا، پوچھا: اے نعلش (بڈھا حاسق) تمہارا دین کیا ہے؟ کہا: میں نعلش نہیں ہوں، میں عثمان بن عفان ہوں، میں ملت ابراہیم کی ایک فرد اور مسلمان ہوں، مشرک نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ پھر خنجر سے وار کر کے قتل کر دیا۔ (۳)

صاحب استیعاب کہتے ہیں: ”عثمان کے قتل میں کس کا ہاتھ ہے، اس سلسلے میں اختلاف ہے، کہا جاتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے نیزے سے ان پر وار کیا۔ نقل کیا گیا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے انہیں پکڑا

۱۔ انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۹۸ (ج ۶ ص ۲۲۱): تازک طبری ج ۵ ص ۱۳۲ (ج ۳ ص ۳۹۴ حوادث ۳۵)

۲۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۶ (ج ۳ ص ۱۱۴-۱۱۵ ج ۲ ص ۵۶۸)

۳۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۷۷-۴۷۸ (القسم الثالث ص ۱۰۳۳، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸)

اور دوسرے شخص نے قتل کیا، جس نے قتل کیا اس کا نام ”سودان بن حمران“ تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رومان بن یمامی نے قتل کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رومان قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ کی فرد تھا۔ منقول ہے کہ محمد بن ابی بکر نے ان کی ڈاڑھی کھینچ کر کہا: معاویہ اور ابن ابی سرح نے تمہیں نجات نہیں دی اور ابن عامر نے تمہاری حفاظت نہیں کی۔ انہوں نے جواب میں کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! میری ڈاڑھی چھوڑ دو، خدا کی قسم! یہ وہی ڈاڑھی ہے جس کا تمہارے والد احترام کرتے تھے، تمہارے والد اس سلوک سے قطعی راضی نہ ہوں گے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سن کر محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ بعض لوگ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی موجود تھے، ان میں سے ایک نے تیرے انہیں قتل کر دیا واللہ اعلم۔“

صاحب استیعاب نے مستدرک کی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے:

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ میں نے کنانہ سے کہا: کیا محمد بن ابی بکر کا ہاتھ خون عثمان سے رنگین ہے؟ کہا: معاذ اللہ! وہ جیسے ہی داخل ہوئے عثمان نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! کیا تم میرے ساتھی نہیں تھے۔ ان سے ایسی باتیں کہی کہ وہ باہر نکل گئے، ان کے قتل میں شریک نہیں ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے کنانہ سے کہا: پھر انہیں کس نے قتل کیا؟ کہا: مصر کا ایک شخص ”جلہ بن اسہم“ نے قتل کیا ہے، اس نے تین مرتبہ مدینہ کا طواف کر کے اعلان کیا تھا کہ میں نعتل کا قاتل ہوں۔

محب طبری نے ریاض العضرہ میں استیعاب کے مطابق محمد بن ابی بکر کا قتل عثمان سے نجات محسوس کرنے، ان کے باہر آنے اور پھر رومان بن سرحان کے آنے اور عثمان کے قتل کرنے کے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ جلہ بن اسہم نے انہیں قتل کیا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسود حسیبی نے قتل کیا۔ دوسروں کی نقل کے مطابق یسار بن غلیاض نے انہیں قتل کیا۔ (۱)۔

۱۔ کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک صحابی نے انہیں پکڑ کر قتل کیا، یہ صحیح نہیں ہے۔ (۲) بلکہ تمام صحابہ نے اس فعل کی مذمت کرتے ہوئے اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اور اسے

۱۔ ریاض العضرہ ج ۲ ص ۱۳۰ (ج ۳ ص ۶۴)

۲۔ اس کتاب کی نویں جلد کا مطالعہ کریں تاکہ صحیح و غلط اور حقیقت حال پوری طرح آشکار ہو جائے۔

انجام دینے والوں پر بدعا کی ہے۔ ہاں! بعض صحابہ تھے جنہوں نے اس فعل کو پسند کیا جیسے عمار یا سر، محمد بن ابی بکر اور عمرو بن حتم وغیرہ۔ (۱)

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ ہند کے بیٹے کے پاس اس بات کے لئے کون سا بہانہ ہے کہ ایک نیزے سے ہلاک ہونے کے باوجود اس نے حکم دیا کہ عمرو بن حتم پر پورے نو نیزے مارے جائیں؟ کیا شریعت میں کوئی ایسا حکم ہے جس میں اس بات کی اجازت ہو کہ قصاص ہونے والے پر اسی طرح قصاص کیا جائے جس طرح وہ مقتول کے ساتھ پیش آیا تھا یا پھر قصاص کا مطلب یہ ہے کہ اگر پھانسی کے ذریعہ قصاص حاصل ہو رہا ہے تو وہی کافی ہے؟ شاید بنی امیہ کے فقہیوں کے پاس ایسا کوئی حکم ہو جس سے ہم ناواقف ہیں۔ ان مظالم کے ساتھ اس ظلم کا بھی اضافہ کر لیں کہ ان کے سر کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرایا گیا، اسلام میں یہ پہلا سر ہے جسے اس طرح دیار بہ دیار پھرایا گیا۔ (۲)

ابو جعفر محمد بن حبیب کتاب الحجر میں لکھتے ہیں: معاویہ نے حکم دیا کہ شیعہ علیؑ ”عمرو بن حتم خزاعی“ کے سر کو نیزوں پر بلند کر کے بازاروں میں پھرایا جائے، عبدالرحمن بن ام حکم نے اسے جزیرے میں پھرایا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ شام اور دوسرے شہروں میں بھی اس سر کو پھرایا گیا اور یہ پہلا سر ہے جسے اس طرح پھرایا گیا۔ پھر معاویہ نے اس سر کو ان کی زوجہ ”آمنہ بنت شریذ“ کے پاس بھیج دیا (اس وقت وہ معاویہ کے قید خانے میں تھیں)، انہوں نے اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھا اور وہیں کا بوسہ لے کر کہا: ان کو مدتوں مجھ سے جدا رکھا، اب ان کا سر مجھے لوٹا رہے ہو، لہذا اس شخص پر سلام ہو جس کا نہ کوئی دشمن تھا اور نہ ہی وہ کسی کے دشمن تھے۔ (۳)

جی ہاں! یہ اور ان جیسے بہت سے مظالم وہ نمونے ہیں جو ہند جگر خوارہ کے بیٹے کے فقہ میں جائز

۱۔ البدلیہ والنہالیہ ج ۷ ص ۱۹۸ (ج ۷ ص ۲۲۱ ح ۲۵) (۲۵ھ)

۲۔ معارف ابن قتیبہ ص ۱۲۷ (ص ۲۹۲)؛ الاستیاب ج ۲ ص ۴۰۲ (القسم الثالث ص ۱۱۷ نمبر ۱۹۰۹)؛ الاصابہ ج ۲ ص ۵۳۳؛

الاشاعت ابن حبان (ج ۳ ص ۲۷۵)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۳۸ (ج ۸ ص ۵۲ ح ۵۰) (۵۰ھ)

۳۔ کتاب الحجر ص ۳۹۰؛ (البدلیہ والنہالیہ ج ۸ ص ۵۲ ح ۵۰) (۵۰ھ)

شمار کئے جاتے ہیں۔ ہاں! یہ ظلم سب سے پہلے سید الشہداء جناب حمزہ کے اوپر کیا گیا پھر باپ کے اس خالمانہ عمل کو اس کے بیٹے یزید نے جو انان جنت کے سردار امام حسین پر روا رکھا، ان کو اور ان کے اصحاب کو دردناک طریقے سے قتل کیا اور ان عظیم شخصیتوں کے سروں کو نیزوں پر بلند کر کے شہروں میں پھرایا، اور اس طرح اس نے خود ہی اپنے صفحہ زندگی پر ایسا دھبہ لگالیا جو رہتی کائنات تک دھویا نہیں جاسکتا، یہ ذلت و رسوائی تو زباں زدر ہے گی۔

قصاص کی صورت میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ خون کے اولیاء یعنی عثمان کے فرزند قصاص کرتے اور اگر صاحب خون اس سے عاجز ہوں تو یہ خلیفہ وقت کی ذمہ داری تھی اس لئے کہ وہ مومنین کے جانوں پر خود ان سے زیادہ ولایت اور حق تصرف رکھتا ہے۔ اس وقت خلیفہ امیر المومنین حضرت علی تھے، یہ واقعہ ان کی حکومت میں رونما ہوا تھا، عمرو بن حتم ان کے اختیار میں تھے، وہ ان کی حالت سے پوری طرح آگاہ تھے، ان کے خلوص نیت سے بھی واقف تھے۔ اگر قصاص ضروری تھا تو خود حضرت کو نافذ کرنا چاہئے تھا، وہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف زدہ نہیں ہوتے تھے، ان کی عدالت کے سامنے دور و نزدیک سب برابر تھے۔ اس وقت حضرت علی پوری طرح مختار تھے اور عمرو سایہ کی طرح ان کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ اس وقت معاویہ صرف امت کی ایک فرد تھا اسے کوئی قدرت حاصل نہ تھی، احکام شریعت سے اس کا کیا واسطہ؟ لیکن حضرت علی اور ان کے شیعوں کی دشمنی اور کینہ تو زوی نے اسے ہلاکت و گمراہی کی کھائی میں گرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ خداوند عالم ان کا انتقام ضرور لے گا۔

صفی بن فسیل

زیاد نے حجر بن عدی کے ساتھیوں کی گرفتاری میں بہت زیادہ سعی و کوشش کی، وہ فرار کرتے اور وہ انہیں گرفتار کرنے کی پوری کوشش کرتا تھا۔ قیس بن عباد شیبانی نے زیاد کے پاس آ کر کہا: صفی بن فسیل نامی ایک شخص بھی حجر کا ساتھی ہے، وہ اس کی بہت طرف داری کرتا تھا۔ چنانچہ زیاد نے آدمی بھیج کر گرفتار

کر دیا۔ زیاد نے ان سے کہا: اے دشمن خدا! ابوتراب کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں ابوتراب کو نہیں جانتا۔ زیاد نے کہا: کیا میں ابوتراب کا تعارف کراؤں، کیا تو علی بن ابی طالب کو نہیں پہچانتا؟ کہا: ہاں! پہچانتا ہوں۔ کہا: وہی ابوتراب ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ وہ حسن و حسین کے والد گرامی ہیں۔ لشکر کے سردار نے کہا: امیر اسے ابوتراب کہتے ہیں اور تو انہیں جھٹلا رہا ہے اور نہ کہتا ہے؟ امیر جس کی تکذیب کریں میں اس کی تکذیب کرتا ہوں اور جسے باطل قرار دیں میں اسے باطل قرار دیتا ہوں۔ زیاد نے اس سے کہا: یہ خود عظیم گناہ ہے، میرا عصا لاؤ۔ عصا لایا گیا تو پوچھا: علی کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ کہا: خدا کے ایک بندے کے لئے جو بہترین بات کہی جاتی ہے میں امیر المؤمنین کے بارے میں کہتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر ان کی پشت پر اتنا مارا گیا کہ کھال جسم سے الگ ہو گئی۔ پھر کہا: اسے چھوڑ دو۔ اور انہیں خطاب کرتے ہوئے کہا: اے فضل! اب علی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ کہا: خدا کی قسم! اگر تلوار سے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو گے تب بھی میں وہی کہوں گا جو میں نے اس سے قبل کہا تھا۔ زیاد نے کہا: ان پر لعنت بھیج دو نہ میں تمہاری گردن مار دوں گا۔ پہلے میری گردن مار دے تاکہ میں سعادتمند ہو جاؤں اور تو شقی و بد بخت۔ یہ سن کر زیاد نے کہا: اسے یہاں سے لے جاؤ اور اپنی زنجیروں میں جکڑ کر زندان میں ڈال دو۔ چنانچہ وہ بھی حجر اور ان کے ساتھیوں کی طرح شہید ہو گئے۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں: یہ کیسا عظیم گناہ ہے جو ایسے انسان پر کیا جا رہا ہے جو صرف خدا اور دین رسالت پر عقیدہ رکھتا ہے، امام برحق سے محبت کرتا ہے اور کسی ایسے گناہ کا حامل نہیں ہے جو اس طرح کی سزا کا باعث ہو، ایسی سزا جو فرزند جگر خوارہ کے اشارہ پر سیہ کے تابکار بیٹے کے ہاتھوں انجام دی گئی۔ ان کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ اس ولایت کو مانتے تھے جس کی خدا کی کتاب میں سفارش کی گئی ہے اور مسلسل اور متعدد سندوں کے ذریعہ سنت میں تاکید ہوئی ہے۔ کیا جس انسان کی پیروی کا خدا نے حکم دیا ہے اور اسے پاک و منزه قرار دیا ہے، ایسے انسان پر لعنت بھیجنے سے پرہیز کرنا، قید و قتل کا موجب ہو سکتا ہے؟! میں نہیں جانتا۔

قبیصہ بن ضبیعہ

زیاد نے اپنے لشکر کے سردار ”شداد بن بشم“ کو قبیصہ بن ضبیعہ بن حرمہ عسی کو گرفتار کرنے پر مامور کیا۔ اس نے ان کے قبیلہ سے قبیصہ کا مطالبہ کیا۔ قبیصہ بھی اپنی تلوار ہاتھوں میں لے لی۔ ربیع بن حراش بن جحش عسی اور ان کے قبیلے کے چند افراد سامنے آئے تاکہ زیاد کی طرف سے آئے ہوئے لوگوں سے جنگ کریں۔ زیاد کے فرستادہ نے کہا: اے قبیصہ جب تمہارے خون و مال کو امان دے دیا گیا ہے تو پھر کیوں جنگ کرنا چاہتے ہو؟ قبیصہ کے ساتھیوں نے کہا: جب تمہیں امان دیا جا چکا ہے تو پھر کیوں جنگ کر رہے ہو اور ہمیں بھی جنگ پر مجبور کر رہے ہو؟ کہا: تم پر توف ہے، یہ زنا زادہ کا بیٹا ہے، اگر وہ مجھے پا گیا تو مجھے چھوڑے گا نہیں، قتل کر دے گا۔ قبیلہ والوں نے کہا: ایسا نہیں ہے۔ پھر انہوں نے ان کا ہاتھ زیاد کے بھیجے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے ان کو زیاد کے سامنے پیش کیا۔ زیاد نے دیکھتے ہی کہا: جلدی کرو، اس کا کام تمام کرو، میں ایسے شخص کو آزاد کیسے کر سکتا ہوں جو فتنہ برپا کرتا ہے اور اپنے حاکموں پر حملہ کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: چونکہ مجھے امان دیا گیا ہے اس لئے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ زیاد نے کہا: اسے قید خانے میں ڈال دو۔ چنانچہ وہ بھی حجر کے ساتھیوں کے ہمراہ قتل کر دیئے گئے۔

عبداللہ بن خلیفہ

زیاد نے بکر بن حمران احمری کو ”عبداللہ بن خلیفہ طائی“ کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا کیونکہ انہیں حجر کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ انہیں عدی بن حاتم کی مسجد میں دیکھا گیا، جب انہیں مسجد سے باہر کیا جانے لگا تو اپنی عزت نفس کے پیش نظر باہر جانے سے انکار کر دیا اور جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ دشمنوں نے ان پر اتنی سنگباری کی کہ وہ زمین پر گر پڑے۔ یہ صورت حال دیکھ کر ان کی بہن ”بیضاء“ نے چیخ کر کہا: اے قبیلہ ملی! کیا تم ابن خلیفہ کو ان کے حوالے کر رہے ہو؟ تم لوگ کچھ کہو اور اپنے نیزے استعمال کرو۔

احری یہ آوازیں کر خوف زدہ ہوا کہ کہیں قبیلہ طے اسے قتل نہ کر دیں۔ اسی لئے وہ بھاگ نکلا۔ طئی کی بعض عورتیں باہر نکل کر عبداللہ کو گھر کے اندر لے گئیں۔ احری وہاں سے بھاگ کر زیاد کے پاس پہنچا۔ اس نے زیاد سے کہا: طئی کے لوگ مجھ پر حملہ آور ہو گئے اور میں ان کا مقابلہ نہ کر سکا، اسی لئے میں آپ کے پاس آ گیا ہوں۔ زیاد نے ایک شخص کو عدی کے پاس بھیجا، اس وقت وہ مسجد میں تھے۔ زیاد نے انہیں قید خانے میں ڈال دیا اس لئے کہ وہ عبداللہ کے ٹھکانے سے واقف تھے۔ عدی نے کہا: میں ایسے شخص کو کیسے حاضر کروں جسے لوگوں نے قتل کر دیا ہے۔ زیاد نے کہا: کچھ بھی ہو اسے حاضر کرو۔ عدی نے بہانہ بنایا کہ میں اس کے ٹھکانے سے واقف نہیں ہوں لیکن زیاد نے انہیں قید خانے میں ڈال دیا۔

یمن، مضر اور ربیعہ کے قبیلوں میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جسے لوگوں نے زیاد کے پاس پیش نہ کیا ہو۔ وہ ان سے باز پرس کرتا اور عبداللہ کا ٹھکانہ معلوم کرتا تھا۔

یہ صورت حال دیکھ کر عبداللہ نکل کر قبیلہ بختر میں پناہ گزین ہو گئے۔ عبداللہ نے عدی کے پاس پیغام بھیجوایا کہ اگر چاہو تو میں تمہارے پاس آ کر عہد و پیمان کروں۔ عدی نے جواب میں کہلوایا کہ خدا کی قسم! اگر تم میرے پیر کے نیچے ہوتے تو میں کبھی تم پر پیر رکھ کر آگے نہیں بڑھتا۔ زیاد نے عدی کو بلا کر کہا: میں تمہیں اس شرط پر آزاد کر رہا ہوں کہ اسے (عبداللہ) کو کوفہ میں لے کر طئی کے پہاڑوں میں مقیم ہو جاؤ۔ انہوں نے بات مان لی۔ چنانچہ واپس آ کر عبداللہ بن خلیفہ کو پیغام بھیجوایا کہ باہر نکل آؤ، اس کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا ہے، میں تمہارے متعلق اس سے گفتگو کروں گا تا کہ وہ تم سے دست بردار ہو جائے انشاء اللہ۔ پھر وہ طئی کے دو پہاڑوں سے باہر آئے اور زیاد کے واصل جہنم ہونے سے قبل ہی راہی جنت ہو گئے۔

حجر کے خلاف جھوٹی گواہی

زیاد نے حجر کے بارہ ساتھیوں کو زندان میں قید میں کیا اور قبیلے کے مندرجہ ذیل سرداروں کو (حجر

کے خلاف جھوٹی گواہی دینے) کے لئے جمع کیا: عمرو بن حریث (محلہ اہل مدینہ کا سردار)، خالد بن عرفظہ (قبیلہ تمیم و ہمدان کا سردار)، قیس بن ولید (قبیلہ ربیعہ و کندہ کا سردار)، ابو بردہ بن ابی موسیٰ (قبیلہ مذحج و اسد کا سردار)۔

ان سب نے گواہی دی کہ حجر لوگوں کو اپنے پاس جمع کر کے آشکارا خلیفہ کی مذمت کرتے تھے اور امیر المومنین سے جنگ کرنے کی سوچ رہے تھے۔

زیاد نے گواہوں کی گواہی پر ایک نظر ڈال کر کہا: میری نگاہ میں یہ گواہی قطعی و مسلم نہیں ہے، گواہ چار افراد سے زیادہ ہونے چاہئے۔ اسی لئے اس نے لوگوں کو حجر کے خلاف گواہی دینے کے لئے دعوت دی۔ زیاد نے کہا: یہ ایسا مسئلہ ہے کہ سب کو شہادت دینی چاہئے، خدا کی قسم! میں خانہ احمق کی رگ گردن ضرور کاٹوں گا۔ عثمان بن شرمیل تمہی نے کھڑے ہو کر پہلے گواہ کے عنوان سے اپنا نام لکھوایا۔ زیاد نے کہا: قریش سے شروع کرو اس کے بعد ان افراد کے نام لکھو جنہیں ہم امیر المومنین (عثمان) کی محبت و دوستی اور علی کی دشمنی کی حیثیت سے پہچانتے ہیں۔

اس طرح ستر افراد نے حجر کے خلاف گواہی دی۔ کچھ اور افراد نے گواہی دی جن میں عمر بن سعد بن ابی وقاص، شمر بن ذی الجوشن، شبث بن ربیع اور زجر بن قیس بھی شامل تھے۔

اس گواہی میں جن لوگوں نے شرکت کی تھی ان میں حصین کا بھائی ”شداد بن منذر“ بھی تھا، جو ابن بزیعہ کے نام سے معروف تھا، اس نے شہادت کے متن میں اس طرح لکھا: ابن بزیعہ کی شہادت۔ زیاد نے کہا: کیا اس شخص کا کوئی باپ نہیں تھا؟ اس کا نام بھی لکھا جانا چاہئے، اسے گواہوں کی فہرست سے نکال دو۔ کہا گیا: وہ حصین بن منذر کا بھائی ہے۔ زیاد نے کہا: بہر حال پدری نسبت شہادت نامے میں ضرور لکھی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی لکھا گیا۔

جب یہ واقعہ شداد کو معلوم ہوا تو اس نے کہا: اس زنا زادہ پر افسوس ہے، کیا اس کی ماں، باپ سے زیادہ مشہور نہیں تھی کہ اسے ماں کے حوالے سے پکارا جاتا ہے، خدا کی قسم! ہر جگہ اسے اس کی ماں ”سمیہ“ سے منسوب کیا جاتا ہے۔

ان کو اہوں میں ”شرح بن حرث اور شرح بن ہانی“ کا نام بھی دیکھا گیا۔ شرح بن حرث کا بیان

ہے کہ مجھ سے علی کے بارے میں پوچھا گیا؟

میں نے کہا: کیا ایسا نہیں ہے کہ علی روزہ دار اور عابد شب زندہ دار تھے؟ شرح بن ہانی کا بھی کہنا ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ شہادت نامہ میں تمہارا نام لکھ دیا گیا ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کی تکذیب کی اور اس فعل کی مذمت کی۔ انہوں نے وائل بن حجر کے ذریعہ معاویہ کے پاس ایک خط بھیجا، جس میں لکھا تھا: مجھے بتایا گیا ہے کہ زیاد نے میری گواہی لکھی ہے حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حجر ان افراد میں سے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، زکات دیتے ہیں، ہمیشہ حج و عمرہ بجالاتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں، ان کے خون اور مال پر تجاوز کرنا سب پر حرام ہے، اس کے بعد بھی اگر تم چاہو تو انہیں قتل کر دو یا پھر آزاد کر دو۔ معاویہ نے خط پڑھنے کے بعد کہا: میری نظر میں یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنی دی ہوئی گواہی سے کنارہ کش ہو جائے۔

جن کی عدم موجودگی میں حجر کے خلاف شہادت نامہ میں ان کا نام لکھا گیا، ان میں شری بن وقاص

حارثی بھی تھے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ جھوٹی گواہیاں ان لوگوں سے مربوط ہیں جن کے ماں یا باپ کا اتہ پتہ نہیں، نیک افراد نے واضح طور پر اس کی تکذیب کی ہے جیسے شرح بن حرث، شرح بن ہانی اور ان کے ہم رتبہ دوسرے افراد۔ جن کی گواہی کے قطعی برخلاف شہادت نامہ مرتب کیا گیا تھا۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو گواہی کے زمان و مکان سے بھی بے خبر تھے لیکن بالآخر ان کے نام سے جو جھوٹ منسوب کیا تھا وہ واضح و آشکار ہو گیا۔ ابن وقاص حارثی انہیں افراد میں سے تھے۔ ان نیک افراد کے برخلاف کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے جھوٹی گواہی دی تا کہ بحرین لوگوں کا خون بہائیں، ان میں ایسے لوگ شامل تھے جن کا اسلام میں کوئی نمایاں کردار نہیں تھا اور نہ ہی کوئی قابل قدر کام ہی انجام دیا تھا، جیسے عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، شبیب بن ربیع اور زحر بن قیس وغیرہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے جھوٹی گواہی کی آواز بلند کی۔

معاویہ کی طرف حجر اور ان کے ساتھیوں کی روانگی اور ان کا قتل

زیاد نے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو وائل بن حجر حضرمی اور کثیر کے حوالے کرتے ہوئے حکم دیا کہ انہیں شام لے جائیں۔ وہ رات کے وقت باہر نکلے، جب مقام ”جبانہ عزم“ میں پہنچے تو قبیصہ بن ضمیہ عسیمی کی نگاہ ان کے گھر پر پڑی، انہوں نے اپنی بیٹیوں کو دیکھا، وائل اور کثیر سے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ میں اپنے گھر والوں کو وصیت کر سکوں۔ انہوں نے اجازت دی۔ جب وہ ان کے قریب پہنچے تو سب رونے اور گریہ کرنے لگے۔ خود چپ ہوئے اور انہیں چپ کرانے کے بعد کہا:

”تم لوگ تقوائے الہی اختیار کرنا اور صبر کا دامن نہ چھوڑنا، مجھے خداوند عالم سے صرف دو نیکیوں کی امید ہے:

یا شہادت جو عظیم سعادت ہے یا پھر یہ کہ میں صحیح و سالم واپس لوٹ آؤں گا، وہی خدا روزی دے گا اور مجھے تمہارے بخارج زندگی سے بے نیاز کرے گا، وہ ایسا جی ہے جو کبھی نہیں مرتا۔ امید کرتا ہوں کہ خدا تمہیں اکیلا نہیں چھوڑے گا اور مجھے تمہارے درمیان محفوظ رکھے گا۔“

پھر وہ واپس آگئے۔ تمام قبیلے اور گھروالے دست بدعا خدا سے ان کی سلامتی کی آرزو کر رہے تھے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور دمشق کے قریب مقام ”مرج عذراء“ میں پہنچے، سب بارہ افراد تھے: حجر بن عدی، ارقم بن عبد اللہ، شریک بن شداد، صنی بن فسیل، قبیصہ بن ضمیہ، عاصم بن عوف، ورقاء بن سخی، کدام بن حیان، عبد الرحمن بن حسان، محرز بن شہاب اور عبد اللہ بن حویہ۔

زیاد نے دو آدمیوں کو عامر بن اسود کے ہمراہ روانہ کیا، جن کی مجموعی تعداد چودہ ہو گئی تھی۔ ان سب کو مقام مرج عذراء میں قید کر دیا گیا۔ معاویہ نے وائل بن حجر اور کثیر بن شہاب کو بلا کر ان کے ہاتھوں سے خط لیا اور شام کے لوگوں کے سامنے پڑھنے لگا، خط اس مضمون پر مشتمل تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندہ خدا امیر المؤمنین معاویہ بن ابوسفیان کی جانب زیاد بن ابوسفیان کی طرف سے۔

ابابعد! خداوند عالم نے امیر المومنین کے حضور بہترین آزمائش فراہم کرتے ہوئے ان کے دشمنوں کو ان کے ہاتھوں سے گرفتار کروایا ہے اور جن لوگوں نے خدا کے حقوق سے تجاوز کیا ہے انہیں اسی کے حوالے کر دیا ہے، زمانے کے طاغوت جن میں سرفہرست حجر بن عدی ہے، امیر المومنین کی مخالفت رہے تھے، مسلمانوں میں تفرقہ و اختلاف پھیلارہے تھے اور ان کو جنگ کے سلسلے میں درغلارہے تھے۔ اب خداوند عالم نے ہمیں ان پر کامیابی نصیب فرمائی ہے اور ان پر مسلط کر دیا ہے، میں نے مصر کے اشراف اور منتخب لوگوں کو دعوت دی، ان سب نے ان باغیوں کے خلاف گواہی دی، انہوں نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اسے بیان کیا۔ اب میں ان مخالفوں اور باغیوں کے امیر المومنین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں ساتھ میں مصر کے لوگوں کا گواہی نامہ بھی پیش خدمت ہے۔“

معاویہ نے خط اور گواہوں کی گواہی پڑھنے کے بعد کہا: ان لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہئے جن کے خلاف خود انہیں کے قبیلے اور جاننے والوں نے گواہی دی ہے؟

یزید بن اسد بکلی نے کہا: میری نظر میں انہیں شام کے دیہاتوں میں بھیج دیجئے وہاں کے لوگ اپنے طور پر ان کے ساتھ پیش آئیں گے۔ معاویہ نے زیاد کو خط لکھا: میں حجر، ان کے ساتھیوں اور ان کے خلاف فراہم کئے گئے شہادت نامہ سے مطلع ہوا اور ان کے کارناموں کا مطالعہ کیا۔ کبھی ایسا لگتا ہے کہ ان کو قتل کر دینا آزاد کرنے سے بہتر ہے اور کبھی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان کو معاف کر دینا قتل کرنے سے بہتر ہے۔ والسلام۔“

زیاد نے یزید بن جحیہ تمیمی کے ذریعہ اس خط کا یہ جواب بھیجا:

”ابابعد! آپ کا خط پڑھا اور حجر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں آپ کا نظریہ معلوم ہوا، اس بات سے میں حیرت زدہ ہوں کہ ان کا کام آپ کے لئے مشتتبہ ہے حالانکہ ان افراد کے خلاف ان لوگوں نے گواہی دی ہے کہ جو ان کے حالات سے زیادہ آگاہ تھے، لہذا اگر مصر میں آپ کو کوئی ضرورت ہو (اور آپ چاہتے ہوں کہ اس کی تکمیل ہو) تو پھر حجر اور اس کے ساتھیوں میرے پاس نہ بھیجئے گا۔“

یزید بن جحیہ انہیں لے کر عذر اپہونچا اور کہا: اے لوگو! خدا کی قسم میں قتل کے علاوہ تمہاری گلو خلاصی

کی کوئی صورت نہیں دیکھتا، کیونکہ مجھے حکم ہے کہ میں تم لوگوں کو قتل کر دوں، لہذا ایسا کام کرو جس میں تمہارا فائدہ ہو اور تمہاری آزادی کے سلسلے میں کچھ کہہ سکوں۔

حجر بولے: معاویہ سے کہو کہ ہم اپنی بیعت پر ثابت قدم ہیں، انہیں کبھی نہیں توڑیں گے، صرف ان لوگوں نے ہمارے خلاف گواہی دی ہے جو ہمارے دشمن تھے۔

یزید نے زیاد کا خط معاویہ تک پہنچا کر حجر کے خیالات سے مطلع کیا۔ معاویہ نے کہا: میری نظر میں زیاد، حجر سے زیادہ سچا ہے۔ عبدالرحمن بن ام حکم ثقفی (ایک روایت کے مطابق عثمان بن عمیر ثقفی) نے کہا: انہیں کھڑے کھڑے کر دو۔ معاویہ نے کہا: اس بات کا برملا اظہار نہ کرو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

شام کے لوگ سمجھ گئے کہ معاویہ اور عبدالرحمن کیا گفتگو کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے نعمان بن بشیر کو بلا کر ابن ام حکم کے خیالات سے آگاہ کیا۔ نعمان نے کہا: سب مارے جائیں گے۔
عامر بن اسود عجمی، عذرا میں تھا، وہ معاویہ سے ان افراد کے حالات بیان کرنا چاہتا تھا جنہیں زیاد نے اس (معاویہ) کے پاس بھیجا تھا تاکہ حجر سے مل جائیں۔ وہ معاویہ کے پاس جانے لگا، جب وہ حجر کے پاس سے عبور کرنا چاہ رہا تھا تو حجر کھڑے ہوئے اور زنجیروں کے ساتھ اس کے پاس آئے اور کہا: اے عامر! میری یہ بات معاویہ تک پہنچا دو کہ ہمارا خون اس کے اوپر حرام ہے، اس سے کہہ دو کہ ہمارا اس سے کوئی جھگڑا نہیں ہے، وہ خدا سے ڈرے اور ہمارے متعلق دقت نظر سے کام لے۔ حجر نے ان باتوں کی کئی مرتبہ تکرار کی۔

عامر معاویہ کے پاس پہنچا، پہلے ان مردوں کا واقعہ بیان کیا۔ یزید بن اسد بجلی کھڑا ہوا اور ان مردوں کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ معاویہ نے انہیں معاف کر دیا۔
وائل بن حجر نے ارقم کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی اور انہیں بھی معاف کر دیا گیا۔
ابوالاعور کے توسط سے عقبہ بن افصح معاف کر دیئے گئے۔

حزہ بن مالک ہمدانی نے سعید بن نمران کی سفارش کی اور وہ بھی بخش دیئے گئے۔

حبيب بن مسلمہ نے عبد اللہ بن حویہ تمیمی کی آزادی کا مطالبہ کیا اور بھی آزاد ہو گئے۔

مالک بن ہبیرہ نے کھڑے ہو کر حجر کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن معاویہ نے قبول نہیں کیا اور ناراض ہو گیا اور گھر میں بیٹھا رہا۔ اس نے ہدیہ بن فیاض قضاعی، حصین بن عبد اللہ کلابی اور ابو شریف بدی (آغانی کی روایت کے مطابق ابو حریف بدری) کو روانہ کیا، وہ عصر کے وقت ان کے پاس آئے۔
شعیمی نے امور کو آتا ہوا دیکھ کر کہا: ہم میں سے آدھے مارے جائیں گے اور آدھے آزاد کئے جائیں گے۔

سعید بن نمران نے کہا: خدایا! مجھے ان افراد میں قرار دے جنہیں آزاد کیا جائے گا اور مجھ سے راضی رہ۔

عبدالرحمن بن حسان عزی نے کہا: خدایا! مجھے ان افراد میں سے قرار دے جن کو ذلت کی وجہ سے محترم رکھتا ہے اور مجھ سے راضی و خوشنودرہ، میں نے کئی مقامات پر اپنے آپ کو قتل ہونے کے لئے پیش کیا ہے لیکن خدا نے مجھے محفوظ رکھا ہے۔

اس مقام پر معاویہ کے فرستادے نے ان کے سامنے چھ افراد کی آزادی اور چھ افراد کے قتل کا حکم بیان کیا۔ معاویہ کے نمائندوں نے کہا:

”ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے سامنے علی سے برأت اور ان پر لعنت کرنے کی بات رکھیں اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے ورنہ قتل کر دیں گے، امیر المومنین اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہارے قبائل کی گواہیوں کی وجہ سے تمہارا خون حلال ہے، ہاں! اگر تم نے اس شخص سے برأت کا اظہار کیا تو تمہیں آزاد کر دیں گے۔“

ان سب نے ایک ساتھ کہا: ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر حکم دیا گیا کہ انہیں زنجیروں سے باندھ دیا جائے اور ان قبریں کھود کر ان کا کفن حاضر کیا جائے۔ اس رات سب نماز و عبادت میں مشغول رہے۔ صبح ہوئی تو معاویہ کے ساتھیوں نے کہا: اے لوگو! ہم نے کل رات تمہیں نماز و عبادت اور دعاؤں میں مشغول دیکھا ہے، ہمیں بتاؤ کہ عثمان کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟ کہا: وہ ہی پہلا انسان ہے جس

نے ظلم و ستم کے ذریعہ حکومت کی اور حق پر عمل نہیں کیا۔

معاویہ کے ساتھیوں نے کہا: امیر المومنین! تمہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ پھر ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: کیا اس شخص (مراد حضرت علیؑ) سے بیزاری کا اظہار کرتے ہو یا نہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ ان سے محبت کرتے ہیں۔

ہر ایک مامور نے ان میں ایک ایک کو پکڑا تا کہ قتل کر سکے۔ قبیصہ بن ضبیحہ، ابو شریف بدی کے ہاتھ لگے۔ قبیصہ نے اس سے کہا: تمہارے اور میرے قبیلہ کا بدترین انسان امان میں ہے اور تو مجھے قتل کر رہا ہے، مجھے چھوڑ دے تا کہ کوئی اور مجھے قتل کرے۔

چنانچہ حضری نے اسے لے کر قتل کر دیا، قضاعی نے بھی ان کے دونوں ہاتھوں کو کاٹا تھا۔

حجر نے ان سے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو، خدا کی قسم! میں نے صرف دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے وضو کیا ہے۔ کہا گیا: پڑھ لو۔ انہوں نے نماز پڑھی اور واپس آ کر بولے: بخدا! اتنی مختصر نماز میں نے کبھی نہیں پڑھی تھی، یہ اس لئے تھا کہ کہیں تم یہ نہ سوچو کہ میں نے موت کے خوف سے اپنی نماز کو طول دیا ہے۔ پھر کہا: خدایا! ہم تم سے اپن امت کے سلسلے میں بھلائی کے طلبگار ہیں، کونہ کے لوگوں نے ہمارے خلاف گواہی دی اور اب شام کے لوگ ہمیں قتل کر رہے ہیں۔

بدبعاور اپنی تلوار کے ساتھ ان کے سامنے آیا اور ان کے زانو پر وار کر کے بولا: تم سوچ رہے تھے کہ موت سے خوف زدہ نہیں ہو گے، اپنے دوست (حضرت علیؑ) سے بیزار کا اظہار کرو، میں تمہیں آزاد کروں گا۔ کہا: میں موت سے کیوں نہ ڈروں حالانکہ میں اپنی قبر کو تیار اور اپنے کفن کو آمادہ دیکھ رہا ہوں، میرے سر پر تلوار لٹک رہی ہے، خدا کی قسم! میں موت سے جتنا بھی خوف زدہ ہو جاؤں لیکن خدا کو ناراض کرنے والی کوئی بات اپنی زبان سے نہیں نکالوں۔

ان سے کہا گیا: اپنی گردن سامنے لاؤ۔ کہا: یہ قتل نفس ہے جس میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہیں سامنے لایا گیا اور ان کی گردن اڑادی گئی، اسی طرح انہوں نے سب کو قتل کیا یہاں تک قتل ہونے والوں کی تعداد چھ افراد تک پہنچ گئی۔

حجر کے ساتھیوں میں قتل ہونے والے افراد مندرجہ ذیل ہیں:

شریک بن شداد حضرمی، صغی بن فہیل شیبانی، قیسہ بن عیسیٰ، محرز بن شہاب مقبری، کدام بن حیان
عززی اور عبد الرحمن بن حسان عززی۔

اور آزاد ہونے والے یہ ہیں: کریم بن عقیف نخعی، عبد اللہ بن حویہ حبشی، حاصم بن عوف بکلی، ورقاء
بن مکی بکلی، ارقم بن عبد اللہ کنزی، عقبہ بن افصہ سعدی اور سعد بن نمران ہمدانی۔ (۱)
علامہ ابنی فرماتے ہیں:

حجر بن عدی کون تھے؟ ان کے ساتھی کیسے لوگ تھے؟ ایسے دردناک اور خطرناک حالات میں
گرفتار ہونے سے ان کا مقصد کیا تھا؟ انہوں نے کون سا گناہ کیا تھا جو اس طرح قتل کئے گئے؟ ان کی
ہنگ حرمت کیوں گئی اور رگ حیات کیوں کاٹی گئی حالانکہ وہ مسلمان تھے؟ حجر بن عدی عادل صحابہ
کرام میں سے ایک تھے۔

جیسا کہ حاکم نے لکھا ہے: وہ اصحاب محمد کے راہب تھے۔ (۲)

استیعاب کے مطابق: وہ اصحاب میں فاضل جلیل اور کم سنی کے باوجود مستجاب الدعویٰ تھے۔ (۳)

جیسا کہ ابن سعد نے لکھا ہے: وہ مؤثق اور مشہور انسان تھے۔ (۴)

۱۔ اس فصل (حجر اور ان کے ساتھیوں پر معاویہ کے مظالم) کے آغاز یہ ہیں: الآ غانی ج ۱۶ ص ۲۔ ۱۱۔ (ج ۱ ص ۱۳۷-۱۵۸): بیون
الخبار ج ۱ ص ۱۳۷: تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۱۴۱-۱۵۶ (ج ۵ ص ۲۵۳-۲۷۹) حوادث ۵۱ھ: مستدرک حاکم ج ۳ ص
۳۶۸ (ج ۳ ص ۵۳۱-۵۳۲): تاریخ دمشق ج ۳ ص ۸۲: ج ۶ ص ۳۵۹ (ج ۱ ص ۲۰۷-۲۰۸) ۱۲۲۱: ج ۲ ص ۲۳۳-۲۵۸ نمبر
۲۹۰۸: مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۲۳۸ (ج ۱ ص ۱۱۵): تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۰۲-۳۰۸ (ج ۲ ص ۳۸۸-۳۹۸) حوادث
۵۱ھ: البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۴۹-۵۵ (ج ۸ ص ۵۳-۶۰) حوادث ۵۱ھ

۲۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۶۸ (ج ۳ ص ۵۳۱)

۳۔ الاستیعاب ج ۱ ص ۱۳۵ (القسم الاول ص ۳۲۹-۳۳۱ نمبر ۲۸)

۴۔ طبقات ابن سعد (ج ۶ ص ۲۲۰): تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۸۵ (ج ۱ ص ۲۱۰ نمبر ۱۲۲۱: مختصر تاریخ دمشق ج ۶ ص ۲۳۶):

تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۰ (ج ۸ ص ۵۳) حوادث ۵۱ھ

مرزبانی لکھتے ہیں: وہ اپنے علاقے سے محترم مہمان کے بطور رسول خدا کی خدمت میں آتے تھے، بندہ خدا اور زاہد تھے، اپنی ماں کی بہت زیادہ خدمت کرتے تھے، نماز و روزہ کے بہت زیادہ پابند تھے۔ (۱)

ابو مشعر لکھتے ہیں: وہ عابد تھے، ان کا وضو کبھی باطل نہیں ہوتا تھا، وہ جب بھی وضو کرتے تھے نماز پڑھتے تھے۔ (۲)

الطہرات میں ہے: وہ صحابی رسول تھے، اپنے علاقے سے محترم مہمان کے عنوان سے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، وہ عابد و مجاہد تھے۔ (۳) بہت کرامتوں والے اور مستجاب الدعویٰ تھے، خدا کے حضور ہمیشہ تسلیم رہتے تھے۔ ابن جنید کتاب الادلیاء میں لکھتے ہیں: حجر بن عدی مجب ہو گئے تو اپنے محافظ سے کہا: مجھے پینے والا پانی دو تا کہ غسل کر سکوں اور کل تک کچھ بھی نہ دو۔ کہا: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں پیاس سے مر نہ جاؤ اور معاویہ مجھے قتل نہ کر دے۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے خدا کو یاد کیا اور ان کے اوپر پانی ڈالا گیا، انہوں نے پانی سے اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کیا۔ ان کے ساتھیوں نے کہا: خدا کو یاد کیجئے تاکہ وہ ہمیں نجات دے۔ انہوں نے کہا: خدایا! ہمارے لئے نیکی قرار دے۔ (۴)

عائشہ نے کہا: خدا کی قسم! جہاں تک میں جانتی ہوں، وہ ایک مسلمان اور حج و عمرہ بجالانے والے تھے۔ (۵) اور انہوں نے معاویہ سے کہا: کیا تم نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا؟ خدا کی قسم! مجھے

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۰ (ج ۸ ص ۵۵ عوارث ۵۱ھ)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۸۵، ج ۳ ص ۳۲۰ (ج ۱۲ ص ۲۱۲ نمبر ۱۲۲۱، ج ۱۹ ص ۲۰۲ نمبر ۲۳۰۹، مختصر تاریخ دمشق ج ۶ ص ۲۳۶)

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۰ (ج ۸ ص ۵۵ عوارث ۵۱ھ)

۳۔ شذرات الذهب ج ۱ ص ۵۷ (ج ۱ ص ۲۳۷ عوارث ۵۱ھ)

۴۔ الاصابہ ج ۱ ص ۳۱۵ (نمبر ۱۶۲۹)

۵۔ الاصابہ ج ۱ ص ۱۱ (ج ۱ ص ۱۵۸)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۶ (ج ۵ ص ۲۷۹ عوارث ۵۱ھ)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۹

(ج ۲ ص ۳۹۹ عوارث ۵۱ھ)

معلوم ہوا ہے کہ مقام عذرا میں سات افراد قتل کئے جائیں گے جن کے لئے خدا اور اہل آسمان ناراض ہوں گے۔ (۱)

امیر المومنین حضرت علیؑ نے فرمایا: اے کوفہ والو! مقام عذرا میں تمہارے سات برگزیدہ افراد قتل ہوں گے جن کی مثال اصحاب اخدود کے مانند ہے۔ ایک دوسری عبارت میں ہے: حجر بن عدی اور ان کے ساتھی اصحاب اخدود کی طرح ہیں۔ (۲)

معاویہ کو لکھے گئے امام حسین کے ایک خط میں ہے:

”کیا تم حجر بن عدی اور ان کے عبادت گزار نمازی اصحاب کے قاتل نہیں ہو جو ظلم سے انکاری اور بدعتوں کے مخالف تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے۔ پھر تم نے انہیں سخت قسم کے عہد و پیمان کرنے اور مخصوص وعدے کرنے کے باوجود خدا پر جرات کر کے اور اس کے عہد کو خفیف سمجھ کر محض از راہ ظلم و جور شہید کر ڈالا؟!

کیا تم عمرو بن حنق کے قاتل نہیں ہو جو رسول خدا کے صحابی اور اللہ کے نیک بندے تھے، جنہیں عبادت نے اتلاغر کر دیا تھا کہ ان کا جسم ہیدہ اور ان کا رنگ زرد ہو گیا تھا، تم نے انہیں امان دینے کے بعد ایسے سخت و شدید وعدے کئے کہ اگر ایسے وعدے برکوبی سے کئے جائیں تو وہ بھی پہاڑ چھوڑ کر نیچے اتر آئے۔ کیا تم حضرت علیؑ کے قاتل نہیں ہو جس کے متعلق زیاد نے تمہیں لکھا تھا کہ وہ علیؑ کے دین پر ہیں، حالانکہ علیؑ کا دین محمد کا دین ہے، وہ محمدؐ جن کی وجہ سے آج تم یہاں بیٹھے ہو، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہاری اور تمہارے آباء و اجداد کی عزت بس پھیریاں لگا رہے ہوتے جاڑے کی پھیری اور گرمی کی پھیری۔ لیکن خدا نے ہمارے واسطے سے تم پر احسان کیا اور اس عیب سے باہر نکالا۔“

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۸۶ (ج ۱۲ ص ۲۲۷ نمبر ۱۲۲۱: مختصر تاریخ دمشق ج ۶ ص ۲۳۱): تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۵ (ج ۸ ص ۶۰ حوادث ۵۵): الاصابہ ج ۱ ص ۳۱۵ (نمبر ۱۶۲۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۸۶ (ج ۱۲ ص ۲۲۷ نمبر ۱۲۲۱: مختصر تاریخ دمشق ج ۶ ص ۲۳۱): تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۵ (ج ۸ ص ۶۰ حوادث ۵۵): شذرات الذهب ج ۱ ص ۵۷ (ج ۱ ص ۲۳۷ حوادث ۵۵)

یہ ہیں حجر اور ان کے ساتھی۔ ان شائستہ کردار بندوں اور نیک تابعین کا ہدف یہ تھا کہ تمام جگہوں پر ہلاکت آمیز گناہ یعنی منبروں سے امیر المومنین حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کی ممانعت کریں؛ وہ ہمیشہ معاویہ کے ان تمام سخت ساتھیوں اور اہلکاروں کے چہرے پر گردوغبار اڑاتے تھے جو امام برحق اور ان کے اولیاء کے متعلق اس عظیم گناہ کے مرتکب ہوتے تھے (یعنی ان سے بری طرح پیش آتے تھے اور انہیں منع کرتے تھے)۔ ان افراد کی نیکی اور شائستہ کرداری کسی سے پوشیدہ نہ تھی حتیٰ مغیرہ پر بھی نہیں جو معاویہ کے گروہ میں سے تھا اور حضرت علیؑ کے شیعوں کا شدید دشمن تھا؛ چنانچہ جب مغیرہ سے کہا گیا کہ حجر اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرے تو اس نے کہا: مجھے پسند نہیں کہ اس شہر کے نیک افراد کو قتل کروں اور ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کروں جس کی وجہ سے وہ سعاتمند اور میں بد بخت ہو جاؤں، دنیا میں معاویہ عزیز ہو جائے اور آخرت اور روز قیامت میں مغیرہ ذلیل و خوار ہو جائے۔

معاویہ کے ساتھیوں نے مقام عذر میں ان کے زندگی کی آخری رات میں ان کی بہترین نماز و دعا کا مشاہدہ کیا تھا، ان کی عبادت پر حیرت زدہ تھے اور خداوند عالم کی اطاعت کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ لیکن معاویہ کے حکم سے ان کے سامنے امیر المومنین حضرت علیؑ سے اظہار بیزاری کی بات رکھی تاکہ وہ محفوظ و مامون رہیں اور انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، اس طرح وہ حضرت علیؑ کی محبت کی راہ میں قتل ہو گئے جیسا کہ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے۔

میں نہیں جانتا، کیا یہ شریعت کا جزء ہے کہ امام ہدایت سے بیزاری کا اظہار کرنا اور ان پر لعنت کرنا امان کا باعث ہو جاتا ہے حالانکہ وہ شخص پھانسی کا مستحق ہے؟ یا خود اس بات سے بیزاری کا اظہار کرنا ہی ثابت شدہ واجب اور ضروریات دین میں سے ہے، اور جو شخص اسے ترک کرتا ہے اس کا خون بہا دیا جاتا ہے، معاویہ ہر چیز سے زیادہ ایسے شخص کے قتل کو پسند کرتا تھا؛ چنانچہ ابن کثیر کی روایت ہے: عبدالرحمن بن حارث نے معاویہ سے کہا: "اتو نے حجر بن ادبر کو قتل کر دیا؟ معاویہ نے کہا: میں اس کے ہمراہ سو آدمیوں کو قتل کرنے سے زیادہ، اسے قتل کرنے کو پسند کرتا ہوں"۔ (۱)

جی ہاں! ہم نہیں جانتے لیکن معاویہ کی فقہت اور اس کی شہوتیں اس عمل کو جائز شمار کرتی ہیں۔ حجر اور ان کے شائستہ کردار اور صحیح اسلام کے حامل ساتھیوں نے جب بے وقوفوں اور سفیہوں کی حکومت کی مخالفت کی تو ان کا گناہ کیا تھا؟ جیسے وزغ بن وزغ کی حکومت، قبیلہ ثقیف کا بدکار اور زنا کار کی حکومت، اپنی شرمگاہ کھول دینے والا بر بن اوطات کی حکومت، زیاد کی حکومت اور ان کا ظالم خلیفہ فرزند ہند۔

حجر اور ان کے ساتھی وہی تھے جنہوں نے عہد الہی کو وفا کیا، رسول خدا کی لائی گئی اور بیان کی گئی تمام باتوں کے مد مقابل خاضع و فروتن رہے۔ ایک رسول خدا کی ایک صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت نے جابر سے فرمایا: خداوند عالم تمہیں بے وقوفوں کی حکومت سے محفوظ رکھے۔ جابر نے عرض کی: بے وقوفوں کی حکومت کون سی ہے؟ فرمایا: وہ حاکم جو میرے بعد آئیں گے اور میری سیرت و روش کی اقتدا نہیں کریں گے اور میری سنت پر عمل نہیں کریں گے، لہذا جو ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے اور ان کے ظلم و ستم میں ان کی مدد کرے وہ مجھ سے نہیں ہے، وہ حوض کوثر پر داخل نہیں ہوگا۔ اور جو لوگ ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کریں گے اور ان کے ظلم و ستم میں ان کی مدد نہ کریں گے وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور وہی حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوں گے۔ (۱)

معاویہ کے پاس لچر اور پوچ کلمات سے وابستہ ہونے کے علاوہ ان منتخب افراد کو قتل کے سلسلے میں کوئی بہانہ نہیں تھا، اس کی جواب دہی کے سلسلے میں مختلف بہانے تراشتا تھا۔ جیسے وہ کہتا تھا: میں نے ان کے قتل میں امت کی صلاح اور ان کے باقی رہنے میں امت کی بربادی دیکھی۔ کبھی کہتا: میں نے لوگوں کی صلاح کی وجہ سے ایک شخص کی موت کو اس بات سے بہتر خیال کیا کہ وہ زندہ رہے اور لوگوں کو گمراہ کرے۔ (۲)

کیا امیر المومنین حضرت علی پر لعنت کرنے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرنے نیز ان کے شیعوں

۱۔ مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۱ (ج ۳ ص ۲۶۵ ج ۱۳۰۳۲)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۵ (ج ۸ ص ۶۰ ح ۵۱)

سے دشمنی ہی میں لوگوں کی صلاح و کامیابی تھی؟! اس سلسلے میں غور و فکر کریں شاید اسلام کے علاوہ کسی اور شریعت میں اس کی کوئی دلیل مل ہی جائے۔

یا وہ کہتا تھا: میں نے انہیں قتل نہیں کیا ہے بلکہ جن لوگوں نے ان کے خلاف گواہی دی ہے انہوں نے قتل کیا ہے۔ (۱)

یا کہتا تھا: میں کیا کروں؟ زیاد نے مجھے خط لکھا اور ان کا مسئلہ انتہائی شدت پسندی کے ساتھ پیش کیا اور کہا کہ میری حکومت میں ایسا خلا پیدا کر دیں جس کی بھر پائی نہیں ہو پائے گی۔ (۲)

وہ کہتا تھا: سبیہ کے بیٹے نے مجھے اس کام پر مجبور کیا اور میں نے وہ کر دیا۔ (۳)

خداوند عالم لاف گزائی اور بے حیائی کی مٹی پلید کرے، کیا زیاد اس کا حاکم تھا یا وہ زیاد کا، جس کے اشارہ پر وہ اتنے عظیم گناہوں کا مرتکب ہو گیا؟! کیا شائستہ کردار افراد کا خون ایک فاسق و فاجر اور لاپرواہی شخص کے کہنے پر بہایا جاسکتا ہے؟! حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَانِحُمْ فَاسِقٌ سَنَبْنَا فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصِيبُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ "ایمان والو! اگر کوئی فاسق کوئی خیر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو! یا نہ ہو کہ کسی قوم تک ناواقفیت میں پہنچ جا اور اس کے بعد اپنے اقدام پر شرمندہ ہونا پڑے"۔ (۴)

لیکن زیاد کو ابوسفیان سے ملحق کرنے کے بعد معاویہ اسی بات کو پسند کرتا تھا کہ اس کی رضایت و خوشنودی سے منحرف نہ ہو اور اس کی رضایت کے ذریعہ کینہ و دشمنی پر دان چڑھے، خواہ زیاد کی رضایت و خوشنودی اسے ان افراد سے دور کرے جو تذکرہ آیہ مبارکہ کے مخاطب واقع ہوئے ہیں۔

کیا معاویہ خداوند عالم سے ملاقات کے دن مندرجہ ذیل آیات مبارکہ کے مقابل اپنے پوچ اور

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۶ (ج ۵ ص ۲۷۹ ح ۵۱۵۹): الاستیعاب ج ۱ ص ۱۳۵ (القسم الاول ص ۳۳۱ نمبر ۴۸)

۲۔ الاستیعاب ج ۱ ص ۱۳۳ (القسم الاول ص ۳۳۰ نمبر ۴۸): اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۸۶ (ج ۱ ص ۳۶۲ نمبر ۱۰۹۳)

۳۔ الآغانی ج ۱۶ ص ۱۱ (ج ۱ ص ۱۵۸): تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۶ (ج ۵ ص ۲۷۹ ح ۵۱۵۹): کمال ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۹

(ج ۲ ص ۲۳۹ ح ۵۱۵۹)

باطل دلائل کو پیش کر سکتا ہے، یا اس کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ”جس کے خون کو خداوند عالم نے حرام

قرار دیا ہے اسے قتل نہ کرو مگر سوائے حق کے ساتھ“۔ (۱)

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً... وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَعَجَزَاؤُهُ

جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ ”اور کسی مومن کو یہ حق

نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو قتل کر دے مگر غلطی سے... اور جو بھی کسی مومن کو قصداً قتل کر دے گا اس کی جزا

جہنم ہے، اسی میں ہمیشہ رہنا ہے اور اس پر خدا کا غضب بھی ہے اور خدا لعنت بھی کرتا ہے اور اس نے اس

کے لئے عذابِ عظیم بھی مہیا کر رکھا ہے“۔ (۲)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ

يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ”جو لوگ آیاتِ الہیہ کا انکار کرتے ہیں اور

ناحق انبیاء کو قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو عدل و انصاف کا حکم دینے والے ہیں انہیں

دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے“۔ (۳)

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا... وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي

حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا﴾ ”اور اللہ کے بندے وہی ہیں جو

زمین پر آہستہ چلتے ہیں... اور کسی بھی نفس کو اگر خدا نے محترم قرار دیدیا ہے تو اسے حق کے بغیر قتل نہیں

کرتے اور زنا بھی نہیں کرتے ہیں کہ جو ایسا عمل کرے گا وہ اپنے عمل کی سزا بھی برداشت کرے گا“۔ (۴)

کیا معاویہ کے لئے یہی کافی نہیں تھا کہ اس نے خود ہی رسولِ خدا سے یہ حدیث روایت کی ہے: ہر

گناہ کے بخشش کی امید ہے مگر وہ شخص جو کافر مر جائے یا وہ شخص وہ ایک بندہ مومن کو جان بوجھ کر قتل

کرے۔ (۵)

کیا اس نے خود ہی اپنے گناہگار ہاتھوں سے امیر المومنین حضرت علیؑ کو یہ خط نہیں لکھا: میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر اہل صنعاء و عدن کسی ایک مسلمان کے قتل پر متفق ہو جائیں تو خداوند عالم انہیں ناک کے بل جہنم میں جھونک دے گا۔

کیا ابن عمر نے یہ روایت نہیں کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جب تک ایک مومن کا ہاتھ حرام خون سے آلودہ نہیں ہے اس بات کی امید ہے کہ وہ اپنا دین محفوظ رکھے۔

کیا براء بن عازب نے رسول خداؐ سے یہ روایت نقل نہیں کی ہے: خدا کے حضور دنیا کی نابودی، بغیر حق ایک بندہ مومن کے قتل سے زیادہ آسان ہے۔ اس روایت کو بیہقی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ (۱) اصغہانی نے اس عبارت کا بھی اضافہ کیا ہے: اگر آسمان وزمین پر رہنے والے ایک بندہ مومن کے قتل میں شریک ہوں تو خداوند عالم سب کو جہنم میں داخل کر دے گا۔

ایک دوسری روایت میں بریدہ نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ خدا کی نظر میں مومن کا قتل، دنیا کی نابودی سے عظیم ہے۔

ایک حدیث میں ابو ہریرہ کے طریق سے مروی ہے: اگر آسمان وزمین والے ایک مومن کا خون بہانے میں شریک ہوں تو خداوند عالم سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ابن عباس سے مروی ہے: اگر آسمان وزمین پر رہنے والے ایک شخص کے قتل میں شریک ہوں تو خداوند عالم سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے مگر یہ کہ کوئی مصلحت ہو۔

ایک مرفوع حدیث میں ابو بکر سے مروی ہے: اگر آسمان وزمین پر رہنے والے کسی مسلمان کے قتل پر متفق ہو جائیں تو خداوند عالم سب کو منہ کے بل جہنم میں جھونک دے گا۔

ابن عباس کے طریق مرفوع حدیث مروی ہے: خدا کی نظر میں بدترین شخص وہ ہے جو حرم الہی میں کافر ہو جائے، اسلام میں جاہلیت سنت کو ترویج دے اور ناحق ایک شخص کا خون بہا دے۔ (۲)

۱۔ سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۸۷۲ ح ۲۱۹۹): سنن کبریٰ بیہقی ج ۸ ص (۲۲-۲۳)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۶ ص ۲۵۲۲ ح ۶۳۸۸): سنن بیہقی (ج ۸ ص ۲۷)

ابو ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے: کوئی شخص مومن کے قتل میں ذرہ برابر بھی مدد کرے تو خداوند عالم اس حالت میں اس سے ملاقات کرے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: یہ رحمت خدا سے ناامید ہے۔

ابوموسیٰ سے مرفوعاً حدیث منقول ہے: شیطان اپنے لشکر کو اس بات پر مامور کرتا ہے کہ جو بھی آج کسی مسلمان کو تباہ کرے تو میں اسے ایک تاج عطا کروں گا۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا اور بولا: میرے فریب کی وجہ سے فلاں مسلمان نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دیا۔ اہلیس نے کہا: دوبارہ شادی کا بھی امکان ہے۔ دوسرے نے آگے بڑھ کر کہا: میں نے ایسا کام کیا کہ فلاں شخص عاق والدین میں گرفتار ہو گیا۔ شیطان نے کہا: دوسری مرتبہ بھی نیکی کر سکتا ہے۔ ایک تیسرا شخص آگے بڑھ کر بولا: میری فریب کی وجہ سے فلاں شخص خدا کا مشرک ہو گیا۔ شیطان نے کہا: تم کامیاب ہو گئے۔ ایک آخری شخص آگے بڑھ کر بولا: میں نے ایک شخص کو ایسا دھوکہ دیا کہ وہ قتل کا مرتکب ہو گیا۔ شیطان نے کہا: تم کامیاب ہو۔ پھر اسے تاج بخش دیا۔

ایک مرفوعاً حدیث میں عبداللہ بن عمرو سے منقول ہے: اگر کوئی شخص ایک معاہدہ (مشرک یا غیر مسلمان جو مسلمان سے رابطہ رکھتا ہے) کو قتل کر دے تو اس کے مشام تک جنت کی خوشبو نہیں پہنچ سکتی، اسی طرح اگر کوئی معاہدہ عورت کو ناحق قتل کر دے تو خداوند عالم اس کے اوپر جنت کو حرام کر دیتا ہے، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا۔

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں جنہیں حفاظ و ائمہ حدیث نے صحاح و مسانید میں نقل کیا ہے، حافظ منذری نے اپنی کتاب التزغیب والترہیب میں سب کو جمع کیا ہے۔ (۱)

ان آیات و احادیث کے ہوتے ہوئے معاویہ کو عائشہ جیسے لوگوں کی نصیحتیں سننے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی، انہوں نے تو خود ہی ہزاروں اسلام کے ماننے کو جنہیں وہ اپنا فرزند کہتی تھیں، موت کے گھاٹ اتارنے میں کوئی خوف محسوس نہیں کیا، چنانچہ شاعر کہتا ہے:

جاءت مع الاشقين في هودج تزجى الى البصرة اجنادها
 كانها في فعلها هرة تريد ان تاكل اولادها
 ”وہ اپنے شقی ترین سپاہیوں کے ساتھ ہودج پر سوار ہو کر بصرہ پر حملہ آور ہوئیں اور ایسا ظلم کیا جیسے
 ایک بلی اپنے فرزندوں کو کھانے کا قصد رکھتی ہے۔“

جی ہاں! حجر بن عدی سفید چہرے اور کشادہ پیشانی کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں پہنچ گئے، وہ
 نیک نام، نیک طینت اور مظلوم تھے، ان کے حقوق غضب کئے گئے تھے، وہ خاک و خون میں آہستہ، ظلم و
 ستم کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اپنی زندگی کے آخری لمحے میں بھی نماز پڑھی، اس وقت ان کی زبان پر یہ کلمات تھے: اپنی زنجیروں کو
 مجھ سے جدا نہ کرنا، میرے خون کے ساتھ غسل دینا اور میرے لباس کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ میں جہاد
 کرتا ہوا شہید ہوا ہوں۔ ایک دوسری عبارت میں ہے: ہم پل صراط پر معاویہ سے ملاقات کریں گے۔ (۱)
 معاویہ کی ذلت و خواری کے لئے یہی ظلم کافی ہے۔ امام حسن نے معاویہ کی چار عادتوں کو شمار کرتے
 ہوئے کہا: ان میں سے ایک، حجر کا قتل ہی اس کے مظالم کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ بھی کہا: حجر
 اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے سلسلے میں معاویہ پر ترف ہے۔ (۲)

ہمیں یقین ہے کہ ہند جگر خوارہ کے جنے نے بصرہ والوں پر جو ظلم ڈھائے ہیں، اسے اس کی سزا
 ضرور ملے گی، چنانچہ حضرت علی فرماتے ہیں:

”جو خون حلال نہیں ہے اسے بہانا اور ان نفوس کو قتل کرنا جنہیں خداوند عالم نے محترم قرار دیا ہے،
 واضح نقصان اور خطرناک بربادی ہے، خداوند عالم اس شخص کو معاف نہیں کرے گا جس نے ظلم و تجاوز کے

۱۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۰، (ج ۳ ص ۵۳۳، ح ۱۵۷۷، ۱۵۷۸)؛ الاستیعاب ج ۱ ص ۱۳۵؛ (القسم الاول ص ۳۳۱ نمبر
 ۲۸۷)؛ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۱۰ (ج ۲ ص ۵۰۰، ح ۵۵)؛ اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۸۶ (ج ۱ ص ۲۶۲ نمبر ۱۰۹۳)؛ الاصابہ
 ج ۱ ص ۳۱۵ (ص ۱۶۲۹)

۲۔ امام حسن کے کلمات اللغدیر کی دسویں جلد میں پیش کئے گئے۔

ذریعہ کسی کا خون بہایا ہے“۔ (۱)

شیعیت کی بنیاد پر قبیلہ خضرمی کے دو افراد کا قتل

نسب شناس ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی (متوفی ۲۳۵ھ) نے اپنی کتاب ”المحجر“ میں نقل کیا ہے کہ زیاد بن ابیہ نے مسلم بن زبیر اور عبداللہ بن نجی (یہ دونوں قبیلہ خضرمی سے تھے) کو مدینہ میں ان کے گھر کو اوپر پھانسی دے دی، وہ دونوں کئی دنوں تک صولی پر لٹکے رہے، ان کا گناہ یہ تھا کہ وہ شیعہ تھے۔ یہ فعل معاویہ کے حکم سے انجام پایا۔

امام حسین بن علی (علیہ السلام) نے معاویہ کے ایک خط میں اس سلسلے میں لکھا:

”کیا تم نے ہی حجر اور قبیلہ خضرمی کے افراد کو قتل نہیں کیا، جس کے متعلق زیاد نے تمہیں لکھا تھا کہ وہ علی کے دین پر ہیں۔ اور تم نے لکھا کہ جو بھی علی کے دین پر ہوا سے قتل کرو اور نیست و نابود کرو۔ اور اس نے بھی انہیں قتل کر کے تمہارے حکم کی بجا آوری کی۔ حالانکہ علی کا دین محمد کا دین ہے، وہ محمد جن کی وجہ سے آج تم یہاں بیٹھے ہو، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہاری اور تمہارے آباء و اجداد کی عزت بس پھیریاں لگا رہے ہوتے، جاڑے کی پھیری اور گرمی کی پھیری۔ (۲) لیکن خدا نے ہمارے واسطے سے تم پر احسان کیا اور اس عیب سے باہر نکالا۔“

علامہ ابنی فرماتے ہیں: اے دین خدا کے ماننے والو! میرے ہمراہ آئیے اور دیکھئے کہ کیا حضرت علی کے دین و ایمان کو ماننا، ایک مسلمان کے خون کو مباح کرتا ہے اور اس اذیت اور مشلہ کا باعث ہو سکتا ہے جو شریعت مطہرہ میں کتوں کے لئے بھی حرام ہے!؟

کیا حضرت علی کا دین وہی دین نہیں ہے جسے آنحضرت نے خداوند عالم سے حاصل کیا ہے؟ جی

۱۔ شرح ابن ابی اللہ یدج ص ۳۵۰ (ج ۳ ص ۳۹ کتاب ۵۵)

۲۔ جاہلیت کے زمانے میں تقریباً ہر سال دو مرتبہ کوچ کرتے تھے: سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی جانب۔ مکہ اور شام کے درمیان رفت و آمد کرنے والے قافلے کی ریاست ابوسفیان کو حاصل تھی۔

ہاں! واقعیت یہی ہے لیکن معاویہ اس ثابت و استوار دین کی مخالفت کرتے ہوئے اس کے لئے کسی اہمیت کا قائل نہیں تھا اور اس کی توہین و جسارت میں کبھی پیچھے نہیں رہتا تھا۔

مالک اشتر

جن صلحاء اور اسلام کے شائستہ کردار بندوں کو معاویہ نے بے گناہ قتل کیا، ان میں ”مالک بن حارث اشتر نخعی“ بھی ہیں، خدا انہیں جزائے خیر دے۔ وہی مالک جن میں پہاڑوں اور پتھروں جیسا استحکام تھا، ایسی عظیم شخصیت کی شہادت پر تمام سوگواروں کو اشک بارانی کرنی چاہئے۔

اے مالک! کیا آپ کے مثل کوئی پیدا ہو سکتا ہے؟ کیا خدا کے بندوں میں عظمت و اہمیت کے اعتبار سے عظیم اور ظالموں کے مقابلے میں آپ سے زیادہ بھڑکتی ہوئی آگ کے مانند کوئی ہو سکتا ہے؟ آپ لوگوں کے درمیان رجس و کثافت اور ذلت سے سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ تھے، ایسی شمشیر آبدار تھے جو کبھی کند نہیں ہوتی تھی، صلح و آشتی کے وقت صاحب عرفان و حکمت اور میدان جنگ میں دلیر پابھی تھے، آپ ثابت و استوار فکر کے مالک اور مبرجہیل کے حامل تھے۔

یہ سچ ہے کہ مالک ان افراد میں سے تھے، جن کی سستی اور سقوط کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، جس راستے میں عجلت اور تیزی دکھانی چاہئے اس میں سستی کا مظاہرہ نہیں کرتے اور جہاں آہستہ چلنا چاہئے وہاں تیزی نہیں دکھاتے۔ یہ ان افراد میں سے تھے جن میں سختی و نرمی دونوں موجود تھی، جنگ کے وقت، جنگ کرتے اور نرمی کے وقت، ملائمت و نرمی کا مظاہرہ کرتے تھے

وہ طاقتور بہادر، حلیم و بردبار رہبر، نیک انسان، اور خطیب و شاعر تھے۔ (۱)

حضرت علیؑ نے مقام نصیبین میں مالک کو ایک خط میں لکھا:

”ابا بعد! اے مالک! تم ان لوگوں میں سے ہو جن پر میں نے اس لئے اعتماد کیا ہے تاکہ وہ دین کو

قائم کریں اور ظالموں اور گناہگاروں کی سرکشی اور ظلم کو ختم کریں۔ میں نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم قرار دیا تھا لیکن وہاں خوارج نے ایسے نوعمر جوان پر بغاوت کر دی ہے جسے جنگ کا تجربہ نہیں، لہذا اس کے بارے میں ضروری غور و فکر کرو اور مجھے مطلع کرو تا کہ میں مناسب فیصلہ کر سکوں، تم امور میں قابل اعتماد اور خیر افراد کو اپنے ساتھی قرار دینا والسلام۔“

مالک نے حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچ کر اہل مصر کے امور کی گزارش پیش کی۔ حضرت علیؑ



نے فرمایا:

”تمہارے علاوہ کوئی بھی مصر کی حکومت کے لئے مناسب نہیں ہے، لہذا مصر جاؤ خدا تم پر رحمت نازل کرے، میں نے تمہیں سفارش کی اور تمہاری تدبیر اور رائے پر اعتماد کیا۔ اپنے امور میں خدا سے نصرت طلب کرو، اپنی سختیوں کو نرمی سے مخلوط رکھو، جہاں نرمی مناسب ہو وہاں نرمی کا مظاہرہ کرو، جہاں سختی کے بغیر کام نہ چلے وہاں سختی کرو۔“

اس کے بعد مالک حضرت علیؑ سے رخصت ہوئے، وسائل سفر تیار کیا اور مصر کے لئے روانہ ہو گئے۔ معاویہ کے جاسوسوں نے اسے خبر دی کہ علیؑ نے مصر کی حکومت مالک اشتر کے سپرد کی ہے۔ اسے حکومت مصر کی لالچ تھی لہذا یہ سن کر اسے شاق گذرا، اسے یقین ہو گیا کہ اگر مالک اشتر مصر چلے گئے تو وہ محمد بن ابی بکر سے زیادہ اس (معاویہ) کے دشمنوں کے سلسلے میں سختی کریں گے۔ اسی لئے اس نے قبیلہ قلزم کے سردار کو یہ پیغام بھیجوا یا کہ مالک اشتر مصر کے لئے روانہ ہو چکے ہیں، اگر تم نے ان کا کام تمام کر دیا تو قلزم کے تمام ٹیکس کو جب تک میں اور تم زندہ ہیں بخش دوں گا، جتنا ہو سکے، ان کی روانگی میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرو۔

وہ شخص قلزم میں آ کر ٹھہر گیا۔ مالک اشتر بھی عراق سے مصر کی جانب روانہ ہوئے، جب قلزم میں پہنچے تو اس شخص نے ان کا استقبال کیا اور خواہش کی کہ یہاں توقف کریں، اس نے کہا: یہاں بہترین آرامگاہ اور لذیذ کھانا فراہم ہے، میں اسی دیہات کا رہنے والا ہوں۔ مالک بھی رک گئے، اس نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا، کھانے کے بعد ان کے سامنے شہد کا شربت جس میں زہر ملا ہوا تھا، پیش کیا گیا،

جس کو پینے کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔

ادھر معاویہ نے اہل شام کو مخاطب کر کے کہا: علی نے مالک اشتر کو مصر کی جانب روانہ کیا ہے، خدا سے دعا کرو کہ تمہارے پاس بھی آسکے۔ چنانچہ وہ ہر روز مالک اشتر کے لئے دعا کرتے تھے۔ جس شخص نے مالک کو زہر دیا تھا اس نے معاویہ کے پاس آکر مالک کی شہادت کی اطلاع دی۔ یہ سنتے ہی معاویہ کھڑا ہوا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد بولا: بے شک علیؑ کے دو طاقت ور بازو تھے ایک (یعنی عمار یاسر) صفین میں اور دوسرے (یعنی مالک اشتر) آج کاٹ دیا گیا۔ (۱)

ابن قتیبہ کی عبارت ہے: جب معاویہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا: آج میرا دل ٹھنڈا ہو گیا، خداوند عالم کے کئی لشکر ہیں یہ شہد (جس کے وسیلے سے مالک کو زہر دیا گیا) انہیں میں سے ایک ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ تو اسی کا کام تھا۔ (۲)

مسعودی کی عبارت ہے:

”علی نے مالک اشتر کو مصر روانہ کیا، ایک لشکر بھی ان کے ہمراہ کیا؛ جب معاویہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے عریش میں موجود ایک کسان کے ساتھ سازش کی اور اسے لالچ دے کر کہا: میں تم سے بیس سال تک ٹیکس نہیں لوں گا لہذا کوئی صورت نکال کر مالک اشتر کی غذا میں زہر ملا دو۔ جب مالک اشتر عریش میں پہنچے تو کسان نے ان سے کہا: آپ کون سی غذا اور شربت پسند فرماتے ہیں؟ کہا گیا: شہد۔ چنانچہ اس نے شہد پیش کرتے ہوئے کہا: یہ فلاں قسم کا شہد ہے، اس نے مالک کے سامنے شہد کی بہت زیادہ تعریف کی۔ مالک اس وقت روزہ تھے، بالآخر انہوں نے شہد کا شربت نوش فرمایا اور تھوڑی دیر بعد دنیا سے کوچ کر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ مقام قلزم میں زہر دیا گیا لیکن پہلا نظریہ زیادہ بہتر اور مسلم ہے۔ حضرت علیؑ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی آپ نے فرمایا: یہ معاویہ ہی کا کام ہے۔ جب معاویہ سے کہا گیا تو اس نے کہا: خداوند عالم کے پاس شہد کا لشکر بھی ہے۔“ (۳)

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۴ (ج ۵ ص ۹۶ حوادث ۳۸ھ)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۳۱۰ حوادث ۳۸ھ)

۲۔ عمون ابن قتیبہ (ج ۱ ص ۲۰۱) ۳۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۳۲۹)

علامہ امینی فرماتے ہیں: آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ معاویہ کو اتنے عظیم گناہ (ایک صالح بندے کے قتل کا گناہ، جس کی رسول خدا اور ان کے جانشین امیر المومنین نے تعریف و توصیف فرمائی ہے) کے ارتکاب کی کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ توبہ اور ندامت کا اظہار بھی نہیں کرتا بلکہ وہ اور اہل شام اس عظیم بہادر کی موت پر مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہیں۔ (۱) مالک کا جرم یہ تھا کہ وہ اپنے وقت کے ایسے امام کی نصرت کر رہے تھے جس کی خلافت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق تھا؛ یہ تعجب خیز نہیں ہے اس لئے کہ معاویہ انہیں چیزوں سے خوش ہوتا تھا جنہیں برحق امت، ائمہ ہدایت اور شائستہ کردار اولیاءنا پسند کرتے تھے۔ اگر اسلام میں کسی کا احترام نہ بھی ہوتا اور وہ ائمہ ہدیٰ اور ان کے ناصروں کے لئے کسی منزلت کا قائل نہ بھی ہوتا تب بھی معاویہ اس سے عظیم مظالم کا مرتکب نہ ہوتا۔ معاویہ نے اسلام کی محترم شخصیتوں کو نیچا دکھانے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں۔ اس نے اسلام کے رہبروں اور ان کے ناصروں کو آزار و اذیت پہنچائی، اس کی نظر میں اسلام کے خواہر اور خدا کے واقعی فرمان و حقائق میں کوئی فرق نہیں تھا، اس کے سرکش اور ظالم اہلکاروں نے اذیت ناک انداز میں حضرت محمدؐ کے منتخب اصحاب اور ان کے مددگاروں کو قتل کیا اور ان کے چاہنے والوں کو صرف اس گناہ میں تہ تیغ کیا کہ وہ رسول خداؐ کے اہل بیت کا ساتھ دے رہے تھے۔

محمد بن ابی بکر

”محمد بن ابی بکر“ حرم امن الہی کے پروردہ اور خاندان عصمت و طہارت کے تربیت یافتہ، ان افراد میں سے ہیں جو معاویہ کی حکومت میں شہید ہوئے اور معاویہ کے اہلکاروں کے ہاتھوں تہ تیغ کئے گئے۔

معاویہ نے عمرو عاص کو چھ ہزار افراد کے ہمراہ مصر روانہ کیا، حالانکہ حضرت علیؑ کی طرف سے وہاں

محمد بن ابی بکر حاکم تھے، عمر و عاص نے مصر کے قریب پڑاؤ ڈالا، عثمان کے ماننے والے اس کے ارد گرد جمع ہو گئے، اس نے وہاں سے محمد بن ابی بکر کو لکھا:

”اے ابو بکر کے بیٹے! میں تم پر مسلط ہونا نہیں چاہتا، آگاہ ہو جاؤ کہ اس شہر کے لوگ تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں اور تم پر شورش کرنے کے سلسلے میں متحد ہیں، وہ اس بات سے نادم ہیں کہ انہوں نے تمہاری پیروی کی ہے، اگر ہڈی تک چھری پہنچ گئی تو وہ تمہیں گرفتار کر لیں گے، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ مصر سے نکل جاؤ، والسلام“۔

عمر و عاص نے معاویہ کو لکھا ہوا خط بھی روانہ کیا، اس خط میں ہے:

”ابا بجد! ظلم و ستم کا انجام بڑا سخت ہوتا ہے، قتل و خونریزی حرام ہے، اس کا مرتکب ہونے والا اس دنیا میں انتقام اور آخرت میں دردناک عذاب سے محفوظ نہیں ہے۔ میں کسی ایسے کو نہیں جانتا جس نے تم سے زیادہ عثمان پر ظلم و ستم کیا ہو، تم ان افراد میں سے ہو جنہوں نے ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور ان کا خون بہایا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ان تمام باتوں سے چشم پوشی کر لوں گا یا بھول جاؤں گا؟ تم ان شہروں میں حکومت کرنے کے لئے پہنچ گئے جہاں ان (عثمان) کے چاہنے والے موجود ہیں؟ ان شہروں کے لوگ میرا حکم مانتے ہیں، میری بات پر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اور مجھ سے ہمیشہ عدالت کا مطالبہ کرتے ہیں۔“

اب میں ایک ایسے گروہ کو تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں جو تمہارے خون کے تشنہ ہیں اور تمہارے قتل کی راہ میں جہاد کر کے تقرب خدا کے طلبگار ہیں، انہوں نے اپنے خدا سے عہد و پیمانہ کیا ہے کہ تمہیں تمہارے افعال و کردار کی سزا تک پہنچادیں گے، اگر وہ تمہارے قتل سے بھی راضی و خوشنود ہوں تو میرے لئے کوئی نقصان نہیں ہے، میں چاہتا ہوں کہ عثمان کے ساتھ دشمنی اور ان کی رگ حیات کاٹنے کے سلسلے میں تم نے جو ظلم و ستم کیا ہے، اس کی وجہ سے تمہیں قتل کر دیا جائے، لیکن خاندان قریش کے ایک شخص کو اس طرح قتل کرنا مجھے پسند نہیں۔ ہاں! خدا ہے کہ تم جہاں بھی رہو گے وہ تمہیں اس قصاص سے نجات نہیں دے گا، والسلام“۔

محمد نے دونوں خطوط کو ایک ساتھ رکھ کر حضرت علیؓ کی جانب روانہ کر دیا اور معاویہ کے خط کا اس طرح جواب لکھا:

”اما بعد! تمہارا وہ خط موصول ہوا جس میں تم نے عثمان کے معاملے کو اس طرح بیان کیا ہے جس کے سلسلے میں میں کوئی بھی عذر پیش نہیں کروں گا، اس خط میں تم نے مجھے خوف زدہ کر کے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ تم میرے خیر خواہ ہو اور مجھے ازراہ شفقت قتل ہونے سے ڈرایا ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ زمانہ اس طرح کروٹ لے گا کہ میں میدان کارزار میں تم سے جنگ کروں گا اگر تم کامیاب ہو گئے تو دنیا کی حکومت تمہاری ہو جائے گی، کتنے ہی ظالموں نے دنیا میں حکومت کی ہے اور کتنے ہی مومنوں کو تم نے قتل کیا اور مثلہ کیا ہے، ہاں! تمہاری اور ان سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے، تمام امور اس کی نگاہوں کے سامنے ہیں وہ تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہی اس کا فیصلہ کرے گا، والسلام۔“

اور عمرو عاص کے خط کا جواب اس طرح لکھا:

”اے عمرو عاص! تم نے اپنے خط میں جو کچھ لکھا تھا اس سے مطلع ہوا، تم اس بات سے پریشان ہو کہ کامیابی میرے حصے میں آئی ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم غلطیاں کرتے ہو، تم یہ خیال کرتے ہو میں میرے خیر خواہ ہو، خدا کی قسم! تم میرے بد خواہ ہو، تم سوچتے ہو کہ لوگوں نے میری رائے اور حکومت کو چھوڑ کر میری پیروی سے نادم ہیں اور سب نے تیری اور شیطان کی پیروی کو اختیار کر لیا ہے، اس سلسلے میں عالمین کا پروردگار ہی ہمارے لئے کافی ہے، ہمیں عرش اعلیٰ کے خدا پر بھروسہ ہے، والسلام۔“

عمرو عاص نے مصر کی جانب رخ کیا۔ محمد بن ابی بکر نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دیا:

”اما بعد! اے مسلمانو اور مومنو! جن لوگوں نے اسلام کی حرمت کو پامال کیا، ضلالت و گمراہی کو رواج دیا اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر لوگوں پر زبردستی مسلط ہونا چاہتے ہیں، اب وہ دشمنی و عداوت پر کمر بستہ ہو کر تمہاری طرف آرہے ہیں۔ اے خدا کے بندو! جو بھی جنت اور خدا کی بخشش کا طلبگار ہے اسے خدا کی راہ میں اس گروہ سے جہاد کرنا چاہئے، جلدی کرو اور کنانہ بن بشر کے ہمراہ ان کا منہ توڑ

جواب دو، خدا تم پر رحمت نازل کرے۔“

تقریباً دو ہزار لوگوں نے کنانہ کو مثبت جواب دیا، محمد دو ہزار افراد کے ساتھ باہر آئے، کنانہ عمرو عاص کے سامنے گئے، آگے آگے محمد حرکت کر رہے تھے۔ عمرو کنانہ کی طرف آیا، قریب آنے کے بعد کنانہ نے ایک ایک خط کو پیش کرنا شروع کیا، وہ جیسے خط نکالتے وہ بے توجہی کا مظاہرہ کرتا اور زمین پر ڈال دیتا تھا، اس نے کئی مرتبہ اس عمل کی تکرار کی۔ عمرو ”معاویہ بن حدتج سکونی“ کو بلوا کر بہت سے لوگوں کے ساتھ کنانہ کا محاصرہ کر لیا۔ شام کے لوگوں نے چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ کنانہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنے گھوڑے سے اتر آئے، ان کی زبان پر یہ کلمات تھے:

”ہر موجود خدا کی اجازت سے مرجائے گا، یہ ایسا فیصلہ ہے جو سب کے لئے معین کر دیا گیا ہے، جو بھی اس دنیا کی جزا چاہتا ہے، ہم اسے دیں گے اور جو آخرت کی جزا کا طالب ہے، ہم اسے بھی دیں گے، ہم شکرگزاروں کو بہترین جزا دیں گے۔“ اس کے بعد اپنی تلوار نکال کر ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے، خدا ان پر رحمت نازل کرے۔

پھر عمرو عاص محمد بن ابی بکر کی جانب روانہ ہوا جن کے ساتھی کنانہ کے قتل کی خبر سن بکھر ہو گئے تھے، یہ صورت حال تھی کہ ان کے پاس کوئی بھی نہ تھا، محمد نے یہ حالت دیکھ کر ایک خرابے میں پناہ گزیں ہو گئے ایک طرف عمرو عاص اور دوسری طرف معاویہ بن حدتج ”محمد“ کی تلاش میں لگے رہے۔ چنانچہ معاویہ نے ایک راہ گیر سے پوچھا: کسی نامعلوم آدمی کو ادھر دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں نے صرف اس خرابے میں ایک آدمی کو دیکھا تھا۔ ابن حدتج نے کہا: خدائے کعبہ کی قسم! وہی محمد بن ابی بکر ہے وہ سب کھلنڈر کی طرف دوڑے اور اس میں داخل ہو کر انہیں باہر نکالا، وہ شدتِ تعجب سے جاں بلب تھے وہاں سے مصر کے زندان میں لایا گیا۔ ان کا بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر عمرو عاص پر بھڑک اٹھا: کیا تم میرے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ کسی کو معاویہ بن حدتج کے پاس بھیج کر اس عمل سے روکو۔ عمرو عاص نے ابن حدتج سے سفارش کی کہ محمد بن ابی بکر کو اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ معاویہ نے کہا: تم کنانہ بن بشر کو قتل کر دو اور میں محمد بن ابی بکر کو چھوڑ دوں؟ یہ محال ہے، کیا تمہارے کافران سے بہتر تھے یا تمہاری

کتابوں میں اسے برأت کا اظہار کیا گیا ہے؟

محمد نے ان سے کہا: مجھے پینے کے لئے تھوڑا پانی دو۔

معاویہ بن حدیق نے کہا:

”خدا اس شخص کو سیراب نہ کرے جو تمہیں ایک قطرہ پانی دے، تم نے عثمان کو پانی نہیں دیا، انہیں روزہ کی حالت میں قتل کر دیا، انہوں نے مہر و محبت کی شراب پی کر جنت میں خدا کا دیدار کیا، اے ابن ابی بکر خدا کی قسم! میں تمہیں قتل کروں گا تا کہ تم جہنم میں جلتا ہوا پانی پی سکو۔“

محمد نے جواب میں کہا: اے یہودی عورت کے جنے! تو ایسا نہیں کر سکتا، یہ خداوند عالم ہے جو اپنے بندوں کو سیراب کرتا ہے اور تم اور تمہارے ساتھیوں جیسے دشمنوں کو تشنہ کام رکھتا ہے، خدا کی قسم! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی ایسی جرأت نہیں کرتا۔

ابن حدیق نے جواب میں کہا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ تمہیں گدھے کے کھال میں ڈال کر آگ لگا دوں گا۔

محمد نے کہا: تجھ جیسے بہتوں نے اولیائے خدا کے اوپر ایسے مظالم ڈھائے ہیں، مجھے امید ہے کہ جو آگ تو مجھے جلانے کے لئے روشن کرے گا خداوند عالم اسے ٹھنڈی کر دے گا، اس نے اپنے خلیل ابراہیم کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تھا، وہ تو اور تیرے اہلکار کے ساتھ وہی کرے گا جو نمرود اور اس کے چاہنے والوں کے ساتھ کیا تھا، خداوند عالم تجھے اور جس کا تو نے ابھی نام لیا ہے (عثمان) اور تیرے رہبر (معاویہ) کو اسی آگ میں جلائے گا جو تیرے سامنے شعلہ در ہے۔

ابن حدیق نے کہا: میں تمہیں صرف عثمان کی وجہ سے قتل کروں گا۔

محمد نے کہا: تجھے عثمان سے کیا واسطہ؟ عثمان نے ظلم و ستم کے ساتھ رفتار کیا اور قرآن مجید کے احکام میں تغیر و تبدل کیا، خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَخُصِّمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ”جو بھی تنزیل خدا کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا وہ فاسقوں میں شمار ہوگا۔“ (۱) اسی لئے ہم

اس وقت کیا گیا جب محمد بن ابی بکر کے جسم میں رقت حیات باقی تھی۔

معاویہ اور اس کے ساتھیوں کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو بہت خوش ہوا۔ محمد بن ابی بکر کی شہادت پر معاویہ کی خوشحالی و مسرت کا واقعہ حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

”بھتاوہ خوش ہے ہم اتنا ہی غزودہ، آغاز جنگ سے لے کر میں نے ابھی تک کسی پر اتنا زیادہ گریہ نہیں کیا، وہ میرا تربیت یافتہ تھا، میں اسے اپنا بیٹا کہتا تھا، اتنا غم و اندوہ بے وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ نیک شخص اور میرا بھتیجا تھا (۱) ہم خدا کی راہ میں یہ قربانی پیش کرتے ہیں۔“ (۲)

عبدالرحمن فزاری حضرت علیؑ کی طرف شام میں مخرتھے وہ حضرت کی خدمت میں آکر بولے:

”میں شام سے باہر آیا عمرو عاص کی طرف سے کچھ نمائندے خوش خبری لائے کہ مصر کو فتح کر لیا گیا ہے اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا گیا ہے، انہوں نے منبروں پر بھی اس کا اعلان کیا۔ اے امیر المؤمنین! میں نے ابھی تک ایسی خوشحالی بہت کم دیکھی ہے، محمد کے قتل کی خبر شہادت سن کر شام کے لوگوں کی مسرت بے نظیر تھی۔“

حضرت علیؑ نے فرمایا: لیکن ہمارا غم و اندوہ، ان کی مسرت سے کئی گنا زیادہ ہے۔ آپ اتنے غمگین تھے کہ اس کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔

حضرت نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا، خدا کی حمد و ثنا اور رسول خداؐ پر درود و سلام کے بعد فرمایا:

”خبردار مصر کو ظالموں اور فسق و فجور کے طرفداروں نے فتح کر لیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں بندھ ڈال کر اسلام کو گمراہی کے راستے پر لے گئے، آگاہ ہو جاؤ کہ محمد بن ابی خدا کی راہ میں شہید ہوئے ہیں، خدا اس پر رحمت نازل کرے، ہم اسے خدا کی بارگاہ میں دیکھ رہے ہیں.....“ (۳)

ابو عمر سے مروی ہے کہ محمد بن ابی بکر کو عمرو عاص کے سامنے لایا گیا، عمرو نے زہر سے انہیں شہید

۱۔ محمد بن ابی بکر ماں کی طرف سے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے بھائی تھے۔

۲۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۳۲۸-۳۲۹)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۱۳ (ج ۷ ص ۳۲۹ حوادث ۳۲۸ھ)

۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۶۲ (ج ۵ ص ۱۰۸-۱۰۹ حوادث ۳۲۸ھ)؛ کمال ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۵ (ج ۲ ص ۳۱۳ حوادث ۳۲۸ھ)

کر دیا۔ شعبہ اور ابن عیینہ نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ محمد بن ابی بکر کو گرفتار کر کے عمرو عاص کے سامنے لایا گیا۔ اس نے کہا: کیا کوئی عہد و پیمان ہے، کیا کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ یہ سن کر ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ حضرت علیؑ ہمیشہ محمد بن ابی بکر کی تعریف و توصیف کرتے تھے اور ان کی فضیلت بیان کرتے تھے کیونکہ وہ عابد و مجاہد تھے۔ (۱)

علامہ ابنی فرماتے ہیں: اس تباہ کار کے بیٹے (عمرو عاص) سے ایسے دردناک مظالم اور جنتائیں بعید نہیں ہیں، یہ تمام مظالم صرف اور صرف ہند کے بیٹے کی قربت حاصل کرنے کے لئے انجام دیئے جاتے تھے اور ان افراد کے ہاتھوں انجام پذیر ہوتے تھے جو شائستہ کردار بندوں کا خون بہانے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتے تھے، ایسے افراد تھے جو خواہشات نفس کے بری طرح اسیر تھے۔

فرض کریں کہ ان کے خیال کے مطابق محمد نے عثمان کے خلاف وہ تمام اقدامات کئے، پھر بھی حیرت کی بات ہے کہ ان کی خونخواری کے لئے وہ معاویہ اٹھ کھڑا ہوا جس نے عثمان کے مطالبہ کے باوجود ان کی نصرت نہیں کی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ یا عمرو عاص جیسا شخص اس کی حمایت کر رہا ہے جس نے عثمان کے قتل پر مسرت و شادمانی کا اظہار کیا۔ اس نے کہا تھا: میں (ابو عبد اللہ) نے اسے قتل کیا ہے، اس وقت میں وادی سباع میں تھا۔ اسی نے کہا تھا: میں ابو عبد اللہ ہوں، جب کسی زخم کو کریڈتا ہوں تو خون نکال دیتا ہوں۔ اس نے ان چوپانوں کو بھی اس کے خلاف بھڑکا دیا تھا جو پہاڑ کی بلندی پر بھیڑ چراتے تھے، وہ فتنہ انگیزی میں مشغول تھا۔

معاویہ نے ان سپاہیوں کو عائشہ کی جانب کیوں نہیں روانہ کیا جو لوگوں کے درمیان یہ آواز بلند کر رہی تھیں: اس احمق بڑھے کو قتل کر دو، خدا اسے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے۔ اس نے طلحہ و زبیر کے پاس ان سپاہیوں کو کیوں نہیں بھیجا جو عثمان کے سب سے بڑے دشمن تھے؟ طلحہ ہی نے عثمان کے محاصرے کے دوران ان تک پانی نہیں پہنچنے دیا اور لوگوں کو ان کی مدد سے روکا، وہی مانع ہوئے کہ عثمان کو مدینہ میں سپرد خاک کیا جائے چنانچہ وہ یہودیوں کے قبرستان (حش کوکب) میں دفن کئے گئے۔ ان تمام باتوں کی

تفصیل نویں جلد میں پیش کی گئی۔

شہرستانی ”طل و نخل“ میں لکھتے ہیں:

”عثمان کے سپاہیوں کے سردار یہ افراد تھے: معاویہ شام کا سردار، سعید بن ابی وقاص کوفہ کا گورنر، اس کے بعد ولید بن عقبہ، عبداللہ بن عامر بصرہ کا گورنر، عبید اللہ بن ابی سرح مصر کا عامل، ان سب نے عثمان کو تباہ چھوڑ دیا چنانچہ وہ اپنے کیفر کو پہنچ گئے۔“ (۱)

جی ہاں! عثمان کو قتل کرنے والے یہ لوگ تھے، معاویہ تو چاہتا تھا کہ صرف حضرت علیؑ کے چاہنے والوں سے عثمان کا قصاص لے، انہیں جہاں دیکھے وہیں پروردناک طریقے سے قتل کر دیتا تھا۔

فرض کریں محمد بن ابی بکر ہی عثمان کے قاتل تھے، دوسروں کی شرکت کے سلسلے میں کوئی دلیل بھی ہے، ان کے لئے قصاص کا حکم صادر کر دیا گیا ہے کیونکہ قصاص میں معاشرے کی زندگی ہے۔ کیا شریعت اسلام میں ایسا کوئی قصاص ہے کہ مجرم کو کھال میں ڈالنے کے بعد نذر آتش کر دیا جائے، اور اس سر کو پورے شہر میں پھرایا جائے؟ محمد بن ابی بکر کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ خدا کے دین میں صحیح ہے؟ یا معاویہ اور اس کے آباؤ اجداد کے بت ہبل کے دین میں رائج ہے۔

﴿لَنْ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ﴾ ”ہم آپ کو ان کے واقعات بالکل سچے سچے

بتا رہے ہیں۔“ (۲)

﴿فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ ”عقربان کے پاس جن چیزوں کا

مذاق اڑاتے تھے ان کی خبریں آنے والی ہیں۔“ (۳)

﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ يَقْضُ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ﴾ ”حکم صرف اللہ کے اختیار میں

ہے وہی حق کو بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔“ (۴)

۱۔ طل و نخل ص ۲۵ (ج ۱ ص ۳۲)

۲۔ کہف ۱۳

۳۔ انعام ۵۷

۴۔ انعام ۵۷

معاویہ کے جھوٹے مناقب پر ایک نظر

شاید اب تک آپ نے معاویہ کی شناخت حاصل کر لی ہوگی اور پوری طرح آشکار ہو چکا ہوگا کہ یہ شخص کون ہے، اس کے عادات و خصائل کیا ہیں؟ ایسا شخص تھا جس کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کہیں نہیں، یہ شخص تباہی و بربادی میں اپنی مثال آپ تھا۔ بدکردار راوی اور مورخین اس سے کون سی فضیلت منسوب کر سکتے ہیں اور کہے ہوئے قلم ہوی وہوس کے اس پجاری کے اعمال میں جھوٹی باتیں کیسے داخل کر سکتے ہیں حالانکہ بازار عبرت میں اس کے چھپورے رفتار کی کوئی اہمیت نہیں، گزرگاہ حق و حقیقت میں اس کے اعمال و افعال کے متعلق عذر تراشیاں قطعی ممکن نہیں، لہذا آنکھ بند کر کے حسن ظن رکھیں اور اس کے احوال و حالات کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں۔

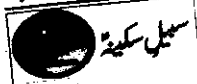
کیا معاویہ خداوند عالم کی بارگاہ میں ان تمام تر مظالم و جنایات کا مرتکب نہیں ہوا، اس نے اس کتاب و سنت کو پامال نہیں کیا جس میں تبدیلی ممکن ہی نہیں۔

کیا اس نے الہی حرمت کی توہین اور اولیائے الہی کے مقام و مرتبہ کو نیچا دکھانے کی کوشش نہیں کی۔ کیا اس نے اولیائے خدا کے پاک و پاکیزہ خون بہا کر گناہوں سے منزہ ان کے نفوس پر ظلم و ستم نہیں کیا، حالانکہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمَّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ ”جو کسی مومن کو قصد قتل کرے اس کی جزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہتا ہے اور اس پر خدا کا غضب بھی ہے اور خدا لعنت کرتا ہے اور اس نے اس کے لئے عذاب عظیم بھی مہیا کر رکھا ہے۔“ (۱)

کیا اسی معاویہ نے ان صلحائے امت، عادل اصحاب کرام اور تابعین پر مظالم کے پہاڑ نہیں ڈھائے جن کے خون و ناموس محترم تھے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا، وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَا كَتَبْنَا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ ”جو لوگ صاحبان ایمان مرد یا عورتوں کو بغیر کئے دھرے اذیت دیتے ہیں، انہوں نے بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھ رکھا ہے، یقیناً جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور خدا نے ان کے لئے رسوا کن عذاب معین کر رکھا ہے“۔ (۱)

کیا یہ وہی نہیں جس نے رسول خدا کے حقیقی و واقعی جانشین کے خلاف آتش جنگ بھڑکا کر آنحضرت کو آزر دہ خاطر کیا، حالانکہ ان کے سامنے سر تسلیم خم رکھنا اور ان کو راضی و خوشنود رکھنا واجب ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”جو لوگ خدا اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ستاتے ہیں وہ شدید عذاب سے دوچار ہوں گے“۔ (۲)

کیا یہی معاویہ نہیں جس نے ذوی القربی کے متعلق رسول اکرم کی حرمت کا پاس و لحاظ نہیں رکھا، ان کے فرزندوں کے والد کا احترام و اکرام، ان پر لعنت اور سب و شتم کر کے پامال کیا، اس عظیم اور گھناؤنے گناہ کے نفاذ پر اس نے دینی معاشروں کو مجبور کیا، اسے سنت کی شکل دے دی اور جس عظیم اسلامی شخصیت کو خداوند عالم نے پاک و منزه قرار دیا ہے اس سے دروغ و افتراء اور بیہودہ بکواس منسوب کیا۔



کیا یہی معاویہ نہیں جس نے وحشیانہ مظالم اور عظیم گناہوں کی انجام دہی میں سبقت کا مظاہرہ کیا۔ یہی وہ پہلا خلیفہ تھا جس نے شراب خریدی، اسے بے تحاشا پیتا تھا حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ جو شراب بیچے، خریدے اور اسے استعمال کرے وہ ملعون ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے فحشا اور منکرات کو اسلامی معاشروں میں رائج کیا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُجِبُّونَ

أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الْدِيْنِ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿﴾ جو لوگ چاہتے ہیں کہ صاحبان ایمان میں بدکاری کا چرچا پھیل جائے ان کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ سب کچھ جانتا ہے صرف تم نہیں جانتے ہو۔ (۱)

وہ پہلا شخص ہے جس نے سود کو حلال کیا اور سود دکھایا حالانکہ خداوند عالم نے خرید و فروش کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے: ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ﴾ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ روز قیامت اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر مجبوط الحواس بنا دیا ہے۔ اور رسول خدا کا ارشاد ہے: سود کھانے والا اور سود دینے والا دونوں ملعون ہیں۔

معاویہ وہ پہلا شخص ہے جس نے سفر میں اس لئے پوری نماز پڑھی تاکہ اپنے چچا زاد بھائی کو اہمیت دے اور اس کا احترام کر سکے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے عثمان کی رائے کے مطابق دو بہنوں سے نکاح کی بدعت ایجاد کی۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے باب دیات میں سنت کے قوانین میں تبدیلی ایجاد کی اور جو چیزیں نہیں تھیں اسے بھی داخل کر دیا۔

وہ پہلا شخص ہے کہ جس کا جب دل چاہا نمازوں میں تکبیریں ترک کر دیں جب کہ نماز میں تکبیریں کہنا مسلمہ سنت ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے تلبیہ کو ترک کر دیا اور حکم دیا کہ اس سلسلے میں امیر المؤمنین حضرت علی کی مخالفت کی جائے جو سنت خدا و رسول کے حقیقی پیروکار تھے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے نماز عید کے خطبہ کو اس لئے مقدم کیا تاکہ حضرت علیؑ پر سب و شتم سے لوگوں کے کان بھر سکے حالانکہ رسول خدا سے مروی ہے کہ جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی

اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے ترک حدود اور خداوند عالم کی سنت کو قائم نہ کر کے اس کی مخالفت کی، حالانکہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ جو خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدود سے تجاوز کرے گا خدا سے جہنم میں داخل کر دے گا اور وہ وہیں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔“ (۱)

وہ پہلا شخص ہے جس نے زنا کار کے حکم کی تنقیص کرتے ہوئے جاہلی آئین و رسوم کو زندہ کیا اور دین محمد کی مخالفت کی، حالانکہ رسول خدا کی حدیث ہے: الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی اور اسے جاری رکھا پھر ایک زمانہ میں ”سناخ“ نے اپنے دانے ہاتھ میں انگوٹھی لگائی، رشید کے عہد تک یہی حال رہا پھر اس نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا شروع کر دیا۔

وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت علیؑ پر سب و شتم کو رائج کیا اور اسے سنت کے عنوان سے جاری و ساری رکھا۔

وہ پہلا شخص تھا جس نے اپنے زمانے کے امام پر شورش کی، ظلم و ستم کیا اور ان کے خلاف محاذ آرائی کی اور اس طرح اس نے امام وقت اور امت کی کثیر تعداد کو جاہلی کھاٹ لگا دیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے حدیث سازی کے لئے اموال خرچ کئے اور کتاب خدا اور کلمہ طیبہ میں تحریف کے سلسلے میں بے پناہ پیسے لٹائے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؑ کی محبت کو ترک کرنے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرنے کو اپنی خلافت کی بیعت کی شرط قرار دی۔

وہ پہلا شخص ہے جس کے سامنے جب عادل صحابی ”عمر بن حتم“ کے سر کو لایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ پورے شہر میں پھرایا جائے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے عدل و انصاف کے خوگر صحابہ و تابعین کو عنترت رسول کی دوستی و محبت میں قتل کیا۔ حالانکہ اہل بیت رسول کی محبت کو خداوند عالم نے اجر رسالت قرار دیا ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے اہل بیت کرام سے محبت کرنے والی عورتوں کو تہ تیغ کیا، بچوں کا سر قلم کیا اور ان کے اموال غارت کئے حتیٰ مقتولین کو مشلہ کیا، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور ان کے خاندان کو تباہ و برباد کیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس کو خود اسی کے ماتحتین نے دھوکہ دیا، جھوٹی اور بے بنیاد گواہیاں اسی کے سامنے راجح ہوئیں، اس کے زمانے میں ظالموں نے رسول خدا کی امت کے شائستہ کردار افراد پر تسلط حاصل کیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے منبر رسول کو مدینہ سے شام منتقل کرنا چاہنا، جیسی منبر کو منتقل کرنا چاہا تو سورج کو گھین لگا اور وہ اپنے ارادہ سے باز آیا۔ (۱)

وہ پہلا شخص ہے جس نے خلافت اسلامی کو بدترین حکومت میں تبدیل کر دیا۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے بادشاہوں کو ریشم کے کپڑے پہننے پر مجبور کیا، سونے چاندے کے ظروف میں خورد و نوش کیا اور سونے چاندی سے آراستہ سوار یوں پر سوار ہوا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے امیر المومنین ہونے کا دعویٰ کیا، حالانکہ وہ گانا سنتا تھا، بزم طرب برپا کرتا تھا اور ناپنے والیوں کو صلہ و انعامات دیتا تھا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے حرم امن الہی ”مدینہ رسول“ پر یورش کی، وہاں کے لوگوں کو ڈرایا، دھمکایا اور اس زمین مقدس کی حرمت کو پامال کیا۔

ان جیسے اور بھی بہت سے مظالم اور جنائیتیں ہیں جن کو انجام دینے میں معاویہ نے سبقت کا مظاہرہ

کیا۔ (۲)

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۳۵ (ج ۸ ص ۳۹ ج ۵ ص ۵۵)

۲۔ ملاحظہ ہو: اوائل سبیلی: تاریخ خلفاء (ص ۱۸۷)؛ حاضرة الاولیٰ سکتوری

ان باتوں کے پیش نظر کیا یہ صحیح ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ ایسے نابکار اور ذلیل طاغوت کے متعلق مخزن نبوت سے کوئی تعریفی جملہ صادر ہوا ہو گا یا عادل و صادق رسول خدا کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکلا ہو گا جو اس کی ستائش پر مشتمل ہو؟؟ نہیں! ایسا ممکن ہی نہیں، بلکہ رسول اکرم وہ عظیم انسان ہیں جنہوں نے اس شخص کی اس کے مظالم کی وجہ سے مذمت کی ہے، اس لئے کہ یہ شخص عہد جاہلیت اور خود اسلام میں آنحضرت کا سخت ترین دشمن تھا اگر آنحضرت معاویہ کی تعریف میں ایک لفظ بھی بیان فرماتے تو باطل کی ترویج اور حق کی اہانت و توہین محسوب ہوتی۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے علی اور معاویہ کے بارے میں سوال کیا۔ کہا: جان لو کہ حضرت علی کے بہت زیادہ دشمن ہیں، ان کے دشمنوں نے لاکھ کوشش کی کہ ان کی شخصیت میں کوئی عیب نکالیں لیکن کامیاب نہ ہو سکے اسی لئے وہ ایسے شخص پر متحد ہوئے جس نے ان سے جنگ کی، لوگوں نے حیلہ و فریب کے ذریعہ اسے علی کے خلاف درغلا یا۔ (۱)

حاکم لکھتے ہیں: میں نے ابو العباس محمد بن یعقوب بن یوسف سے سنا، وہ کہہ رہا تھا: میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا: مجھ سے اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے کہا: معاویہ کی فضیلت میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (۲)

بخاری نے اپنی صحیح میں مناقب معاویہ پر مشتمل کوئی حدیث ملاحظہ نہیں کی تو مجبوراً مناقب صحابہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک باب ”ذکر معاویہ“ کے نام سے قائم کیا۔

ابن حجر لکھتے ہیں: یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ جو فضائل معاویہ سے مخصوص ہیں اور اختلافی ہیں، ان کی کوئی اصل و اساس نہیں، وہ صحیح نہیں ہیں، معاویہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں جن میں سے کسی کی سند صحیح نہیں، اسحاق بن راہویہ، نسائی اور دوسروں کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (۳)

۱۔ تاریخ خلفاء سیوطی ص ۱۳۳ (ص ۱۸۶)؛ فتح الباری ج ۷ ص ۸۳ (ج ۷ ص ۱۰۴)؛ صواعق محرقہ ص ۶۷ (ص ۱۲۷)

۲۔ اللاتی المصنوعہ ج ۱ ص ۲۲۰ (ج ۱ ص ۲۲۴)؛ فتح الباری ج ۷ ص ۸۳ (ج ۷ ص ۱۰۴)

۳۔ فتح الباری ج ۷ ص ۸۳ (ج ۷ ص ۱۰۴)

مسلم اور ابن ماجہ نے بھی فضائل معاویہ پر مشتمل صحیح حدیث ملاحظہ نہیں کی، انہوں نے اپنی صحیح و سنن میں مناقب صحابہ کے عنوان سے بعض صفحات نقل کئے ہیں۔

ترمذی نے بھی ایک حدیث کے علاوہ دوسری کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے اور لکھا ہے: یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔ ہم نے اللغذری کی دسویں جلد میں اس کے بطلان کو ثابت کیا ہے۔ اس حدیث میں ہے: ”خدا یا! اس کی ہدایت فرما“۔ (۱)

عمرو بن واقد نے اس حدیث کو اپنے سے منسوب کیا ہے، یہ عمر و ایک نمبر کا جھوٹا اور زنا کار ہے، پانچویں جلد میں اس کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ صحاح و مسانید بھی اس جھوٹے راوی کی روایتوں سے خالی ہیں۔

حافظ نسائی شام میں داخل ہوا، وہاں کے لوگوں سے یہ خواہش کی کہ وہ معاویہ کے فضائل بیان کریں، کہا: کیا کوئی سامنے آکر ان کے فضائل بیان کر سکتا ہے؟ سب نے اٹھ کر بہت مارا اور مسجد سے نکال باہر کر دیا۔ وہ خود نقل کرتے ہیں: مجھے مکہ لے جایا گیا تو وہاں کے لوگوں نے بھی باہر کر دیا۔ وہ وہیں مریض ہوئے اور مر گئے۔ (۲)

ابن تیمیہ کا بیان ہے: بعض لوگوں نے معاویہ کے فضائل نقل کئے اور اس سلسلے میں رسول خدا کی احادیث بھی روایت کی ہے لیکن وہ سب جھوٹی ہیں۔ (۳)

فیروز آبادی اور عجولوی فضائل معاویہ کے باب میں لکھتے ہیں: اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ (۴)

یعنی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:

۱۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۶۳۵، ج ۲ ص ۳۸۳، ج ۳ ص ۳۸۳)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲۳ (ج ۱ ص ۱۴۰، حوادث ۲۰۳ھ): نسائی کی حدیث کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

۳۔ منہاج ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۰۷

۴۔ کشف الخفاء ص ۳۲۰ (ج ۲ ص ۲۲۰)

اگر تم کہو گے کہ فضائل معاویہ میں بہت سی احادیث منقول ہیں تو میں کہوں گا کہ یہ سچ ہے لیکن اس ان میں سے کوئی بھی حدیث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں۔ (۱) اسحاق بن راہویہ، نسائی اور دوسروں نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور بے مقصد نہیں کہ بخاری نے ”باب ذکر معاویہ“ لکھا ہے، ”فضیلت یا منقبت معاویہ“ تحریر نہیں کی ہے۔

شوکانی فوائد مجموعہ میں لکھتے ہیں: تمام حفاظ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضیلت معاویہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (۲)

جی ہاں! اس ذلیل شخص کی غلو آمیز دوستی ہی اس کے جھوٹے فضائل و مناقب گڑھنے کا موجب قرار پائی ہے۔ رسول خدا اس بات سے کہیں پاک و منزہ ہیں کہ اس کے بارے میں کچھ فرمائیں گے بلکہ ان احادیث کو جعل سازوں نے گڑھا ہے کہ انسانیت اسے کبھی قبول ہی نہیں کر سکتی۔

محمد بن عبد الواحد ابو عمر نے اس شخص کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا دامن مختلف ضلالتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر نے لسان المیزان میں اسحاق بن محمد موسیٰ کے نام کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”اس شخص نے معاویہ کے فضائل سے متعلق کچھ لچر موضوعات بیان کئے ہیں، جنہیں عبید اللہ سقلی نے بھی اس سے نقل کیا ہے، اس نے یا اس کے استاد نے یہ لچر کلمات ایجاد کئے ہیں۔“ (۳)

یہاں مختصر طور پر اس جھوٹ کے پلندے کو پیش کیا جا رہا ہے جسے جھوٹے اور گناہگار راویوں نے اس شخص کے مناقب میں جعل کیا ہے، یہ ان جھوٹ کا بقیہ حصہ ہے جنہیں ہم نے اس سے قبل پیش کیا ہے، جن کے بارے میں ایک منصف مزاج قاری خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے، خدا بہترین یاد دہکار ہے۔

۱۔ عمدة القاری (ج ۱۶ ص ۲۳۹ نمبر ۲۵۴)

۲۔ فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ (ص ۲۲۳ ج ۱۶۲)

۳۔ لسان المیزان ج ۳ ص ۳۷۲ (ج ۱ ص ۲۱۶ نمبر ۱۱۶۵)

معاویہ پر رسول کا درود و سلام

۱۔ انس سے مرفوعاً منقول ہے: اپنے اصحاب میں معاویہ کے علاوہ کسی اور کے جانے پر افسوس نہیں ہوا، چنانچہ اسی سال کے بعد میں اس کا دیدار کر رہا ہوں، اسی سال بعد ایک اونٹ جو رحمت خدا سے مشک و عنبر سے معطر تھا اور اس کا پیرزبرد کے مانند دک رہا تھا، میرے پاس آیا، میں نے پوچھا: کیا معاویہ آیا ہے؟ اس نے کہا: بلیک یا محمد۔ میں نے سوال کیا: یہ اسی سال کہاں تھے؟ کہا: یہ اسی سال عرش خدا کے نیچے ایک باغ میں گزرے، وہ مجھ سے اور میں اس سے نجوی کرتا تھا، خدا مجھ پر اور میں خدا پر درود بھیجتا۔ اس کا بیان ہے کہ یہ ان لعنتوں اور اور دشنام طرازیوں کی جزا ہے جو دنیا میں مجھ سے منسوب کی جاتی تھیں۔ (۱)

معاویہ پر خدا کا سلام

۲۔ انس سے مرفوعاً روایت میں منقول ہے: جبریل امین ایک سونے کا قلم لئے ہوئے میرے پاس آئے، کہا: خدائے عزوجل آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے: اے میرے حبیب! میں عرش سے یہ قلم معاویہ کو ہدیہ کر رہا ہوں، اسے اس تک پہنچادیں اور کہیں کہ اس قلم سے آیت الکرسی لکھے، اسے مرتب کرے، نکات و حرکات لگائے اور آپ کی خدمت میں پیش کرے، میں آیت الکرسی لکھنے کے وقت سے لیکر روز قیامت تک اس آیت کی تلاوت کرنے والے کی تعداد کے برابر اس کے کھاتے میں ثواب لکھوں گا۔ رسول خدا نے فرمایا: عبدالرحمن (معاویہ) کو میرے پاس بلواؤ۔ ابو بکر گئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر رسول خدا کی خدمت میں لائے۔ دونوں نے سلام کیا، آنحضرت نے ان کے سلام کا جواب دیا پھر معاویہ سے فرمایا: اے عبدالرحمن! میرے پاس آؤ۔ وہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے قلم دے کر فرمایا: اے معاویہ! یہ وہ قلم ہے جسے پروردگار نے عرش سے تمہارے لئے بھیجا ہے تاکہ تم اس سے آیت الکرسی لکھو، اسے

آراستہ و مرتب کرو، اس پر نقاط و حرکات لگاؤ اور پھر میرے حوالے کر دو، میں خدا کی حمد ثنا بجالاتا ہوں کہ اس نے تمہیں یہ فضیلت عطا فرمائی ہے، خداوند عالم اس کی تحریر کے وقت سے لیکر روز قیامت تک اس کے پڑھنے والوں کی تعداد کے مطابق تمہارے کھاتے میں ثواب لکھے گا۔ معاویہ نے رسول خدا سے قلم لے کر اپنے کان کے اوپری حصہ پر لگا لیا۔ رسول خدا نے فرمایا: خدایا! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ قلم اس کے حوالے کر دیا ہے، اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار فرمائی۔ معاویہ دو زبانوں رسول اسلام کے سامنے بیٹھ گئے، وہ مسلسل اس کرامت پر خدا کی حمد کر رہے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے قلم و دوات پیش کیا اور اس نے بہترین تحریر میں لکھنا شروع کر دیا اور تکمیل کے بعد رسول اسلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت نے فرمایا: اے معاویہ! خداوند عالم نے ان تمام افراد کی تعداد کے مطابق جو روز قیامت تک اس آیت الکرسی کی تلاوت کریں گے تمہارے کھاتے میں ثواب لکھ دیا ہے۔ (۱)

معاویہ امین ہے

- ۳۔ جابر سے مروی ہے کہ رسول خدا نے جبریل سے مشورہ کیا کہ کیا کتابت کے امور معاویہ کے حوالے کئے جائیں؟ جبریل بولے: ان کے حوالے کر دیجئے اس لئے کہ وہ ایک امین انسان ہے۔ (۲)
- ۴۔ عبادہ بن صامت مروی ہے: خداوند عالم نے رسول پر وحی نازل کی کہ معاویہ کو امور کتابت پر مامور کریں کیوں کہ وہ امین و مامون ہے۔ (۳)
- ۵۔ انس سے مرفوع روایت منقول ہے کہ امین سات افراد ہیں: لوح، قلم، اسرائیل، میکائیل، جبریل اور محمد و معاویہ۔ (۴)

۱۔ ملاحظہ ہو: ج ۵ ص ۲۵۹ طبع اول: ص ۳۰۴ طبع دوم

۲۔ ج ۵ ص ۲۶۰ طبع اول ص ۳۰۵ طبع دوم

۳۔ ج ۵ ص ۱۶۲ ص ۳۰۵

۴۔ ج ۵ ص ۱۶۲ ص ۳۰۸

۶۔ ابو ہریرہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ خدا کی نظر تین افراد امین ہیں: میں، جبرئیل اور معاویہ۔ (۱)
 ۷۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے نقل کرتے ہوئے کہا: بنی ہاشم کے دس افراد رسول خدا کی خدمت میں پہنچے، اتمام نماز کے بعد عرض کی: یا رسول اللہ! ہم بعض امور کے سلسلے میں آپ سے گفتگو کرنے کے لئے آئے ہیں؛ خداوند عالم نے اس رسالت کے ذریعہ آپ کو فضیلت دی ہے، اس سے آپ کو شرف فرمایا ہے اور اس وسیلے سے ہمیں بھی شرف عطا فرمایا ہے، ہم کاتب وحی کے عنوان سے معاویہ بن ابی سفیان کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں، اس لئے کہ آپ کے خاندان میں کوئی بھی اس کی طرح فضیلت و برتری کا حامل نہیں۔ رسول خدا نے فرمایا: نہیں کسی اور کو تلاش کرو۔ اس واقعہ کے بعد چالیس دن تک جبرئیل امین نازل نہیں ہوئے چالیسویں دن ایک صحیفہ کے ہمراہ نازل ہوئے جس میں لکھا تھا: اے محمد! جسے خداوند عالم نے منتخب فرمایا ہے اسے بدلنے کا آپ کو کوئی حق نہیں، آپ کسی اور کو وحی کی کتابت پر مامور نہیں کر سکتے، معاویہ ہی کو منتخب فرمائیں اس لیے کہ وہ امین ہیں۔ (۲)

۸۔ واثلہ کے طریق سے ایک مرفوع روایت مروی ہے: خداوند عالم نے اپنے وحی کی کتابت کے لئے مجھے، جبرئیل اور معاویہ کو امین قرار دیا، نزدیک تھا کہ خداوند عالم معاویہ کو علم و دانش اور اپنے کلام پر امانت کی وجہ سے رسول بنا دے۔ خدا معاویہ کے گناہوں کو بخش دے گا اور اپنے حساب سے محفوظ رکھے گا۔ اس نے اپنی کتاب کی تعلیم دی اور اسے ہادی و مہدی قرار دیا۔ (۳)

معاویہ کے توسط سے کتابت وحی پر رسول کا افتخار

۹۔ سعد سے مروی ہے کہ رسول نے معاویہ سے فرمایا: بے شک معاویہ قیامت کے دن ریشمی لباس میں محشور کیا جاؤں گا جس کا ظاہر رحمت اور باطن رضایت خدا پر مشتمل ہوگا، اس وقت وہ سب کے سامنے

مباہات کرے گا اس لئے کہ اس لباس میں وحی لکھی ہوئی ہوگی۔ (۱)

رسول سے معاویہ کی ملاقات جنت میں

۱۰۔ عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے: جعفر بن ابی طالب نے بہ (پھل) رسول خدا کی خدمت میں پیش کیا، اس کے بعد معاویہ تین عدد بہ لائے تو رسول نے فرمایا: جنت میں ان کے ساتھ مجھ سے ملاقات کرو گے۔ (۲)

ابن حیان کہتے ہیں: یہ حدیث جعلی ہے۔ (۳) خطیب کہتے ہیں کہ متذکرہ حدیث ثابت نہیں ہے ابن عساکر کا بیان ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل و اساس نہیں ہے۔ (۴)

معاویہ بہشتی ہے

۱۱۔ عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے: ابھی اسی وقت اہل بہشت میں سے ایک شخص داخل ہوگا، چنانچہ اسی وقت معاویہ داخل ہوئے۔ فرمایا: معاویہ! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے، جنت میں ان دو انگلیوں کے کی طرح میرے ہمراہ رہو گے۔

ذہبی نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ حدیث باطل ہے۔ (۵)

علم و حلم سے معاویہ کی شکم پری

۱۲۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں اسحاق بن یزید سے، اس نے محمد مبارک صوری سے، اس نے

۱۔ ج ۵ ص ۲۶۷/۲۱۶ ۲۔ ج ۵ ص ۱۶۲/۲۸۱ ص ۳۲۹ ۳۔ کتاب الحجر و جین (ج ۱ ص ۱۱۶)

۴۔ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۱ ص ۶۹۳) مختصر تاریخ دمشق (ج ۲ ص ۱۲)؛ اللغالی المصنوع ج ۱ ص ۳۲۲، ۳۲۳

۵۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳۳ (ج ۲ ص ۶۲۳ نمبر ۵۰۸۵)

صدقہ بن خالد سے، اس نے وحشی بن حرب بن وحشی سے، اس نے اپنے والد اور اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ معاویہ رسول کے عقب میں سوار تھے۔ رسول نے فرمایا: تمہارے بدن کا کون سا حصہ مجھ سے نزدیک ہے؟ کہا: میرا پیٹ۔ فرمایا: خدایا! اسے علم و دانش سے بھر دے۔
ذہبی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (۱)

تبصرہ امینی

اگر یہ روایت بخاری کی نظر میں ذرا بھی معتبر ہوتی تو وہ اپنی صحیح میں ضرور نقل کرتے اور 'باب ذکر معاویہ' کو کسی فضیلت و منقبت سے خالی نہ رکھتے لیکن وہ جانتے ہیں کہ معاویہ علم و دانش سے قطعی عاری تھا۔ وہ ایسے شخص کی تصدیق کیسے کر دیتے جس کی جہالت و خشونت شہرہ آفاق تھی۔

(اسی کے برعکس) اگر رسول خدا کسی کے بارے میں یہ بدعا کرتے کہ اس کا شکم علم و دانش سے خالی رہے تو وہ حتی طور پر معاویہ ہی ہوتا۔ اس شخص کا کون سا عمل ان دو خصلتوں کا ترجمان ہے؟ جاہلیت کے پست دور اور اس شخص کے تاریک اسلام کے درمیان کون سا فرق پایا جاتا ہے؟ حق تو یہ ہے کہ ان میں ذرا بھی فرق نہیں۔

عبادہ بن صامت سے اس کے علم کے بارے میں سوال کیا گیا: کیا تمہیں اس کی اطلاع ہے؟ کہا: اس کی ماں ہند اس سے زیادہ جانتی تھی۔ (۲) اور جب شریک سے سوال ہوا کہ کیا اس کے علم کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ کہا: جس نے حق کے ساتھ کھلوڑا کیا اور حضرت علی کو قتل کیا، وہ حلیم ہو ہی نہیں سکتا۔ (۳)

ام المومنین عائشہ کہتی ہیں: معاویہ کا علم اس وقت کہاں تھا جب اس نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو

۱۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۶۸ (ج ۲ ص ۳۳۱ نمبر ۹۳۳۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۱۰ (ج ۱۶ ص ۱۹۵ نمبر ۳۰۷۱؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۰۶)

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ حوادث ۶۰)

قتل کیا اس پر ترف ہے کہ اس نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔

شریک کے سامنے علم معاویہ کی بات نکلی تو اس نے کہا:

کیا معاویہ سفاهت و جہالت کی کان کے علاوہ بھی کچھ تھا، خدا کی قسم! جب اس نے شہادت امیر المؤمنین کی خبر سنی، پہلے نیم دراز تھا سنتے ہی ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا، پھر اپنی کینز سے بولا: سریلی آواز میں کچھ گاؤ، آج میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔

اس نے بھی یہ اشعار پڑھے:

الا ابلغ معاویة بن حرب فلا قرت عیون الشامینا
افى شهر الصیام فجمعتمونا بخیر الناس طرا اجمعینا
قتلتم خیر من ركب المطایا و افضلهم و من ركب السفینا

”کیا معاویہ بن حرب کو ایسی بات سناؤں جس نے کینز تو زوں کی آنکھ کبھی روشن نہ ہو؟ کیا تم لوگ ماہ صیام میں ایسے انسان کو قتل کر کے ہمیں اندوہناک کرتے ہو جو لوگوں میں سب سے بہتر تھا؟ تم نے اس بہترین انسان کو قتل کیا ہے جو اب تک اونٹ یا کشتی پر سوار ہوا ہے۔“

معاویہ نے اپنے پاس رکھے ہوئے گرز اہنی سے اس کینز کے سر پر شدید ضرب لگائی۔ کیا اس کے بعد بھی اسے حلیم و بردبار کہا جاسکتا ہے؟ اس وقت اس کا علم کہاں غایب تھا۔ (۱)

معاویہ کے چچوں نے اس کے شکر کے سلسلے میں رسول کی بدعا بھی نقل کی ہے آپ نے اس طرح بدعافرمانی:

”خدا تیرے شکر کو کبھی سیر نہ کرنے“ اس کے علاوہ کوئی بھی حدیث نقل کی جائے وہ جھوٹ ہے، اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

۱۔ اس واقعہ کو راف نے محاضرات کے خطی نسخے میں نقل کیا ہے: تعہید الطامن ج ۲ ص ۴۰۹ پر اسی کتاب سے منقول ہے، البتہ طبعات کے وقت اس روایت سے مربوط دوسری روایت کے ساتھ اس روایت کی بھی تحریف کر دی گئی ہے۔ آپ محاضرات ج ۲ ص ۲۱۳ کی جانب رجوع کریں اس کے بعد اس کے خطی نسخے سے متاثرہ کریں۔

جنت میں معاویہ کی رسول خدا سے ملاقات

۱۳۔ جابر سے منقول ہے: رسول خدا نے معاویہ کو ایک تیر دیتے ہوئے فرمایا: اسے اپنے پاس رکھو تاکہ جنت میں میری زیارت کر سکو۔ ابو ہریرہ کی روایت میں ہے: تاکہ جنت میں اسے واپس کر سکو۔ قاسم بن مہران نے یہ روایت نقل کی ہے (۱) اور ابن حبان کا عقیدہ ہے کہ اس روایت سے استدلال کرنا کسی صورت جائز نہیں۔ (۲) ابن عدی کہتے ہیں: اس کا راوی پکا جھوٹا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں: یہ حدیث جعلی ہے۔ (۳)

معاویہ جنتی لباس میں

۱۴۔ خارجہ بن یزید اور اس نے اپنے والد سے مرفوع حدیث روایت کی ہے: اے ام حبیبہ! خداوند عالم معاویہ کو تم سے زیادہ دوست رکھتا ہے، میں معاویہ کو گویا جنتی لباس میں دیکھ رہا ہوں۔ (۴) ذہبی لکھتے ہیں: یہ حدیث باطل ہے، محمد بن رجاہ پر اس کے جعل کرنے کا الزام ہے۔ علامہ ابنی فرماتے ہیں: سند روایت میں ”عبدالرحمن بن عبدالرزاق“ بھی ہے جس کے بارے میں یحییٰ بن یحییٰ کہتے ہیں: یہ ان افراد میں سے نہیں جن پر ائمہ حدیث نے اعتماد کیا ہو، یہ صحت سے عاری ہے، قطعی ضعیف ہے۔ (۵) صالح بن احمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث مضطرب ہے۔ ابن مدینی سے منقول ہے: ہمارے اصحاب کے نزدیک ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں: اس کی حدیث سے

۱۔ کتاب الحج و حین، میزان الاعتدال لسان المیزان

۲۔ کتاب الحج و حین ج ۲ ص ۲۱۴

۳۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۸ (ج ۳ ص ۳۳۲ نمبر ۶۶۴۵: ج ۳ ص ۳۶۹ نمبر ۶۷۹۶): لسان المیزان ج ۳ ص ۴۱۳، ۴۵۹:

ج ۶ ص ۶۸۱ نمبر ۶۴۷۳، ص ۵۳۸ نمبر ۶۶۲۵، ج ۶ ص ۲۶۶ نمبر ۹۰۰۴

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۶ (ج ۳ ص ۵۳۵ نمبر ۷۵۱۷)

۵۔ معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۷۳ نمبر ۱۸۳)

استدلال و احتجاج نہیں کیا جاسکتا، اس نے اپنے والد سے روایت کر کے اسے ضعیف کر دیا ہے۔ (۱)

شیعہ معاویہ کو گالی نہیں دیتے

۱۵۔ ابو عمر وزاہد نے علی بن محمد بن صالح سے اور اس نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے حسین کو دیکھا کہ وہ معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جمعہ کا دن تھا، معاویہ خطبہ دے رہے تھے، ایک صحابی نے کہا: اے امیر المومنین! حسین کو منبر پر جانے کی اجازت دیجئے۔ معاویہ نے کہا: تم پر ترف ہے، جھوڑو کہ میں فخر و مہابت کروں، پھر اس نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ کو خدا کا واسطہ، بتائیں کیا میں بطحائے مکہ کا زائر نہیں ہوں؟ جواب دیا: ہاں اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو حق کی بشارت دینے والا بنا کر ارسال فرمایا۔ پھر کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ کو خدا کا واسطہ بتائیں کیا میں خال المومنین (مومنین کا ماموں) نہیں۔ فرمایا: ہاں، اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو مبعوث بہ رسالت فرمایا ہے۔ پھر پوچھا: کیا میں کاتب وحی نہیں ہوں؟ جواب دیا: ہاں اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو اس لئے بھیجا تا کہ لوگوں کو انداز کریں۔ معاویہ منبر سے نیچے آیا۔ حسین ابن علی منبر پر گئے اور خدا کی ایسی ثنا کی کہ گزشتہ و آئندہ افراد اس سے قاصر ہیں۔ پھر کہا: میرے والد نے میرے جد سے، میرے جد نے جبرئیل امین سے اور جبرئیل نے خدا سے روایت کی ہے کہ عرش کے ستون کے نیچے ایک پتہ ہے جس پر یہ تحریر ہے: خدائے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں، محمد خدا کے رسول ہیں، اے آل محمد کے شیعہ! لا الہ الا اللہ کہنے والا قیامت کے دن جو بھی آئے گا خداوند عالم اسے جنت میں داخل کرے گا۔ معاویہ نے پوچھا: اے ابو عبد اللہ! آپ کو خدا کی قسم ہے آل محمد کے شیعہ کون ہیں؟ کہا: وہ افراد جو شیخین (ابو بکر و عمر)، عثمان اور میرے والد پر لعنت نہیں بھیجتے اور اے معاویہ! تم پر بھی لعنت نہیں بھیجتے۔

ابن عساکر نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، حسین سے اس کی سند سمجھ میں

نہیں آتی۔ (۱)

علامہ ابنی فرماتے ہیں: کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں کہ حدیث کے منکر اور غیر مستند ہونے کے باوجود حفاظ حدیث نے اس کی روایت کی ہے؟ کیا ابو عمر زاید محمد بن عبد الواحد وہی جھوٹا اور کذاب نہیں جس نے فضائل معاویہ کے لئے ایک باب قائم کیا ہے اور وہ خود بھی اس جھوٹی حدیث کے راویوں میں سے ایک ہے؟ کیا اس حدیث کے راویوں میں ”علی بن محمد صالح“ وہی شخص نہیں جسے خطیب خصوصیت سے ضعیف کہا ہے؟ (۲) حافظ کہتے ہیں: علی بن محمد صالح سے ابو محمد جرجانی (متوفی ۳۷۴) نے روایت کی ہے اور یہ بھی مالک (متوفی ۱۷۹) سے ایک واسطے سے نقل کرتا ہے۔ بنا بریں اس کا باپ امام حسین سے جن کی شہادت سن ۶۰ھ میں واقع ہوئی، کیسے ممکن ہے کہ اس نے معاویہ کو درک کیا ہو اور اس کے خطبہ میں شریک ہوا ہو۔ اس روایت کے الفاظ و متون بھی اس کی صحت کی تردید کر رہے ہیں، کیا اس روایت کو ان روایات سے مقایرہ کیا جاسکتا ہے جو معاویہ کی سیرت و روش کے سلسلے میں رسول اسلام، امیر المؤمنین علیؑ اور حسن و حسین علیہما السلام سے بطور صحیح و ثابت مروی ہیں؟

معاویہ نوری ردائیں

۱۶۔ حدیث مرفوع ہے: معاویہ اس حالت میں مبعوث ہوگا کہ اس کے جسم پر نوری ردائیں ہوں گی۔ ابن حبان نے جعفر بن محمد النطاکی کے طریق سے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ (۳) ذہبی اور ابن حجر نے اس حدیث کے بطلان کا اعتراف کرتے ہوئے النطاکی کا موثق ہونا ذکر کیا ہے۔

۲۔ تاریخ خطیب ج ۳ ص ۲۲۲

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۳ ص ۳۱۲، ۳۱۳ (ج ۱ ص ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۷)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۴۱۶)؛ لسان المیوان ج ۲ ص ۱۲۲ (ج ۲ ص ۱۵۶، ۱۵۹، ۲۰۹)

معاویہ اہل بہشت سے ہے

ابو نعیم نے حلیہ میں عبد اللہ بن محمد بن جعفر سے، اس نے احمد بن محمد بزاز مدنی سے، اس نے ابراہیم بن عیسیٰ زاہد سے، اس نے احمد دینوری سے، اس نے عبد العزیز بن یحییٰ سے، اس نے اسماعیل بن عیاش سے، اس نے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار سے، اس نے اپنے والد سے اور اس نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: اہل بہشت میں ایک شخص تم پر ظاہر ہوگی چنانچہ معاویہ ظاہر ہوئے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: دارقطنی کی تصریح کے مطابق احمد بن مروان دینوری (صاحب مجالہ) حدیث گڑھنے والا شخص تھا۔ دارقطنی ”سبقت رحمۃ غضبی“ کی حدیث نقل کر کے کہتے ہیں: یہ سند صحیح نہیں ہے، اس کا مقصد احمد بن مروان پر الزام لگانا تھا، میری نظر میں یہ شخص حدیث گڑھنے والوں میں سے ایک ہے۔ (۲)

سند حدیث پر ایک نظر:

عبد العزیز بن یحییٰ: ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد نے اس سے ایک حدیث سنی، پھر اسے ترک کر کے کہا کہ میں اس سے حدیث نقل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ضعیف ہے۔ (۳) ابوزرعہ کا بیان ہے: وہ ثقہ نہیں اس لئے کہ میں نے اس کی حدیث ابراہیم بن منذر کے سامنے بیان کی تو اس نے اس کی تکذیب کر دی۔ پھر ابی مصعب کے سامنے بیان کی اور کہا کہ اس نے سفیان بن بلال سے نقل کی ہے۔ سنتے ہی کہا: جھوٹ بکتا ہے، میں اس سے بڑا ہونے کے باوجود اسے درک نہ کر سکا۔

عقیلی کہتے ہیں: وہ موثق افراد سے باطل مضامین نقل کرتا تھا اور ایسی حدیث نقل کرتا ہے جسے قدماء میں مالک کے علاوہ کسی اور نے نقل نہیں کیا۔ (۴) ابن عدی کہتے ہیں: یہ حدیث قطعی ضعیف ہے، وہ لوگوں

۱۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۲ ص ۲۶۶ نمبر ۲۳۶۶)

۲۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۳۳۹ نمبر ۹۳۷)

۳۔ البحر والتمدیل (ج ۵ ص ۲۰۰ نمبر ۱۸۵۳)

۴۔ الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۱۹ نمبر ۹۷۵)

کی حدیثیں چراتا تھا۔ (۱)

اسماعیل بن عیاش: سحی بن معین کہتے ہیں: اہل شام اس پر ذرا بھی توجہ نہیں کرتے تھے، عراقیوں کو بھی اس کی باتیں پسند نہیں تھیں۔ (۲) اسدی کہتے ہیں: حجازیوں اور عراقیوں سے کوئی بات نقل کرتے وقت جھوٹ کی آمیزش کر دیا کرتا تھا۔ جو زبانی کے بقول: اس نے جھوٹوں کی حدیثوں سے لوگوں کو سیراب کیا ہے۔

ابن خزیمہ لکھتے ہیں: اس کی باتوں سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ ابن مبارک کے بقول: مجھے اس کی حدیث ذرا بھی پسند نہیں۔ شامیوں کے علاوہ نسائی (۳)، ابواحمد بن حاکم، برقی اور ساجی سب نے اس کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔ حاکم کہتے ہیں: اگر کسی حدیث کو صرف وہ نقل کرے تو قابل قبول نہیں اس لئے کہ اس کا حافظ اچھا نہیں تھا۔ ابوحبان (۴) کہتے ہیں: زندگی کے ابتدائی دور میں اس کا حافظ اچھا تھا، جب بڑا ہوا تو اس کی ذہانت جاتی رہی، ابتدائی دور میں جو حدیث نقل کی ہے وہ دوسروں سے بھی منقول ہے لیکن بڑھاپے کی احادیث قطعی غریب ہیں۔ سب میں جھوٹ کی آمیزش ہے، وہ سند ذکر کر کے متن حدیث کو دوسرے متنوں سے مخلوط کر دیتا تھا اور خود بھی متوجہ نہیں ہوتا تھا لہذا جس کی یہ کیفیت ہو اس کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ (۵)

سلسلہ اسناد میں ”عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار“ بھی ہے۔ ابن معین اسے ضعیف سمجھتے ہیں۔ (۶) ابوحاتم کہتے ہیں: اس کی حدیث ست و ضعیف ہے، اس کی حدیث نقل کی جاتی ہے لیکن اس سے استناد نہیں کیا جاتا۔ (۷) ابن عدی کہتے ہیں: اس کی بعض حدیثیں منکر ہیں، اسے قبول نہیں کیا جاسکتا، وہ ان

۱۔ الکامل فی ضعف الرجال (ج ۵ ص ۲۹ نمبر ۱۵۲۳)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳۰ (ج ۲ ص ۶۳۶ نمبر ۵۱۳۶)؛ تہذیب
الہذیب ج ۶ ص ۳۶۳ (ج ۶ ص ۳۲۳)

۲۔ تاریخ (ج ۳ ص ۳۳۴ نمبر ۵۱۳۶) ۳۔ کتاب الضعفاء والحر وکین (ص ۳۹ نمبر ۳۶)

۴۔ کتاب البحر وحمین (ج ۱ ص ۱۲۵)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۱۴ (ج ۱ ص ۲۴۰ نمبر ۹۲۳)؛ تہذیب الہذیب ج ۱ ص ۳۲۳-۳۲۶ (ج ۱ ص ۲۸۲-۲۸۳)

۶۔ تاریخ (ج ۳ ص ۲۰۳ نمبر ۱۲۰۴) ۷۔ البحر والتحدیل (ج ۵ ص ۲۵۴ نمبر ۱۲۰۴)

افراد میں سے ہے جو ضعیف حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ (۱)

خدا معاویہ کو علم کتاب کی تعلیم دیتا ہے

۱۸۔ ذہبی نے میزان اور ابن کثیر نے تاریخ میں تفسیر سے اور اس نے ابی ہلال محمد بن سلیم سے روایت کی ہے کہ اس نے ایک شخص سے اور اس نے مسلمہ بن مخلد سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا:

خدا یا! معاویہ کو اپنی کتاب کی تعلیم دے اور اسے شہروں میں مقرر فرما۔ (۲)

ذہبی لکھتے ہیں: جلد معروف نہیں ہے، اس کی حدیث منکر ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں: اس حدیث کی

سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ اس میں ”محمد بن سلیم“ مجہول شخص ہے۔ (۳)

ذہبی نے میزان میں اور ابن حجر نے لسان میں ”یحییٰ بن معین کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ یہ

مجہولی حدیث بیان کرتا ہے۔ (۴)

خدا اور رسول معاویہ کو دوست رکھتے ہیں

۱۹۔ عقیلی نے بشر بن بشار سے، اس نے عبد اللہ بن بکار مرقی، اس نے ابو موسیٰ اشعری کی

اولاد سے، انہوں نے اپنے والد سے، اس نے اپنے جد سے اور اس نے ابو موسیٰ سے نقل کیا ہے کہ رسول

خدا ام حبیبہ کے گھر میں داخل ہوئے، اس وقت معاویہ کا سران کے زانو پر تھا، آنحضرت نے پوچھا: اسے

۱۔ کامل فی صفاء الرجال (ج ۳ ص ۲۹۸ نمبر ۱۱۲۶): میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۰۹ (ج ۲ ص ۵۷۲ نمبر ۳۹۰۱): تہذیب

الہدیہ ج ۶ ص ۲۰۶ (ج ۶ ص ۱۸۷)

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۳۸۸ نمبر ۱۳۳۰): البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱ (ج ۸ ص ۱۲۹ احادیث ۶۷)

۳۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۹۶ (ج ۲ ص ۱۲۳ نمبر ۱۹۰۸)

۴۔ تاریخ یحییٰ بن معین (ج ۳ ص ۲۳۵ نمبر ۴۱۲۰): میزان الاعتدال ج ۳ ص ۶۹ (ج ۳ ص ۵۷۲ نمبر ۷۶۳۵): لسان المیزان

ج ۵ ص ۱۹۲ (ج ۵ ص ۲۱۸ نمبر ۷۲۵۳)

دوست رکھتی ہو؟ کہا: کیوں نہ دوست نہ رکھوں کیونکہ خدا اور رسول اسے دوست کرتے ہیں۔ (۱)
 عقیلی کہتے ہیں: ابن عبد اللہ بن بکار مجہول النسب ہے اس کی روایت محفوظ نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ
 اس کی روایت صحیح نہیں ہے۔ (۲) بشر سمسار کہتے ہیں کہ ابن بکار غیر معروف اور مجہول تھا۔

معاویہ امین وحی

۲۰۔ انس سے مرفوعاً منقول ہے: خداوند عالم نے تین افراد کو وحی کا امین قرار دیا ہے: جبرئیل، محمدؐ

اور معاویہ۔

ذہبی "ابن احمد بلخی" کے متعلق لکھتے ہیں: یہ ضعیف اور سارق الحدیث تھا، اسے اہل حدیث میں شمار

کرنا بے وقوفی ہے۔ (۳)

مقام انبیاء میں معاویہ کا حشر

۲۱۔ حدیث مرفوعہ: معاویہ اس علم و بیان کی وجہ سے جو میرے پروردگار کے کلام پر رکھتا ہے، پیغمبر

کی طرح مبعوث ہوگا۔

ذہبی نے محمد بن حسن اور اس نے اسحاق بن حسن کے طریق سے معاویہ کے فضائل میں بہت سی

حدیثیں نقل کی ہیں، شاید یہ وہی نقاشی صاحب تفسیر ہے جو ایک نمبر کا جھوٹا تھا۔ (۴)

لسان المیزان میں ہے: اسحاق بن محمد سوسی وہی جاہل شخص ہے جس نے فضائل معاویہ میں فتیح

۱۔ الفتحاء الکبیر (ج ۲ ص ۲۳۷ نمبر ۷۸۹)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶ (ج ۲ ص ۳۹۸ نمبر ۴۲۲۹): لسان المیزان ج ۳ ص ۲۶۳ (ج ۳ ص ۲۱۸ نمبر ۴۵۵۳)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۵ (ج ۳ ص ۳۵۵ نمبر ۷۱۳۴): لسان المیزان ج ۵ ص ۳۳ (ج ۵ ص ۲۱۳ نمبر ۶۹۰۳)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۳ (ج ۳ ص ۵۱۶ نمبر ۷۳۹۰): لسان المیزان ج ۵ ص ۱۲۵ (ج ۵ ص ۱۴۲ نمبر ۷۷۰۷)

موضوعات بیان کئے ہیں۔ عبداللہ بن محمد بن احمد نے اس سے روایت کی ہے، یہ خود بھی مجھول تھا اور اس کے مشائخ و رواۃ بھی مجھول و غیر معروف تھے۔ (۱)

معاویہ کی ہدایت کے لئے رسول خدا کی دعا

۲۲۔ بخاری نے عمر بن واقد دمشقی سے، اس نے ابی ادریس دمشقی سے اور اس نے عمیر بن سعد دمشقی سے نقل کیا ہے کہ معاویہ کا صرف ذکر خیر کیا کرو، اس لئے کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا یا! اس کی ہدایت فرما۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: حفاظ و ائمہ حدیث میں سے کسی کو بھی ”عمر بن واقد دمشقی“ کی دروغ گوئی پر شک نہیں۔ سب کا یہی نظریہ ہے کہ وہ لائق اعتبار نہیں، ضعیف اور منکر الحدیث تھا، اسناد کو باہم مخلوط کر کے غیر معروف حدیث نقل کرتا تھا۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی حدیث کو ترک کر دیا جائے۔ (۳)

کیا اسلامی قطار میں راویان حدیث میں سے کوئی نہیں جو ان جھوٹی باتوں اور بکواس کے ذخیروں پر غور و فکر کرے؟ یہ حدیث شامیوں سے مخصوص کیوں ہے، اس کی اسناد شامیوں پر ہی کیوں ختم ہوتی ہے؟ آپ اس ”کیوں“ کی علت سے اچھی طرح واقف ہیں۔

معاویہ امین وحی

۲۳۔ ابن کثیر نے میتب بن واضح سے اور اس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا: جبرئیل امین نے رسول خدا کی خدمت میں پہنچ کر کہا: اے محمد! معاویہ کو سلام پہنچائیے اور اسے خوش خبری

۱۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۳۷۴ (ج ۱ ص ۳۱۶ نمبر ۱۱۶۵)

۲۔ تاریخ الامم والملوک ج ۳ ص ۲۲۸

۳۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۳ ص ۲۹۱ نمبر ۶۳۶۵): تہذیب الہندیہ ج ۸ ص ۱۱۵ (ج ۸ ص ۱۰۲)

سناد صحیح ہے کہ وہ خدا کی کتاب و وحی کا امین ہے۔ اور بہترین امین ہے۔ (۱)

تبصرہ امینی

دارقطنی کہتے ہیں کہ مسیب بن واضح ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں: میں نے عبدان سے کہا کہ تمہاری نظر میں عبد الوہاب بن ضحاک اور مسیب بن واضح میں کون بہتر ہے؟

کہا: دونوں مساوی ہیں، عبد الوہاب جھوٹوں اور حدیث سازوں میں معروف ہے، وہ ضعیف و متروک شخصیت کا حامل ہے، بہت زیادہ خطا کرتا ہے، خیال پرداز ہے۔ (۲)

طبرانی نے اوسط میں اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے: علی بن سعید رازی نے محمد بن قنبر الداہلی سے، اس نے مروان بن معاویہ فزاری سے، اس نے عبد الملک بن ابی سفیان سے، اس نے عطار بن ابی ریح سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔۔ نیز مجمع میں بھی اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت میں محمد بن قنبر کو نہیں پہچانتا اور علی بن رازی سعید بھی ضعیف ہے۔ (۳) سیوطی لکھتے ہیں: ابن مروان اور اس سے روایت کرنے والے کو میں نے موثق و ضعیف کسی راوی میں نہیں دیکھا۔ (۴)

علامہ امینی فرماتے ہیں: علی بن سعید رازی وہی شخص ہے کہ جس کے بارے میں دارقطنی سے سوال کیا گیا تو کہا: حدیث کے سلسلے میں اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے سنا ہے کہ وہ مصر کے ایک دیہات میں حاکم تھا لوگوں سے ٹیکس مانگتا تھا، وہ نہیں دیتے تو سوروں کو مسجد میں داخل کر دیتا تھا۔ حدیث میں اس کی منزلت کے بارے میں سوال کیا گیا تو بولے: ایسی حدیث نقل کرتا ہے جس کی پیروی نہیں کی جاسکتی۔ پھر کہا: میری نظر میں اس کی یہی حقیقت ہے (یعنی موثق نہیں ہے) اور مصر کے بعض لوگ بھی یہی

۱۔ البدلیہ والنتہیۃ ج ۸ ص ۱۲۰ (ج ۸ ص ۱۲۸ احادیث ۶۰)

۲۔ کمال فی ضعف الرجال (ج ۵ ص ۲۹۵ نمبر ۱۳۳۵): لسان المیزان ج ۶ ص ۳۱ (ج ۶ ص ۲۸ نمبر ۸۳۹۳): مزید معلومات کے لئے الخدیر کی پانچویں جلد ملاحظہ کریں۔

۳۔ المعالی المصنوعہ ج ۱ ص ۱۹

۴۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷

کہتے ہیں۔ (۱)

ہم نے پانچویں جلد میں اس شخص (معاویہ) کی امانت کا کٹھا چٹھا پیش کیا ہے۔ یہاں امانت کیا ہے؟ جیسے اہم سوال کا جواب دینے اور خدا کی کتاب اور وحی کے امین ہونے کے حقیقی مفہوم سے آگاہی کے لئے دوبارہ کہتے ہیں کہ کیا امانت سے مراد قرآن کو تحریف سے محفوظ رکھنا نہیں ہے؟ کیا کتاب و وحی کے امین ہونے کا مطلب ان کے حدود و قوانین کی دیکھ بھال کرتے ہوئے ان کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے افراد کا ہاتھ قلم کرنا نہیں ہے؟ کیا یہ معاویہ نہیں جس نے تمام حدود و قوانین کی تنقیص کی؟ کیا اسی نے اپنے تمام تر کاموں کے سلسلے میں کتاب و وحی کتاب میں تغیر و تبدل نہیں کیا اور اپنے فائدے کے مطابق ان سے استفادہ کیا؟ کیا وہی کتاب و وحی کا شدید دشمن نہیں تھا...؟؟

جی ہاں! تاریخ کے صفحات اس کے سیاہ کارناموں سے بھرے پڑے ہیں، اس کتاب کے مندرجات اور مطالب وہ چند نمونے ہیں جو اسی حقیقت کو ثابت کر رہے ہیں اور اس کے گھناؤنے کام اور جھوٹے کردار کو صفحہ تاریخ پر ابدی بنا رہے ہیں۔

معاویہ کے لئے رسول کی دعا

۲۳۔ طبرانی نے احمد بن محمد صیدلانی سے، اس نے سری (بن عاصم) سے، اس نے عاصم سے، اس نے عبداللہ بن یحییٰ بن کثیر سے، اس نے اپنے والد حشام بن عمرو سے اور اس نے عائشہ سے نقل کیا ہے کہ عائشہ نے کہا: جب ام حبیبہ کی باری آئی (کہ رسول اسلام ان کے گھر تشریف لے جائیں) تو ایک شخص نے دق الباب کیا۔ پیغمبر نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟ کہا گیا: معاویہ ہے۔ فرمایا: آنے دو۔ معاویہ داخل ہوا، اس کے کان کے بالائی حصہ پر ایک قلم تھا جس سے وہ لکھتا تھا، رسول خدا نے سوال کیا: اے معاویہ! تمہارے کان کے اوپر رکھا ہوا قلم کیسا ہے؟ معاویہ نے کہا: میں نے خدا اور رسول کی خدمت کے لئے یہ قلم تیار کیا ہے۔ فرمایا: خداوند عالم تمہارے رسول کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے، بخدا! میں

نے وحی کی کتابت کے لئے تمہارا انتخاب کیا ہے، میرے تمام چھوٹے بڑے کام وحی کے سانچے میں ہوتے ہیں، کتنا اچھا ہو کہ خداوند عالم تمہیں لباس پہنائے (لباس خلافت)۔ ام حبیبہ نے عرض کی: اے خدا کے رسول! اس کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا کیجئے۔ فرمایا: خدایا! اس کی ہدایت کر، اس سے ذلت و پستی کو دور رکھ اور دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔

طبرانی لکھتے ہیں کہ صرف ”سری بن عاصم“ نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (۱)
علامہ امینی فرماتے ہیں: جس شخص نے رسول خدا سے اس افترا پر دازی اور دروغ گوئی کی نسبت دی ہے وہ جموٹوں اور حدیث سازوں میں معروف ہے، اس کی واقعی شناخت کے لئے الغدیر پانچویں کا مطالعہ کریں۔ (۲)

کاش معلوم ہوتا کہ معاویہ نے جس قلم کو کتابت وحی کے لئے آمادہ کیا تھا کیا اسی سے حضرت امیر المومنین سے تہمتوں اور جھوٹی باتوں کو منسوب کیا۔ اسی نے اپنے حکام اور عمال کو حکم دیا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ اور ان کے دو فرزندوں پر سب و شتم کریں۔ اس نے اپنے ظالم و جابر حکام کو تحریر کیا کہ وہ امت کے صالح افراد اور خاندان وحی کے شیعوں کا خون حلال سمجھیں، اس طرح وہ اپنی زبان و قلم کا استعمال کر کے ظلم و جنایت کا ننگا ناچ رچ رہا تھا۔



رسول خدا سے جو دعا منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے خدا سے پسر ہند کی ہدایت کا مطالبہ کیا اور خواہش کی کہ اس سے بدبختی دور رہے اور دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرما، کیا یہ دعا مستجاب ہوئی؟ بے شک یہ مظالم اور معاویہ کا ان مظالم کی مسلسل تکرار اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ رسول اسلام نے ایسی کوئی دعا کی ہی نہیں اور ایسا کوئی دعویٰ تحقیق نہیں ہوا۔ یہ دعا اور دعویٰ دونوں ہی خیالی اور فرضی ہیں جنہیں خواہشات کے اسیر نے گڑھ رکھا ہے، ہاں! رسول خدا نے اس کے برخلاف دعا فرمائی ہے اور وہ مستجاب بھی ہوئی ہے۔

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۲۰ (ج ۸ ص ۱۲۸ حوادث ۶۰ھ)

۲۔ الغدیر ج ۵ ص ۲۳۱ (ج ۸ ص ۱۳۰)

۳۔ محمد بن شعیب: بنی امیہ کی ایک فرداؤر شامی تھا۔

۴۔ مروان بن جناح: شامی اور بنی امیہ کی فرد تھا۔ ابو حاتم کے بقول: اس پر اور اس کے بھائی پر

اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (۱)

۵۔ یونس بن میسرہ: شامی اور اندھا تھا۔

۶۔ عبداللہ بن بسر: شامیوں میں شمار ہوتا تھا، آخری صحابی ہے جو شام میں فوت ہوا۔

اب ذرا ملاحظہ کریں کہ جاہل، کوردل اور سادہ لوح امت حقایق کی بلندی سے ہلاکت و گمراہی کی گہری کھائی میں کیسے گر رہی ہے۔

ابن کثیر اپنی نے اپنی تاریخ میں متذکرہ حدیث اور دوسری احادیث کو نقل کر کے لکھا ہے: ان کے علاوہ ابن عساکر نے بہت سی حدیثوں کو جو بے شک فضائل معادیہ میں گڑھی گئی ہیں ذکر کیا ہے ہم نے ان سب سے چشم پوشی کرتے ہوئے صرف موثق اور حسن احادیث کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، اس کے بعد ”سری“ کے حوالے سے چھبیسویں حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں: ابن عساکر نے اس حدیث کے بعد بہت سی جعلی حدیثیں نقل کی ہے، تعجب ہے کہ اس نے تمام تر فہم و ذکاوت کے باوجود ان احادیث کے رجال کے ضعف اور عدم معرفت پر توجہ دی نہیں، خدا ہی انسان کو سچ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ (۲)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ابن کثیر اپنی باتوں کو ابن عساکر کے سر ڈال رہے ہیں تاکہ اس کی یادہ گوئی اور بکواس کی تائید کرتے ہوئے اپنی بات کو بھی ثابت کر سکیں لیکن وہ بھول گئے کہ بالآخر غیر جانبدار محقق کی کاوشیں اس جھوٹ اور فریب کا پردہ فاش کر ہی دے گی۔

معادیہ اہل بہشت ہے

۲۶۔ ابن عساکر نے نعیم بن حماد کے طریق سے، اس نے محمد بن حرب سے، اس نے ابو بکر بن ابی

مریم سے، اس نے محمد بن زیاد سے، اور اس نے عوف بن مالک اشجعی سے نقل کیا ہے:

میں یوحنا کے کلیسا (جہاں اس وقت ایک مسجد تھی لوگ وہاں نماز پڑھتے تھے) میں سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک شیر نظر آیا جو میرے سامنے پیر مار رہا تھا، میں نے اسے اپنے پاس رکھے ہوئے اسلحہ سے حملہ کرنا چاہا۔ شیر نے کہا: ٹھہرو، میں تم تک ایک پیغام پہنچانے کے لئے مامور ہوں۔ میں نے کہا: تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ کہا: خداوند عالم نے مجھے بھیجا ہے تاکہ تم سے کہوں کہ معاویہ کو سلام پہنچاؤ اور اس کو خوشخبری سنا دو کہ وہ جنتی ہے۔ میں نے سوال کیا: معاویہ کون ہے؟ کہا: معاویہ بن ابی سفیان۔ (۱)

اسناد روایت پر ایک نظر:

۱۔ نعیم بن حماد: اس سے نقل بتایا گیا کہ پکا جھوٹا اور جعل ساز تھا۔

۲۔ محمد بن زیاد: جحسی، شامی اور نامی، امیر المؤمنین کا سخت ترین دشمن تھا۔ ابن معین نے اس کی توثیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ موثق و امین ہے۔ (۲) ابن حیان کہتے ہیں: اس کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا مگر یہ کہ کسی دوسرے سے منقول ہو۔ (۳) حاکم نے کہا: حریر بن عثمان (۴) کی طرح اس کا نامی ہونا معروف ہے۔ (۵)

۳۔ ابو بکر بن ابن مریم: شامی اور عثمانی تھا۔ احمد، نسائی، دارقطنی اور ابو ذر ع کے بقول ضعیف ہے۔ (۶) ابن معین نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (۷) ابو ذر ع کہتے ہیں: وہ ضعیف اور اس کی حدیث منکر و غیر معروف ہے۔ ابو حاتم اس کے بارے میں کہتے ہیں: اس کی حدیث جعلی اور ضعیف ہے، چوروں کے

۱۔ مختصر تاریخ دمشق (ج ۲۵ ص ۱۶)

۲۔ تاریخ (ج ۳ ص ۲۲۹ نمبر ۵۱۳)

۳۔ اشقات (ج ۵ ص ۳۷۲)

۴۔ یہ شخص ہر روز سر مرتبہ حضرت علی پر لعنت بھیجتا تھا، یہ صحیح بخاری کے رجال میں سے ایک ہے۔

۵۔ تہذیب الحدیث ج ۹ ص ۱۷۰ (ج ۹ ص ۱۵۰)

۶۔ اعلل و معرفۃ الرجال (ج ۳ ص ۳۹ نمبر ۱۳۸): کتاب الفقہاء و المرذوقین (ص ۲۶۲ نمبر ۶۹۹): طبقات کبریٰ (ج ۷ ص ۳۶۷)

۷۔ تاریخ (ج ۳ ص ۳۷۲ نمبر ۵۱۷)

توسط سے مروی ہیں۔ (۱) جوز جانی کہتے ہیں: وہ قوی نہیں ہے۔ دارقطنی کی نظر میں متروک ہے۔ (۲) ابن کثیر حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ حدیث قطعی ضعیف و غریب ہے۔ یہ سب خواب کی باتیں تھیں اور ”جب خواب سے بیدار ہوا“ کی عبارت ابن مریم سے منقول نہیں ہے۔ (۳) واللہ اعلم علامہ امینی فرماتے ہیں: مجھے تعجب ہے کہ یہ شیر درندہ جنت کی بشارت سے کیا مناسبت رکھتا ہے؟ اس پیغام اور اس پیغمبر معصوم کے کلام میں کون سی نسبت ہے جو اپنی خواہشات سے کچھ نہیں کہتا؟ جب کہ معاویہ کو رسول خداؐ نے جہنم کی بشارت دی ہے اور اس پر لعنت کی ہے، اس طرح اس شیر کے پیغام اور ان احادیث صحیحہ کے پیغام میں جو امیر المومنین اور عادل صحابہ کرام سے منقول ہوئی ہیں، دونوں میں کیا مناسبت پائی جاتی ہے؟ معاویہ سے متعلق صحابہ کرام کے ارشادات و کلمات دسویں جلد میں نقل کئے گئے۔ یہ بات بھی ٹکرا انگیز ہے کہ قرآن کریم کی آیت اور اس پیغام میں کون سی نسبت پائی جاتی ہے، جس میں خداوند عالم نے گناہ کی بنیاد رکھنے والے اور اسلامی حدود کو تجاوز کرنے والے پر ہر گناہ کو وعدہ عذاب دے کر فرمایا ہے: حدود خدا سے تجاوز کرنے والا شکستہ ہے۔ (۴) یہ بھی فرمایا: نیکی اور بدی، اچھائی اور تباہ کاری مساوی نہیں ہیں۔

خدا شکم معاویہ کو سیر نہ کرے

۲۷۔ احمد، مسلم اور حاکم وغیرہ نے ابن عباس کے طریق سے نقل کیا ہے: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اسی وقت رسول خداؐ تشریف لائے۔ میں نے سوچا: شاید آنحضرت میرے لئے آئے ہیں، لہذا میں ایک دروازے میں داخل ہوا تو رسول خداؐ نے بھی چند قدم میری طرف بڑھائے۔ فرمایا: جاؤ معاویہ

۱۔ البحر والحدیث (ج ۲ ص ۳۰۵ نمبر ۱۵۹۰)

۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۱۲ ص ۳۳)

۳۔ البدایہ النہایہ (ج ۸ ص ۱۳۲ احادیث ۱۰۷)

۴۔ بقرہ ۲۲۹

سے کہو کہ میرے پاس آئے، میں نے جا کر پیغام رسول سنایا، لوگوں نے کہا: وہ ابھی غذا تناول کر رہا ہے۔ میں نے سارا ماجرا بیان کر دیا، تیسری مرتبہ آنحضرت نے فرمایا: خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ کبھی سیر نہ ہوا۔ (۱)

ابن کثیر اس حدیث کو فضائل معاویہ کے ضمن میں نقل کر کے لکھتے ہیں: ”معاویہ رسول اسلام کی اس دعا سے دنیا و آخرت دونوں میں بہرہ مند تھے۔ دنیا میں اس جہت سے کہ جب وہ شام کے حاکم ہوئے تو ہر روز سات مرتبہ ان کے سامنے گوشت سے بھرا ہوا قاب لایا جاتا اور وہ چٹ کر جاتے تھے، وہ ہر روز سات مرتبہ کھانا کھاتے تھے اور اس کے بعد کثیر مقدار میں بیٹھا اور پھل وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے بعد ابن کثیر لکھتے ہیں: خدا کی قسم! اب بھی سیر نہیں ہوا یہ ایسی نعمت ہے جس کے تمام حکام اور بادشاہ آرزو مند تھے کہ ایسی عظیم نعمت اور نایاب عمدہ کے حامل ہوں۔ آخرت میں اس اعتبار سے کہ مسلم نے اس حدیث کو بخاری (۲) کی حدیث کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول نے فرمایا: خدا یا! میں بھی بشر ہوں میں نے اگر کسی کے لئے بدعا کی ہے اور وہ اس بدعا کے لائق نہیں تھا تو روز قیامت اس بدعا کو کفارہ اور خدا کے تقرب کا باعث قرار دے گا۔ چنانچہ مسلم نے پہلی حدیث اور اس حدیث کے پیش نظر معاویہ کے لئے ایک طرح کی فضیلت بیان کی ہے اور اس فضیلت کے علاوہ کوئی دوسری فضیلت نقل نہیں کی ہے۔ (۳)

تبصرہ امینی

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پسر ہند کے ہوا خواہوں اور ان افراد سے جو اس کے لئے

۱۔ صحیح مسلم ج ۸ ص ۱۴۷ (ج ۵ ص ۱۷۲ ح ۶۶۰۶۔ ۹۷ کتاب البر والصلہ والآداب)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۱۹ (ج ۸ ص ۱۴۷۔

۱۲۸ ح ۶۰)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۵ ص ۲۳۳۹ ح ۶۰۰۰)

۳۔ البدلیۃ والنجلیۃ (ج ۸ ص ۱۴۷۔ ۱۲۸ ح ۶۰)

فضیلت گڑھتے ہیں اور زالت کو فضیلت بتا کر صاحب رسالت سے نقل کرتے ہیں، سوال کیا جائے کہ کیا وہ سود و زیان کے مفہوم سے واقف ہیں جو انہوں نے یہ لاف گزائی کر دی کہ رسول خدا کی بدعا سے معاویہ دنیا و آخرت میں بہرہ مند تھا؟ کیا انہوں نے کمال نفس اور انسانیت کے واقعی حدود کی معرفت حاصل کر لی تھی؟ میرے خیال میں ایسا ہرگز نہیں ہے، ورنہ جو شخص اسے نعمت شمار کرے اور حکام و بادشاہوں کے متعلق یہ خیال کرے کہ وہ حیوانوں کے مساوی تھے وہ یقیناً احمق ہے۔ ہاں ادنیٰ کی یہ منفرد نعمت جگر خوارہ ہند کے ذلیل بیٹے ہی کا نصیب بن سکتی ہے، جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں ان کی نظر میں زندگی کی سعادت صرف شک پری اور بھوک بھگانے میں ہی مضمر ہے۔

لیکن روایت کے الفاظ اور حالات سے جو بات مستفاد ہے وہ یہ کہ یہ حدیث ذلت و پستی کے لئے بیان ہوئی ہے رحمت کے لئے نہیں اور رسول اکرم کی یہ دعا معاویہ کے خلاف تھی اس کے فائدے پر مشتمل نہیں تھی۔ ابن کثیر لوگوں کو فریب کیسے دے سکتا ہے جب کہ ابوذر غفاری اس شخص کی مذمت میں فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے تجھ پر لعنت کی ہے اور بدعا دی ہے کہ تو کبھی شکم سیر نہیں ہوگا۔ معاویہ کی یہ مذمت اور قسمت اتنی مشہور ہوئی کہ محاورہ اور ضرب المثل کی صورت اختیار کر گئی، اس پر یہ شعر کہا گیا:

و صاحب لی بطنہ کالمعاویہ کان فی احشاء معاویہ

”میں اس بات کا اظہار کر رہا ہوں کہ اس کا شکم جہنم کی مانند ہے اور تو کہتا ہے معاویہ کے معدہ کا

حال ہے۔“

مسلم کی حدیث جس کا دروغ و بہتان بالکل آشکار ہے صرف اس مقصد کے تحت گڑھی گئی ہے تاکہ کلام رسول کی اپنے طور پر تاویل و تفسیر کی جاسکے، شیطان کے طرفداروں خاص طور سے معاویہ بن ابی سفیان کا دفاع کیا جاسکے اور لوگوں کو معاویہ کی فاشی اور گناہوں سے دور رکھا جاسکے۔ اسی خام خیالی کے پیش نظر رسول خدا کی پیروی میں مکر و فریب کے حیرت انگیز جال بچھائے گئے چنانچہ آنحضرت سے مروی الفاظ کی دلالت و نصوص کے سلسلے میں کہا گیا کہ آنحضرت نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کہا ہے بلکہ عادتاً منہ سے نکل گیا ہے۔ جمل سازوں کا یہ گروہ اس بات سے غافل رہا کہ رسول خدا اپنی خواہش سے کچھ نہیں

کہتے، ان کا کلام وحی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ تو خلق عظیم پر فائز ہیں۔ ان پر نازل کی گئی کتاب میں خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِفْسًا مُّبِينًا﴾ اور جو لوگ صاحبان ایمان مرد و عورتوں کو بغیر کچھ کئے اذیت دیتے ہیں انہوں نے بڑے بہتان اور کلمے گناہ کا جو بھاپنے سر پر اٹھا رکھا ہے۔“ (۱)

ایک صحیح روایت میں رسول خدا کا ارشاد ہے: حقیقی مسلمان تو وہ ہے جس کے دست و زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔ (۲)

آنحضرت نے فرمایا: مومن کبھی دوسرے پر لعنت و نفرین نہیں کرتا۔ (۳)

آنحضرت نے فرمایا: میں نفرین و لعنت کے لئے نہیں مبعوث ہوا ہوں بلکہ رحمت کے لئے مبعوث

کیا گیا ہوں۔ (۴)

فرمایا: مومن پر لعنت کرنا فسق و فجور ہے۔ (۵)

فرمایا: دو افراد آپس میں دشنام طرازی کرنے والے دو شیطان ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب

کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں۔ (۶)

۱۔ اجاب ۵۸

۲۔ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۱۳/۱۰۶)؛ صحیح مسلم (ج ۱ ص ۹۶/۴۱۶ کتاب الایمان)؛ مسند احمد (ج ۲ ص ۳۹۶/۶۷۶)؛ سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۵۰/۲۵۰)؛ سنن نسائی (ج ۶ ص ۵۳۰/۱۱۴۲۷، ۱۱۴۲۷)؛ معجم الکبیر طبرانی (ج ۱ ص ۳۶۹/۱۱۳۷)؛ الاحسان ابن حبان (ج ۲ ص ۱۲۵/۳۹۹)؛ مسند طحاوی (ص ۲۳۶/۱۷۷۷)

۳۔ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۲، ۱۳ (ج ۱ ص ۵۷/۲۹)؛ مسند احمد (ج ۱ ص ۱۱۰/۱۴۵)

۴۔ صحیح مسلم ج ۸ ص ۲۳ (ج ۵ ص ۱۶۸/۸۷)

۵۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے؛ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۷/۴۸)؛ صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۱۳/۱۱۶ کتاب الایمان)؛ سنن ترمذی (ج ۳ ص ۳۱۱/۱۹۸۳)؛ سنن نسائی (ج ۲ ص ۳۱۳/۳۵۶۷، ۳۵۷۸)؛ سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۱۲۹۹/۳۹۳۹، ۳۹۳۱)؛ معجم الکبیر طبرانی (ج ۱ ص ۱۲۵/۳۲۵)؛ حاکم اور دارقطنی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

۶۔ مسند احمد (ج ۵ ص ۱۶۷/۴۴۰۳۴)؛ مسند طحاوی (ص ۳۳۱/۱۷۸۷۸)؛ سنن ترمذی (ج ۱ ص ۱۰۸۰/۱۳۶)

فرمایا: اگر کوئی شخص کسی سے ایسی بات منسوب کرے جو اس میں نہیں ہو اور اس سے اس کا مقصد عیب جوئی ہو تو خداوند عالم اس کی بات ختم ہونے تک اسے جہنم کی آگ میں محفوظ رکھے گا۔ (۱)

کیا یہ لوگ اس رسول کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں جن کے متعلق مروی ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ کسی بات سے ناراض ہو گئیں، رسول نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے، اس وقت شیطان تمہارے ساتھ ہے؟ عائشہ نے کہا: کیا آپ کے پاس شیطان نہیں آتا؟ فرمایا: ہاں! لیکن میں نے خدا سے دعا کی تو اس نے مجھے اس پر کامیابی عطا فرمائی، وہ اسلام لایا اور میرے سامنے تسلیم ہو گیا، اب وہ خیر کے علاوہ کسی بات کا حکم نہیں دیتا۔ (۲)

کیا یہ اس پیغمبر کے بارے میں بات کر رہے ہیں جس نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے فرمایا: غم و غصہ، خشونت و رضایت، بلکہ میری ہر حالت کو لکھو، اس خدا کی قسم جس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس سے حق کے علاوہ کوئی بات نہیں نکلتی (اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا)۔ (۳)

عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے: میں رسول خدا کی ہر بات سنتا، لکھتا اور پڑھتا تھا تا کہ اسے محفوظ کر سکوں قریش مجھے اس کام سے روکتے تھے، وہ کہتے: تم پیغمبر کی جو بات سنتے ہو اسے لکھ لیتے ہو حالانکہ پیغمبر بھی ہمارے جیسے بشر ہیں جو خشم و رضا کی حالت میں گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے لکھنے سے پرہیز کیا اور رسول خدا سے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے اپنی انگلی سے زبان کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: لکھو، اس خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اس زبان سے حق کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔ (۴)

امیرالمومنین کے ارشاد کے مطابق رسول خدا دنیا کے لئے کبھی ناراض نہیں ہوئے اور جب حق کے لئے غضبناک ہوتے تو کوئی شخص نہیں دے پاتا تھا، وہ غصہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس پر قابو پالیتے

۱۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۷ (ج ۳ ص ۵۱۵ ح ۳۲)

۲۔ احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۶۷ (ج ۳ ص ۱۶۴)

۳۔ احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۶۷ (ج ۳ ص ۱۶۴)؛ مسند ابوداؤد (ج ۳ ص ۳۱۸ ح ۶۹۶۷)

۴۔ سنن دارمی (ج ۱ ص ۱۲)

تھے۔ (۱)

کیا یہ لوگ پھر ہند کے دامن کو پاک صاف بنانے کے لئے جمہونی نسبتوں سے پیغمبر اکرم کی مقدس شخصیت کو آلودہ کرنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ خود آنحضرت فرماتے ہیں: اگر کوئی بندہ کسی پر لعنت کرتا ہے تو یہ لعنت آسمان تک جاتی ہے اور آسمان کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ لعنت زمین پر واپس پلٹ آتی ہے اور زمین کے دروازے بھی اس پر بند ہو جاتے ہیں پھر وہ داہنے جانب جاتی ہے اور جب تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں تو وہ اس انسان کی طرف واپس پلٹ آتی ہے جس کے لئے لعنت کی گئی تھی اور اگر وہ مستحق نہیں ہوتا تو لعنت کرنے والے کی جانب پلٹ جاتی ہے۔ (۲)

کیا یہ لوگ ان جمہونی نسبتوں کا سہارا لے کر رسول خدا کی شخصیت کو داغدار کرنا چاہتے ہیں؟ وہ رسول جس نے آداب الہی کے ذریعہ امت کی تربیت کی اور اپنے اصحاب کو ہر چیز حتیٰ حیوانوں کو اذیت کرنے سے روکا ہے، آپ کا ارشاد ہے: اگر کوئی شخص اس پر لعنت کرے جو اس لعنت کا مستحق نہیں ہے تو وہ اسی کی جانب پلٹ جاتی ہے۔ (۳)

ایک شخص آپ کے ہمراہ راستہ طے کر رہا تھا اور اس نے اپنے اونٹ کو برا بھلا کہا تو آپ نے فرمایا: اے بندہ خدا! جس اونٹ پر نفرین کی ہے اس کے ہمراہ حرکت نہ کرو۔ (۴)

پیغمبر کی حدیث ہے: جس قافلے کے شامل حال خدا کی لعنت ہو وہ ہمارے ہمراہ سفر نہ کرے۔ (۵)
رسول خدا اس سلسلے میں بہت زیادہ تاکید فرماتے اور لوگوں کو لعنت کرنے سے روکتے تھے چنانچہ سلمہ بن اکوع کا بیان ہے: جب کوئی شخص اپنے بھائی پر لعنت کرتا تھا تو ہمارے سامنے عظیم گناہوں کا

۱۔ شکل ترمذی (ص ۱۱۳/ج ۲۲۵)

۲۔ التزیب والتریب ج ۳ ص ۱۹۶ (ج ۳ ص ۲۷۲/ج ۱۶)

۳۔ التزیب والتریب ج ۳ ص ۱۹۷ (ج ۳ ص ۲۷۴-۲۷۵/ج ۲۱-۲۶)

۴۔ التزیب والتریب ج ۳ ص ۱۹۶ (ج ۳ ص ۲۷۴/ج ۱۹)

۵۔ صحیح مسلم ج ۸ ص ۲۳ (ج ۵ ص ۱۶۶-۱۶۷/ج ۸۳ کتاب البر والصلہ والآداب)

دروازہ مجسم ہو جاتا تھا۔ (۱)

لہذا ان باطل تاویلوں اور بہودہ بکواس پر توجہ نہیں دینی چاہئے، رسول خدا جس پر لعنت کریں، وہ درحقیقت ملعون ہے، جسے مورد لعن قرار دیں وہ اس کا مستحق ہے اور جسے کوڑا ماریں اسے شرعی حیثیت حاصل ہے، جس کے بارے میں رسول خدا بدعا کریں وہ اس کے شامل حال ضرور ہوتی ہے، کیا کوئی منصف مزاج جانکار اس ذلت آمیز خیال کو قبول کرے گا کہ رسول خدا امت کی ایسی فرد پر لعنت کریں جو اس کا قطعی مستحق نہیں ہے؟ نہیں کبھی نہیں، جو رسول مکارم اخلاق کی بنیاد پر مبعوث ہوا ہو وہ اس افترا پر دازی سے قطعی منزہ ہے۔

اس خیال پر دازی کے صحیح ہونے کی صورت میں رسول خدا کے گفتار و کردار، تضادات اور نفاذ حدود مہلک و قرار پاتے ہیں، اور انسان کے لئے مخفی رہ جاتا ہے کہ یہ امور الہی تحریک کی بنیاد پر نافذ ہوئے تھے یا شہوت رانی اور اپنی آتش غضب خاموش کرنے کی بنیاد پر؟! یہ کیسا معصوم رسول ہے؟! ایسی صورت میں اس کی سنت پر عمل پیرا کیسے ہوا جاسکتا ہے؟!؟

متذکرہ دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت امت کے لئے لائق اقتدا ہے؟! اور ان کے اور امت کے درمیان کون سا فرق رہ جاتا ہے کیونکہ غیظ و غضب اور خواہشات نفسانی سبھی پر غلبہ پالیتے ہیں؟! ایسی صورت میں کون مسلمان رسول خدا کی پیروی کرے گا؟!؟

ابن حجر کی تند مزاجی اور لاف گزائی یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے مسلم کی متذکرہ حدیث (جو ایسی بات کو ثابت کرتی ہے جسے عقل و منطق قبول نہیں کرتی اور جو مسلم اصول دین کے قطعی برخلاف ہے) سے استناد کرتے ہوئے حکم جیسے مردود بارگاہ رسول پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے۔ (۲)

اہل سنت نے اس مقام پر بہت زیادہ داؤ بچ دکھایا ہے بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بے شرمی کی انتہاء کر دی ہے؛ چنانچہ بعض لوگوں نے یہ قول نقل کیا ہے: ان ظاہر هذا الحدیث يعطينا اباحة

۱۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۵ (ج ۳ ص ۲۷۲ ح ۱۵۷)

۲۔ الصواعق محرقة ص ۱۰۸ (ص ۱۸۱)

تلکم المحظورات للنبی فحسب" اس حدیث کے ظواہر ہمیں سمجھا رہے ہیں کہ صرف رسول خدا ان ممنوعہ امور کو انجام دے سکتے ہیں۔" (۱)

سیوطی نے رسول خدا کی خصوصیات میں اسے بھی شمار کیا ہے: باب اختصاصہ بجواز لعن من شاء بغیر سبب "آنحضرت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ سبب اور علت کے بغیر جسے چاہے لعنت کر سکتے ہیں۔" (۲)

قسطلانی لکھتے ہیں:

کان له ان یقتل بعد الامان و ان یلعن من شاء بغیر سبب وجعل اللہ شتمہ و لعنہ قریبۃ للمشوم و الملعون لدعاءہ "آنحضرت کو حق حاصل تھا کہ وہ امان دینے کے بعد قتل کر دیں اور سبب و علت کے بغیر کسی بھی پر لعنت کریں، خداوند عالم نے اس دشنام طرازی اور لعنت کو اپنی دعا کی وجہ سے ملعون و مشوم (جس کو گالی دی گئی ہے) کے لئے باعث تقرب قرار دیا ہے۔" (۳)

کیا کوئی اس احمق کی فکر پر نہیں ہنستا؟! یہ بات کیسے ممکن ہے حالانکہ اس نے خود ہی فرض کیا ہے کہ لائق مذمت قرار پانے والا، اس سے ملحق دعا کی وجہ سے مستحق رحمت و مہربانی ہوتا ہے؟! لہذا رسول رحمت کے پاس ان افراد کی ہنگام حرمت کرنے اور مستحق نہ ہوتے ہوئے بھی انہیں رسوا اور بدنام کرنے کا کیا جواز ہے؟! کیا دوسری دعا اس تنگ و عار کی نشانی کو پاک و صاف کر دیتی ہے جو پہلی دعا کی وجہ سے ان سے ملحق ہوئی تھی؟! کیا جو افعال ذاتاً ناپسند تھے، ان کا رسول خدا کے سلسلے میں مباح ہونے کے لئے کوئی معقول دلیل ہے؟! مومنین کے یہاں ایمان کی صفت ہوتے ہوئے ان کی ہنگام حرمت کرنا، کسی کے لئے مباح ہے، چاہے وہ رسول ہوں یا کوئی اور؟!!

میں نہیں جانتا اور مجھے یقین ہے کہ جس کا یہ نظریہ ہے، وہ بھی اس سے ناواقف ہوگا۔

۱۔ الخصائص الکبریٰ، سیوطی ج ۲ ص ۲۳۳ (ج ۲ ص ۲۲۵): مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۳۹۵ (ج ۲ ص ۲۶۵)

۲۔ ملاحظہ ہو: خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۳ (ج ۲ ص ۲۲۵)

۳۔ مواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۲۶۵

دوسرا اہم نکتہ: قرآن مجید میں جو طعن و تشنیع اور لعنتیں کی گئیں ہیں، وہ انہیں افراد کے لئے ہیں جن کا قرآن مجید نے قصد کیا ہے اور رسول خدا نے اسے بیان کیا ہے۔ کیا خداوند عالم کی طرف سے بھی اسی طرح ہے جیسا رسول خدا کے لئے خیال کیا گیا ہے، کیا ان کی بھی مدح و رحمت اور تقرب کے ذریعہ تاویل و تفسیر ہو سکتی ہے؟! ایسی صورت میں یہ آیتیں ان افراد کے مردود و ملعون ہونے کے بجائے ان کے جلیل القدر اور پاک و پاکیزہ ہونے پر دلالت کریں گی۔

کیا اس سلسلے میں خداوند عالم کا کوئی عہد و پیمانہ ہے اور اس نے قسم کے ذریعہ یاد کیا ہے کہ یہ لعنتیں باعث رحمت اور موجب تقرب ہیں؟! یا یہ کہ یہ الفاظ اپنے واقعی اور حقیقی مفہام و معانی پر دلالت کرتے ہیں؟! میں نہیں جانتا کہ اہل سنت کیا کہتے ہیں! کیا وہ قرآنی الفاظ سے حقیقت کو اسی طرح سلب کرتے ہیں جیسے رسول خدا کے الفاظ سے سلب کیا ہے؟! ایسی صورت میں افہام و تفہیم اور طریقہ گفتگو کے تمام راستے مسدود ہو جائیں گے۔

رسول نے حکم خدا سے معاویہ کو کتابت وحی پر مامور فرمایا

۲۸۔ مسرۃ بن عبد اللہ خادم سے منقول ہے کہ کردوس بن محمد باقلانی نے یزید بن محمد مروزی سے، اس نے اپنے والد سے اور اس کے جد نے امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں رسول اسلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ معاویہ پہنچے، رسول نے مجھ سے قلم لے کر معاویہ کو دے دیا، میں نے صرف یہی محسوس کیا کہ خداوند عالم نے انہیں اس کام پر مامور فرمایا ہے۔

ابن حجر نے اس روایت کو نقل کر کے اسے مسرۃ بن خادم کی جعل سازیوں کا عنوان قرار دیا ہے، کہا: اس کے الفاظ باطل اور سند جھوٹی ہے۔ (۱)

خطیب نے اپنی تاریخ میں اس مسرۃ کے طریق سے عمرو ابوبکر کے متعلق ایک منقبت نقل کر کے لکھا

ہے کہ یہ حدیث جموئی اور جعل ہے، مسرۃ کے علاوہ اس حدیث کے تمام رجال موثق ہیں۔ (۱)

معاویہ شہر علم رسول کے دروازے کی زنجیر

۲۹۔ انس سے مرفوع روایت مروی ہے: میں شہر علم ہوں، علیؑ اس کے دروازہ اور معاویہ اس کی

زنجیر ہے۔ (۲)

مجھے پورا یقین ہے کہ ان خرافات کو اس لئے جعل کیا گیا ہے تاکہ اس کتاب کی تضحیک کی جائے جسے رسول خدا نے وحی خدا کی اساس پر موثق افراد کے فضائل پر مشتمل پیش کیا ہے۔ کوئی اس حدیث کو قبول کر ہی نہیں سکتا چاہے ہزار کروڑ فریب کا سہارا لے کر اور ہزاروں احادیث جعل کر کے معاویہ کی گھناؤنی شخصیت کو پاک و منزه ظاہر کرنے کی کوشش کی جائے۔

خدا یا! معاویہ کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھ

۳۰۔ طبرانی نے عبدالرحمن بن ابی عمیرہ مزنی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے معاویہ

سے فرمایا: خدا یا! اسے حساب و کتاب کی تعلیم دے اور اپنے عذاب سے محفوظ رکھ۔ (۳)

ترذی کی عبارت ہے: خدا یا! اسے ہادی و مہدی (ہدایت شدہ) قرار دے، اس کی ہدایت فرما۔

ابن عساکر نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔ (۴)

ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ (۵)

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۳ ص ۲۷۲ نمبر ۲۲۸)۔

۲۔ مقاصد حسنة (ص ۱۲۳ ج ۱۸۹): القنادی المصنوع (ص ۲۶۹)۔

۳۔ نجم الکبیر (ج ۱ ص ۲۵۱ ج ۶۲۸)۔

۴۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۴۵ ج ۳۸۴۲): تاریخ مدینہ دمشق (ج ۶ ص ۶۲ نمبر ۲۹۶): مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۳۱۶)۔

۵۔ الاستیعاب (القسم الثانی ص ۸۴۳ نمبر ۱۳۳۵)۔

بیت مقدس میں معاویہ کی بیعت کے بارے میں رسول کی پیشین گوئی
 ۳۱۔ عبدالرحمن بن ابی عمیرہ سے مرفوع روایت منقول ہے: بیت المقدس میں ہدایتی بیعت واقع
 ہوگی۔

ابن سعد (۱) نے ولید بن مسلم سے، اس نے شام کے ایک بزرگ سے، اس نے یونس بن میسرہ
 بن جلیس سے اور اس نے عبدالرحمن سے اس کی روایت کی ہے۔ (۲)
 روایت کی سند میں شامیوں کا سلسلہ ملاحظہ فرمائیے:

ولید مولیٰ بنی امیہ سے: شام کا عالم تھا ہمیشہ خطائیں کرتا تھا، اس نے چند جھوٹوں سے نقل کیا ہے،
 پھر مکر و فریب شروع کر دیا ہے۔ اوزاعی نے ضعیف اور غیر معروف حدیثوں کے حوالے سے یہ روایت
 نقل کی ہے، اس کے بعد ولید نے ان سب کو سند سے حذف کر کے صرف اوزاعی کو ذکر کیا ہے۔
 یونس سے: نابینا شامی تھا، اس نے معاویہ کا زمانہ دیکھا ہے اور اس سے روایت کی ہے نیز اس کے
 انعامات و اکرام کا بھر پوری مزہ بھی لیا ہے۔

عبدالرحمن سے: جس کی روایتیں ثابت نہیں۔ عبدالبر کہتے ہیں: اس کی بات قابل اعتبار نہیں ہے۔

بحکم خدا رسول نے معاویہ سے مشورہ کیا

۳۲۔ ابن عساکر نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر محمد بن محمد سے، اس نے ابو بکر محمد بن علی سے، اس نے
 ابوالحسن احمد بن عبداللہ سے، اس نے احمد بن ابی طالب سے، اس نے ابو عمرو سعیدی سے، اس نے علی بن
 روح سے، اس نے علی بن عبید عامری سے، اس نے جعفر بن محمد انطاکی سے، اس نے اسماعیل بن عیاش
 سے، اس نے تمام بن نجیح اسدی سے، اس نے عطا سے اور عطانے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر
 نے کہا:

”میں رسول خدا کے ہمراہ بیٹھا تھا، وہاں میرے علاوہ دو اصحاب اور بھی موجود تھے۔ فرمایا: جب معاویہ ہمارے پاس تھے تو ہم بعض امور سے متعلق ان سے مشورہ کرتے تھے مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ ان امور سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ پھر فرمایا: مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں بعض امور سے متعلق ابو سفیان کے بیٹے سے مشورہ کروں، واللہ اعلم“۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس سند میں کئی جہولات اور غیر معروف باتیں موجود ہیں۔ اس میں جعفر بن محمد الظاکلی کی ثقہ نہیں ہے۔ (۲) اسماعیل بن عیاش حمصی کی اگرچہ بعض لوگوں نے توثیق کی ہے، لیکن جوز جانی کہتے ہیں: اسماعیل کی باتیں نیشاپور کے لباس سے کتنی مشابہ ہیں جس میں کئی رنگ ظاہر ہوتے ہیں، لگ بھگ دس افراد نے اس کی برائی کی ہے، علاوہ ازیں اس نے یہ روایت جھوٹوں سے نقل کی ہے۔

ابو اسحاق فرازی کہتے ہیں: مشہور راویوں کی روایتیں اسماعیل سے مروی نہیں ہیں وہ ایسا شخص ہے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے مغز سے کون سے بات نکل رہی ہے، جو منہ میں آتا ہے بک دیتا ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں: مجھے اس کی روایت پسند نہیں۔ ابن خزیمہ کا بیان ہے: اس کی بات سے استناد نہیں کیا جاسکتا۔ حاکم کہتے ہیں: جلالت قدر کے باوجود اگر وہ کسی حدیث کو تنہا نقل کرے تو چونکہ اس کا حافظہ صحیح نہیں تھا اس لئے قابل قبول نہیں۔ علی بن حجر کہتے ہیں: اگر ابن عیاش بہت زیادہ خیال پردازی نہ کرتا تو حجت تھا۔ (۳)

راویوں میں ”تمام بن نجیح دمشقی“ بھی ہے، جس کے بارے میں احمد کہتے ہیں: میں اسے نہیں پہچانتا۔ (۴) حرب اس نظریہ کے متعلق کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ابو ذر کہتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم کی نظر میں اس کی حدیث منکر ہے۔ (۵) بخاری کہتے ہیں:

۱۔ التالی المسعودی، سیوطی ج ۱ ص ۳۲۱

۲۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۱۲۳ (ج ۲ ص ۱۵۶ نمبر ۳۰۴۹)

۳۔ الجرح والتعديل (ج ۲ ص ۳۳۵ نمبر ۱۷۸۸)

۴۔ الجرح والتعديل ملاحظہ کریں

لائق تامل ہے۔ (۱) ابن عدی کا بیان ہے: جو روایتیں اس نے نقل کی ہیں انہیں موثق افراد نہیں مانتے، وہ موثق نہیں۔ (۲) ابن حبان کہتے ہیں: موثق افراد سے جعلی روایتیں نقل کرتا ہے جن پر صحت کا گمان ہوتا ہے۔ (۳) بزار کہتے ہیں: قوی نہیں ہے۔ عقلی کا بیان ہے: غیر مانوس روایتیں نقل کرتا ہے۔ (۴) ابوداؤد کے مطابق آجری کہتے ہیں: غیر مانوس روایتیں نقل کرتا ہے۔ (۵)

جنت میں رسولؐ سے معاویہ کی ملاقات

۳۳۔ ابن عساکر نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ابوالحسن قرضی نے ابوالقاسم بن علاء سے، اس نے ابوبکر بن عبداللہ بن احمد بن عثمان بن خلف سے، اس نے ابوذر محمد بن احمد بن ابی عصمہ سے، اس نے احمد بن علی سے، اس نے علی بن محمد بن فقیہ سے، اس نے محرز بن عون سے، اس نے شبانہ سے، اس نے محمد بن راشد سے اور اس کھول سے روایت کی ہے:

پیغمبرؐ نے لکڑی کے دو تیر معاویہ کو دیتے ہوئے فرمایا: اسلام کے ان دو تیروں کو لو جنت میں ان دونوں کے ہمراہ میرا دیدار کرو گے۔ جب معاویہ کی وفات ہوئی تو ان دو تیروں کو بھی اس کے ساتھ سپر خاک کر دیا گیا، جب رسولؐ نے مکہ میں اپنا سر ترشوا یا تو سر کا ایک بال معاویہ کو دیا معاویہ نے اسے محفوظ رکھا وقت وفات ان بالوں کو اس کی دونوں آنکھوں میں رکھ دیا گیا۔ واللہ اعلم۔ (۶)

تبصرہ امینی

متذکرہ تمام سندیں باطل اور غیر معتبر ہیں اور آخری راوی نے سند کی مٹی پلید کر دی ہے اس لئے کہ

- ۱۔ تاریخ الکبیر (ج ۲ ص ۱۵۷ نمبر ۲۰۳۶)
- ۲۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲ ص ۸۳ نمبر ۳۰۳)
- ۳۔ کتاب الحجر و صین (ج ۱ ص ۲۰۳)
- ۴۔ الضعفاء الکبیر (ج ۱ ص ۱۶۹ نمبر ۲۱۰)
- ۵۔ تہذیب الحدیث ج ۱ ص ۵۱۰ (ج ۱ ص ۳۲۸)
- ۶۔ مختصر تاریخ دمشق (ج ۲ ص ۱۱): الملای المصنوع ج ۱ ص ۲۲۲

مکحول دمشق کی روایت مرسل ہے، وہ صحابی نہیں ہے۔ ابن سعد نے اسے اہل شام کے تابعین کے طبقہ سوم میں ذکر کیا ہے، وہ ضعیف اور ایک نمبر کا جھوٹا تھا۔ (۱) سند روایت میں ”محمد بن راشد دمشقی“ بھی موجود ہے، وہ اگرچہ عابد و زاہد تھا لیکن حدیث گوئی اس کا مشغلہ نہیں تھا، اس سے منکر روایتیں بہت زیادہ مروی ہیں جنہیں الگ ہی رکھنا چاہئے۔ دارقطنی کہتے ہیں: اس پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ ابن خراش کا بیان ہے: اس کی حدیث ضعیف ہے۔ (۲)

شبانہ فزاری بھی اس حدیث کا راوی ہے جو فرقہ مرجہ کی تبلیغ کرتا تھا۔ احمد نے اسے بالکل الگ رکھا ہے اور اس کی حدیث نقل نہیں کی ہے، چاہے جتنی نسبت دی جائے وہ اس کی روایت پسند نہیں کرتے تھے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں: لوگ اس کی حدیث لکھتے ہیں لیکن اس سے احتجاج نہیں کرتے۔ (۳) ابوبکر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ وہ مرجہ کا مبلغ تھا، اس سے اس سے بھی بدترین مطالب مروی ہیں، اس کے عمل سے بھی مرجہ کی تبلیغ جھلکتی تھی۔ ان سے پوچھا گیا: پھر ایسے شخص کی روایت کیوں نقل کی؟ جواب دیا: میں نے اس کے عقائد سے واقف ہونے سے قبل نقل کی ہے۔ ان باتوں سے قبل یہ شخص اہل بیت رسول کا دشمن تھا، تبلیغ کی حالت میں فاج کا ایک ہوا اور واصل جہنم ہو گیا۔ (۴)

حلقہ اسناد میں تمام غیر معروف افراد موجود ہیں، کسی نے ان کی تائید نہیں کی ہے۔

نبوت کی حالت میں معاویہ کا محشور ہونا

۳۴۔ اسحاق بن محمد بن موسیٰ نے محمد بن حسن کے طریق سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ معاویہ اپنے علم اور کلام خدا پر اعتماد کی وجہ سے قیامت کے دن پیغمبر کی حالت میں مبعوث ہوگا۔

۱۔ طبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۲۵۳

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۵۹ (ج ۹ ص ۱۴۰)

۳۔ الجرح والتعديل (ج ۳ ص ۳۹۲ نمبر ۱۷۱۵)

۴۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۰۱ (ج ۳ ص ۲۶۳)

ابن حجر نے لسان المیزان میں یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ محمد بن حسن شاید وہی نقاش صاحب تفسیر ہو جو جھوٹا اور فریبی تھا۔ (۱)

معاویہ کے چاہنے والوں سے حساب و کتاب نہیں ہوگا

۳۵۔ سعید بن مسیب سے منقول ہے: جو شخص ابو بکر، عمر، عثمان اور علی کو دوست رکھے گا اور جنت میں ان کے ایک ساتھ رہنے کی گواہی دینے کے ساتھ ساتھ معاویہ کے لئے دعائے مغفرت کرے گا تو خداوند عالم اس سے قیامت میں حساب و کتاب نہیں کرے گا۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: خداوند عالم جس سے سب سے پہلے حساب و کتاب کرے گا وہ معاویہ ہی ہوگا جس کیلئے رسول خدا اور حضرت علیؑ دونوں نے بدعا کی ہے (حدیث گندرجلی ہے) اس حساب و کتاب میں صحابہ کرام اور بارگاہ خداوندی کے عادل افراد قماشائی ہوں گے اور اس ذلیل شخص پر لعنت کریں گے۔ اس اعتبار سے کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ خداوند عالم ابوسفیان کے اس بیٹے سے حساب و کتاب نہیں کرے گا جس نے شریعت کے برخلاف احکامات صادر کئے ہیں؟ اور کیا معاویہ اس کے باوجود بھی کہ اس نے حضرت علیؑ کو گالی دین، انہیں خوار کیا، لوگوں کو ان کی دشمنی پر مجبور کیا، ان کے خلاف شمشیر بکف ہوا اور ان سے جنگ کی، ان کے شیعوں پر دل ہلا دینے والے وحشیانہ مظالم روار کھے، کیا ان کے باوجود بھی اس پر ترحم کیا جاسکتا ہے؟

عثمان کی نصرت سے معاویہ کا احتراز کرنا، ان کے دفاع سے دست بردار ہونا اور اپنے سپاہیوں کو ان کے بارے میں خصوصی ہدایتیں دینا... کیا یہ امور عثمان سے اس کی محبت والفت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ محشور ہو اور مستوجب ترحم ہو۔

۱۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۱۴۵ (ج ۵ ص ۱۴۲، نمبر ۷۲۰۷)

۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۳۸، احادیث ۶۵)

ایسی بکو اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

معاویہ کی ناک کا گرد و غبار، عمر بن عبد العزیز سے بہتر

۳۶۔ سعید بن یعقوب طالقانی کا بیان ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عباس سے سنا: معاویہ کی ناک کا غبار عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہے۔ دوسری عبارت ہے: معاویہ کی ناک کے دو سوراخ کے گرد و غبار عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہیں۔ (۱)

احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا: معاویہ بہتر ہے یا عمر بن عبد العزیز؟ جواب دیا: معاویہ کے کھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبد العزیز سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ (۲)

علامہ ابنی فرماتے ہیں: معاویہ اور اس کی فضیلت کی وہی افراد شناخت رکھتے ہیں جو اس کے عہد میں تھے اور قریب سے اس کے گواہ تھے، وہی اسے پہچانتے ہیں جنہوں نے اپنی دونوں آنکھوں سے اس کے مظالم کا مشاہدہ کیا ہے اور اس کی عادتوں اور نفس پرستی کی ہوس کو دیکھ چکے ہیں۔ لیکن راویوں میں کوئی بھی سچا انسان نظر نہیں آتا۔ لہذا دونوں بیٹے (ابن حنبل اور مبارک) نے معاویہ کے لئے یہ روایتیں گڑھی ہیں اور اندھی محبت سے مجبور ہو کر نقل کیا ہے۔ ہمارے لئے یہ روایتیں مستند نہیں ہو سکتیں۔ اگر آپ معاویہ کے حالات اور اس کی عادتوں کا دقت نظر سے مطالعہ کریں تو ان روایتوں کا لچر پن بالکل واضح و آشکار ہو جائے گا۔

معاویہ کا دشمن جہنم میں

۳۷۔ اسلاف کی ایک فرد سے منقول ہے: میں شام میں ایک پہاڑ کی بلندی پر بیٹھا تھا، اچانک

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۴۸ حوادث ۶۰ھ)

۲۔ شذرات الذهب ج ۱ ص ۶۵ (ج ۱ ص ۲۷۰ حوادث ۶۰ھ)

ہاتف کی آواز ساعت سے ٹکرائی، وہ کہہ رہا تھا: جو ابوبکر صدیق سے دشمنی کرے وہ زندیق ہے، جو عمر سے عداوت رکھے وہ جہنمی ہے، عثمان کا دشمن، دراصل رحمن کا دشمن ہے، حضرت علی کا دشمن، رسول خدا کا دشمن ہے اور معاویہ کا دشمن جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

تعب ہے کہ دمشق کی خاک صرف قابل نفرت امویوں کے ہواداروں کی روح کی پرورش کر سکتی ہے، کیونکہ توڑ انسان جب حق و صلاح کی دشمنی پر کمر بستہ ہو جائے تو وہاں خریدار پیدا ہو ہی جاتے ہیں۔ جو لوگ دینی امور میں غیر معروف فریاد و فغاں کو سنتے ہیں، بیہودہ خیالات کی پیروی کرتے ہیں اور مثبت حقائق سے روگردانی کرتے ہیں وہ حق و حقیقت سے کس قدر دور ہیں، وہ تو سچے استدلال کے بھی دشمن ہیں۔

معاویہ صحابی رسول

۳۸۔ ایک راوی نقل کرتا ہے: میں نے رسول خدا کو ابوبکر، عمر، عثمان اور علی و معاویہ کے ہمراہ بیٹھا ہوا دیکھا، اسی وقت ایک شخص آپ کی خدمت میں پہنچا۔ عمر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہماری عیب جوئی کرتا ہے، رسول خدا اسے اپنی بزم سے بھگانے والے ہی تھے کہ اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ سب عیب سے مبرا ہے سوائے اس کے (معاویہ کی طرف اشارہ کیا)۔ پیغمبر نے فرمایا: اس کے سینے پر مارو۔ اس شدید ضرب سے اس کے ہوش ٹھکانے ہو گئے اور بھاگتا ہوا میرے گھر آیا۔ اسی رات وہ شدید بخار میں مبتلا ہوا اور مر گیا۔ یہ شخص ”راشد کندی“ تھا۔ (۱)

تبصرہ امینی

مجھے ملت کے محافظین اور مذہبی رہبروں پر تعجب و حیرت ہے کہ وہ پرانگندہ خوابوں اور بے بنیاد

باتوں سے لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں، جمہوری نسبتوں سے تاریخ کے اوراق سیاہ کر رہے ہیں، ایسی جمہوری باتوں سے اصحاب کے کان بھر رہے ہیں، اس بادہ خوار ہند کے بیٹے کو بزرگان دین کے زمرے میں رکھ کر قوم و ملت کے صالح افراد کی پاک و پاکیزہ شخصیتوں کو آلودہ کر رہے ہیں اور اس کو ان کے ساتھ ایک عیاری میں باندھنے کی سعی لا حاصل کر رہے ہیں۔ ”خدا جہالت کو ختم کرنے“۔

کاش! میں جان پاتا کہ اس شخص نے جس شخصیت کو اپنے خیال میں مجسم کیا ہے، کیا وہ یہ وہی رسول خدا تھے جنہوں نے معاویہ کو مارا اور اس پر لعنت بھیجی؟ یا ان کے علاوہ کوئی اور تھا؟ یہیں انتظار کیجئے تاکہ اس خواب کا جواب خود صاحب خواب سے سنیں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ آکر اس کا جواب ہرگز نہیں دے گا۔ کاش! میں جان سکتا کہ معاویہ کی عیب جوئی کرنے، اپنی تیز و تند زبان کے ذریعہ اسے نقائص سے منسوب کرنے اور نمازوں میں اعلانیہ اس پر بدعا کرنے میں صحابہ کے یہاں کوئی سا جذبہ کارفرما تھا؟ اور کیا اصولی اعتبار سے رسول خدا نے انہیں بھگایا اور معاویہ کو چھڑی دی تاکہ وہ انہیں مارے...؟؟

فضائل معاویہ پر مشتمل اوراق کھانے سے چوہے کی موت

۳۹۔ ابوالفتح یوسف تو اس کی کتابوں کے درمیان فضائل معاویہ پر مشتمل ایک فصل تھی جسے اس نے چوہے کو کھاتے ہوئے دیکھ لیا، چنانچہ اس نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی کہ وہ اس چوہے کو نیست و نابود کر دے، تھوڑی دیر بعد ایک چوہا چھت سے گرا اور تڑپ کر مر گیا۔ (۱)

اب آئیے اور اس جاہل گنوار انسان کے طرز فکر پر ہنسئے جو اس بات کو معاویہ کی کرامت خیال کرتا ہے کہ خداوند عالم نے اس کی وجہ سے ایک ایسے چوہے کو ہلاک کر دیا جس کی خطایہ تھی کہ اس نے فضائل معاویہ پر مشتمل حصے کو کھالیا تھا۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا کہ ائمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہیں، اس کے باوجود بھی کیا واقعی اس چوہے پر پھر ہند کی محبت واجب تھی؟ اور کیا



وہ چوہا معاویہ کو پہچانتے ہوئے اس کے مناقب کو چٹ کر گیا اور کیا یہ کام بصیرت کے ساتھ انجام دیا گیا؟ کیا ابوالفتح تو اس اس چوہے کو پہچانتا تھا جس نے فوری طور پر یہ حکم صادر کر دیا کہ جو چوہا چمت سے ٹپکا اور مر گیا، وہ وہی چوہا تھا جس نے معاویہ کے فضائل کھائے تھے...؟

۴۰۔ فضائل معاویہ میں کلواذی کا قصیدہ

ولا بن هند فی الفواد محبة مغر وسة فلیر غمن مفندی
 ”پر ہند کی محبت کا بیج میرے دل میں بویا جا چکا ہے، میری مذمت کرنے والے اور جھٹلانے والے ہلاک ہوں۔“

علامہ شہاب الدین احمد ^{ھظنی} شافعی نے مندرجہ ذیل ان اشعار میں اس کی تردید کی ہے:

قل لابن کلواذی وغیم المورد	اوقعت نفسک فی الحضیض الاوہد
افانت تطمع یا سخیف العقل فی	ارغام طہ والوصی المہتدی
والمسلمین الصادق ایمانہم	باللہ جل وبالنبی محمد
او لست انت القائل البیت الذی	تصلی بہو ہج السعیر الموحد
ولا بن هند فی الفواد محبة	مغر وسة فلیر غمن مفندی
اریت ویلک ذایقین لا	یفند ما یفوه بہ لسان الابد
اوہل تری الا بقلب منافق	غرست محبة عجلک المتمرّد
او ما علمت بان من احببته	راس البغلة و خصم کل موحد
لعن الوصی و بدل الاحکام وار	تکب الکبائر باللسان وبالید
ان المحب مع الحیب مفرہ	و لسوف تعلم مستقرک فی غد
فعلیکما سخط الالہ و مقتہ	و علی الذی بک فی العقیدة یقتدی

”ابن کلواذی تک میرا پیغام پہنچا دو کہ اس نے خطرناک قسمت و نصیب سے استفادہ کر کے اپنے کو

گندے نالے میں گرا دیا ہے۔ او بے عقل! کیا تو آنکھ رکھتا ہے (تیرے پاس اتنی عقل ہے) کہ رسول اور ان کے ہدایت شعار جانشین کو خوار کرے، کیا تیرا ارادی یہ ہے کہ خدا و رسول پر ایمان واقعی رکھنے والے مسلمانوں کو مورد لعن قرار دے؟ کیا تو وہ شعر نہیں کہا ہے جس کی وجہ سے آتش جہنم میں اوندھے منہ جموٹک دیا جائے گا؟ کیا تو جانتا ہے کہ اس کو سالہ پرست (معاویہ) کی محبت صرف منافق کے دل پر نقش کر سکتی ہے؟ یہ وہ ہے جس نے وہی رسول پر سب و شتم کیا، الہی احکام و قوانین میں تبدیلی کی اور اپنے دست و زبان سے بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا ہے، ہر دوست اپنے دوست کے ہمراہ محشور ہوگا اور کل ہی تیری قرار گاہ معین ہوگی، تجھ پر اور ہر اس شخص پر جو تیرے خیال اور عقیدہ کی اقتدا کرتا ہے خداوند عالم کا عذاب نازل ہو۔ (۱)



معاویہ کے بارے میں ایسے بہت سے باطل خیالات اور نامناسب اقوال، ابن کثیر کی تاریخ (۲) اور ابن حجر کی تطہیر الجنان (۳) میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، حقیقت حال سے آگاہی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

﴿قَوْلِيلٌ لَّهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ آيَاتُهُمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ﴾
 ”ان کے لئے اس تحریر پر بھی عذاب ہے اور اس کی کمائی پر بھی۔“ (۴)

۱۔ تعویذ الایمان ص ۱۰۷ (ص ۱۱۰-۱۱۱)

۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۳۳-۱۵۰ حواشی ص ۶۵)

۳۔ تطہیر الجنان واللسان من المظہور مطبوع بر حاشیہ صواعق محرقة (ص ۲۸-۹)

۴۔ بقرہ ۷۹

خرافاتى حكايتیں

یہاں خلفاء کے مناقب و فضائل سے چشم پوشی کرتے ہوئے قارئین کی خدمت میں خرافات کے بعض نمونے پیش کئے جا رہے ہیں جنہیں غالیوں نے جعل کیا ہے اور خواہشات نفس کے اسیروں نے بیان کیا ہے، یہ واقعات عہد صحابہ سے لے کر آج تک کے بعض افراد کے فضائل پر مشتمل ہیں، آئیے قریب سے ان کا مزہ لیجئے:

۱۔ پس مرگ زید بن خارجہ کا تکلم

بیہقی نے سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے: عثمان کے زمانے میں زید بن خارجہ انصاری فوت ہوئے، انہیں ایک کپڑے میں لپیٹا گیا، اچانک ان کے سینے سے ایک چیز آواز خارج ہوئی: احمد، احمد کتاب اول میں (لوح محفوظ میں) لوگوں میں سب سے زیادہ مدوح ہیں، انہوں نے سچ کہا ہے، سچ کہا ہے کہ ابو بکر صدیق اپنے نفس کے سلسلے میں قوی و محکم تھے، سچ کہا ہے، سچ کہا ہے کہ عمر بن خطاب کو کتاب اول (لوح محفوظ) میں قوی و امین کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے، عثمان بن عفان نے بھی انہیں کی روش اختیار کی ہے اور سچ کہا ہے۔ اس طرح احمد اور ان کے تین خلفاء گزر چکے ہیں اب صرف دو خلفاء ”معاویہ و علی“ باقی ہیں، ان کے بعد دو تہند لوگ ضعیفوں پر مسلط ہو جائیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی، تمہارے سپاہیوں سے چاہ اور لیس کی خبر پہنچے گی اور تم کیا جانو کہ چاہ اور لیس کیا ہے۔ (۱)

نعمان بن بشیر کے طریق سے دوسری عبارت مروی ہے:

خلفاء میں تیسرے خلیفہ سب سے قوی تھے جو راہ خدا میں ملامت گروں کی ملامت و سرزنش سے خوف زدہ نہیں ہوئے انہوں نے تاکید کی کہ مستحکم افراد ضعیف کا بوجھ برداشت کریں۔ بندہ خدا امیر المؤمنین نے سچ کہا ہے، سچ کہا ہے کہ یہ کتاب اول میں ضبط ہے۔ اس کے بعد کہا: امیر المؤمنین عثمان ایسے انسان تھے جو لوگوں کی خطاؤں سے چشم پوشی کرتے تھے، ان کی زندگی میں دو خلیفہ فوت ہو چکے تھے اور چار باقی تھے پھر لوگوں میں اختلاف رونما ہوا ایک نے دوسرے کو زیر کیا جس کی وجہ سے کوئی نظام برقرار نہ ہو سکا۔ شجاع افراد رخصت ہو گئے اور مؤمنین محفوظ رہ گئے، انہوں نے کہا: اے لوگو! خدا کی کتاب و تقدیر کو پیش نظر رکھو، اپنے امیر کے سامنے سر تسلیم خم کرو، ان کی باتیں سنو اور اطاعت کرو جو اس کی مخالفت کرے گا اس کے خون کی ضمانت نہیں لی جاسکتی، خدا کا قسمی فیصلہ یہی ہے۔ اللہ اکبر! یہ جنت اور یہ جہنم ہے، انبیاء و صدیقین کہتے ہیں: اے عبد اللہ بن رواحہ! تم پر درود و سلام، کیا تم یہ سوچتے ہو کہ خارجہ اور سعد احد کے دن قتل ہو چکے ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے، یہ آگ سرکش اور جلانے والی ہے کہ جو بھی اس سے منہ پھیرتا ہے اور اس کی جانب پشت کرتا ہے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

بالآخر اس کی آواز خاموش ہو گئی، وہاں موجود افراد سے ان باتوں کے بارے میں سنا، ان کی تحقیق کی، لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا: خاموش رہو، یہ احمد، خدا کے رسول ہیں، آپ پر درود و سلام اے رسول خدا، اور آپ پر خدا کی رحمت و برکت ہو، ابو بکر صدیق، امین اور رسول کے جانشین ہیں، ان کا جسم کمزور تھا لیکن وہ خود امر خدا کی راہ میں مستحکم و قوی تھے، سچ ہے، سچ ہے کتاب اول میں اسی طرح مذکور ہے..... الخ۔ (۱)

قاضی نے کتاب شفا میں یہ عبارت لکھی ہے: اس نے کہا: خاموش رہو، چپ رہو، محمد خدا کے رسول

ہیں، پیغمبر امی اور خاتم الانبیاء ہیں اور کتاب اول میں ضبط ہو چکا ہے... الخ۔ (۱)
خفاجی پورا واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس روایت کو طبرانی، ابونعیم اور ابن منذر نے نقل کیا ہے اور ابن ابی الدنیا نے انس سے اس کی روایت کی ہے۔ صفحہ ۱۰۵ پر ابن عبدالبر سے، اس نے ابن سید الناس، ابن اثیر، ذہبی، ابن جوزی اور ابن ابی الدنیا سے یہ روایت منقول ہے۔

تبصرہ امی

ان لوگوں نے اصول کے مطابق کتنی اچھی بنیاد ڈالی ہے کہ صرف بدعت بانی پر قاعدت نہیں کی بلکہ ان لچر کلمات کی اساس پر ان کے مانند دوسری بہت سی روایتیں بھی پیش کی ہیں، محقق کے لئے ضروری ہے دقت نظر سے ان کا مطالعہ اور تجزیہ و تحلیل کرے۔ ہم ان تمام باتوں کو پڑھنے والے کی ذکاوت اور دینی فراست پر چھوڑتے ہیں۔ ہم تو ان معملہ خیر مطالب گڑھنے والے سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جس دن ”ابن خارجه“ کی موت ہوئی کیا اس دن قیامت برپا ہوگئی تھی کہ خداوند عالم نے مردوں کو بولنے پر مجبور کیا؟ یا لوگوں نے اس سے برزخ کے سوال کا جواب سنا۔ یا پھر مسئلہ رجعت کے سلسلے میں اماموں کا عقیدہ ثابت ہو گیا اور ابن خارجه کی بازگشت ہوئی ہے؟؟

حقائق کا تجزیہ و تحلیل کرنے والے محققین کی نظر میں یہ بازگشت اور رجعت قطعی بے بنیاد اور لچر ہے کیا ابن خارجه چونکہ خلفاء کی خلافت کے ایام میں ہلاک نہیں ہوا تھا اس لئے بہت زیادہ متاثر تھا اور کیا موت کے بعد بھی اس کے دل میں یہ حسرت کلبلا رہی تھی کہ موت کے بعد بھی ان کا زمانہ درک کرے؟ گویا خداوند عالم نے اسے کرامت عطا فرمائی کہ موت کے بعد بھی وہ اس کا حامل رہے؟ یا خداوند عالم

۱۔ ملاحظہ ہو: الاستیعاب ج ۱ ص ۱۹۲ (القسم الثانی ص ۵۲۸ نمبر ۸۲۳)؛ البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۵۶ (ج ۶ ص ۱۷۳)؛ الشفا ص ۱۰۸
حقوق المصطفیٰ (ج ۱ ص ۶۱۶)؛ الروض الانف ج ۲ ص ۳۷۰ (ج ۷ ص ۵۷۵)؛ الاصلیہ ج ۱ ص ۵۶۵؛ ج ۲ ص ۲۳؛ تہذیب
الحدیث ج ۳ ص ۳۱۰ (ج ۳ ص ۳۵۳)؛ النصاب ص ۸۵ (ج ۲ ص ۱۳۲)؛ نسیم الریاض فی شرح الشفا ج ۳ ص ۱۰۸
(ج ۳ ص ۱۰۱)؛ نسیم الکبیر (ج ۵ ص ۲۱۹ ح ۵۱۳۵)؛ اسد الغابہ (ج ۲ ص ۲۸۲ نمبر ۱۸۳۱)؛ المغنم (ج ۳ ص ۱۸۵ نمبر ۳۹)

نے لوگوں پر اپنی حجت قائم کرنے کے لئے موت کے بعد بھی تکلم کی صلاحیت عطا فرمائی اور کتاب اول میں اسے ایسی فضیلت سے بہرہ مند کیا جس فضیلت سے اپنے امین رسول کو بھی محروم رکھا..؟

تعجب کی بات ہے کہ اس نے خلفاء کے اسماء گنائے وقت چوتھے خلیفہ کا نام کیوں حذف کر دیا، انہیں برحق خلفاء کے ضمن میں کیوں نہیں ذکر کیا اور ان کے بارے میں یہ عبارت ”کتاب اول میں مذکور ہے اور بے شک سچ کہا ہے....“ کیوں نہیں بیان کی۔ حالانکہ وہ نفس رسول تھے جن کا تذکرہ خداوند عالم دوسری کتاب (قرآن مجید) میں کیا ہے، آیہ تطہیر ان سے مخصوص کی ہے اور ان کی ولایت کو اپنی اور اپنے رسول کی ولایت کے ہمراہ قرار دیا ہے۔

ممکن ہے آپ کو اس آشکارا ستم پر تعجب کی ضرورت ہی نہ پڑے اس لئے کہ جب آپ تحقیق کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ روایت سعید بن مسیب اور نعمان بن بشر پر منتہی ہوئی ہے، جن کے بارے میں ہم نے اس سے قبل تفصیلی بحث پیش کی کہ یہ امیر المؤمنین کے دشمن تھے۔

یہاں ایک دوسری مشکل بھی ہے جو اسی بات سے حل ہو سکتی ہے کہ ہم جانیں کہ ابن خارجه عثمان کے زمانے میں فوت ہوا۔ لہذا کیا صحابہ کرام نے لوگوں سے اس کرامت کو سننے کے بعد اس کی تصدیق کی اور ابن خارجه کی حدیث پر اعتماد کیا؟ پھر یہ کہ وہ اس تاریخ کے سب سے قریب زندگی بسر کر رہے تھے، کیا غدیر کے دن رسول خدا کے پیغام کو جسے ہزاروں لوگوں کے سامنے بیان کیا، فراموش کئے، پھر اس کے بعد قتل عثمان پر متفق ہو گئے اور ابن خارجه کے شیدائی ہو کر رسول خدا کی تمام تر سفارشات کو قطعی فراموش کر گئے؟

اب آپ خود ہی ان حفاظ حدیث کے عقل و منطق کی چھان بین کر سکتے ہیں کہ ان کا علم و اعتماد کس مرتبے پر قائم ہے کہ وہ ایسے جھوٹے اور بے بنیاد مطالب کو نقل کرتے ہیں اور ان روایتوں کو صحیح اور مستند روایتوں کے زمرے میں شمار کرتے ہیں۔

خدا ایسی محبت کی مٹی پلید کرے جو انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

۲۔ انصاری قتل کے بعد گفتگو کرتا ہے

یہی موت کے بعد گفتگو کرنے والوں کے اسماء گناتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس نے کہا: میں ابوسعید ابی عمر ہوں، ابوالعباس محمد بن یعقوب اور یحییٰ بن ابی طالب نے روایت کی ہے کہ میں علی بن عاصم ہوں، میں حصین بن عبد الرحمن ہوں، عبد اللہ بن عبید اللہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا:

جنگ صفین یا جنگ جمل کے مقتولین کو سپرد خاک کرتے وقت اچانک مقتولین کے درمیان ایک انصاری مرد گویا ہوا: محمد خدا کے رسول ہیں، ابو بکر صدیق، عمر شہید اور عثمان رحیم ہیں۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔ (۱)

علامہ ابنی فرماتے ہیں: یحییٰ بن ابی طالب کی سند کے متعلق موسیٰ بن ہارون کہتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اپنی باتوں میں میری طرف سے جھوٹ بکتا ہے۔ (۲)

علی بن عاصم کہتے ہیں:

”خالد حذاء“ جھوٹا انسان ہے اس سے دور رہو۔ شعبہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا: اس سے کچھ بھی نقل نہ کرو۔ یحییٰ بن معین سے منقول ہے: وہ پکا جھوٹا ہے، اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ انہیں سے منقول ہے: اس کی بات لائق توجہ نہیں، اس سے استناد نہیں کیا جاسکتا ہے، وہ ان افراد میں سے نہیں ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں: ہم ہمیشہ اسے اس کے جھوٹ کی وجہ سے پہچانتے تھے۔ بخاری کہتے ہیں: میری نظر میں قوی نہیں ہے۔ (۳)

غور و فکر کے بعد اس روایت میں بھی گذشتہ روایت کی باتیں صادق آتی ہیں، جنہیں ہم نے پیش کیا ابن خارجه کی طرح ”قتل انصاری“ کی روایت بھی عقل و خرد سے بہت دور ہے۔

۱۔ دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۸

۲۔ لسان المیران ج ۶ ص ۲۶۲ (ج ۶ ص ۲۲۲ نمبر ۹۱۵۹)

۳۔ تہذیب العہد ج ۷ ص ۳۳۵-۳۳۸ (ج ۷ ص ۳۰۲-۳۰۵): تاریخ الکیبر (ج ۶ ص ۲۹۰ نمبر ۲۳۳۵)

۳۔ شیبان اپنے مردہ گدھے کو زندہ کرتا ہے

فحسی سے مروی ہے: عمر کے زمانے میں شیبان نامی ایک شخص اپنے گدھے پر سوار ہو کر قبیلہ نخج سے باہر آیا، اچانک اس کا گدھا گر کر مر گیا، اس کے ساتھیوں نے اس کا وسائل حمل کرنا چاہا اور اپنی خدمت پیش کی لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ چنانچہ اس نے اٹھ کر وضو کیا اور مردہ گدھے کے سر پر پہنچ کر بولا: خدایا! میں تیرا مطیع ہوں، تیری جانب رخ کیا ہے اور تیری رضایت حاصل کرنے کے لئے تیری راہ میں ہجرت کی ہے، یہ گدھا میرا معاون و مددگار تھا، وہ لوگوں کے سامنے مت ساجت کرنے سے مجھے محفوظ رکھتا تھا، اسے زندہ کر کے میری تقویت فرما۔ اچانک گدھا اپنے سر کو ہلا کر کھڑا ہو گیا اور شیبان اس پر بیٹھ کر اپنے ساتھیوں سے ملحق ہو گیا۔ (۱)

ابن ابی الدنیانے مسلم بن عبداللہ نخعی کے حوالے سے اسی داستان کی طرح ایک اور داستان نقل کی ہے اور اس نے گدھے کے مالک کا نام ”نباتہ بن زید“ بتایا ہے۔ حسن بن عمرہ سے اس گدھے کے واقعہ کو ابی سبرہ نخعی کے طریق سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یمن سے ایک شخص آیا.... الخ۔ (۲)

تبصرہ امینیؒ

خدا کے لئے مشکل نہیں کہ وہ حضرت محمدؐ کی امت کے بعض گنہگار افراد کو روح اللہ عیسیٰ بن مریم صلی علیہ وسلم سے عطا فرمائے تاکہ وہ اذن خدا سے مردے کو زندہ کر سکیں چاہے وہ مردہ گدھا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ تمام تر حکایتیں ابو بکر و عمر اور عثمان کے زمانے کے افراد اور ان کے بعد ان کے بی بی خواہوں اور چچوں سے مخصوص ہیں، اگر یہ واقعات ان کے علاوہ کسی اور کے لئے بیان کئے جاتے ہیں تو بہت مشکل سے قبول کیا جاتا ہے اور عقل و منطق ان کی تردید کر کے فوراً ہی ہائے واویلا کی صدائیں

۱۔ البدیۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۲۹۲، ۱۵۳ (ج ۶ ص ۱۷۰، ۱۷۱)؛ الاصابۃ ج ۲ ص ۱۶۹

۲۔ البدیۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۱۵۰ (ج ۶ ص ۱۶۶)

بلند کرنے لگتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں نہیں جانتا۔

ابی منظور سے منقول ہے کہ اس نے کہا: فتح خیبر کے بعد مال غنیمت سے رسول خدا کے حصے میں چار چوڑے شتر، سونے چاندی، ایک سیاہ گھوڑا اور ایک عدد گدھا آیا۔ آنحضرت نے گدھے سے گفتگو کی اور گدھے نے بھی آپ سے بات کی۔ آنحضرت نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ کہا: یزید بن شہاب ہوں، خداوند عالم نے میرے جد کی نسل سے سات گھوڑے عطا فرمائے کہ پیغمبروں کے علاوہ کوئی ان پر سوار نہیں ہوا۔ میرے جد کی نسل سے کوئی اور باقی نہیں ہے اور رسولوں میں بھی آپ کے علاوہ کوئی اور باقی نہیں ہے، میری خواہش ہے کہ آپ مجھ پر سوار ہوں آپ سے قبل میں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا، وہ سوار ہونا چاہتا تھا تو میں گرا دیتا تھا، وہ میری پیٹھ اور پیٹ پر کوزے مارتا تھا۔ رسول نے فرمایا: میں نے تیرا نام "یعفور" رکھا، اے یعفور۔ اس نے کہا: البیک یا رسول اللہ۔ فرمایا: عورت (مادہ) چاہئے؟ کہا: نہیں۔ رسول خدا حسب ضرورت اس پر سوار ہوتے تھے چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ایک کنویں کے پاس مر گیا جو ابوا لہیثم بن تہیان کی ملکیت تھی، اسکی قبر بھی وہیں پر ہے۔

۴۔ اسید و عباد کا عصا

انس سے مروی ہے: اسید بن خضیر اور عباد بن بشیر ایک تاریک رات میں رسول کے پاس موجود تھے، جب ان کی خدمت سے رخصت ہوئے تو ان میں سے ایک کے عصا سے نور ساطع ہوا جس کی روشنی میں وہ راستہ طے کرنے لگے، جب انہوں نے ایک دورا ہے پر جدا ہونا چاہا تو دوسرے کا عصا بھی نور افشانی کرنے لگا۔ (۱)

تبصرہ ایضاً

کیا آپ یقین کریں گے کہ صحابہ کرام کی ایک فرد سے صدر اول اسلام میں وہ بھی عہد رسول میں

۱۔ صحیح بخاری ج ۶ ص ۳ (ج ۳ ص ۱۳۸۲/۳۵۹۴)؛ ارشاد الساری ج ۶ ص ۱۵۲ (ج ۸ ص ۳۱۶/۳۸۰۵)؛ طرح المقرب

ج ۱ ص ۳۵؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰۱ (ج ۳ ص ۱۵۱ نمبر ۲۷۵۹)؛ البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۵۲ (ج ۶ ص ۱۶۸)

ایسی عظیم کرامت رونما ہوئی اور تمام لوگوں سے پوشیدہ رہ گئی صرف انس ہی اسے درک کر سکے اور دوسرے افراد سے نقل کرنے سے قاصر رہے؟ کیا آپ یقین کریں گے کہ بعد میں اسلام لانے والے مسلمان ایسی عظیم فضیلت کے حامل ہوں اور رسول خداؐ اسے اپنی زبان سے بیان نہ کریں؟ اور ان کے بعد امت بھی اس کا تذکرہ نہ کرے اور کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بزرگان دین نے اپنی زندگی میں ایسی کرامت کی معرفت حاصل نہ کی ہوگی؟

اسید ایسی فضیلت کا حامل کیوں ہو شاید اس کی علت آپ سے مخفی نہ ہو، یہ فضیلت اس انسان کے بارے میں گڑھی گئی ہے جس نے سقیفہ میں سب سے پہلے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، یہ انصار کا سب سے پہلا شخص تھا جس نے سب سے پہلے ابوبکر کی بیعت کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔ ابن اشیر کے بقول: ابوبکر کے ہاتھ پر اس کی یہ بیعت عظیم اثرات کی حامل تھی۔ (۱)

وہ کہتے ہیں: ابوبکر صدیق اس کے لئے خصوصی احترام کے قائل تھے اور کسی کو بھی اس پر مقدم نہیں رکھتے تھے، ہاں! یہ شخص سب سے زیادہ مناسب تھا کہ ابوبکر کے طرفداروں کی جانب سے اس عظیم افتخار کا حامل ہو، ایسا افتخار جس کا وہ قطعی حقدار نہیں تھا۔ نیز یہ افتخار و فضیلت ابوعبیدہ جراح جیسے افراد کے حصہ میں بھی آئی چنانچہ عمر بن خطاب اس کا پیرو چوتھے تھے۔ (۲) عائشہ کا اسید کی تعریف و تجئید کرنا بھی علت سے خالی نہیں ہے، وہ کہتی ہیں: وہ فضلاء عصر میں سے تھے۔ یہ بھی کہا: انصار کے تین افراد ایسے ہیں کہ بعد رسول کوئی بھی ان کے مانند فضیلت کا حامل نہیں: سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور عباد بن بشر۔ (۳) ام المومنین نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ بعد رسول ایسی شخصیت موجود تھیں جنہوں نے بدر میں شرکت کی تھی، مائیں ایسے سوراؤں کو جنم دینے سے قاصر تھیں، ان میں ابویوب انصاری، خزیمہ ذو الشہادتین، جابر بن عبد اللہ انصاری، قیس بن سعد اور بہت سے دوسرے افراد۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ان افراد

۱۔ اسد الغابہ ج ۱ ص ۹۲ (ج ۱ ص ۱۱۲ نمبر ۱۷۰)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۵۵ (ج ۷ ص ۶۵ حوادث ۱۵ھ)

۳۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰۰ (ج ۳ ص ۱۵۱ نمبر ۲۷۵۹): مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۱۰

کی نشاندہی ام المومنین کے لئے خوشگوار نہیں تھی اس لئے کہ وہ سب حضرت علی کے جانثار ساتھی تھے۔

ان کی نظر میں صرف اسید ہی اس فضیلت کے لئے مناسب تھا اس لئے کہ اس نے امت کے پرچم ہدایت حضرت علی کے متعلق رسول خدا کے عہد و پیمان کو توڑا تھا، اس نے سب سے پہلے ابو بکر کی بیعت کی تھی اور ان کی خلافت کو مستحکم بنانے میں اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں تھیں۔ عباد بن بشر نے بھی ابو بکر کی خلافت کو مستحکم بنانے میں اسید سے کم سرگرمی نہیں دکھائی تھی۔ یہ وہی ہے جو واقعہ یمامہ میں ابو بکر کے پرچم تلے مارا گیا، عائشہ نے اس کی بہت زیادہ تعریف و تجئید کی ہے۔

۵۔ خالد کی دعا سے شراب شہد میں تبدیل

خشیمہ کے طریق سے اعمش سے منقول ہے:

ایک شخص شراب سے بھرا ہوا مشکیزہ لے کر خالد کے پاس آیا، خالد نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے

کہا: شہد ہے۔ خالد بولے: خدایا! اسے سرکہ میں تبدیل کر دے۔ وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر بولا: آج میں ایسی شراب لایا ہوں کہ تم میں سے کسی نے ایسی شراب نہ پی ہوگی، مشکیزہ کھولنے پر معلوم ہوا کہ اس میں سرکہ ہے۔ کہا: خدایا! قسم! خالد کی دعا نے اپنا اثر دکھا دیا۔

دوسری عبارت ہے کہ خالد نے کہا: خدایا! اسے شہد میں تبدیل کر دے اور وہ شہد میں تبدیل ہو

گئی۔ (۱)

علامہ ابنی فرماتے ہیں:

خالد کی زندگی کے سیاہ اور اقسا توں جلد میں ملاحظہ فرمائیں اور اس کے حالات زندگی بنی خذیمہ، مالک بن نویرہ، ان کی زوجہ اور عمر خلیفہ سے دریافت کریں تاکہ اس کی روش زندگی کی صحیح معرفت حاصل ہو سکے، پھر فیصلہ کریں کہ وہ کس چیز کا سزا دار ہے۔

۶۔ آگ ابو مسلم کو نہیں جلاتی

مدنی نبوت اسود عسی نے ابو مسلم خولانی اور عبداللہ بن ثوب یعنی تابعی (متوفی ۶۲/۶۰) کو بلایا، اس نے آگ روشن کر رکھی تھی، جب ابو مسلم آیا تو اس نے اسے آگ میں ڈال دیا لیکن اسے کوئی نقصان نہیں پہونچا، خداوند عالم نے اسے آگ کے شعلوں سے نجات عطا فرمائی۔ یہ حضرت ابراہیم سے مشابہ ہے چنانچہ ایک دن وہ ابوبکر کے پاس آیا، سلام کے بعد ابوبکر نے کہا: خدا کا شکر کہ اس نے مجھے اتنی عمر عطا کی کہ میں امت محمد میں ایسے شخص کی زیارت کر سکوں جس نے حضرت ابراہیم کے معجزے کا نمونہ پیش کیا۔ ابن کثیر کی روایت میں اس طرح منقول ہے: وہ ابوبکر کے پاس آیا، ابوبکر نے اسے اپنے اوزر عمر کے درمیان بٹھایا تو عمر نے اس سے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری جان اس وقت تک نہ لی جب تک میں نے امت میں معجزہ ابراہیم پیش کرنے والے کی زیارت نہ کر لی۔ (۱)

۷۔ ابو مسلم اپنی دعا کی وجہ سے دریائے دجلہ سے عبور کر گیا

ابو مسلم ایک دن دریائے دجلہ کے کنارے پہونچا، ان ایام میں دجلہ کا پانی مٹلاطم انگیز تھا اور اس کی موجیں ساحل سے ٹکرا کر شور پیدا کر رہی تھیں، ابو مسلم نے کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثنا کی اور دریا سے بنی اسرائیل کی روانگی کا تذکرہ کر کے اپنے مرکب کو دجلہ میں ڈال دیا، لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی، اس طرح وہ سب دریا سے عبور کر گئے۔

اس واقعہ کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۱۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۶۶۶ (القسم الرابع ص ۵۸۱ نمبر ۳۱۷)؛ صفة الصلوة ج ۳ ص ۱۸۱ (ج ۳ ص ۲۰۸ نمبر ۷۳۵)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۴ ص ۳۱۸ (ج ۲ ص ۲۰۰-۲۰۱ نمبر ۳۲۱۳)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۵۶)؛ تذکرۃ الخطاط ج ۱ ص ۳۶ (ج ۱ ص ۳۹)؛ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۶ (ج ۸ ص ۱۵۶ احادیث ۶۰)؛ شذرات الذهب (ج ۱ ص ۲۸۱ احادیث ۶۲)؛ تہذیب احمدیہ (ج ۱۲ ص ۲۵۷)؛ المعجم والدریہ (ج ۲ ص ۳۲۰)

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۴ ص ۳۱۷ (ج ۲ ص ۱۱۰ نمبر ۳۲۱۳)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۵۹

۸۔ ابو مسلم کی تسبیح

ابو مسلم خولانی کے ہاتھ میں ایک تسبیح رہتی تھی جس سے وہ خدا کی تسبیح کرتا تھا، ایک مرتبہ نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا، تسبیح اس کے ہاتھ میں لپٹی ہوئی تھی، اس نے تسبیح خدا شروع کر دی، وہ کہہ رہی تھی: اے نباتات کو اگانے والے، اے ہمیشہ رہنے والے! تو پاک و منزه ہے۔ اس کی بیوی نے کہا: اے مسلم! آؤ اور اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھو۔ اس نے آ کر دیکھا کہ ابو مسلم کی تسبیح اس کے ہاتھ میں خدا کی تسبیح کر رہی ہے اور جب وہ اٹھ کر بیٹھا تو تسبیح خاموش ہو گئی۔ (۱)

۹۔ وسائل سفر کے بغیر سفر کا حیرت انگیز واقعہ

بعض لوگوں نے ابو مسلم خولانی کے پاس آ کر کہا: کیا ہمارے ہمراہ حج پر چلیں گے؟ کہا: ہاں! اگر کچھ ساتھی مل جائیں۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے ساتھ ہیں، آپ کا ساتھ دیں گے۔ ابو مسلم نے کہا: تم لوگ میرے ساتھی نہیں ہو، میرے ساتھی تو وہ لوگ ہیں جو وسائل سفر کا بوجھ نہیں اٹھاتے، کیا نہیں دیکھتے کہ پرندے بغیر وسائل کے صبح و شام حرکت کرتے ہیں یہ خدا ہے جو انہیں آرزو فرما رہا ہے، وہ نہ خرید و فروخت کرتے ہیں اور نہ ہی کھیتی کی زحمت اٹھاتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے ہمراہ چلیں گے۔ ابو مسلم نے کہا: تو پھر خدا کی برکت سے تیاری کرو۔ چنانچہ قافلہ دمشق سے روانہ ہوا۔ انہوں نے کوئی وسائل بھی نہیں لیا، جب ایک منزل پر پہنچے تو لوگوں نے کہا: اے ابو مسلم! ہم خوراک کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور سواریوں کو بھی خوراک کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا: اچھی بات ہے، پھر ان سے دور ہو کر پتھروں پر کھڑا ہوا، دو رکعت نماز ادا کی اور دو زانوں بیٹھ کر کہا: خدایا! تو جانتا ہے کہ کس جذبہ سے مجھے اپنی منزل سے باہر کیا ہے، میں صرف تیری زیارت کے لئے آیا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ دوسروں کو اپنا مہمان بناتے ہیں، ہم سب تیرے مہمان ہیں۔ لہذا ہمارے لئے غذا اور حیوانوں کے لئے

خوراک مہیا فرما۔ تھوڑی دیر بعد ایک دسترخوان ان کے سامنے بچھ گیا، اس پر گرم شوربے کا پیالہ اور پانی کے دو کوزے موجود تھے، حیوانوں کی خوراک بھی معجزاتی طریقے سے حاضر ہو گئی۔ وہ نہ سمجھ سکے کہ کون اسے لایا ہے، تمام سفر میں یہی صورت حال رہی، انہوں نے کسی مشکل کا سامنا نہیں کیا۔

ابن عساکر نے تاریخ شام میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (۱)

علامہ ابنی فرماتے ہیں: میں اس بکو اس کے سلسلے میں کچھ بھی کہنا تفسیح اوقات سمجھتا ہوں، صرف محقق کا ذہن ”طاش کبری زادہ“ کی اس بات کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جسے انہوں نے مفتاح السعاده میں نقل کیا ہے:

”جو شخص وسائل سفر کے بغیر اس امید پر صحراؤں کا سفر کرے کہ توکل اس کی تکمیل کرے گا، اس نے بدعت ایجاد کی ہے اس لئے کہ گذشتہ افراد پہلے تو شرفراہم کرتے تھے پھر توکل کرتے تھے۔“ (۲)

۱۰۔ ایک عورت کے سود و زیاں پر مشتمل ابو مسلم کی دعا

ابو مسلم کا معمول تھا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت وسط میں تکبیر کہتا تھا، پھر گھر میں داخل ہوتا اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے اپنی بیوی کے پاس آتا اور اس کے ساتھ غذا تناول کرتا تھا، ایک رات اس نے تکبیر بلند کی، لیکن کوئی جواب نہ ملا، اس نے درخانہ پر دوبارہ تکبیر بلند کی لیکن جواب نہ دار۔ اس وقت اس کے گھر میں چراغ روشن نہیں تھا، اس کی زوجہ وہیں بیٹھی تھی، پاس آ کر کہا: جواب کیوں نہیں دیتی۔ اس کی زوجہ نے کہا: تمام لوگ آسائش حیات سے مالا مال ہیں لیکن ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، تم معاویہ کے پاس جاتے ہو وہ حکم دیتا ہے اور تم بجالاتے ہو اور بس۔ ابو مسلم نے کہا: خدایا! جس نے میری بیوی کے ذہن کو مشوش کیا ہے اسے اندھا کر دے۔ کچھ دیر قبل ایک عورت آئی تھی اور اس نے ابو مسلم کی بیوی سے کہا تھا: اگر تم اپنے شوہر سے معاویہ کی خدمت گزاری کی بات کہو گی تو وہ قبول کرے گا۔ وہ عورت

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ ص ۳۱۸ (ج ۷ ص ۲۱۶ نمبر ۳۲۱۳: مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۶۱)

۲۔ مفتاح السعاده ج ۳ ص ۳۲۵ (ج ۳ ص ۱۳۲۹ الدرود الساجد)

اپنے گھر میں بیٹھی تھی اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اس نے کہا: چراغ لاؤ یہ چراغ بجھ گیا ہے۔ کہا گیا: چراغ تو جل رہا ہے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میری آنکھ کی بینائی رخصت ہو گئی ہے۔ یہ عورت بھاگتی ہوئی ابو مسلم کے پاس آئی، بہت زیادہ روئی، گڑگڑائی اور خدا کا واسطہ دیا کہ وہ دعا کرے کہ اس کی بینائی واپس آجائے۔ چنانچہ جب ابو مسلم نے دعا کی تو اس کی بینائی واپس آئی۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: صاحب معجزہ کتنا سنگ دل تھا کہ اس نے ایک مسلمان عورت کو مستوجب سزا گناہ کے بغیر اندھا کر دیا، معاویہ کی جانب رجوع کون سے سو دو زبان کا حامل ہو سکتا تھا کہ بیچاری عورت کو سزا کا مستحق بنا دیا جائے؟ ابو مسلم نے یہ دعا کیوں نہیں کی کہ خدا دونوں عورتوں کو صبر و حکیمبائی عطا فرمائے۔ اگر وہ ایسا ہی مستجاب الدعویٰ تھا تو اس نے سنگ دلی کے علاوہ دوسری دعا کیوں نہ کی۔ یہ خیال، اس شخص کی کرامت کو آشکار کرنے کے بجائے اس کی سنگ دلی کو نمایاں کر رہا ہے۔ ہم خدا کو اس سے کہیں زیادہ پاک و منزہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کو کراٹھیں عطا کرے گا اور جہالت و نادانی سے بھرپور دعاؤں کو مستجاب کرے گا۔

۱۱۔ ابو مسلم کی دعا سے ہرن پھنس گیا

ابن عساکر بلال بن کعب سے روایت کرتے ہیں: بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ بچوں نے ابو مسلم خولانی سے یہ دعا کرنے کی خواہش کی کہ خداوند عالم ہرن کو ان کے دام میں پھنسا دے۔ چنانچہ وہ دعا کرتے اور ہرن پھنس جاتا تھا اور بچے جا کر اسے لے لیتے تھے۔

تبصرہ امینیؒ

ان راویوں نے انبیاء سے مخصوص معجزے اور نشانیوں کو ان افراد کے بارے میں نقل کرنے کی

کوشش کی ہے جن سے وہ محبت کرتے ہیں، بلکہ ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ عقل جن باتوں کو مباح یا محال قرار دیتی ہے، انہیں اپنے اولیاء سے وابستہ کر دیں۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنے اس عمل سے انبیاء کی عظمت کو گھٹانے کی کوشش کی ہے یا ان افراد کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنے کی؟ مقصد جو بھی ہو لیکن ان زر خرید راویوں نے نامعقول روایتوں کو پیش کر کے بلند یوں کو پست کرنے کی کوشش کی ہے۔

کیا آپ صاحب خرافات ”ابو مسلم“ کو پہچانتے ہیں، کیا آپ جانتے ہیں کہ اس شخص نے ان کرامتوں کے سلسلے میں خود ہی خیال بانی کی ہیں؟ کیا یہ بات قبول کی جاسکتی ہے کہ ایک بندہ خدا معاویہ کے پرچم کے تلے آئے، اس کے اور اس کے عقائد پر ایمان لائے اس کی قربت کو خدا کی قربت پر ترجیح دے اور پھر ایسی کرامت پیش کرے؟ کیا یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ عہد معاویہ میں شام کا معاشرہ ایسے شخص کی تربیت کرے گا جو خدا شناس ہو اور اس کے افعال بصیرت آمیز ہوں؟ اور اس نابکار حکومت کی بخششیں اسے راہ حق سے منحرف نہ کریں؟

ہاں! فریبی ہاتھوں نے ان جھوٹی باتوں کو اس لئے جعل کیا ہے تاکہ معاویہ کی طرف اس کی دوستی کے عوض ابو مسلم کا شکر یہ ادا کیا جاسکے۔

یہ شخص عثمان کا طرفدار اور امویوں کا بے دام غلام تھا؛ اس نے قاسطین کے پرچم تلے اپنے وقت کے امام پر خروج کیا۔ اس نے کہا: اے مدینہ والو! تم لوگ قاتل و خاذل کے درمیان پڑے ہوئے ہو، خدا دونوں کو دردناک عذاب میں مبتلا کرے۔ اے مدینہ والو! تم قوم شموذ سے بھی بدتر ہو اس لئے کہ قوم شموذ نے خدا کے ناتے کو مارا اور تم نے خدا کے خلیفہ کو قتل کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ خدا کا خلیفہ ناقہ سے بہتر ہے۔



یہ شخص جنگ صفین میں معاویہ کا سفیر بن کر امام کے پاس آیا اور معاویہ کے بعض خطوط امام کے پاس پہنچائے، امام نے حجت قائم کی اور اپنے دلائل سے اسے مغلوب کر دیا، لیکن اس نے باہر آ کر کہا:

اب ہمارے لئے جنگ حلال و جائز ہو گئی۔

یہ صفین کے دن یہ جرز پڑھتا ہوا آیا:

”کوئی غم نہیں، کوئی غم نہیں، میں نے زرہ زیب تن کر لیا ہے میں اپنی اطاعت کی وجہ سے مارا جاؤں

گا۔“ (۱)

جو شخص پسر ہند کی اطاعت میں مرنے مارنے پر آمادہ ہو، جس نے اپنے وقت کے اس امام کو نہیں پہچانا جس کی خدانے معرفی کی ہے اور اس سے جنگ کرے اور حضرت علیؑ کی دشمنی اور جنگ کے سلسلے میں رسول خدا کی تمام تر ممانعت پس پشت ڈال دے، کیا ایسا شخص خدا کی طرف سے صاحب کرامت ہوتے ہوئے انبیاء کے مانند مرتبہ کا حامل ہو سکتا ہے؟ ایسا مرتبہ جس تک ایک سچا ولی بھی پہنچنے سے قاصر ہے!؟

خدا کی قسم! ایسا کچھ نہیں ہے، یہ صرف بکواس ہے، جس کی کوئی دلیل تائید نہیں کرتی اور اسلام اور عقل و منطق اس سے میل نہیں کھاتی۔

لعنت ہے ایسی اعدی تقلید پر جو انسانیت کو بدبختی اور نابودی کی گہری کھائی میں گرا دے! جو اس ابو مسلم شامی باغی اور ظالم کو پرہیزگار، عابد اور صاحب کرامت بتاتی ہے جس نے اپنے وقت کے امام سے جنگ کی۔ حالانکہ ابوذر غفاریؓ نیکی اور پاکیزگی کی وجہ سے سب سے زیادہ عیسیٰ بن مریم کے مشابہ تھے اور رسول خدانے ان کی تعریف و توصیف بھی کی ہے، ایسا نیک انسان کو کیونٹ قرار دیتی ہے۔

﴿غفرانک ربنا والیک المصیر﴾ ”خدا یا! تیری ہی بخشش کی امید ہے اور (ہماری)

بازگشت تیری ہی طرف ہے۔“ (۲)

۱۲۔ موت کے بعد ریح بول اٹھا

ریح بن خراش عیسیٰ سے منقول ہے: میرا بھائی ریح بن خراش بیمار ہوا اور اسی بیماری میں فوت ہو گیا،

۱۔ کتاب مطہین صریحین حرام ص ۹۵-۹۸ (ص ۸۵-۸۶): تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۱۹ (ج ۲ ص ۲۲۱ نمبر ۳۲۱۳، مخضر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۶۳-۶۴): شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۰۸ (ج ۱ ص ۷۵)

جب ہم نے کپڑے میں اس کا چہرہ چھپانا چاہا تو اس نے کہا: تم پر سلام۔ میں نے کہا: تم پر بھی سلام، کیا واپس آگئے؟ کہا: ہاں! لیکن تمہارے بعد میں نے خدا کا دیدار کیا ہے، اس نے بھی اپنی روح و خوشبو کے ساتھ میرا دیدار کیا، پھر سبز ریشمی لباس مجھے پہنایا، میں نے اس سے اجازت مانگی کہ اس بشارت کا حال تم سے بیان کروں، اس نے اجازت مرحمت فرمائی اور اب جو میری حالت ہے اسے دیکھ رہے ہو، لہذا نیک اعمال، بجالاؤ اور خدا کا تقرب حاصل کرو۔ (۱)

ابو نعیم کی عبارت ہے:

میرا بھائی ربیع بن خراش فوت ہوا، ہم اس کا حلقہ کئے ہوئے تھے، ایک شخص کو بھیجا کہ اس کے لئے کفن خرید کر لائے۔ اچانک اس کا منہ کھلا اور کہنے لگا: تم لوگوں پر سلام۔ ہم نے کہا، تم پر بھی سلام اے بھائی! کیا موت کے بعد زندہ ہو گئے؟ کہا: ہاں! میں نے تمہاری جدائی کے بعد خدا سے ملاقات کی، اس نے اپنی روح اور خوشبو کے ساتھ میرا استقبال کیا، اب ابوالقاسم مجھ پر نماز پڑھنے کے لئے منتظر کھڑے ہیں، جلدی کرو تاخیر نہ کرو۔ (۲)

دوسری روایت کے الفاظ: میرا بھائی فوت ہوا، میں نے اسے چھپانا چاہا لیکن وہ ہنسنے لگا۔ میں نے سوال کیا: کیا موت کے بعد زندہ ہو گئے؟ اس نے کہا: نہیں، میں نے اپنے خدا سے ملاقات کی ہے، اس نے بھی اپنی روح اور خوشبو اور غیظ و غضب سے غاری چہرہ کے ساتھ میرا دیدار کیا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا صورت حال ہے؟ کہا: تمہارے حال سے کہیں زیادہ پرسکون۔ یہ واقعہ عائشہ سے بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا: ربیع نے سچ کہا ہے، میں نے رسول اسلام سے سنا ہے کہ میری امت کے بعض افراد موت بعد بھی گفتگو کریں گے۔ (۳)

۱- تاریخ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۵۸ (ج ۶ ص ۱۷۵)؛ الروض الانف ج ۲ ص ۳۷۰ (ج ۷ ص ۵۷۵)؛ مفید الصغوة ج ۳ ص ۱۹ (ج ۳

ص ۳۷۲ نمبر ۳۹۲)

۲- حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۱۲ (ج ۲ ص ۳۶۷ نمبر ۲۸۸)

۳- خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۹ (ج ۲ ص ۲۵۳)

تبصرہ ایبٹنی

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان واقعات کے بعد بھی لوگ عقیدہ رجعت کو محال کیوں سمجھتے ہیں، حالانکہ مردے کے جسم میں روح کی بازگشت ہی کو رجعت کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ”زید بن حارثہ“ کی داستان کے نمونوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی عقیدہ رجعت کی تحقیر کرتے ہیں، حالانکہ یہ روایت بھی رجعت کا ایک نمونہ ہے؟؟

ہاں! یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ متذکرہ روایت میں موت کے تھوڑی دیر بعد بدن میں روح کی بازگشت ہوئی تھی لیکن جس رجعت کے ہم قائل ہیں اس میں موت اور رجعت روح کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا ہے۔ یا یہ اعتراض کریں کہ اس روایت میں زندہ رہنے کی مدت بہت کم تھی لیکن جس رجعت کے تم قائل ہو اس میں زندہ رہنے کی مدت بہت طویل ہو جاتی ہے۔ یا یہ اعتراض کریں کہ رجعت کا جواز ان امور پر منحصر ہے جن کی مذمت ہے، یا مذمت اہل بیت کے علاوہ کسی اور مذمت میں اس کا جواز ممکن ہے۔ لیکن بہر حال ان تمام تراعات کے باوجود رجعت کے اصل امکان پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا، عقل و شرع کی نظر میں یہ ایک ممکن اور معقول مسئلہ ہے۔

ابن خراش کے اس واقعہ اور طبقات بن سعد میں موجود داستان میں کتنا فرق ہے، اس نے سالم بن عمر سے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک مرد انصاری کو کہتے ہوئے سنا: میں نے خدا سے خواہش کی کہ عمر کو میرے خواب میں حاضر کرے، چنانچہ بارہ سال بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا، وہ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے تھے، میں نے پوچھا: اے امیر المومنین! کیا خبر ہے؟ جواب دیا: بس ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں، اگر رحمت خدا شامل حال نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا۔ (۱)

سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ (۲)

ابن جوزی ”سیرۃ عمر“ میں عبد اللہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں: اس نے بابا جان کو خواب میں دیکھ کر

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۷۳ (ج ۳ ص ۲۷۶)

۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۹۹ (ص ۱۳۷)

سوال کیا: آپ کیا کر رہے ہیں؟ کہا: میری حالت بہتر ہے اگر خدائے مہربان نہ ہوتا تو اپنی جگہ سے گر کر ہلاک ہو جاتا۔ پھر پوچھا: آپ کتنے دن بعد حساب کتاب سے فارغ ہوئے؟ کہا: بارہ سال بعد... اس عبارت کا بھی اضافہ ہے: بس ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں۔ (۱)

اس روایت کو حافظ محبت طبری نے بھی نقل کیا ہے۔ (۲)

آپ کے مطابق عمر نے خلیفہ ہوتے ہوئے حساب و کتاب کی اتنی سختی برداشت کی، خداوند عالم اپنی روح اور خوشبو کے ساتھ ان کے استقبال کو نہیں گیا، ریشمی سبز لباس بھی نہیں پہنایا اور رسول خدا بھی نماز کیلئے انتظار میں کھڑے نہیں رہے۔ پھر بارہ سال بعد حساب سے فارغ ہوئے، وہ بھی اگر خداوند عالم کی رحمت شامل نہ ہوتی تو وہ ہلاک ہو جاتے۔ لہذا آپ اس واقعہ کا ابن خراش کے واقعہ سے مقابلہ کریں جس نے اتنی جلدی ترقی کر لی، ان دونوں کے مستقبل کو ملاحظہ کریں اور پھر فیصلہ کریں۔

۱۳۔ چار ہزار سپاہی پانی سے گذر گئے

ابو ہریرہ اور انس سے مروی ہے:

عمر بن خطاب نے ایک لشکر تیار کیا اور علاء بن خضریٰ کی سرداری میں روانہ کیا، میں بھی جنگوں میں اس کے ساتھ تھا ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے ہم پر سبقت کی اور حصول آب سے بھی محروم رہے، ہوائیں گرم تھیں اور ہمارے ساتھ ساتھ چو پائے بھی پریشان و بے جان تھے جمعہ کا دن تھا، جب آفتاب مغرب کی طرف مائل ہوا تو اس (ابن حصری) نے دو رکعت نماز ادا کی پھر اپنے ہاتھ آسمان کی جانب بلند کئے، اس وقت آسمان بالکل صاف تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی اس نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں گرائے تھے کہ تیز و تند ہوا چلنے لگی، بادل آئے اور مسلا دھار بارش شروع ہو گئی، ہم سب میراب ہوئے اور حیوانوں کو بھی

۱۔ تاریخ عمر بن الخطاب ص ۲۰۵ (ص ۲۱۱ باب ۷۵)

۲۔ ریاض الصغریٰ ج ۳ ص ۸۰ (ج ۳ ص ۸۶)

سیراب کیا پھر ہم دشمنوں سے جنگ کے لئے آئے لیکن دشمن پہلے سے ہی دریا عبور کر کے جزیرہ میں پہنچ چکے تھے، وہ (خضریٰ) دریا کے کنارے کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا علی، یا عظیم یا حلیم یا کریم۔ پھر کہا: اللہ کا نام لے کر پانی میں داخل ہو جاؤ۔ ہم دریا میں داخل ہوئے لیکن پانی سے حتی ہمارے حیوانوں کے پیر بھی تر نہ ہوئے (صفوری کی روایت میں لشکر کی تعداد چار ہزار مذکور ہے) تھوڑی ہی دیر توقف کیا تھا کہ اس کے جنازے پر تیر بارانی ہوئی ہم نے قبر کھودی اور غسل دے کر اسے دفن کر دیا۔ جب ہم دفن سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے کہا: تم لوگوں نے جسے سپرد خاک کیا ہے وہ کون ہے؟ ہم نے کہا: بہترین انسان ”ابن خضریٰ“ ہے۔ اس نے کہا: اس زمین کی مٹی مردوں کو محفوظ نہیں رکھتی، باہر پھینک دیتی ہے، اسے ایک دو فرخ دور لے جا کر دفن کرو۔ ہم نے قبر کھودی تو معلوم ہوا کہ ہمارے ساتھی ”ابن خضریٰ“ موجود نہیں ہیں اور قبر سے ایک نور ساطع ہے جو ہماری آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم قبر پر مٹی ڈال کر واپس چلے آئے۔ (۱)

علامہ معنی فرماتے ہیں:

یہاں ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے، اس کے باطل سند کے متعلق بھی کچھ کہنا بیکار ہے، حتی راویوں نے ابن خضریٰ کو ”خیر البشر“ کا لقب دے دیا، انہیں بھی ملامت نہیں کریں گے۔ ہاں! خداوند عالم پر دشوار نہیں کہ عمر کے مرتب کردہ تمام سپاہیوں کو صاحب کرامت بنا دے، لیکن ہم اس عبارت ”اس زمین کی مٹی مردوں کا باہر پھینک دیتی ہے“ کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں، کیا آج تک ایسی خاصیت کا مشاہدہ کیا گیا یا نہیں؟ دنیا کی زمینوں میں اسی علاقے کی سر زمین کو یہ خصوصیت کیوں حاصل ہوئی؟ کیا قبر کھودنے کے بعد ایسی نور افشانی ممکن ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر دے؟ حالانکہ ان کے خیال کے مطابق وہ قبر میں بھی نہیں تھا، وہ کہیں اور چلا گیا تھا اور اپنا نور وہاں چھوڑ گیا تھا؟ میرے پاس تو ان سوالوں کا جواب نہیں ہے، ہاں! یہ واقعہ گڑھنے والے اور سننے والے ان کا جواب دے سکتے ہیں یا نہیں؟ میں نہیں جانتا۔

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۵۵ (ج ۶ ص ۱۷۱-۱۷۲)؛ نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۱۹۱؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۷۷ (ج ۳ ص ۷۷)؛

۱۲۔ سعد کی دعا سے بھی ایک لشکر پانی سے گذر گیا

عمر بن خطاب نے مدائن کی جانب ایک لشکر روانہ کیا، جب لشکر وجہ کے کنارے پہنچا تو وہاں کشتی نہیں تھی، لشکر کے سردار سعد بن ابی وقاص اور خالد بن ولید نے کہا: اے حکم خدا سے جاری و ساری دریا! تجھے حضرت محمد کی حرمت اور عمر کی عدالت کا واسطہ ہمیں راستہ دے تاکہ ہم عبور کر سکیں۔ اس کے بعد تمام لوگ پانی سے عبور کر گئے، حتیٰ ان کے گھوڑے اور اونٹوں کے پیر بھی تر نہ ہوئے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: کیسے ممکن ہے کہ جس شخص نے امام معصوم کی مخالفت کی اور خطا سے عاری امت کے اجماع کو پامال کیا اس کی دعا سے گھوڑوں اور اونٹوں کے پیر بھی تر نہ ہوں؟ خاص طور سے اس وقت جب اس کا زنا کار، خونخوار اور گھناؤنے اعمال کا مالک دوست ”خالد بن ولید“ کی دعا بھی اس کی دعا میں منضم ہو؟ ہمارے لئے یہ بات روشن نہ ہوئی کہ آخر خداوند عالم نے اس کی قسم کو عملی جامہ کیوں پہنایا؟ کیا ان افراد کی حرمت کی وجہ سے کہ جن کا دعا میں واسطہ دیا گیا تھا (محمد و عمر بن خطاب) اور یہ دعا دونوں افراد کی شمولیت پر تھقی ہوئی یا صرف رسول خدا کے نام و احترام کی وجہ سے مقبول خدا قرار پائی؟ عمر کے اعمال و کردار کا مطالعہ کرنے والا یہ بات اچھی طرح معلوم کر لے گا کہ رسول خدا کی نظر میں ان کی کیا اہمیت تھی، ہم نے ان کے بعض کارناموں کو چھٹی جلد میں پیش کیا ہے۔

۱۵۔ سعد کی دعا نے اس کی موت ملتوی کر دی

ابن جوزی لیبہ کے طریق سے نقل کرتے ہیں:

سعد نے دعا کی: خدا یا! میرے بچے چھوٹے اور نابالغ ہیں، میری موت کو اتنی دیر ملتوی کر دے کہ وہ سن بلوغ تک پہنچ جائیں۔ خداوند عالم نے بھی ان کی موت کو بیس سال تک ملتوی کر دیا۔ (۲)

۱۔ نزہۃ المجالس للصفوری ج ۲ ص ۱۹۱

۲۔ صفۃ الصفوة ج ۱ ص ۱۳۰ (ج ۱ ص ۳۶۰ نمبر ۹)

تبصرہ امینی

سعد کی اولاد میں امام حسین شہید کا قاتل ”عمر بن سعد بھی تھا، خدا کی نظر میں کتنی اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خداوند عالم سعد کی دعا کو مستجاب کرے تاکہ وہ ایسے شخص کو تربیت کر سکے جو سبط رسول امام حسینؑ کے قتل اور ان کے خاندان پاک کی ہلاکت کے سلسلے میں اقدام کرے...؟ کاش! میں جان پاتا کہ کس شخص نے سعد، لبیہ اور اس واقعہ کے ناقل کو اس کی اطلاع دی؟ وہ اپنی موت کی تاریخ سے کیسے واقف ہو گیا؟ حالانکہ ﴿إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْجِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ جب موت آتی ہے تو نہ ایک لمحے کی تاخیر کرتی ہے اور نہ ہی تقدیم۔“ (۱) اسی طرح خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَتَبْنَا مُوَجَّلًا﴾ ”کوئی نفس بھی اذن پروردگار کے بغیر نہیں مر سکتا ہے سب کی ایک اجل اور مدت معین ہے۔“ (۲)

لہذا خداوند عالم نے اس دعا کی برکت سے اس کی موت کو بیس سال ملتوی کیسے کر دیا؟ کیا سعد لبیہ جیسے عام انسان موت کے وقت کا علم رکھ سکتے ہیں جو علم غیب کی ایک قسم ہے؟! ہاں! ایک جاہل انسان خواہ نیک بخت ہو یا بد بخت جب غیبی امور سے آگاہ ہو جاتا ہے تو خداوند عالم اس سے ضرور واقف ہو جاتا ہے، قرآن کا ارشاد ہے:

﴿عَالِمِ الْغَيْبِ فَلَا يظْهَرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ، إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا﴾ ”وہ عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا ہے مگر جس رسول کو پسند کر لے تو اس کے آگے پیچھے نگہبان فرشتے مقرر کر دیتا ہے۔“ (۳)

۱۶۔ بادل آبیاری کر کے سبزے اگار ہا ہے

حسن بصری سے مروی ہے: خلافت عثمان کے زمانے میں ”حرم بن حیان“ ایک شدید گرم دن میں

فوت ہوا، جب دفن کے بعد لوگ اس کی قبر سے کھڑے ہوئے تو ایک بادل اس کی قبر پر سایہ لگن ہو گیا جو اس کی قبر سے نہ چھوٹا تھا اور نہ ہی بڑا۔ اس نے قبر پر آبیاری کی اور وہاں چلا گیا۔

قادہ کے الفاظ ہیں: وفات کے دن اس کی قبر پر بارش ہوئی اور اسی دن اس پر بڑے اگے۔ (۱)
علامہ امینی لکھتے ہیں: حرم بن حیان کی قبر پر اس کرامت کو ہم عظیم نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تو اپنی ماں کے شکم میں چار سال تک موجود رہا تھا۔ (۲) یہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے، سبحان الخالق القادر۔

۱۷۔ ابراہیم تمبی کی حیرت انگیز زندگی

امش سے منقول ہے: میں نے ابراہیم تمبی (متوفی ۹۲ھ) سے پوچھا: مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم نے ایک مہینے سے کچھ نہیں کھایا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! دو مہینوں میں چالیس راتوں سے کچھ نہیں کھایا۔ میرے گھر والوں نے صرف انگور کا ایک دانہ کھلایا تھا اسے بھی فوراً منہ سے نکال کر پھینک دیا۔ (۳)

احیاء العلوم غزالی میں ہے: وہ چار مہینوں تک نہ کچھ کھاتا تھا اور نہ ہی پیتا تھا۔ (۴)

ڈاکٹر ایسی ضعیف و ناقص عقل پر ضرور نہیں گے، انہوں نے جس داستان کو گڑھ رکھا ہے اس میں ایسی ناقابل حل مشکل موجود ہے کہ عقل حیرت زدہ ہے، بنی نوع انسان کی طبیعت میں ایسی بات سننے میں نہیں آئی اور خداوند عالم نے انسانوں کو جس فطرت پر خلق فرمایا ہے وہ ان بیہودہ کو اس سے قطعی غیر مربوط ہے، فضائل میں غلو کرنے والے ہی ایسا بیہودہ دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اس بے سرو پا دعوے میں کچھ دوسرے افراد بھی شامل ہیں بلکہ وہ تو ابراہیم تمبی سے بھی دو چار ہاتھ آگے ہیں، آئندہ ان کا تذکرہ آئے گا۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۲۲ (نمبر ۱۶۸): صفحہ الصلوٰۃ ج ۳ ص ۱۳۹ (ج ۳ ص ۲۱۵ نمبر ۲۸۸): الاصابۃ ج ۳ ص ۶۰۱ (نمبر

۸۹۳۶)

۲۔ ملاحظہ ہو: تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۴۷

۳۔ طبقات شمرانی ج ۱ ص ۳۶ (ج ۱ ص ۴۱ نمبر ۶۸)

۴۔ احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۲۹۸)

۱۸۔ حافظ کی بددعا سے ایک شخص کی موت

غیلان بن جریر بصری سے مروی ہے: ایک شخص نے مطرف بن عبد اللہ حافظ بصری (متوفی ۹۵ھ) سے جھوٹی بات منسوب کی۔ مطرف نے کہا: خدایا! اس کے جھوٹ کی وجہ سے اسے موت سے ہمکنار کر، چنانچہ وہ فوراً ہی گر کر مر گیا۔ (۱)۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں: اس مستجاب الدعویٰ کی دعا کی سنگ دلی متذکرہ ابو مسلم کی روایت کی سنگ دلی سے کم نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے ایک بے گناہ عورت کے سلسلے میں بدعا کی تھی۔ اگرچہ جھوٹ حرام ہے لیکن اس کی سزا جھوٹ بونے والے کو پھانسی کا پھندا نہیں اور یہ بات بعید ہے کہ ہر غیر معصوم کی بدعا اس کے دشمن کے حق میں مستجاب ہو جائے اس لئے کہ لوگوں میں ابو مسلم خولانی اور مطرب بن عبد اللہ جیسے تند مزاج افراد کم نہیں ہیں، ورنہ اتنے مستجاب الدعویٰ افراد امت پر لازم ہے کہ وہ ان جھوٹوں کے لئے بھی بدعا کریں اور خداوند عالم پر بھی واجب ہے کہ وہ ان کی بدعا کو قبول فرمائے اور اس بیہودہ داستان کے راویوں کو موت کے گھاٹ اتار دے۔

۱۹۔ ایک بادل ”کرز بن وبرہ“ کے سر پر سایہ فگن ہوا

ابو سلیمان مکتب سے منقول ہے کہ اس نے کہا: میں مکہ کے ایک سفر میں کرز بن دیرہ کے ہمراہ تھا۔ پورے سفر میں اس کا معمول تھا کہ جب کہیں قافلہ رکتا تو وہ اپنے مرکب سے اتر کر اپنا لباس اتارتا، پالان شتر پر رکھتا اور پھر ہم سے دور جا کر نماز پڑھتا تھا اور جب اونٹ کی آواز بلند ہوتی تو کھڑا ہو کر ہمارے پاس آجاتا تھا۔ ایک دن اسے آنے میں تاخیر ہوئی، لوگ اس کی تلاش میں نکلے، میں بھی ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ تیز دھوپ میں نماز پڑھ رہا ہے، اچانک میری نگاہ اس بادل پر پڑی جو اس کے سر

۱۔ طبقات الصحاظ ذہبی ج ۱ ص ۶۰ (ج ۱ ص ۶۳ نمبر ۵۲)؛ دول الاسلام ج ۱ ص ۴۷ (ص ۹۵۵ھ)؛ الاصابہ ج ۳ ص ۴۷۹ (نمبر

۸۳۲۲)؛ تہذیب الحدیث ج ۱ ص ۱۷۳ (ج ۱ ص ۱۵۷)

پر سایہ فگن تھا۔ مجھے دیکھ کر میرے پاس آیا اور کہا: اے ابوسلیمان! تم سے ایک حاجت ہے؟ میں نے کہا: اے ابوعبداللہ! اپنی حاجت بیان فرمائیں، اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے پوشیدہ رکھو۔ میں نے کہا: آپ کی یہ حاجت ضرور پوری ہوگی۔ اس نے کہا: مجھے مطمئن کرو۔ میں نے قسم کھائی کہ جب تک وہ زندہ رہے گا میں کسی سے اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ (۱)

۲۰۔ ایک فقیر نے زمین کو سونا کیا

حسن بصری سے مروی ہے: ایک سیاہ فام فقیر آبادان کے کھنڈروں میں زندگی بسر کرتا تھا، مجھے معلوم ہوا تو میں نے اسے طلب کیا، جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو مسکرا کر زمین کی طرف اشارہ کیا تمام زمین سونا ہو کر چمکنے لگی میں سخت خوفزدہ ہوا، فوراً ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ (۲)

پڑھئے اور تعجب کیجئے، ہنسے یا گریہ کیجئے

۲۱۔ غطفانی موت کے بعد مسکراتا ہے

حادث غنوی سے مروی ہے:

ربیع بن خراش غطفانی (متوفی ۱۰۱ھ) نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک نہیں بنے گا جب تک اسے معلوم نہ ہو جائے گا کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی۔ غسل نے مجھ سے کہا: وہ غسل کے وقت ہنستا رہا اور ہم اسی طرح اسے غسل دے کر فارغ ہوئے۔ (۳)

۱۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ج ۵ ص ۸۰: الاصل ج ۳ ص ۳۲۱

۲۔ الروض القائق ص ۱۲۶

۳۔ صفحۃ الصلوٰۃ ج ۳ ص ۱۹ (ج ۳ ص ۲۶ نمبر ۳۹۱): طبقات کبریٰ شعرانی ج ۱ ص ۳۷ (ج ۱ ص ۳۳ نمبر ۷۷): تاریخ مدینہ دمشق

ج ۵ ص ۲۹۸ (ج ۱ ص ۱۸ نمبر ۲۱۳۵): مختصر تاریخ دمشق ج ۸ ص ۲۶۹

۲۲۔ عمر بن عبدالعزیز، توریت میں

خالد ربیع کہتا ہے: توریت میں تحریر ہے کہ چالیس روز تک آسمان وزمین عمر بن عبدالعزیز پر گریہ کرتے رہے۔ (۱)

شاید عمر بن عبدالعزیز کی یہ خاصیت، ربیع کی توریت سے مخصوص ہو، نہ حضرت موسیٰ کے توریت کی اس لئے کہ اصلی توریت اس زمانہ میں موجود نہیں تھی اور نہ ہی ربیع اور دوسرے افراد ہی موجود تھے۔ حتیٰ جھوٹ اور افسانوں سے پر توریت کے مختلف جعلی نسخوں میں بھی ربیع کی بکواس موجود نہیں ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کی شناخت کیلئے احمد بن حنبل کا یہ جملہ ہی کافی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ معاویہ افضل ہے یا عمر بن عبدالعزیز؟ تو انہوں نے جواب میں کہا:

معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں موجود گرد و غبار رسول اسلام کی نظر میں عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔ (۲)

عبداللہ بن مبارک کہتا ہے: معاویہ کی ناک کی خاک عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔ ایک دوسرے روایت میں ہے: معاویہ کے ناک کے دونوں سوراخ کی گرد و غبار جو رسول خدا کی معیت میں ہو، وہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔ (۳)

لہذا ایسے شخص کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے جس سے معاویہ کی ناک یا اس کے گھوڑے کی ناک کی مٹی بہتر ہو؟ جس کی وجہ سے اسے توریت میں لکھا جائے؟ یا آسمان وزمین چالیس دنوں تک اس پر گریہ کریں ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ﴾ ”آسمان وزمین نے ان پر گریہ نہیں کیا اور انہیں مہلت بھی نہیں دی گئی۔“ (۴)

۱۔ الروض الفائق ص ۲۵۵

۲۔ شذرات الذهب ج ۱ ص ۶۵ (ج ۱ ص ۲۷۰ حواشی ص ۶۰)

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۳۸ حواشی ص ۶۰)؛ صواعق محرقہ ص ۱۲۷ (ص ۲۱۳)

۴۔ دخان ص ۲۹۱

۲۳۔ عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں گوسفندوں کی حالت

یافعی نقل کرتے ہیں:

جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو گوسفندوں کے چرواہوں نے پہاڑ کی بلندی پر کہا: لوگوں پر حکومت کرنے والا یہ خلیفہ صالح کون ہے؟ دوسروں نے پوچھا: تم لوگ اس کا نام کیوں جانتا چاہتے ہو؟ کہا: جب بھی کوئی صالح خلیفہ حکومت کرتا ہے تو بھیڑیے اور شیر ہمارے گوسفندوں سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ (۱)

علامہ ایٹنی فرماتے ہیں: خونخوار بھیڑیے کیا جانیں کہ خلیفہ صالح و طالح کیا ہے تاکہ وہ اپنی درندگی سے دست بردار ہو جائیں؟ اور یہ جفا کار اور جاہل انسان کتنا نادان ہے کہ ان جانوروں سے دشمنی و کینہ کا جذبہ رکھتا ہے، اگر تاریخ کے ہر دور میں درندوں کی یہی روش تھی اور عمر بن عبد العزیز کی خلافت سے مخصوص نہیں تھا تو پھر معاویہ و یزید اور ان کے مانند دوسرے لوگ ہلاک ہو جاتے اور ان کے آثار بھی باقی نہیں رہتے۔

۲۴۔ عمر بن عبد العزیز کا برأت نامہ

عمر بن عبد العزیز کا معمول تھا کہ وہ رات کے وقت دو دراز مسجدوں میں جا کر خدا داد صلاحیت کے مطابق نماز پڑھتا تھا اور ہنگام صبح اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر سفیدی صبح تک گریہ و زاری کرتا تھا، چنانچہ اس طرح ایک رات جب وہ معمول کے مطابق عبادت انجام دے رہا تھا اس نے ایک سبز رنگ کا نامہ دیکھا جس کی روشنی آسمان تک ساطع تھی، اس میں لکھا تھا: یہ آتش جہنم سے برأت کا خط ہے جسے خداوند عالم نے اپنے بندے عمر بن عبد العزیز کو عطا فرمایا ہے۔

ابن ابی شیبہ نے عبد العزیز بن ابی سلمہ سے روایت کی ہے: جب عمر بن عبد العزیز کو قبر میں رکھا گیا

تو ایک تیز دہندہ ہوا چلی اور بہترین تحریر میں ایک خط آسمان سے گرا۔ لوگوں نے اسے پڑھا، اس میں لکھا تھا: خدا کی جانب سے عمر بن عبدالعزیز کے لئے، یہ آتش جہنم کا برأت نامہ ہے، چنانچہ لوگوں نے اسے کفن میں رکھ کر دفن کر دیا۔ (۱)

ابن عساکر نے بھی اسی مضمون پر مشتمل ایک روایت نقل کی ہے۔ (۲)
علامہ ابنی فرماتے ہیں: گمراہی و ضلالت سے ہدایت کی بات تو قیامت کے دن ہی واضح و آشکار ہوگی۔

۲۵۔ مالک بن دینار کی دعا اور چار سالہ بچہ کی پیدائش

بیہقی ہاشم بن مجاشعی کے طریق سے روایت کرتے ہیں: ایک دن مالک بن دینار (متوفی ۱۲۳ھ) بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا:

اے ابو یحییٰ! ایک عورت چار سال سے حاملہ ہے اور غم و اندوہ اور پریشانی میں اپنے دن گزار رہی ہے، اس کے لئے دعا کریں۔ مالک سنتے ہی غضبناک ہو گئے، قرآن کو بند کر کے کہا: یہ لوگ سوچتے ہیں کہ ہم انبیاء ہیں۔ پھر دعا کی: خدایا! اگر اس عورت کے شکم میں ریح (گیس) ہو تو اسے اسی وقت خارج کر دے اور اگر دختر ہے تو فرزند کی صورت میں باہر کر دے تو جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے وجود عطا کرتا ہے، ام الکتاب تیرے دست اختیار میں ہے۔ پھر مالک نے اپنا ہاتھ بلند کیا، لوگوں نے بھی خدا کی بارگاہ میں اپنے ہاتھ بلند کئے، اسی وقت کسی نے اس شخص کو خبر دی کہ اپنی زوجہ کی خبر لے۔ وہ شخص بھاگتا ہوا گھر پہنچا، ابھی مالک نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں گرائے تھے کہ وہ شخص مسجد میں داخل ہوا، ایک بڑے بال والا چھوٹا بچہ اس کے کاندھے پر سوار تھا، ابھی اس کی ناف بھی نہیں کاٹی

۱۔ البدلیہ والنہالیہ ج ۹ ص ۲۱۰ (ج ۹ ص ۲۳۶ ح ۹۵)؛ الروض النائق ص ۲۵۶

۲۔ مختصر تاریخ دمشق (ج ۲۸ ص ۹۲)

گئی تھی۔

تبصرہ ایمنی

بے سرو پا اور محال باتیں کہنا محال نہیں ہے لیکن تقویٰ اور انسان کی حیا اس بات کی ممانعت کرتی ہے کہ بعید از عقل باتوں کو اپنی زبان پر لائے، کیا اس خبر کے راوی کے لئے حیرت انگیز بات نہیں کہ ایک عورت کا شکم اتنا وسیع ہو کہ چار سالہ بچہ اس میں سما جائے، اس کے بال اُگ آئیں اور دانت وغیرہ نکل آئے؟ فرض کریں کہ اس کا شکم اتنی گنجائش کا حامل تھا، تو کیا انسان کا جسم اسے تحمل کر سکتا ہے، اس کا تو لازمہ ہے کہ اس کا شکم عام عورتوں سے بھی بڑا ہو، کیا اس بچہ کی ماں کی یہی حالت و کیفیت تھی یا یہ کہ وہ دوسری حاملہ عورتوں کی طرح تھی۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ ایک دوسری کرامت شمار کی جائے گی؟ پاک و پاکیزہ ہے وہ پروردگار جس نے اس مسکین عورت کو اتنی مہلت دی کہ اس کی ہڈیاں نہ ٹوٹیں، اس کی رگ اور کھال پھٹنے سے محفوظ رہیں۔ خداوند عالم نے گذشتہ زمانے میں جو چاہا انجام دیا ہے۔

خدا مالک بن دینار پر رحمت نازل کرے کہ اگر وہ اس بیمار عورت کے لئے دعا نہ کرتا تو وہ بچہ نامعلوم اس کے شکم میں کب تک پڑا رہتا۔

اس کے بعد یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ نوزاد ماں کے پیٹ میں لڑکی تھی پھر ابن دینار کی دعا کی وجہ سے لڑکا ہو گیا؟ یا یہ کہ لڑکا ہی تھا اور یہ دعا موثر ثابت نہیں ہوئی؟ حالانکہ خداوند عالم ہی جس کو چاہتا ہے لڑکی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکا عطا فرماتا ہے۔

جو بات مسلم ہے وہ یہ کہ پیدائش سے قبل اور شکم مادر میں بچے کی اصلی خلقت مکمل ہو جاتی ہے اس کے بعد جنسیت کی تبدیلی کا امکان نہیں ہوتا، ہاں ممکن ہے ابن دینار کی دعا اس تبدیلی کا باعث ہوئی ہو۔ اگر اس کی دعا میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ شکم مادر میں بچہ کی جنسیت کو بدل سکے تو کیا پیدائش

کے بعد ”انک تمحو و ما تشاء و تثبت“ کہہ کر ایسا کام کر سکتا ہے؟ شاید اسکے پاس یہ صلاحیت موجود ہو۔

۲۶۔ ایک مستجاب الدعانا صہبی

سعید بن ایاس جریری (متوفی ۱۴۳ھ) سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن شعیق عقلی مستجاب الدعوات تھا، چنانچہ جب کوئی بادل اس کے سر کے اوپر سے گزرتا تو کہتا تھا: خدا یا! اسے اس وقت تک آگے نہ بڑھا جب تک ہم پر بارش نہ نازل کر دے۔ وہ بادل بھی بارش شروع کر دیتا تھا۔ ابن ابی خثیمہ نے اس روایت کو اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ (۱)

تبصرہ امینی

کسی ولی خدا کی دعا کا مستجاب ہونا بعید نہیں، خدائے سبحان کے لئے مشکل نہیں کہ وہ اپنے صالح بندوں کو کرامت عطا فرمائے۔ لیکن عقلی سے یہ کرامت منسوب کرنا بعید ہے، ان دونوں میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے، اس لئے کہ وہ ان افراد میں سے تھا جو حضرت علیؑ کا دشمن تھا۔ ابن خراش کے مطابق: وہ عثمان کے طرف داروں اور علیؑ کے دشمنوں میں سے تھا۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں: یہ شخص حضرت علیؑ پر حملہ کرتا تھا۔ لہذا جس ماں کے بیٹے میں امیر المؤمنین کی محبت و دوستی نہ ہو اس کے لئے کون سی کرامت باقی رہ جاتی ہے۔ وہ بھی ایسی عداوت جو رسول خداؐ کی دعا مستجاب ہونے کے بعد کی جائے۔ آنحضرتؐ کی دعا مندرجہ ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

آپ نے فرمایا: اللهم وال من والاه و عاد من عاداه۔ (۲)

۱۔ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۵۲ (ج ۵ ص ۲۲۲)

۲۔ جلد اول ملاحظہ فرمائیں

فرمایا: انه لا یحبہ الا المؤمن ولا ینقض المنافق۔ (۱)

فرمایا: یا علی لا ینقضک مومن ولا یحبک منافق۔ (۲)

فرمایا: لا یحب علیا المنافق ولا ینقض مومن۔ (۳)

فرمایا: لو لاک یا علی ما عرف المومنون بعدی۔ (۴)

آپ کا ارشاد ہے: واللہ لا ینقض احد من اہل بیتی ولا من غیرہم من الناس الا وهو خارج من الایمان ”خدا کی قسم! جو شخص علی سے دشمنی کرے خواہ وہ میرے خاندان سے ہو یا لوگوں میں سے کوئی ہو، وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔“ (۵)

یہ بھی فرمایا: یا علی انت سید فی الدنیا سید فی الاخرہ، حبیبک حبیبی و حبیبی حبیب اللہ، و عدوک عدوی و عدوی عدو اللہ والویل عن البغض بعدی ”اے علی! تم دنیا و آخرت میں رہبر اور امام ہو، تمہارا دوست میرا دوست اور میرا دوست خدا کا دوست ہے، تمہارا دشمن میرا دشمن، میرا دشمن خدا کا دشمن ہے، تہ ہے اس شخص پر جو میرے بعد تم سے دشمنی کرے۔“ (۶)

فرمایا: یا علی اطوبی لمن احبک و صدق فیک و ویل عن ابغضک و کذب نیک ”اے علی! خوشا بہ حال اس شخص کے جو تمہیں دوست رکھے، تمہارے ساتھ خلوص سے پیش آئے اور تہ ہے اس شخص پر جو تم سے دشمنی کرے اور تمہیں جھٹلائے۔“ (۷)

آپ کا ارشاد ہے: من احبک احبنی و من ابغضک ابغضنی ”جو تمہیں دوست رکھے میرا دوست ہے اور جو تم سے دشمنی کرے وہ میرا دشمن ہے۔“ (۸)

۱۔ تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں

۲۔ تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں

۳۔ تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں

۵۔ مستدق میں اس کے آخذ کے ساتھ آیا ہے۔

۶۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۸ (ج ۳ ص ۱۱۸ ح ۳۶۴۰)؛ ذہبی نے اس کی توثیق کی ہے۔

۷۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۵ (ج ۳ ص ۱۱۵ ح ۳۶۵۷)

۸۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۲ (ج ۳ ص ۱۱۲ ح ۳۶۸۶)؛ حاکم و ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

اس سلسلے میں بیشار حدیثیں مروی ہیں۔

لہذا ایک مسلمان رسول خدا کے ارشادات کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت علی کے دشمن اور ان پر سب و شتم کرنے والے ایک شخص کی کرامت کو کیسے مان سکتا ہے، اسے مستجاب الدعا کیسے شمار کر سکتا ہے اور بادل کے سلسلے میں اس کی دعا کی تصدیق کیسے کر سکتا ہے؟ جی ہاں! اگر نا آگاہانہ طور پر غلو آمیز فضائل بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ایسی ہی بیہودہ نسبتیں منظر عام پر آتی ہیں۔

اس معجزہ خیر روایت کو نقل کرنے والے ”جریری“ کی شناخت آپ نے اسی کتاب میں حاصل کر لی ہے۔ یہ وہی ہے جس کی عقل موت سے تین سال پہلے ختم ہو چکی تھی، یہ روایت اسی جنون اور پاگل پن کا ایک نمونہ ہے۔

۲۷۔ سختیانی پانی جاری کرتا ہے

ابونعیم نے عبدالواحد سے روایت نقل کی ہے، اس نے کہا: میں ابوایوب سختیانی کے ہمراہ کوہ حرا میں تھا، میں نے پیاس محسوس کی، پیاس کی شدت میرے چہرے سے نمایاں تھی۔ اس نے پوچھا: کون سی مشکل آن پڑی ہے؟ میں نے کہا: بہت پیاسا ہوں، اگر پانی نہ ملا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ اس نے کہا: کیا میرے عمل کو نفعی ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: قسم کھاؤ۔ میں نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ ہے اس کے عمل کو کسی سے بیان نہیں کروں گا۔ یہ سن کر اس نے اپنا پیر زمین پر مارا اور پانی جاری ہو گیا۔ میں پی کر سیراب ہوا کافی مقدار میں اپنے لئے بھی رکھا۔ اس کے بعد اس کی موت تک اس واقعہ کو کسی سے بیان نہیں کیا۔ (۱)

روض الغائق کے الفاظ ہیں: کچھ لوگ ابوایوب کے ہمراہ سفر کر رہے تھے، ایک مقام پر انہیں پانی نہ ملا اور وہ اس کے حصول سے عاجز رہے تو ابوایوب نے کہا: جب تک میں زندہ ہوں کیا تم لوگ اسے

پوشیدہ رکھو گے؟ سب نے کہا: ہاں۔ چنانچہ اس نے ایک دائرہ کھینچا جس سے پانی جاری ہو گیا، ہم سب اس سے سیراب ہوئے۔ بصرہ آنے کے بعد حماد بن زید نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ عبد الواحد بن زید کا بیان ہے کہ میں اس دن اس کے ہمراہ تھا۔ (۱)

۲۸۔ جنت میں محل فروخت کرنے والا ایک بزرگ

ایک خراسانی ”حبیب بن محمد عجمی بصری“ کے پاس آیا۔ وہ مکہ جانا چاہتا تھا، اس نے کہا: اے بزرگ! میرے لئے ایک گھر خرید دیجئے، وہ روپیہ دے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مکہ سے واپس آ کر اس شخص نے کہا: جس گھر کو آپ نے میرے لئے خریدا ہے اس کی نشاندہی فرمائیے۔ حبیب نے کہا: آج اس گھر کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ وفات کے وقت اس گھر کا مشاہدہ کر سکتے ہو۔ خراسانی نے کہا: اس کا عہد نامہ تحریر کر دتا کہ اپنے ہمراہ بیجا سکوں۔ حبیب نے لکھا: ”بسم اللہ الرحم الرحیم یہ نامہ اس گھر کا ہے جسے جنت میں حبیب نے خریدا ہے یہ گھر ایسا دیا ہے اور اس گھر کی بلندی ایسی ویسی ہے۔“ پھر نامہ پر مہر لگا کر اس کے حوالے کر دیا۔ وہ شخص نامہ لے کر گھر والوں کے پاس آیا۔ گھر والے اسے لتاڑنے لگے: تم پاگل ہو، اگر روپیہ برباد نہ کرتے تو آج اچھے خاصے گھر کے مالک ہوتے۔ چنانچہ وہ مرضی خدا کے مطابق زندہ رہا، جب موت قریب آئی تو اس نے گھر والوں سے کہا: اس نامہ کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ اس کی خواہش کے مطابق خط کو اس کے کفن میں رکھ دیا گیا۔۔۔ بصرہ میں موجود حبیب نے اس خط کو اپنے پہلو میں پڑا ہوا دیکھا، جس کے نیچے تحریر تھا: اے ابو محمد! جس گھر کو تم نے خریدا تھا خداوند عالم نے اسے اس شخص کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ بھاگتا ہوا اس شخص کے گھر والوں کے پاس آیا، اس نے کہا: خداوند عالم نے تمہارے باپ کو ایک محل عطا فرمایا ہے، یہ ہے اس کا خط۔ چنانچہ سب نے دیکھا کہ یہ وہی خط ہے جسے انہوں نے سپرد خاک کیا تھا۔

ابن عساکر نے یہ روایت اپنی تاریخ میں نقل کی ہے۔ کتاب کا صحیح اس سلسلے میں لکھتا ہے: مؤلف نے اس واقعہ کو مختصر و مفصل دونوں طریقے سے نقل کیا ہے، لیکن دونوں کا مضمون ایک ہے، یہ واقعہ حبیب سے تعلق رکھتا ہے امید ہے کہ لوگ اس پر الزام تراشی نہیں کریں گے اور اس واقعہ کو لوگوں کے اسواں ہڑپ کرنے کا ذریعہ قرار نہ دیں گے، حبیب جیسے افراد کے احوال و حالات قیاس پذیر نہیں ہیں، کوئی عملی قاعدہ بھی نہیں ہے۔ (۱)

۲۹۔ معروف کی دعا سے غایب شخص حاضر

امام ابو محمد ضیاء الدین شیخ احمد وتری شافعی (متوفی ۶۸۰ھ) نے اپنی کتاب روضۃ الناظرین میں خلیل بن محمد صیادانہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میرے والد غائب ہو گئے، میں بہت پریشان ہوا، میں نے معروف کرخی (متوفی ۲۰۰ھ) سے کہا کہ میرے والد غائب ہو گئے ہیں۔ پوچھا کیا چاہتے ہو؟ کہا: اپنے والد کی واپسی۔ اس نے کہا: خدایا! یہ آسمان وزمین تیری ہے، آسمان وزمین کے درمیان جو کچھ ہے سب تیرا ہے، محمد کو حاضر کر دے۔ ابھی میں دروازے کے پاس پہنچا تھا کہ دیکھا وہاں کھڑے ہیں۔ پوچھا: کہاں تھے۔ کہا: شہر انبار میں تھا، نہیں معلوم اچانک کیا ہوا۔

ان عقل کے ماروں پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ہر معروف و منکر کے لئے ایسی کرامتوں کو مان لیتے ہیں لیکن امیر المؤمنین کیلئے یہ بات نہیں مانتے کہ آپ جناب سلیمان کو غسل دینے کے لئے مدینہ سے مدائن تشریف لائے۔

۳۰۔ ہوا کے دوش پر چارزانو بیٹھا ایک شخص

ابن جوزی "حذیفہ بن قنادہ مرعشی" سے نقل کرتے ہیں:

اس کا بیان ہے: میں ایک کشتی پر سوار تھا کہ اچانک کشتی ٹوٹ گئی، میں اور میری بیوی کشتی سے جدا ہونے والے ایک تختے کا سہارا لے کر ڈوبنے سے محفوظ رہے، سات دنوں تک اس تختے پر پڑے رہے۔ میری بیوی نے کہا: میں پیاسی ہوں۔ میں نے خدا سے دعا کی کہ ہمیں سیراب کرے۔ اچانک آسمان سے ایک زنجیر آئی جس کے اوپر پانی سے بھرا ہوا ایک کوزہ موجود تھا۔ پانی پینے کے بعد میں نے اپنا سر بلند کیا تاکہ اس زنجیر کو دیکھ سکوں، دیکھا کہ ایک شخص دوش ہوا پر چار زانو بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں انسان ہوں۔ پوچھا: تم اس مقام و مرتبہ تک کیسے پہنچے؟ کہا: میں نے خدا کی خواہش کو اپنے نفس پر ترجیح دی ہے اس لئے تم ایسا دیکھ رہے ہو۔ (۱)

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ لوگ ان کرامتوں کو قبول کر لیتے ہیں لیکن مولانا امیر المؤمنین کی حدیث بساط ان پر بارگوش ہوتی ہے۔

۳۱۔ ایک جن نے خزاعی سے گفتگو کی

ابن جوزی نے احمد بن نصر خزاعی (۲) سے نقل کیا ہے: میں نے ایک پاگل کو دیکھا کہ بے سدھ پڑا ہوا ہے، میں نے اس کے کان میں کچھ کہا، اس کے کان کے ذریعہ ایک جن نے مجھ سے گفتگو کی، کہا: اے ابو عبد اللہ! تمہیں خدا کا واسطہ مجھے نجات دوتا کہ اس کا کام تمام کروں، اس لئے کہ اس کا عقیدہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ (۳)

کتنی لطافت و بارگوشی سے باطل کی ترویج کی جا رہی ہے، خدا اس جن کو برکت دے جس کا علم اس

۱۔ صفحہ الصفوۃ ج ۳ ص ۲۳۵ (ج ۳ ص ۲۷۰ نمبر ۷۹۶)

۲۔ اس نے واثن باللہ کی خلافت کے زمانے میں قرآن کے مخلوق اور نفی تشبیہ کی مخالفت کی تھی، جس کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا، اس کے کان پر ایک خط لکھا گیا جو اس مضمون پر مشتمل تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ احمد بن نصر بن مالک کا سر ہے جسے ہارون واثن باللہ نے قرآن کے مخلوق اور نفی تشبیہ کے سلسلے میں دعوت دی لیکن اسے قبول نہیں کیا اور خدا نے اسے جہنم میں بھیج دیا۔

۳۔ صفحہ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۶۷ (ج ۲ ص ۲۶۳ نمبر ۲۶۷)

مرتبہ پر فائز تھا کہ اس نے قرآن کے غیر مخلوق ہونے کو قبول کر لیا، ہم اس بیہودہ عقیدہ کے بطلان پر خدا کے شکر گزار ہیں، آج تک کوئی ایسا نہیں ملا جو اس عقیدہ کو قبول کرے۔

۳۲۔ احمد خزاعی کا سر بولتا ہوا

خطیب دابن جوزی "ابراہیم بن اسماعیل بن خلف" سے روایت کرتے ہیں:

اس کا بیان ہے کہ احمد بن نصر حلی جب قتل کیا گیا اور اسے دار پر لٹکایا گیا تو لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کا سر قرآن کی تلاوت کر رہا تھا، میں اس کے نزدیک گیا، مامورین اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، جب کچھ غور کیا تو معلوم ہوا کہ احمد کا سر اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا: ﴿الْم ، أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يَبْرُكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ﴾ "الم، کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کا امتحان نہیں ہوگا"۔ (۱)

احمد بن کامل قاضی سے مروی ہے: احمد کو پھانسی دینے کے بعد اس کے سر کو پل پر لٹکایا گیا، جو افراد اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کر رہے تھے، ان میں سے ایک نے روایت کی ہے کہ راتوں میں اس کا سر قبلہ رخ ہو کر روانی کے ساتھ سورۃ یاسین کی تلاوت کرتا تھا، اس واقعہ کے راوی کو طلب کیا گیا لیکن وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلا۔

خلف بن صالح سے مروی ہے: جب احمد بن نصر مارا گیا تو لوگوں نے خلف سے کہا: تم نے کچھ سنا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے پوچھا: کیا کہہ رہے ہیں؟ کہا: کہتے ہیں کہ احمد بن نصر کا سر قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ اس نے کہا: سچی بن ذکر یا کا سر بھی تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ (۲)

خطیب و ابن جوزی کو اس معجزہ خیر روایت کے نقل پر ملامت و سرزنش نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ میری نظر میں وہ اسے قبول نہیں کریں گے۔ راویوں نے یہ روایت اس لئے گڑھی ہے تاکہ حضرت امام حسین کے سر کے واقعہ بخلاوت کو لوگوں کے ذہن سے ختم کریں جو شہرہ آفاق ہے اور تو اتر کے ذریعہ ثابت ہے۔ اور اس طرح امام حسین کی عظمت و منزلت کو گھٹا سکیں۔

۳۳۔ ابوحنیفہ کے وجود پر پیغمبر اکرم کا افتخار

رسول خدا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: دوسرے انبیاء مجھ پر فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہ پر افتخار کرتا ہوں، وہ خدا کے نزدیک متقی، علم و دانش کا ہمالیہ یا انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی ہے، جو اس کا احترام کرے اس نے میرا احترام کیا اور جو اس سے دشمنی کرے وہ میرا دشمن ہے۔

آنحضرت سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: آدم میرے وجود پر افتخار کرتے ہیں اور میں اپنی امت میں نعمان نامی انسان کے وجود پر فخر و مباہات کرتا ہوں، میں نے اسے ابوحنیفہ کی کنیت سے سرفراز فرمایا ہے، وہ میری امت کا چراغ ہے۔

ان دونوں روایتوں کو ان کے غلو سمیت پانچویں جلد میں ابوحنیفہ کے فضائل میں ذکر کیا ہے، وہیں پر بیان کیا گیا کہ حنفیوں نے غلو کی انتہا کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ ابوحنیفہ قضاوت کے سلسلے میں رسول اسلام سے بھی بہتر و برتر ہے۔

حریغیش ”روض الفائق“ میں لکھتے ہیں: ابوحنیفہ کے ورع کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کے زمانے میں ایک گوسفند کی چوری ہوگئی، اس کے بعد جب تک گوسفند زندہ رہے انہوں نے گوشت نہیں کھایا کہ کہیں یہ وہی گوسفند نہ ہو جسے چوری کیا گیا تھا۔ (۱)

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان میں سے کس خرافات پر ہنسوں، کیا رسول خدا کے افتخار کی وجہ سے اس

شخص پر ہنسوں جس نے دوسرے کفر سے توبہ کیا۔ (۱) حالانکہ خود رسول خدا تمام عالمین کے لئے باعث افتخار تھے اور ان کی امت میں امیر المؤمنین جیسے انسان موجود تھے جو ہجرت کی رات اپنی جان قربان کر کے رسول کے بستر پر سوتے تو خداوند عالم نے ان پر مہابات کیا۔

یا آئیے اور اس بات پر ہنسیں کہ ابوحنیفہ قضاوت کے سلسلے میں رسول سے زیادہ عالم ہے؟ میں نہیں جانتا ابوحنیفہ نے یہ تمام علم اور فقہ کہاں سے حاصل کیا؟ کیا ان کا علم و فقہ وہ اسلامی فقہ تھا جو رسول خدا کے ذریعہ ان تک پہنچا؟

یا انہوں نے اپنے فقہ کو غیر مسلمان اور کابل، بابل، اور ترمذ (۲) کے لوگوں سے حاصل کیا؟ اگر ایسا ہے تو پھر ایسے علم کو دیوار پر دے مارنا چاہئے؛ کیونکہ امت مسلمہ کو ان اسلامی فقہ و قضایا کے باوجود دوسرے فقہ کی ضرورت نہیں جو بہترین اور کامل ہیں اور فصل الخطاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یا گوسفند کے واقعہ میں نایاب فقہاء کے سلسلے میں ابوحنیفہ کی پرہیزگاری پر ہنسوں کہ کوئی بھی متقی فقیہ ان کے نظریہ کو نہیں مانے گا؛ کیوں کہ ہمیشہ سے اسلامی معاشروں میں گوسفند چوری ہوتے تھے لیکن اس کے باوجود گوسفند کا گوشت کھانے کی ہر زمانے میں اجازت دی گئی ہے لیکن یہ فقیہ نہیں جانتا کہ اگر شک زیادہ افراد پر حاوی ہو (شبہ غیر مضمورہ) اور اکثر افراد اس میں شامل ہونے سے خارج ہو رہے ہوں تو وہاں حرمت اور اس سے پرہیز کرنے کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔ (مثلاً اگر ہزار گوسفند ہوں اور یہ معلوم ہو کہ ان میں سے ایک غصبی ہے تو لازم نہیں ہے کہ ان سب سے اجتناب کیا جائے)۔

شاید خود ابوحنیفہ بھی اس مسئلہ کا حکم جانتے تھے لیکن شاید یہ بھی عوام کو دھوکہ دینے کا ایک ذریعہ ہو جس کا انہوں نے خود بھی اقرار کیا ہے؛ ابو عاصم نیبل کہتے ہیں: میں نے ابوحنیفہ کو مسجد میں فتویٰ دیتے ہوئے دیکھا، لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے اور انہیں اذیت دے رہے تھے۔ ابوحنیفہ نے کہا: کیا کوئی

۱۔ اخبار الطراف ابن جوزی ص ۱۰۳

۲۔ یہ ابوحنیفہ کی اصالت کی طرف اشارہ ہے؛ حافظ ابو نعیم، فضل بن دین اور دوسرے کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ دراصل کابل کے تھے۔ ابو عبد الرحمن مقرئ کہتے ہیں: وہ بابل کے رہنے والے تھے۔ حارث بن ادريس کہتے ہیں: وہ ترمذ کے رہنے والے تھے۔

پولیس کو بلانے والا نہیں ہے؟ میں نے کہا: اے ابوحنیفہ! کیا کسی مامور کی حاجت ہے؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: مجھ سے ان احادیث کو لے کر پڑھو، انہوں نے یہی کیا میں صرف ان کے سامنے کھڑا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: تم نے پولیس کو کیوں نہیں بلایا؟ میں نے کہا: آپ نے پولیس چاہا تھا لیکن میں نے لانے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ یہ سن کر ابوحنیفہ نے کہا: انظر وانا انا احتال للناس منذ کذا وکذا وقد احتال علی هذا الصبی ”اے لوگو! دیکھو میں نے بارہا لوگوں کو دھوکہ دیا ہے لیکن اب یہ بچہ مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے۔“ (۱) گوسفند کے سلسلے میں ابوحنیفہ کے غلط نظریہ اور نمونے کو دیکھ کر آپ متوجہ ہو سکتے ہیں کہ ان کے نظریات مدینہ کے لوگوں کے لئے قابل قبول کیوں نہیں تھے؛ محمد بن مسلمہ مدینی سے سوال کیا گیا: ابوحنیفہ کے نظریات تمام شہروں میں موجود ہیں لیکن مدینہ میں رائج کیوں نہیں؟ کہا: کیونکہ رسول خدا کا ارشاد ہے: علی کل ثقب من اثقابها ملک يمنع الدجال من دخولها ”مدینہ کے ہر سوراخ میں ایک فرشتہ کھڑا ہے اور دجال (فریبی اور جھگڑاوانسان) کے داخل ہونے میں مانع ہوتا ہے۔“ اور اس شخص کی باتیں دجال مفت اور فریبی ہوتی ہیں، اسی لئے مدینہ میں رائج نہیں ہیں۔ (۲)

ابوحنیفہ کے فقہ میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جو رسول خدا کی سنت کے مخالف ہیں، گوسفند کے گوشت کے سلسلے میں ان کا نظریہ ایک ادنی نمونہ ہے؛ چنانچہ وکیع بن جراح کا بیان ہے: وجسد اباحنیفہ خالف ماتنی حدیث عن رسول اللہ ”مجھے رسول خدا کی دو سو حدیثیں معلوم ہیں جن کی ابوحنیفہ نے مخالفت کی ہے۔“ (۳)

اس کے باوجود بھی عبداللہ بن داؤد اپنے امام ”ابوحنیفہ“ کے بارے میں غلو کرتے ہوئے کہتا ہے: ینبغی للناس ان یدعوا فی صلاتهم لابی حنیفۃ لحفظہ الفقہ و السنن علیہم ”لوگوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابوحنیفہ کے لئے دعا کریں کیوں کہ انہوں نے لوگوں کے لئے

۱۔ اخبار الطراف، ابن جوزی ص ۱۰۳ (ص ۱۵۷)

۲۔ اخبار الطراف، ابن جوزی ص ۳۵ (ص ۲۵-۳۶)

۳۔ الاقضاء، ابن عبد البر مولف کتاب استیجاب ص ۱۵۰

فقہ و سنت کی حفاظت کی ہے۔“ (۱)

مولف مفتاح السعادة لکھتے ہیں:

مجھے جس پر اطمینان ہے، اس نے اپنی بعض کتابوں میں نقل کیا ہے کہ ثابت (ابوحنیفہ کے والد) دنیا سے رخصت ہوئے، ابوحنیفہ کی ماں نے امام صادق سے شادی کر لی، اس وقت ابوحنیفہ کافی چھوٹے تھے، انہوں نے امام جعفر صادق کی آغوش میں تربیت پائی اور انہیں سے علم حاصل کیا، اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر ابوحنیفہ کے لئے فضیلت کا عظیم گوشہ نکلتا ہے۔“ (۲)

حسن بن نعمانی ”تعلیق المفتاح“ میں لکھتے ہیں:

”یہ بات قابل قبول نہیں کہ امام ابوحنیفہ چھوٹے تھے اور امام صادق کے پاس بڑے ہوئے؛ اس لئے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ۶۸ رسال کی عمر میں ۴۸ھ وفات پائی، حالانکہ امام ابوحنیفہ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی ہے، اکثر مورخین (۳) کا کہنا ہے کہ ان کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی تھی؛ بنا بریں ان دونوں کی ولادت کی تاریخ ایک ہی تھی اور ان کی وفات کی تاریخ میں دو سال کا فاصلہ تھا؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ہم سن و سال تھے، امام ابوحنیفہ چھوٹے یا امام جعفر صادق بڑے نہیں تھے۔“

موفق بن احمد اور حافظ کردری کی تحریروں میں اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے دائرۃ المعارف میں ابوحنیفہ کی زندگی و مناقب کے سلسلے میں قلم فرسائی کی ہے، ان میں بہت سے خرافات اور جعلی واقعات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں جو لاف گزائی اور غلو بانی کے علاوہ خود عقل و منطق سے بھی میل نہیں کھاتے اور اسلام کو بدنام کرنے کا موجب بنتے ہیں؛ ابوحنیفہ کی مدح و ستائش میں سب سے زیادہ عجیب اور حیرت انگیز بات امام ابوحنین ہمدانی نے ”تخریج المتین“ کے آخر میں پیش کی ہے:

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۰۷ (ج ۱۰ ص ۱۱۴ حوادث ۱۵۰ھ)

۲۔ مفتاح السعادة ج ۲ ص ۷۰ (ج ۲ ص ۱۸۱)

۳۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ وہ (ابوحنیفہ) ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے (وفیات الایمان ج ۵ ص ۴۱۳، انہوں نے پہلے نظریہ کو قبول کیا ہے)

”امام ابوحنیفہ نے اپنے آخری حج میں کعبہ کے خادموں کو بہت زیادہ روپیہ دیا تاکہ وہ اسے ان کے لئے خالی کر دیں، ابوحنیفہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے، اپنی نماز شروع کی اور اپنی عادت کے مطابق پہلی رکعت میں داہنے پیر پر کھڑے ہو کر آدھا قرآن پڑھا پھر رکوع میں گئے، اس کے بعد دوسری رکعت میں بائیں پیر پر کھڑے ہو کر قرآن کے دوسرے حصے کی تلاوت کی، پھر کہا: الہی عرف تک حق المعرفة لکن ما قمت بکمال الطاعة فہب نقصان الخدمة بکمال المعرفة ”خدا یا! میں نے تیری معرفت کا حق ادا کر دیا لیکن جس اطاعت کا تو حقدار ہے وہ اطاعت نہیں کی، لہذا میری ناقص خدمت و اطاعت کو معرفت کے کامل ہونے کی وجہ سے قبول کر لے۔“ اچانک کعبہ کے ایک گوشہ سے آواز آئی: عرفت فاحسنت المعرفة و خدمت فاحصلت الخدمة غفرنا لک و لمن اتبعک و لمن کان علی مذهبک الی قیام الساعة ”تم نے پہچانا اور بہت اچھے سے پہچانا، اپنی خدمت کو خالص طریقے سے انجام دیا، میں نے تمہیں اور تمہارے چاہنے والے اور قیامت تک کے ہر شخص کو بخش دیا جو تیرے مذہب کا ماننے والا ہے۔“ (۱)

علامہ ابنی فرماتے ہیں: اے کاش! میں جان پاتا کہ نماز کی دو رکعتوں میں ابوحنیفہ کا ختم قرآن کتنا طویل ہوا اور وہ بھی حج کے ان دنوں میں جب لوگوں کا خانہ کعبہ کے ارد گرد اذہام تھا؟! خانہ خدا کے خادموں نے اتنے بڑے مجمع کو کیسے روکا اور اتنی دیر تک ان کی خواہشوں میں رکاوٹ بنے رہے!؟

میں نہیں جانتا کہ دو پیر پر کھڑے ہو کر ایک ایک حصہ قرآن ختم کرنے میں کون سی حکمت اور کون سا فلسفہ تھا؟! کیا انہوں نے یہ حکم، قرآن سے حاصل کیا؟! یا یہ رسول خدا کی سنت تھی؟! یا ایسی بدعت ہے جسے صرف ابوحنیفہ نے انجام دیا؟! یا یہ ایک طرح کی ورزش تھی جسے وہ اپنے بدن اور نشاط و سلامتی کے لئے انجام دے رہے تھے؟! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔

دوسری بات یہ کہ: ابوحنیفہ خدا کے سلسلے میں اپنے کمال معرفت کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں، وہ بھی اس

خدا کے بارے میں جو انسانوں کے باطن سے بھی آگاہ ہے؟! ان کے اندر ایسے دعوے کی جرأت کیسے ہو گئی کہ کسی نبی حتیٰ رسول خداؐ نے بھی اپنے تمام تر وسعت علمی کے باوجود ایسا دعویٰ نہیں کیا؟! اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول خداؐ کی معرفت کامل ترین اور اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھی، اس کے باوجود بھی ان کی کسی دعایا مناجات میں ایسا دعویٰ موجود نہیں ہے، ایسا دعویٰ صرف وہی کر سکتا ہے جو کبر و غرور اور خود پسندی میں گرفتار ہو، اس نے خدا کی واقعی معرفت حاصل نہیں کی ہے۔

روایت کرنے والا کتنا سادہ لوح اور جاہل ہے جس نے ابوحنیفہ کے دعویٰ کو عالم شہود سے مربوط کرتے ہوئے ایک غیبی آواز کی بھی تصدیق کر دی ہے؛ حالانکہ یہ آواز ان کثیف اور خائن ہاتھوں نے جعل کیا ہے جو لوگوں کو ابوحنیفہ اور اس کے ضعیف ترین مذہب کی طرف لے جانا چاہتے ہیں؛ اگر ابوحنیفہ کے مذہب کے ماننے والوں کے لئے اس خدائی بشارت پر مسلمان یقین رکھتے اور اسے ایک جعلی افسانہ نہ سمجھ کر اسے خدا کی طرف سے سمجھتے تو سب حنفی مذہب ہو جاتے لیکن حق تو یہ ہے کہ مسلمان اس دعویٰ پر یقین رکھتے، چاہے ابوحنیفہ راضی ہوں یا نہ ہوں۔

اس واقعہ سے بھی زیادہ حیرت انگیز علامہ برزنجی کا قول ہے:

”ابوحنیفہ کے بعض ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی (عج) امام ابوحنیفہ کے مذہب کی پیروی کریں گے.... شیخ علی قاری ابوحنیفہ کے بعض ماننے والوں سے اس طرح نقل کرتے ہیں: جان لو کہ خداوند عالم نے ابوحنیفہ کو کرامت و شریعت کا مالک بنایا ہے، ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ حضرت خضر پانچ سال تک ہر روز صبح کے وقت ان کے پاس آئے اور شریعت کے احکام کی تعلیم حاصل کی، جب ابوحنیفہ کی وفات ہوئی تو حضرت خضر نے خدا سے عرض کی: خدایا! اگر میں تیرے نزدیک منزلت کا حامل ہوں تو اجازت دے کہ ابوحنیفہ پہلے کی طرح مجھے قبر میں احکام کی تعلیم دیں تاکہ میں پوری طرح دین محمد سے آگاہ ہو سکوں اور حق و حقیقت مجھ پر روشن ہو جائے، چنانچہ ندا آئی: اے خضر! ان کی قبر کے پاس جاؤ اور جو چاہتے ہو اس سے حاصل کرو۔ چنانچہ خضر نے پچیس سال تک مکمل طور سے تعلیم حاصل کی...“ (۱)

ان خرافاتی واقعات کو پڑھنے کے بعد حضرت محمدؐ کی امت پر گریہ کرنا چاہئے کہ وہ ایسے انسانوں کی مصیبت میں گرفتار ہے؟ جاہل اور فریب خوردہ انسانوں کو ان باطل اور بیہودہ واقعات و کلمات سے کون سی چیز بچا سکتی ہے؟!

۳۴۔ ابو زرعہ ریگزاروں کو سونے میں بدلتا ہے

ذہبی خالد بن فزیر سے نقل کرتے ہیں: حیاة بن شریح (ابو زرعہ) مصری (متوفی ۱۵۸ھ) بہت زیادہ گریہ کرنے والوں (بکائین) میں سے تھا اور بہت زیادہ تنگ دست بھی تھا، ایک مرتبہ وہ خلوت میں دعا کر رہا تھا کہ میں اس کے پاس پہنچا، میں نے کہا: دعا کرو کہ خداوند عالم تمہیں وسعت رزق عطا فرمائے، اس نے اپنے داہنے بائیں نگاہ کی، کوئی نظر نہ آیا تو ایک سنگریزہ لے کر میری جانب اچھال دیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہ سونے میں تبدیل ہو چکا ہے، اتنا خوبصورت سونا میں نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا: اس دنیا میں صرف آخرت کے لئے بھلائی اور خیر ہے۔ پھر کہا: خداوند عالم بندوں کی صلاح و بہتری سے اچھی طرح واقف ہے۔ میں نے کہا: اس سونے کا کیا کروں؟ کہا: انفاق کرو۔ میں نے اسے راہ خدا میں انفاق کر دیا۔

۳۵۔ ابراہیم خراسانی کا وضو

یافعی نے ریاض الریاحین میں ابراہیم خراسانی (متوفی ۱۶۳ھ) سے نقل کیا ہے: ایک دن مجھے وضو کی ضرورت محسوس ہوئی، اچانک میں نے جواہرات سے بھرا ہوا کوزہ اور چاندی کا ایک مسواک دیکھا جو گھاس سے بھی زیادہ نرم و نازک تھا، میں نے اسے اٹھا کر مسواک کیا پھر وضو کیا اور واپس چلا گیا۔ اس کا بیان ہے کہ سیر و تفریح کے ایام میں مجھے کوئی انسان نہیں نظر آیا، پرندے اور حیوانات بھی نہیں دکھائی دیئے۔ اسی وقت ایک شخص سے ملاقات ہوئی، نہیں معلوم وہ اچانک کہاں سے

نمودار ہو گیا تھا، اس نے مجھ سے کہا: اس درخت سے کہو کہ دینار پیش کرے۔ میں نے کہا: دینار پیش کرو۔ اس نے قبول نہ کیا۔ پھر اس نے کہا: اے درخت! دینار کی تھیلی پیش کر۔ میں نے دیکھا کہ شاخوں پر دینار آویزاں ہے، ابھی میں اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھنے میں محو تھا کہ اچانک محسوس ہوا وہ شخص نہیں ہے اور دینار درخت کو چھوڑ کر زمین پر موجود ہیں۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں: پڑھئے اور اسلام کے گذشتہ واقعات پر آنسو بہائیے، ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے تاریخ کے صفحات کو کس طرح آلودہ کر رکھا ہے۔

۳۶۔ مابشون موت کے بعد زندہ ہوا

حافظ یعقوب ابن ابی شیبہ نے ”ابو یوسف یعقوب بن ابی سلمہ قریشی“ معروف بہ مابشون کے حالات زندگی میں اس کے فرزند کے طریق سے نقل کیا ہے کہ مابشون کی موت کے بعد غسل و کفن کے لئے تخت پر لٹایا گیا، غسل نے جیسے ہی غسل دینا چاہا دیکھا کہ اس کے پیر کے سب سے نیچے والی رگ جنبش کر رہی ہے، اس نے واپس آ کر کہا: اس کے پیر کی رگ جنبش کر رہی ہے، میری نظر میں اس کے غسل میں عجلت کا مظاہرہ کرنا مصلحت آمیز نہیں۔ چنانچہ ہم نے تمام ماجرا لوگوں سے بیان کر دیا وہ پھر دوسرے دن آگئے ہم غسل کے پاس گئے لیکن روز قبل کی کیفیت ملاحظہ کی، ہم نے پھر لوگوں سے معذرت کی، تین روز تک یہی کیفیت برقرار رہی۔ لوگ بار بار اس کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے آتے۔ تیسرے دن اچانک وہ اٹھ بیٹھا، کہا: پینے کے لئے پانی لاؤ۔ پانی لایا گیا اس نے اسے پی لیا۔ اس سے کہا گیا: جو کچھ دیکھا ہے ہمیں بھی آگاہ کرو۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ میری روح کو میرے جسم سے جدا کر کے فرشتے آسمان کی جانب لے گئے، میں نے چاہا کہ آسمان کے دروازے کھل جائیں اور وہ کھل گئے، میں اس طرح آسمان کی بلندیوں پر جاتا رہا یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچا۔ لوگوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون تھا؟ لیکن مابشون کہتا رہا: مجھ سے کہا گیا کہ ابھی تیری موت کا وقت نہیں آیا ہے اور تمہارے عمر کے

اتنے سال، اتنے مہینے اور اتنے دن اور لمحے باقی ہیں۔

اس وقت میں نے رسول خدا کو دیکھا کہ ابوبکر ان کے داہنے اور عمران کے بائیں جانب موجود ہیں اور عمر بن عبدالعزیز ان کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، جو فرشتہ میرے ساتھ تھا اس سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا: عمر بن عبدالعزیز ہے۔ میں نے پوچھا: کیا وہ رسول خدا سے بہت زیادہ قریب ہیں؟ کہا: انہوں نے ظلم و جور کے عہد میں حق کا بول بالا کیا ہے، یہ دو افراد بھی عہد حق میں حق پر عمل پیرا رہے۔ (۱)

تبصرہ ایسی

میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ امت مسلمہ میں کوئی ایسا ہوگا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قبض روح پر مامور فرشتہ، موت کی معین تاریخ سے ناواقف تھا، حالانکہ خداوند عظیم و حکیم نے اسے اسی کام پر مامور فرمایا ہے، اس کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾ ”آپ کہہ دیجئے کہ تم کو وہ ملک الموت زندگی کی آخری منزل تک پہنچائے گا جو تم پر تعینات کیا گیا ہے“۔ (۲)

کیا ملک الموت کو خود پسندی کا الزام لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے ارادہ خداوندی سے قبل کسی کی روح قبض کر لی، حالانکہ آسمانی کتاب قرآن مجید میں ہے: ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى النَّفْسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾ ”خداوند عالم ہر گام موت نفوس کو قبض کرتا ہے۔ (۳) ﴿هُوَ الَّذِي يُعْطِي وَيُمْسِكُ﴾ ”زندگی اور موت اس کے دست اختیار میں ہے“۔ (۴)

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا﴾ ”کوئی موجود ارادہ خداوندی

۱۔ تاریخ ابن عساکر (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۸ ص ۳۳-۳۴): تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۳۶۱؛ مرآة البیان، بیانی ج ۱ ص ۳۵۱؛
تہذیب العزیز، ابن حجر ج ۱ ص ۳۸۹ (ج ۱ ص ۳۳۱)؛ شذرات الذهب ج ۱ ص ۲۵۹ (ج ۲ ص ۲۹۰ حوادث ۱۶۳ھ)؛
وفیات الاعیان (ج ۶ ص ۲۷۶ نمبر ۸۲۳)

سے قبل نہیں مر سکتا اس نظام کا وقت پوری طرح سے معین ہو چکا ہے۔“ (۱) ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ﴾ ”خدا کے علاوہ کوئی خدا نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے وہ تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا پروردگار ہے۔“ (۲) ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ ”ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا تو ایک گھڑی کے لئے نہ پیچھے ٹل سکتا ہے اور نہ آگے بڑھ سکتا ہے۔“ (۳) ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ ”ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آجائے گا تو ایک گھڑی کے لئے نہ پیچھے ٹل سکتا ہے اور نہ آگے بڑھ سکتا ہے۔“ (۴) ﴿مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ ذَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”زمین پر ایک ریگنے والے کو بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ سب کو ایک معین مدت تک کے لئے ڈھیل دیتا ہے۔“ (۵) ﴿مَا تَرَكَ عَلَيَّ ظَهْرًا مِنْ ذَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”زمین پر ایک ریگنے والے کو بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مخصوص اور معین مدت تک ڈھیل دیتا ہے۔“ (۶) ﴿فَيُنسِفُكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأَخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”پھر جس کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے اس کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ مدت کے لئے آزاد کر دیتا ہے۔“ (۷)

جس طرح سے روح کی جدائی کے بعد بدن کے کسی حصے کی حرکت کو سمجھنے سے قاصر ہوں اسی طرح یہ سمجھنا غیر ممکن ہے کہ مابشوں کے پیر کی رگ موت کے بعد تین دن تک حساس مرکز سے اپنے رابطہ کو منقطع کرنے کے بعد بھی کیسے حرکت کرتی رہتی؟

اسی طرح سے اس عبارت ”بلند آسمان میں بند دروازے ہیں، ملک الموت اس کے پہلو میں کھڑے ہیں، آسمان پر جانے والی روح ان سے اجازت لیتی ہے اور وہ اسے کھول دیتے ہیں“ کا

۱۔ سورہ آل عمران ۱۴۵

۲۔ سورہ انعام ۲

۳۔ سورہ دخان ۸

۴۔ سورہ نمل ۶۱

۵۔ سورہ اعراف ۳۳

۶۔ سورہ ہمز ۳۲

۷۔ سورہ فاطر ۳۵

مطلب بھی سمجھنے سے قطعی قاصر ہوں۔

جی ہاں! یہ تمام خرافات بنی امیہ کی ظالم حکومت کی دین ہیں جو اس زمانے میں امت مسلمہ پر پوری طرح مسلط تھے۔

۳۷۔ امام احمد بن حنبل کے لئے خدا کا خط

بشر بن حارث بیمار ہوا، آمنہ آلیہ اس کی عیادت کے لئے آئی، اسی وقت احمد بن حنبل بھی عیادت کی غرض سے داخل ہوئے۔ جب ان کی نظر آمنہ پر پڑی تو بشر سے کہا: اس سے کہو کہ ہمارے لئے دعا کرے۔ بشر نے کہا: خدا سے ہمارے لئے دعا کرو۔ اس نے اس طرح دعا کی: خدایا! بشر بن حارث اور احمد بن حنبل آتش جہنم سے امان کے خواہش مند ہیں، انہیں عذاب سے نجات عطا کر، اے بہترین مغفرت کرنے والے۔

احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ رات کے وقت آسمان سے ایک خط میرے پاس پہنچا جس میں تحریر تھا: ”بسم اللہ الرحمن الرحیم، ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، اس سے پہلے ہی ہم نے آمادہ کر رکھا تھا“۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے صفۃ الصوفیہ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ (۱)

۳۸۔ الیاس نبی کا فرستادہ اور ایک فرشتہ احمد بن حنبل کی طرف

ابلی حفص قاضی سے منقول ہے:

ہندوستان سے ایک شخص احمد بن حنبل کے پاس آیا ہے اور کہا: میں ہندوستان سے آیا ہوں۔ میں چین جانا چاہتا تھا کہ ایک کشتی میرے پاس آئی، اس میں دو افراد سوار تھے، ایک نے مجھ سے کہا: کیا تمہیں

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۲ ص ۲۸ (تہذیب تاریخ دمشق ج ۵ ص ۳۳۰ نمبر ۱۳۶)؛ صفۃ الصوفیہ ج ۳ ص ۲۷۸ (ج ۳ ص ۳۰۵ نمبر

پسند ہے کہ تم خدا کی اجازت سے احمد کے پاس جا کر ہمارا اسلام پہنچاؤ؟ میں نے پوچھا: یہ احمد کون ہے؟ اور تم لوگ کون ہو؟ اس نے کہا: میں الیاس ہوں اور یہ جزیروں کا نگہبان فرشتہ ہے، احمد بن حنبل عراق میں ہے۔ میں نے کہا: ہاں مجھے پسند ہے۔ چنانچہ دریا نے مجھے ساحل ابلہ (۱) تک پہنچایا اور اب میں تمہارا دیدار کر رہا ہوں اور ان دونوں کا سلام پہنچاتا ہوں۔ (۲)

۳۹۔ احمد کا قلم درخت خرما کو حاملہ کرتا ہے

ابوطالب علی ابن احمد سے منقول ہے: ایک دن میں ابو عبد اللہ کی خدمت میں پہنچا، وہ بولتے اور میں لکھتا تھا اسی اثنا میں میرا قلم ٹوٹ گیا، انہوں نے ایک قلم اٹھا کر میرے حوالے کیا، میں اسے ابو علی جعفر کے پاس لایا۔ میں نے کہا: یہ وہ قلم ہے جسے ابو عبد اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس قلم کو درخت پر رکھ دو شاید وہ حاملہ (پھلدار) ہو جائے چنانچہ قلم اس پر رکھا گیا اور درخت حاملہ (پھلدار) ہو گیا۔ (۳)

۴۰۔ احمد کی شلواری کا ازار بند

احمد بن حنبل کو زد و کوب کرنے کے لئے باندھا گیا، اچانک اس کے شلوار کا ازار بند ٹوٹ گیا، وہ خوف زدہ ہوئے کہ کہیں شلوار نیچے نہ گر جائے اور ان کی شرمگاہ نمایاں نہ ہو جائے، انہوں نے اپنے لبوں کو حرکت دے کر خدا سے دعا کی تو ان کی شلوار سابقہ حالت میں واپس آگئی۔ مروی ہے کہ اس نے اپنی دعا میں کہا تھا: اے پناہ دینے والوں کی پناہ اور اے دونوں جہان کے خالق بے شک تو جانتا ہے کہ میں

۱۔ ابلہ: بصرہ کی ایک جگہ ہے جو دنیا کی جنٹوں میں سے ایک ہے، شیطان الہی بھی وہیں سے منسوب ہے۔

۲۔ مناقب احمد بن حنبل ص ۱۴۳ (ص ۱۹۰-۱۹۱ باب ۱۵)

۳۔ مختصر طبقات الحنا بلد ص ۱۱ (ص ۱۵)

نے تیرے لئے قیام کیا ہے لہذا میری عزت و آبرو کو محفوظ رکھ۔ (۱)

۳۱۔ واقعہ آتش سوزی و غرق اور کرامت احمد

ابن جوزی نے فاطمہ بنت احمد سے نقل کیا ہے:

اس کا بیان ہے کہ میرا بھائی صالح جس نے جلد ہی قبیلہ عباسیہ میں شادی کی تھی اور اس نے تقریباً چار ہزار دینار بھیجا تھا، اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور سارا مال و متاع آگ کی لپیٹ میں آ کر جل گیا۔ صالح کہتا ہے: میں مال و متاع کی بربادی پر غمگین نہیں ہوں صرف اس لباس کے جلنے کا افسوس ہے جو میرے والد کی ملکیت تھی، وہ اس میں نماز پڑھتے تھے، میں اس میں نماز پڑھ کر برکت حاصل کرتا تھا۔ فاطمہ کا بیان ہے کہ فوراً ہی آگ خاموش ہو گئی، جب لوگ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ لباس محفوظ ہے اور اس کے اطراف کی تمام چیزیں جلی پڑی ہیں۔

ابن جوزی لکھتے ہیں: قاضی القضاة علی ابن حسین زنبیلی نے اس آتش سوزی کے واقعہ کو اسی طرح نقل کیا ہے لیکن وہ لکھتے ہیں کہ گھر کی تمام چیزیں جل کر خاکستر ہو گئیں صرف احمد کی تحریر کا ایک خط محفوظ رہ گیا۔ ان کا بیان ہے کہ ۵۵۴ھ میں جب بغداد میں سیلاب آیا تو میری تمام کتابیں پانی کی زد میں آ گئیں اور بہ گئیں صرف ایک کتاب محفوظ رہ گئی جس میں احمد کی تحریر کے دو صفحات موجود تھے۔ (۲)

ذہبی اور یافعی لکھتے ہیں: ان کی کرامتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ احمد بن حنبل کا تمام مقبرہ غرق ہو گیا صرف وہ حجرہ محفوظ رہا جس میں ان کی ضرت تھی، اس حجرے میں صرف ایک بالشت تک پانی پہنچا، پھر خدا کے اذن سے ٹھہر گیا، قبر کے اطراف میں موجود بورے بھی محفوظ رہے۔ یہ واقعہ ہمارے یہاں صحیح

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۳۳۵ (ج ۱۰ ص ۳۶۸-۳۶۹ حواشی ص ۳۲۲)

۲۔ مناقب احمد بن حنبل ص ۳۵۳ (ص ۶۰۷ باب ۹۲)

ہے، سیلاب بڑی بڑی لکڑیوں کو بہالے گیا تھا۔ (۱)
 علامہ امینی فرماتے ہیں: اس واقعہ کی صداقت کے سلسلے میں یہی جاننا کافی ہے کہ آج اس مرقد مطہر کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے، سیلاب نے اسے پوری طرح نابود کر کے اس کا نام و نشان تک مٹا دیا ہے، ایسا لگتا ہے جیسے وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔

۴۲۔ خدا ہر سال احمد کا دیدار کرتا ہے

ابوبکر بن مکارم ابی یعلیٰ حربی کا بیان ہے:

ایک سال رمضان المبارک سے قبل شدید بارش ہوئی اور کئی دنوں تک جاری رہی۔ میں رمضان کی ایک رات کو سو بیا ہوا تھا خواب میں دیکھا کہ معمول کے مطابق احمد بن حنبل کی قبر کی زیارت کے لئے آیا ہوں، اچانک نظر پڑی کہ احمد کی قبر اپنی سطح سے بلند ہو چکی ہے، دل میں سوچا کہ شاید بارش کی کثرت کی وجہ سے یہ حالت ہوئی ہے، اسی وقت قبر سے آواز آئی: نہیں! بلکہ حق جل شانہ کی ہیبت کی وجہ سے یہ حالت ہوئی ہے، خداوند عالم میری قبر کی زیارت کیلئے آیا ہے، میں نے اس سے ہر سال اپنی قبر کی زیارت کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: اے احمد! اس شرف کی علت یہ ہے کہ تم نے میرے کلام کی نصرت کی ہے، تمہاری وجہ سے آج میرا کلام محرابوں میں پڑھا جاتا ہے۔ میں نے نزدیک جا کر قبر کا بوسہ لیا، پھر کہا: اے میرے آقا! صرف آپ ہی کی قبر کا بوسہ کیوں لیا جاتا ہے؟ کہا: اے فرزند! یہ میری کرامت نہیں ہے، بلکہ رسول خدا کی کرامت ہے کیوں کہ آنحضرت کے چند بال میرے پاس موجود ہیں، آگاہ ہو جاؤ کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ ماہ مبارک میں میری زیارت کے لئے آئے، اس بات کی دو مرتبہ تکرار کی۔

پانچویں جلد میں امام احمد بن حنبل کی زیارت کے غلو آمیز نمونے پیش کئے گئے ہیں، آپ ان کا

مطالعہ کر سکتے ہیں، اگر یہ خواب حقیقت پر مبنی ہوتے تو کتنے اچھے ہوتے۔

۳۳۔ احمد اور منکر و نکیر

عبداللہ بن احمد سے منقول ہے: میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھ کر سوال کیا: خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا: اس نے مجھے بخش دیا۔ میں نے پوچھا: آپ کے پاس منکر و نکیر آئے؟ کہا: ہاں! انہوں نے سوال کیا کہ تمہارا پروردگار کون ہے؟ میں نے کہا: سبحان اللہ! شرم نہیں آتی ایسا سوال کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: اے ابو عبداللہ! ہم معذور ہیں، ہمیں اس کام پر مامور کیا گیا ہے۔ (۱)

تبصرہ امینی

احمد بن حنبل قبر کے حدود میں دو معصوم فرشتوں پر کتنی جسارت و جرأت کے مرتکب ہوئے ہیں، وہ دنیا کے عمومی احترام و ناموس سے کتنے بے خبر تھے کہ قبر میں بھی سوالی بن بیٹھے، حالانکہ سب کچھ خداوند عالم کے حکم سے انجام دیا جاتا ہے، یہ روایت کس فضیلت کو ثابت کرنا چاہتی ہے؟ روایت میں ہے: جب منکر و نکیر آئے تو عمر بن خطاب بہت خوف زدہ ہو گئے تھے (۲) حالانکہ بقول عکرمہ: یہی وہ عمر ہیں

۱۔ مناقب احمد بن حنبل ص ۳۵۳ (ص ۶۰۶ باب ۹۲)

۲۔ مصابح الامام ص ۲۷ ص ۵۶ (ج ۲ ص ۱۳۲) پر سید جردانی لکھتے ہیں: خداوند عالم نے عالم برزخ کا علم حضرت علی کو عطا فرمایا تھا، چنانچہ عمر بن خطاب کی موت کے بعد حضرت ان کے قبر کے اوپر بیٹھے تاکہ منکر و نکیر سے ان کی گفتگوں سکیں، دونوں فرشتے عمر کے پاس آئے، دیکھتے ہی عمر پر کچکی طاری ہو گئی۔ پھر ان کے سوالوں کا جواب دیا۔ منکر و نکیر نے کہا: سو جاؤ۔ عمر نے کہا: تمہارے خوف سے جو لرزہ طاری ہے، اس کی وجہ سے کیسے سوؤں؟ حالانکہ میں رسول خدا کا صحابی ہوں، خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جب بھی کسی مومن کے سامنے آؤ تو بہترین صورت کے ساتھ۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ علی بن ابی طالب نے عمر سے کہا: اے خطاب کے بیٹے! سو جاؤ، خداوند عالم مسلمانوں کی طرف سے تمہیں جزائے خیر دے، تم نے لوگوں کو حیات و موت دونوں میں فائدہ پہنچایا۔ پڑھئے اور بیٹئے!!

جنہوں نے جب جام کو اپنے پاس بلایا اور اس کے پاس کھانے تو اس کی بیبت سے اس کی شلوار گیلی ہو گئی، چنانچہ عمر نے اس کے عوض چالیس درہم عطا کیا۔ (۱)

ان دو فرشتوں کو خدا کی بارگاہ میں جا کر شکر یہ ادا کرنا چاہئے کہ امام احمد بن حنبل نے انہیں طمانچہ نہیں مارا اور ان کی آنکھوں کو بے نور نہیں کیا۔ احمد بن حنبل نے وہ کام نہیں کیا جو ابو ہریرہ کے خیال میں موسیٰ نے ملک الموت کے ساتھ کیا تھا۔ (۲) چنانچہ ملک الموت نے خدا کی بارگاہ میں جا کر کہا: مجھے ایسے انسان کی روح قبض کرنے کے لئے بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا، پھر خدا نے ان کی آنکھوں کی بینائی واپس کی۔ (۳)



طبری کے الفاظ ہیں: ملک الموت لوگوں کے سامنے آشکارا آتے تھے چنانچہ جناب موسیٰ کے پاس بھی آئے، انہوں نے ان کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کر کے اندھا کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس نے خدا کی بارگاہ میں آ کر کہا: خدایا! تیرے بندے موسیٰ نے مجھے اندھا کر دیا ہے، اگر وہ تیری بارگاہ میں خصوصی احترام و اکرام کا حامل نہ ہوتے تو میں ان کے ساتھ سختی سے پیش آتا اور چھترے اڑا دیتا۔ خدا نے کہا: میرے بندے موسیٰ کے پاس جا کر کہو کہ اپنی ہتھیلی کو گائے کے بدن پر رکھے، اس میں آئے ہوئے بال کے برابر اس پر عذاب کیا جائے گا، ورنہ وہ موت کے لئے تیار ہو جائے، اسے ان دونوں میں سے کسی کا اختیار دو۔ راوی کا بیان ہے: ملک الموت نے آ کر پیغام پہنچایا، انہوں نے موت کو اختیار کیا۔ جناب موسیٰ نے پوچھا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ کہا: موت۔ موسیٰ نے کہا: تو پھر اسی وقت میری روح قبض کر لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک سانس کھینچی اور ان کی روح نفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس کے بعد ملک الموت

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۰۶ (ج ۳ ص ۲۸۷)؛ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۱۵؛ تاریخ عمر، ابن جوزی ص ۹۹ (ص ۱۲۵ باب ۳۵)؛ کنز العمال ج ۶ ص ۳۳۱ (ج ۱۲ ص ۵۶۳/۳۵۶۹)

۲۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ (ج ۱ ص ۳۳۹/۱۶۷۴)؛ فی ابواب الخبز ج ۲ ص ۱۶۳ (ج ۳ ص ۱۲۵۰/۳۲۲۶) باب وفاة موسیٰ؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۹ (ج ۳ ص ۵۲۱/۲۳۷۲)؛ مستدرک ج ۲ ص ۲۱۵ (ج ۲ ص ۶۰۶/۸۰۵۳) العرائس للعطیسی ص ۱۳۹ (ص ۲۳۷)

پوشیدہ طور پر لوگوں کے سامنے آتے تھے۔ (۱)

حکیم ترمذی مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں: ملک الموت لوگوں کے سامنے آتے تھے۔ چنانچہ جب موسیٰ کے سامنے بھی آئے تو انہوں نے ایک طمانچہ رسید کر کے اندھا کر دیا۔ اس کے بعد وہ پوشیدہ طور پر لوگوں کے سامنے آتے تھے۔ شعرانی نے یہ روایت ”مختصر تذکرۃ القرطبی“ میں نقل کی ہے۔ (۲)

جس ملک الموت کو خداوند عالم نے خصوصی قدرت سے بہرہ مند فرمایا ہے، کس میں ہمت ہے جو اسے اظہار قدرت سے روک دے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے کہ وہ ایک انسان سے طمانچہ کھا کے اندھے ہو جائیں اور پھر خوف و وحشت اتنا بے حال و بے چارہ کر دے کہ ان کے ماتحت موجود دوسری مخلوقات سے وہ مخفی و پوشیدہ ہو جائیں اور خدا کے حکم کے بعد بھی ان پر تصرف کرنے سے قاصر رہیں؟ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ ملک الموت کو بھیجنے والے خدائے سبحان نے ملک الموت کو ایسی قدرت و طاقت سے بہرہ مند کیوں نہیں کیا کہ وہ تمام مخلوقات پر مسلط رہیں تاکہ پھر کسی میں ان سے بدتمیزی کرنے کی جرأت نہ ہو، کوئی ان کی آنکھوں کو بے نور نہ کرے، ان کے چہرے پر طمانچہ نہ مارے اور خدا کا یہ فرستادہ کسی کے خوف سے خود کو نہ چھپائے۔ کیا یہ کسی قسم کی غفلت کی بنیاد پر تھا یا خداوند عالم کی قدرت کا خزانہ ختم ہو چکا تھا۔ یا پھر یہ کہ نعوذ باللہ عالم الغیب خدا اس واقعہ سے بے خبر تھا اور یہ واقعہ اچانک ظہور پذیر ہو گیا؟ ظالم و ستمگر جو کہتے ہیں خداوند عالم اس سے کہیں بلند و برتر ہے۔

اب آپ میرے ہمراہ آئیے تاکہ معصوم بنی حضرت موسیٰ کے عمل پر ایک نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ وہ ملک الموت پر کتنی عظیم جرأت و جسارت کے مرتکب ہوئے ہیں، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ملک الموت خدائے بزرگ و برتر کا نمائندہ ہے؟ اور یہ بھی جانتے تھے کہ جب موت آتی ہے تو اس میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی اور طمانچہ مارنے اور اندھا کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ فرض کریں کہ ملک الموت ان سے خوف زدہ ہوئے اور بھاگ کھڑے ہوئے تو ایسی صورت میں خداوند عالم

۱۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۲۲۳ (ج ۱ ص ۲۲۳)

۲۔ مختصر تذکرۃ القرطبی ص ۲۹ (ص ۲۲)

ایک دوسرے طاقت ور فرشتے کو بھیج سکتا تھا اس لئے کہ خدا بہر حال صاحب قدرت ہے اور قضاء و قدر الہی سے کسی کو راہ فرار نہیں۔ فرض کریں موسیٰ ملک الموت سے بچ گئے تو کیا وہ بھیجنے والے کی قدرت سے خوف زدہ نہیں ہوئے؟ خداوند عالم اس بات سے پاک و منزہ ہے کہ اس سے ایسی جھوٹی باتیں اور افترا پردازیاں منسوب کی جائیں، وہ ان جھوٹوں اور افترا پردازوں سے سخت انتقام لے گا۔

ان بیانات پر شرف الدین عامل کی دلیل کا بھی اضافہ کریں، وہ کتاب ابو ہریرہ میں لکھتے ہیں:

”ہم اصحاب رس، فرعون اور ابو جہل وغیرہ سے بیزاری کا اظہار کیوں کرتے ہیں اور ان پر لعنت کیوں بھیجتے ہیں؟ کیا اس لئے نہیں کہ انہوں نے حکم خدا کی تبلیغ کرنے والے انبیائے کرام کو آزار و اذیت پہنچائی۔ لہذا ہم انہیں اعمال و افعال کو انبیائے کرام سے کیسے منسوب کر سکتے ہیں؟ کبھی نہیں، یہ تو خداوند عالم پر کھلا بہتان ہے۔ پھر یہ کہ ہمیں معلوم ہے کہ روز قیامت تک کی تمام مخلوقات کی قدرت ملک الموت کی قدرت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اگر ایسا ہے تو جناب موسیٰ انہیں طمانچہ کیسے مار سکتے ہیں؟ خود ملک الموت نے اپنا دفاع کیوں نہیں کیا؟ جب وہ خدا کی جانب سے قبض روح پر مامور تھے تو انہوں نے جناب موسیٰ کی روح کیوں نہیں قبض کی؟ اصولی طور پر ملک الموت صاحب چشم ہی کہاں تھے کہ وہ اندھے ہوتے۔ یہ نہ بھولنے کہ کہ ملک الموت کے تضحیح حق اور موسیٰ کے توسط سے طمانچہ کھانے کے واقعہ کو تورات کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے، خداوند عالم فرماتا ہے: ”اور ہم نے تورات میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔“ (۱)

یہ تمام باتیں امام احمد بن حنبل کی کرامتوں میں دیکھی جاسکتی ہیں، اس کے اور بھی نمونے مذکور ہیں۔ ایک عاقل انسان کے سامنے ان باتوں کو بیان کیا جائے تو کس حد تک انہیں قبول کرے گا؟ ہاں! جاہل، گنوار کی بات ہی کچھ اور ہے۔ یہ صرف احمد کے بچے اور بی بی خواہ ہیں جو ان بیہودہ باتوں کو پیش کرتے ہیں اور انہیں قبول بھی کر لیتے ہیں۔ افسوس تو اس وقت ہوتا ہے جب ہم عقل و منطق میں آنے والی ان سے

بھی کتر کراتوں کو اپنے معصوم اماموں اور اہل بیت رسول سے منسوب کرتے ہیں تو لوگ چیخنے چلانے لگتے ہیں، بے تابی ساتویں آسمان پر نظر آتی ہے اور ہر طرف تنقید کا بازار گرم ہو جاتا ہے کہ حیرت انگیز، یہ معقول نہیں، حدیث جھوٹی ہے، یہ شیعوں کی افترا پردازی ہے اور رافضیوں کا دعویٰ۔ وہ کہتے ہیں: اگر اس کی سند صحیح بھی ہو تب بھی اسے قبول نہیں کیا جاسکتا، دل میں چین سی محسوس ہوتی ہے، یہ درست نہیں۔۔۔

۳۳۔ امام مالک ہر رات رسول کی زیارت کرتے ہیں:

حریغیش ”الروض الفائق“ میں شی بن سعید قصیر کا قول نقل کرتے ہیں:

میں نے امام مالک سے سنا: میں نے ہر رات خواب میں رسول خدا کی زیادت کی ہے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: کیا جس دعویٰ کی صرف امام مالک نے خود ہی خبر دی ہے، اسے جھوٹا خیال کریں گے یا اس سعید کو جھوٹا کہیں گے جس کا نام قصیر اور حقیر ہے؟! یا اس کو اس کو نقل کرنے کے سلسلے میں حریغیش سے باز پرس کی جائے گی؟!

منکر و تکبر کے ساتھ امام احمد بن حنبل کی طرح منکر و تکبر کے ساتھ امام مالک کا بھی ایک واقعہ ہے جو واقعہ احمد سے قطعی کم نہیں ہے: شعرانی ”المیزان“ میں لکھتے ہیں: جب شیخ ناصر الدین لقمانی کی وفات ہوئی تو ایک نیک انسان نے انہیں عالم خواب میں دیکھ کر کہا: خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: جب دو فرشتوں نے سوال کرنے کے لئے مجھے میں بیٹھایا تو امام مالک ان کے پاس آ کر بولے: تم لوگ ایسی عظیم شخصیت کے حامل انسان سے اس کے ایمان کے بارے میں سوال کیسے کر سکتے ہو؟ اس سے دور ہو جاؤ۔ اسی وقت وہ دونوں فرشتے وہاں سے چلے گئے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: کون سا معبران خوابوں کی تعبیر بیان کر سکتا ہے؟! ہر معبر جانتا ہے کہ یہ سب باطل خواب ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں! ہاں! جو لوگ جھوٹے فضائل کی جمع و ترتیب میں مصروف ہیں

انہوں نے ان خوابوں کو صحیح سمجھتے ہوئے غلو آمیز فضائل میں ان سے مدد لی ہے۔ گویا ان کے خیال میں ان دونوں فرشتوں کو معلوم نہیں تھا کہ کس سے اس کے ایمان کے بارے میں سوال کرنا چاہئے، خدا کی اجازت کے بغیر اپنی طرف سے سوال کیا۔ اس کم عقلی پر خدا ہی کی پناہ چاہتا ہوں۔

۴۵۔ خدا کے لئے ریش تراشی

حافظ ابو نعیم ”حلیۃ الاولیاء“ میں ابونصر سے نقل کرتے ہیں:

میں نے احمد بن محمد نہادندی سے یہ سنا: شبلی (۱) کا غالب نامی بیٹا فوت ہوا، اس کی ماں نے غم کی وجہ سے اپنے بال چھلوا دیئے، شبلی کی ڈاڑھی طویل تھی، انہوں نے بھی حکم دیا کہ ان کی ڈاڑھی چھیل دی جائے۔ جب ان سے سوال کیا گیا: استاد! آپ نے اپنی ڈاڑھی کیوں چھلوا دی؟ جواب میں کہا: جزت ہذہ شعرھا علی مفقود فکیف لا احلق لھیتی انا علی موجود ”اس عورت نے اپنے بیٹے کی وجہ سے اپنے بال چھلوا دیئے ہیں، میں اپنی ڈاڑھی اس خدا کے لئے کیوں نہ چھلواؤں جو ہمیشہ موجود ہے۔“ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: شاباش ہے ایسے فقیہ پر جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے، مرجبا ایسے اولیاء پر جو اپنے آپ کو پاگل پن کی حد تک پہنچا کر دین اسلام کے احکام سے بھی واقف نہیں ہیں، ابو نعیم جیسے افراد کو سلام جنہوں نے اپنے بزرگوں کے لئے ایسی کرامتوں اور روایات کو جمع کر کے اسے لکھ مارا ہے۔ مالکی مذہب کا یہ برجستہ فقیہ اپنے مذہب کے امام ”مالک“ کے فتویٰ سے کیسے بے خبر ہے جنہوں نے ڈاڑھی چھیلنے کو حرام قرار دیا ہے، حالانکہ مالک کی طرح اس حکم کو تمام مذاہب نے قبول کیا ہے؟! کیا جس نے بیس سال تک حدیث کی تعلیم دی ہے، اس نے رسول خدا کی ان احادیث کو نہیں دیکھا جو آنحضرت سے ڈاڑھی چھیلنے کی حرمت کے سلسلے میں مروی ہیں؟! جیسے یہ احادیث:

۱۔ ابوبکر دلف بن محمد، فقیہ، عالم اور محدث تھے ۳۳۲ھ یا ۳۳۵ھ میں فوت ہوئے۔

۱۔ ابن عمر سے مرفوع حدیث مروی ہے: اعفوا اللحی واحفوا الشوارب خالفوا المشرکین ”مشرکوں کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی ڈاڑھیوں کو طویل اور مونچھوں کو چھوٹی رکھو“۔ (۱)
 ۲۔ ابن عمر کہتے ہیں: ان رسول اللہ امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحی ”رسول خداؐ اپنی مونچھوں کو چھوٹی اور ڈاڑھیوں کو بڑی رکھنے کا حکم فرماتے تھے“۔ (۲)

۳۔ مجوس کے متعلق عمر کی حدیث ہے: انہم یوفرون سبالمہم و یحلقون لحام فخالقوہم ”وہ اپنی مونچھیں بڑی رکھتے ہیں اور اپنی ڈاڑھی چھیل دیتے ہیں، لہذا تم لوگ ان کی مخالفت کرو“۔ (۳)
 ۴۔ عمر بن شعیب نے اپنے والد اور اپنے دادا سے نقل کیا ہے: ان النبی کان یاخذ من لحیتہ من عرضہا و طولہا ”رسول خداؐ اپنی ڈاڑھی چھوڑ دیا کرتے تھے اور صرف اس کے طول و عرض کو چھوٹا کیا کرتے تھے“۔ (۴)

شبلی کے ہم کیشوں پر یہ کیسے مٹھی رہ گیا: ڈاڑھی چھیلنا ایک طرح سے خداوند عالم کی خلقت میں دستری پیدا کرنا ہے، جس کی آیہ مبارکہ ﴿لَمَّا مَسَرَّنٰہُمْ فَلَا یَغۡوَرُوۡنَ خَلَقَ اللّٰهُ﴾ (شیطان نے کہا: میں ان کو حکم دوں گا کہ خداوند عالم کی خلقت میں تبدیلی کریں)۔ میں ممانعت کی گئی ہے۔ اسی آیہ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے اہل سنت کے بعض علماء نے مبالغہ آرائی کرتے ہوئے ڈاڑھی اور مونچھ چھیلنے کو عورتوں کے لئے بھی حرام قرار دیا ہے۔ (۵)

قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”ڈاڑھی، مونچھ اور زیر لب بال اگر عورتوں کے چہرے پر آگ آئیں تو ان کا چھیلنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ فعل خلقت خداوندی میں تبدیلی لانے کے مترادف ہے“۔ (۶)

۱۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۳ (ج ۱ ص ۲۸۲ ح ۲۵۹)؛ السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶ (ج ۱ ص ۶۶ ح ۱۳)

۲۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۳ (ج ۱ ص ۲۸۲ ح ۲۵۹)؛ سنن ترمذی ج ۱ ص ۲۲۱ (ج ۱ ص ۸۸ ح ۶۴)

۳۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج ۱ ص ۲۸۹ ح ۵۴۷۶)؛ کتاب المغنی عن حمل الاسرار (ج ۱ ص ۱۲۹)

۴۔ صحیح ترمذی ج ۱ ص ۲۲۰ (ج ۱ ص ۸۷ ح ۶۴)

۵۔ فتح الباری، طبری (ج ۱ ص ۳۱۰) ۶۔ الجامع لاحکام القرآن ص ۳۹۳ (ج ۵ ص ۲۵۲)

شبلی پر ابن حزم ظاہری کی بات کیسے پوشیدہ رہ گئی جس نے ”مراتب اجماع“ (۱) میں لکھا ہے کہ سب کا اتفاق ہے کہ ڈاڑھی چھیلنا، مثلاً کرنے کے مترادف ہے، خاص طور سے خلیفہ اور فاضل و دانشور کے لئے جائز نہیں ہے اور جو لوگ اپنی ڈاڑھی چھیلتے ہیں ان کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ (۲)

اس مسئلہ میں استاد محفوظ نے اپنی کتاب ”الابداع فی مضارر الابتداع“ (۳) میں مذاہب اربعہ کے نظریات کو جمع کیا ہے، جو سب سے زیادہ کامل ہے، وہ لکھتے ہیں:

”عہد حاضر میں لوگوں کی قبیح ترین عادت ”ڈاڑھی چھیلنا اور مونچھیں بڑھانا“ ہے، یہ بدعت غیروں کی ہم نشینی اور ان کے یہاں رفت و آمد کرنے سے ہوئی ہے، جس کی وجہ سے لوگوں نے دین کی زیبائش کو قبیح بنا لیا ہے اور اپنے رسول کی سنت کو بدل دیا ہے...

حالانکہ مذہب اربعہ ڈاڑھی بڑھانے کو واجب اور اسے چھیلنے کو حرام قرار دیتے ہیں:

۱۔ مذہب حنفیہ: الخمار کے مولف لکھتے ہیں:

ڈاڑھی چھیلنا لوگوں پر حرام ہے، کتاب نہایت میں واضح طور سے موجود ہے کہ ڈاڑھی اتنی بڑی ہونی چاہئے کہ انسان کی مٹھی میں آجائے، عورت نما مردوں اور مغربیوں کی طرح ایک مٹھی سے کم ڈاڑھی چھوٹی کرنا حرام ہے اور تمام ڈاڑھی کو چھیلنا ایسا فعل ہے جسے یہودی اور مجوسی انجام دیتے ہیں۔

۲۔ مذہب مالکی: پوری ڈاڑھی چھیلنا یا اتنی کم کرنا کہ مثلاً کا گمان ہونے لگے، حرام ہے، لیکن اتنا کم کیا جائے کہ اسے مثلاً نہ کہا جاسکے تو وہ پہلے کے مخالف یا پھر مکروہ ہے، یہ فتویٰ شرح رسالہ ابو حسن اور حاشیہ علامہ عدوی سے اخذ کیا گیا ہے۔

۳۔ مذہب شافعی: مولف شرح العباب لکھتے ہیں: فائدہ: دو شیخ کہتے ہیں: ڈاڑھی چھیلنا مکروہ ہے، ابن رعبہ نے اس پر اعتراض کیا ہے، کیونکہ شافعی نے کتاب الام میں اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے۔ اذری کہتے ہیں: صحیح ترین نظریہ یہ ہے کہ سب کے بغیر پوری ڈاڑھی چھیلنا حرام ہے۔

۴۔ مذہب جنابی: جنابیوں نے اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے، بعض تو واضح طور پر کہتے ہیں کہ قابل اعتماد نظریہ یہ ہے کہ ڈاڑھی چھیلنا حرام ہے۔ ان میں سے بعض ”مؤلف انصاف“ نے حرمت کی تصریح کے ساتھ ساتھ اس کے برخلاف کسی نظریہ کی نشاندہی نہیں کی ہے، شرح المنتہی، شرح منظومہ آداب اور دوسری تمام کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے یہی نظریہ سمجھ میں آتا ہے۔

گذشتہ باتوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ دین خدا اور شریعت مقدس نے ڈاڑھی چھیلنے کو حرام قرار دیا ہے جو اسے انجام دے وہ گمراہ، جاہل، گناہگار اور رسول خدا کی سیرت سے بے خبر ہے۔“

جی ہاں! شبلی جس نے اپنی ڈاڑھی چھیلی، وہ حافظ جس نے اس فعل کی تجبید کرتے ہوئے اسے خدا کی محبت میں سمجھا اور وہ دوسرے افراد جنہوں نے ابو بکر صدیق کی ڈاڑھی کے بارے میں اقوال جمع کئے ہیں، انہیں ڈاڑھی کی نہیں بلکہ عقل و خرد کی ضرورت ہے، جیسا کہ سعانی نے انساب میں مطین (۱) بن احمد کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رايت النبی فی المنام فقلت له: یا نبی اللہ اشتہی لحیة کبیرة فقال لحیتک جیدة وانت محتاج الی عقل نام ”میں نے رسول خدا کو خواب میں دیکھ کر ان سے عرض کی: یا رسول اللہ! میں بڑی ڈاڑھی رکھنا چاہتا ہوں؛ رسول خدا نے اس سے فرمایا: تیری ڈاڑھی ٹھیک ہے، تجھے عقل کامل کی ضرورت ہے۔“ (۲)

۳۶۔ خداوند عالم نے ابو حامد غزالی سے گفتگو کی

مفتاح السعادة کے مؤلف لکھتے ہیں:

”ابو حامد غزالی اپنی بعض تحریروں میں لکھتے ہیں: ابتدائے زندگی میں مجھے عرفانی حالتوں اور نیک اور عارف انسانوں کی کرامتوں پر یقین نہیں تھا؛ یہاں تک میرے اوپر ایک حالت طاری ہوئی، میں نے خداوند عالم کو خواب میں دیکھا، مجھ سے فرمایا: اے ابو حامد! میں نے کہا: کیا شیطان مجھ سے جو گفتگو ہے؟

کہا: نہیں، میں خدا ہوں تمام جہتوں (چھ سمتوں) سے آگاہ ہوں، پھر فرمایا: اے ابو حامد! اپنے باطل خیالات سے دست بردار ہو کر ان افراد کے پاس جاؤ جو زمین پر میری توجہات کے مرکز ہیں، یہ وہ افراد ہیں جنہوں نے میری محبت کی راہ میں دونوں دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔ میں نے کہا: تجھے تیری عزت کی قسم! ان کے خلاف میری بدگمانی کو برطرف کر۔ خدا نے فرمایا: تمہاری حاجت پوری ہوئی، ان سے دوری کا سبب، تمہاری دنیا دوستی ہے، لہذا اپنے اختیار سے دنیا کو چھوڑ دو قبل اس کے کہ اپنی ناتوانی سے مجبور ہو کر اسے چھوڑو، میں قدسی نوروں میں سے ایک نور تمہارے وجود میں ڈال رہا ہوں، لہذا اٹھو اور کہو۔ ابو حامد کا بیان ہے: میں خواب سے بیدار ہوا، اس وقت میرے پورے وجود پر خوشحالی و مسرت مسلط تھی، اپنے استاد شیخ یوسف نساج کے پاس آ کر پورا خواب بیان کیا: وہ مسکرا کر بولے: اے ابو حامد! ابتداء میں ہم سب کی یہی فکر تھی بعد میں ہم نے اسے ختم کیا۔ ہاں! اگر تم میرے پاس آؤ گے تو علم و آگاہی اور چشم بصیرت سے تمہیں اتنی روشنی عطا کروں گا کہ عرش اور اس میں موجود لوگوں کو دیکھ سکتے ہو، پھر تم اس مرتبہ پر فائز ہو جاؤ گے کہ ان باتوں کا مشاہدہ کرو گے جن کا آنکھیں مشاہدہ نہیں کرتیں، تمہارا باطن پاک ہو کر اتنا بلند ہو جائے گا کہ موسیٰ کے مانند خدا کی آواز سنو گے: ﴿اِنَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ”میں عالمین کا پروردگار، خدا ہوں“۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ مفرد انسان آپ کو سلام کہہ رہا ہے! اے کاش! میں جان پاتا کہ کیا شیطان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمہارا خدا ہوں اور ہر جہت سے آگاہ ہوں؟! چنانچہ عہد قدیم میں بھی جن لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا وہ بھی ایسا کہتے تھے؟! لہذا غزالی کیسے صرف دعوے کی وجہ سے اس کی آواز لگانے والے کو خدا سمجھ بیٹھا؟! وہ مطمئن کیسے ہو گیا کہ وہ شیطان کی آواز نہیں ہوگی!؟

اگر اسے اپنے خواب کی صداقت کا یقین تھا اور یہ گمان تھا کہ خداوند عالم نے اس سے گفتگو کی ہے تو پھر خداوند عالم کے قول ”اپنے باطل خیالات سے دست بردار ہو جاؤ“ کے بعد بھی ان خیالات پر ثابت قدم کیوں رہا اور اسے چھوڑا کیوں نہیں؟! اے کاش! اس کے جعل ساز استاد ”نساج“ کے دوا

خانے میں ایک دوسری دوا ہوتی جو غزالی کی آنکھ اور اس کے دل کو بھی روش کرتی ہوئی علم و آگاہی سے بہرہ مند کرتی تاکہ وہ عظیم گناہوں کی تجویز نہ کر کے اس کا اعتراف نہ کرتا؟! جس طرح اس نے اپنی کتاب ”احیاء“ میں دین اسلام کے برخلاف حمام کے چور (۱) اور اس جیسے دوسرے واقعات کو صحیح سمجھا ہے۔ نیز لعین بن لعین (۲) اور ایسے ہی دوسرے نمونوں کے سلسلے میں اپنی بکواس پیش کرنے سے پرہیز کرتا جو سب کے سب باطل ہیں۔

سناج کی دوا میں کئی صلاحیت تھی کہ جب غزالی کی آنکھوں میں پہنچی تو اس نے عرش اور اس پر رہنے والوں کو دیکھنے کے بعد ان چیزوں کو دیکھا جنہیں دیکھنے سے دوسرے افراد قاصر ہیں اور موسیٰ کی طرح خداوند عالم کا یہ کلام ﴿انا اللہ رب العالمین﴾ سنا۔ (۳)

آخر میں میں یہ نہیں سمجھ پایا کہ کلام خدا کو سننے والے موسیٰ کے پاس غزالی کی طرح عرش اور اس پر رہنے والے لوگوں کو دیکھنے کی صلاحیت تھی یا نہیں؟! شاید یہ بکواس کرنے والا خود کو اس موسیٰ سے افضل سمجھتا ہے جو اولوالعزم نبی تھے اور خداوند عالم نے ان کو خطاب کر کے فرمایا تھا: ﴿لئن ترانی یا موسیٰ﴾ ”اے موسیٰ! تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے“۔ (۴) یہ راستے سے بھٹکا ہوا اور جمل ساز مجاہد بھی ایسا ہی (موسیٰ کی طرح) ہونا چاہئے (نہ یہ کہ وہ خدا کو دیکھ سکے اور اس کی آواز سن سکے)۔

۴۔ غزالی کی کتاب ”احیاء العلوم“

سکے نے اپنی کتاب ”طبقات“ میں لکھا ہے:

”ہمارے عہد میں، مصر میں ایک شخص تھا جو غزالی کی مذمت اور ان کی عیب جوئی کرتا تھا، پھر اس

۱۔ اسی کتاب کا صفحہ ۱۱۵۰ ملاحظہ کریں

۲۔ اسی کتاب کا صفحہ ۱۱۵۲ ملاحظہ کریں

۳۔ قصص ۳۰۷

۴۔ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ﴿ارباب ۱۳۳﴾

نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا، اس وقت عمر اور ابو بکر آنحضرت کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے اور غزالی بھی ان کے سامنے تشریف فرما تھے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص میری مذمت کرتا ہے۔ رسول خدا نے فرمایا: کوڑا لایا جائے، پھر حکم دیا کہ اس شخص کو غزالی کی مذمت کی وجہ سے کوڑے لگائے جائیں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اس کی پشت پر کوڑے کے نشانات موجود تھے، وہ ہمیشہ گریہ کرتے ہوئے لوگوں سے پورا واقعہ بیان کرتا تھا“۔ (۱)

علامہ مثنیٰ فرماتے ہیں: یہ خواب کتنا اچھا ہے، اگر خواب سچ ہوتے! میں اس کتاب کے مؤلف کو اس سے بلند سمجھتا ہوں کہ وہ احیاء العلوم جیسی ایک کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اسے صحیح سمجھے جس کی مختلف جگہیں شریعت مقدس اسلام کی مخالف ہیں۔

ابن جوزی ”منتظم“ میں لکھتے ہیں:

اس نے قدس میں کتاب احیاء کو لکھنا شروع کیا اور شام میں انجام تک پہنچایا، اس نے یہ کتاب صوفی مذہب کی اساس پر قلمبند کرتے ہوئے فقہ کے قوانین کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے؛ جیسے خود پسندی کو ختم کرنے اور جہاد بالنفس کے متعلق کہتا ہے: ایک شخص اپنے اندر سے خود پسندی کو ختم کرنا چاہتا تھا، اسی لئے وہ حمام میں داخل ہوا اور دوسرے شخص کے لباس کو اپنے لباس کے اندر پہن کر آہستہ سے اس طرح حمام سے نکلا کہ دوسرے اس کی چوری کی طرف متوجہ ہو گئے اور اسے گرفتار کر کے اس کا نام ”حمام کا چور“ رکھ دیا۔ اخلاق کی تعلیم کے لئے شاگردوں سے یہ داستان بیان کرنا قبیح عمل اور انتہائی مذموم ہے اس لئے کہ فقہ اسلام ایسے کاموں کی مذمت کرتا ہے، چنانچہ اگر حمام میں محافظ ہوں اور کوئی شخص چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے۔ اس کے علاوہ ایسی باتیں بیان کرنا مناسب نہیں جو لوگوں کو گناہوں پر درغلائیں۔ اس نے اپنی کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھا ہے: ایک شخص نے گوشت خریدا، لیکن گھر تک لے جانے میں خجالت محسوس ہوئی، اسی لئے اس نے گوشت کو اپنی گردن پر لٹکا کر لوگوں کے درمیان راستہ طے کرنے لگا کہ یہ کام تو انتہائی قبیح اور مذموم ہے۔ ایسے واقعات بہت زیادہ ہیں جن کو بیان کرنے

کی چنداں ضرورت نہیں، میں نے اس کتاب کی غلطیوں کو جمع کر کے اس کا نام ”اعلام الاحیاء باغلاط الاحیاء“ رکھا ہے، میں نے اس کتاب کی بعض غلطیوں کو اپنی دوسری کتاب ”تلیس ابلیس“ (۱) میں بھی پیش کیا ہے۔ (۲)

ابن جوزی ”تلیس ابلیس“ میں لکھتے ہیں:

”ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ میرے بعض استاد جو ابتداء میں شب بیداری اور عبادت کے لئے کھڑے ہونے میں سستی اور تھکن کا احساس کرتے تھے، وہ پوری رات سر کے بل کھڑے رہتے تھے تاکہ یہ عادت بن جائے اور کھڑے ہونے اور شب بیداری میں آسانی ہو۔

وہ لکھتا ہے: ان میں سے بعض نے روپیہ اور مال دنیا سے اپنے ارتباط کو ختم کرنے کے لئے اپنا پورا مال و متاع بیچ دیا اور اس خوف سے کہ لوگوں پر بخشش کا مظاہرہ کرنے سے عجب اور خود پسندی میں گرفتار نہ ہو جائیں، انہوں نے پورا روپیہ دریا میں بہا دیا۔

وہ لکھتا ہے: ان میں سے بعض بردباری اور حلم کی عادت پیدا کرنے کے لئے ایک شخص کو کرایہ پر لیتے تھے تاکہ لوگوں کے سامنے انہیں برا بھلا کہے۔

وہ کہتا ہے: کچھ دوسرے لوگ شدید ٹھنڈک اور طوفانی ہوا میں دریا میں داخل ہوتے تھے تاکہ موجوں کے درمیان شجاعت و بہادری سیکھ سکیں۔ (۳)

پھر ابن جوزی لکھتے ہیں:

مولف کہتا ہے: ان تمام باتوں سے زیادہ عجیب و غریب یہ ہے کہ ابو حامد ان باتوں کو نقل کر کے ان کا منکر نہیں ہے؟! ہاں! وہ منکر کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اس نے دوسروں کی تعلیم کے لئے یہ واقعات نقل کئے ہیں؟! ابو حامد نے ان واقعات کو نقل کرنے سے قبل لکھا ہے کہ مناسب ہے کہ استاد نئے آنے والے

۱۔ تلیس ابلیس (ص ۳۵۲-۳۶۳)

۲۔ المختصر ج ۹ ص ۱۶۹ (ج ۱۷ ص ۱۲۵ نمبر ۹۹ ص ۳۷)

۳۔ تلیس ابلیس ص ۳۵۲

شاگرد کی حالت ملاحظہ کرے، اگر اس کے پاس ضرورت سے زیادہ پیسہ ہو تو اس سے لے کر راہ خیر میں استعمال کرے تاکہ اس کا نفس پرسکون ہو جائے اور مال دنیا شاگرد کی توجہات کو جلب نہ کرے، اگر اس پر خود پسندی مسلط ہو تو اس کو حکم دے کہ بازار میں جا کر گدائی اور فقیری کرے اور لوگوں سے کمک کا مطالبہ کرے، اگر اس پرستی اور کاہلی مسلط ہو تو بیت الخلاء کی نظافت، گندی جگہوں پر جھاڑ دینے اور باورچی خانے کا کام سپرد کر دے۔ اگر وہ زیادہ کھانا کھاتا ہو تو اسے روزہ رکھنے کا حکم دے، اگر وہ مجرد ہے اور روزہ رکھنے سے بھی اس کی شہوت کم نہیں ہو رہی ہے تو اسے حکم دے کہ رات میں صرف پانی سے افطار کرے اور دوسری کوئی چیز نہ کھائے، اور دوسری رات صرف روٹی سے افطار کرے اور پانی نہ پیئے، اسے گوشت کھانے سے روکا جائے۔

اس کے بعد ابن جوزی لکھتے ہیں:

مجھے ابو حامد پر تعجب ہے کہ وہ ایسے افعال کا حکم کیسے دے رہا ہے جو اسلام سے میل نہیں کھاتے؟! پوری رات سر کے بل کیسے کھڑا رہا جاسکتا ہے حالانکہ یہ عمل سرد صورت میں خون سرایت کرنے کا موجب بنتا ہے اور اس سے بیماری ہو جاتی ہے؟! دریا میں اموال بہانا کیسے جائز ہو سکتا ہے حالانکہ رسول خدا مال کو برباد کرنے کی ممانعت فرماتے تھے؟! کیا دشنام طرازی اور مسلمان کی آبروریزی جائز ہے؟! کیا طوفانی ہوا میں دریا میں جانا جائز ہے؟! حالانکہ دریا کی طوفانی ہوا میں مسافر کی گردن سے حج کا وجوب بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ جس شخص کے اندر کام کرنے کی صلاحیت ہے، اس کے لئے فقیری اور دوسروں سے درخواست کیسے مناسب ہو سکتی ہے؟! ابو حامد نے اپنے فقہ و دین کو کتنے سستے میں صوفی گری کے حوالے کر دیا ہے۔

اسی طرح ابن جوزی لکھتے ہیں:

ابو حامد نقل کرتا ہے: ابو تراب نے ایک ٹھنڈی رات میں اپنے مریدوں سے سہ کہا کہ ابو یزید کو ایک مرتبہ دیکھنا، ستر مرتبہ خدا کو دیکھنے سے بہتر ہے۔

ابن جوزی اس کے آگے لکھتے ہیں:

میں اس سے کہتا ہوں: ”وہذا فوق الجنون بدرجات“ یہ بات پاگل پن اور دیوانگی سے بھی بالاتر ہے۔“

یہ تھے اخیاء العلوم کے بارے میں ابن جوزی کے کلمات کے چند نمونے۔ جو اس کتاب کا وقت نظر سے مطالعہ کرے گا وہ اس کتاب کو ابن جوزی کی باتوں سے بھی زیادہ قبیح اور مذموم محسوس کرے گا۔ یہی جاننا کافی ہے کہ وہ گیت، گانے، لہو و لعب اور گیت گانے والی نامحرم عورتوں کی آواز، جنگ کے وسائل سے رقص و سرور کرنے وغیرہ کو حلال سمجھتا ہے، وہ اپنے ذلیل نظریہ کی تقویت اور اثبات کے لئے رسول خدا کی طرف ان تمام قبیح افعال کی نسبت دیتے ہوئے لکھتا ہے:

”یہ تمام چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ جس طرح مضرب (بیانو) کی آواز حرام ہے اس طرح عورت کی آواز حرام نہیں ہے بلکہ صرف اس وقت حرام ہے جب گناہوں میں ملوث ہونے کا خوف ہو۔ لہذا ان قیاسوں اور صریح کلمات کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ گانا، رقص و سرور، تالی بجانا، جنگی وسائل سے کھیلنا اور خوشحالی کے وقت زنگی اور وحشی عورتوں کا ناچ دیکھنا حلال ہے جیسے عید کے دن، شادی بیاہ کے وقت، ولیمہ، عقیقہ، ختنہ اور دوسرے خوشی کے اوقات میں یہ کام انجام دیا جاسکتا ہے اسی طرح دوستوں سے ملاقات کرتے، کسی محفل میں اکٹھا ہوتے، کھانا کھاتے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرتے وقت یہ افعال جائز ہیں، ایسی جگہوں پر گانا سننے کے جواز کا گمان بھی پیدا ہوتا ہے۔“ (۱)

احیاء العلوم کی مصلحتوں اور پارسائی کا دعویٰ کرنے والے اس کے مولف کی جہالت و نادانی پر دلالت کرنے والے امور میں سے لعنت کے متعلق اس کا لچر اور ذلیل نظریہ بھی ہے؛ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

”خلاصہ: لوگوں پر لعنت کرنا خطرے سے خالی نہیں، اس سے پرہیز کرنا چاہئے، مثال کے طور پر شیطان پر لعنت کرنے سے پرہیز کرنے اور خاموش رہنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے، غیر شیطان کی تو بات ہی کچھ اور ہے کہ یقینی طور پر ان پر لعنت بھیجنے سے سے پرہیز کرنا، خطرے سے خالی ہے۔ اگر پوچھا جائے: کیا اس یزید پر لعنت کرنا جس نے حسین کو قتل کیا یا قتل کا حکم صادر کیا، جائز ہے یا نہیں؟ تو میں کہوں گا:

یزید پر لعنت کا جواز ثابت نہیں ہے؛ اس لئے کہ جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ حسین کو یزید نے قتل کیا ہے یا اس نے قتل کا حکم دیا ہے، اس وقت تک یزید کے بارے میں یہ نہیں جاسکتا کہ وہ حسین کا قاتل ہے، اس پر لعنت کرنے کی بات تو دور کی ہے کیونکہ تحقیق و جستجو کے بغیر کسی مسلمان سے گناہ کبیرہ منسوب نہیں کیا جاسکتا۔“ (۱)

پھر وہ مردوں پر لعنت کی ممانعت کے سلسلے میں چند احادیث نقل کر کے لکھتا ہے:

اگر پوچھا جائے: کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ خدا حسین کے قاتل پر لعنت کرے یا اس شخص پر خدا کی لعنت ہو جس نے حسین کے قاتل کو قتل کا حکم دیا؟ تو میں کہوں گا: بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے: اگر حسین کا قاتل توبہ کرنے سے پہلے مر گیا ہے تو اس پر خدا کی لعنت ہو؛ اس لئے اس بات کا احتمال ہے کہ حسین کا قاتل توبہ کے بعد مرا ہو، کیونکہ رسول خداؐ کے چچا حمزہ کے قاتل ”وحشی“ نے کفر کی حالت میں حمزہ کو قتل کیا پھر اس نے اپنے کفر اور حمزہ کے قتل سے توبہ کر لیا؛ اور چونکہ قتل گناہ کبیرہ ہے لیکن کفر کے مرحلے تک نہیں پہنچا ہے اس لئے اس پر لعنت نہیں کرنی چاہئے۔ بنا بریں اگر ہم لوگوں پر ان کی توبہ کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر کلی طور سے لعنت کریں تو دو احتمال کا خطرہ پایا جاتا ہے (اس لئے کہ شاید وہ شخص لعنت کا مستحق نہیں تھا) لیکن اگر خاموش رہیں اور کسی پر لعنت نہ کریں تو کسی بھی خطرے کا احتمال نہیں ہوگا۔“

قارئین کرام! آپ نے احیاء العلوم میں بکھرے ہوئے ان باطل اور احمقانہ خیالات کا مشاہدہ کیا، اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا رسول خداؐ انہیں بہتر شمار کر کے ان کی صحت کی قسم کھا سکتے ہیں؟ (۲) کیا اس شخص نے شیطان لعین اور شیطان صفت ظالم یزید کے حوالے سے جو دفاع پیش کیا ہے وہ رسول خداؐ کی خوشحالی کا موجب بن سکتا ہے حالانکہ اس نے ریحانہ رسول خداؐ کو شہید کر کے آل اللہ اور امت محمدؐ کے بہترین افراد کی آنکھوں کو ابد تک اشک بار کیا ہے!؟

۱۔ احیاء العلوم الدین ج ۳ ص ۱۲۱ (ج ۳ ص ۱۲۰)

۲۔ خواب میں ایک دوسری بکو اس بھی نقل کی گئی ہے کہ رسول خداؐ نے کتاب احیاء العلوم کے تمام صفحات کا مطالعہ کرنے کے بعد کہا:

والله ان هذا شئى حسن ملاحظه ہو: طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱۳۲ ج ۶ ص ۲۵۹-۲۶۰؛ القدر ج ۱ ص ۲۱۰

جو مسلمان فقہ اور اس کی ترتیب سے باخبر ہے، تاریخ اسلام اور پست و ظالم خاندان بنی امیہ کو پہچانتا ہے، گناہگار یزید کے مظالم اور اس کے قبیح افعال واقوال اور جرائم کو جانتا ہے، کیا مناسب ہے کہ ایسا مسلمان اس خاندان کو پاک و منزہ سمجھے؟! کیا اس صوفی، یادہ گو اور دینی معارف سے بے خبر شخص کی طرح یزید پلید کا دفاع کیا جاسکتا ہے!؟

۲۸۔ عبدالقادر ایک رات میں چالیس مرتبہ قہقہہ ہوتا ہے

شعرانی ”الطبقات الکبریٰ“ میں لکھتے ہیں:

”شیخ عبدالقادر کا بیان ہے: میں نے پچیس سالوں تک عراق کے صحراؤں میں ایک دن تہا عبادت کی، نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ کوئی مجھے پہچانتا تھا، کچھ غیب کے افراد اور جن حضرات میرے پاس آتے اور مجھ سے خدا شناسی کے طریقے سیکھتے تھے، عراق میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے حضرت خضر میرے رفیق ہوئے حالانکہ میں ان کو نہیں پہچانتا تھا، انہوں نے مجھ سے مخالفت نہ کرنے کی شرط لگائی، مجھ سے کہا: یہیں بیٹھو۔ چنانچہ ان کی کبھی ہوئی جگہ پر تین سال تک بیٹھا رہا، وہ سال میں ایک مرتبہ میرے پاس آ کر کہتے تھے: جب تک تمہارے پاس نہ آؤں یہاں سے حرکت نہ کرنا۔ ایک سال مدائن کے کھنڈرات میں رہا، اس عرصے میں بہت سی سختیاں برداشت کی اور جہاد بانفس کیا، پانی نہیں پیتا تھا اور تھوڑا سا کچھ کھا لیتا تھا، ایک سال کچھ کھائے بغیر صرف پانی پیتا تھا اور ایک سال نہ کچھ کھایا، نہ کچھ پیا اور نہ ہی ایک لمحہ سویا۔ ایک مرتبہ سردرات میں ایوان کسری میں سویا ہوا تھا کہ قہقہہ ہو گیا، میں نے حوض میں غسل کیا پھر سویا اور قہقہہ ہو گیا، میں نے دوبارہ غسل کیا، اسی طرح چالیس مرتبہ اتفاق ہوا، میں ہر مرتبہ غسل کرتا تھا پھر دوبارہ سونے کے خوف سے محل کی چھت پر چلا گیا۔“ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: غور و فکر اور دقت نظر سے اس عارف شخص کے متعلق مطالعہ کریں جو غیب

کے افراد اور جنوں کا معلم ہے، وہ اس سے خدا تک پہنچنے کے طریقے سیکھتے ہیں اور حضرت خضر اس کے شریک سفر ہیں! ایسے انسان پر حیرت ہے جو ایک سال تک کچھ نہیں کھاتا، دوسرے سال پانی نہیں پیتا اور پھر تیسرے سال نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ ہی کچھ پیتا ہے، اس کے باوجود بھی اس کے بدن کی طاقت کم نہیں ہوتی چنانچہ وہ چالیس مرتبہ قتل ہو جاتا ہے اور خدا میں فانی ایسے شخص کی تلاش میں شیطان آتا ہے! جس زمانے میں وہ بھنے ہوئے مرنے کھاتا تھا (۱) اگر اس زمانے میں ایسا ہوتا تب بھی ناقابل قبول تھا اس لئے کہ یہ بات انسانی طبیعت و فطرت سے بعید ہے کہ وہ ایک رات میں چالیس مرتبہ قتل ہو۔

وہ رات کتنی طویل تھی جس میں وہ چالیس مرتبہ سویا، قتل ہوا، اور ہر بار غسل کرنے کے لئے حوض پر گیا اور پھر واپس آ کر سویا۔

ان تمام کاموں کے بعد بھی رات کا اتنا حصہ باقی تھا کہ وہ سونے کے خوف سے محل کی چھت پر چلا گیا۔ ممکن ہے اگر چالیس مرتبہ قتل ہونے کے بعد بھی سوتا تھا تو چار سو مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ اس حادثے کی تکرار ہوتی اور شیطان رات کے آخری حصے تک اس قدسی صفت انسان کو نہیں چھوڑتا! مرغ کی ہڈیوں کو زندہ کرنا بھی اس سے بڑی کرامت نہیں ہے۔ یہ سب وہ باطل خواب و خیال ہیں جنہیں خائن ہاتھوں نے فضائل میں غلو اور لاف گزائی کے لئے گڑھ کر رکھا ہے۔

۴۹۔ رسول خدا عبد القادر کے دوش پر سوار ہوئے

شیخ سید عبد القادر گیلانی کا بیان ہے:

۱۔ ایک جوان شیخ عبد القادر کے پاس ریاضت اور جہاد بانس کا درس لیتا تھا، وہ جو کی روٹی کھاتا تھا جس کی وجہ سے لاغر اور نحیف ہو گیا تھا۔ ایک دن اس جوان کی ماں شیخ عبد القادر کے پاس آئی، دیکھا کہ بھونے ہوئے مرنے لگا رہا ہے۔ کہا: تم مرغ کا گوشت کھا رہے ہو اور میرا بیٹا جو کی روٹی؟ شیخ نے اپنا ہاتھ اس مرغ کی ہڈیوں پر رکھ کر کہا: اٹھ جا۔ (وہ خداوند عالم کے اذن سے پوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرتا ہے) اچانک مرغ نے اٹھ کر بولنا شروع کر دیا۔ شیخ نے کہا: جب تمہارا بیٹا اس مقام تک پہنچ جائے تو پھر وہ جو چاہے کھائے۔ ملاحظہ ہو: الفدیرج ۱۱ ص ۲۲۰

”جب شب مرصاد، میرے جد رسول خدا معراج پر گئے اور سدرة المنتہی پر پہنچے تو جبرئیل امین وہیں ٹھہر کر بولے: اے محمد! اگر مٹھی کے برابر بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا۔ پس خداوند متعال نے میری روح کو اشرف مخلوقات سے استفادہ کرنے کے لئے وہاں بھیجا، میں بھی وہاں پہنچ کر خلافت کبریٰ، وراثت اور عظیم نعمت سے بہرہ مند ہوا، وہاں میں براق کی طرح ہو گیا تھا، میرے جد رسول خدا میری پشت پر سوار ہوئے اور میری لگام پکڑ کر مقام قاب قوسین تک پہنچے اور مجھ سے فرمایا: اے میرے لال، میرے نور نظر! میرا پیر تمہاری گردن پر ہے اور تمہارا پیر تمام اولیائے الہی کی گردن پر ہے۔“ (۱)

۵۰۔ شیخ عبدالقادر کی وفات

”بیان کیا جاتا ہے کہ جب شیخ عبدالقادر گیلانی کا آخری وقت نزدیک آیا تو عزرائیل غروب کے وقت، خدا کی طرف سے مہر لگا ہوا ایک خط لائے اور ان کے بیٹے شیخ عبدالوہاب کو دیا، اس خط کی پشت پر یہ لکھا ہوا تھا: یہ ایک محبت کی طرف سے ایک محبوب کے لئے خط ہے۔“ حالانکہ شیخ نے مرنے سے سات دن پہلے ہی اپنی موت کی اطلاع دے دی تھی، وہ اسی لئے خوش تھے اور اپنے چاہنے والوں اور مریدوں کے لئے طلب مغفرت کرتے ہوئے یہ عہد کیا تھا کہ قیامت کے دن ان سب کی شفاعت کریں گے، انہوں نے جیسے ہی سجدہ کیا، یہ آواز آئی: ﴿هِيَ أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، اِزْجِعِي إِلَيَّ رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً﴾ ”اے نفس مطمئن! اپنے رب کی طرف پلٹ آ اس عالم میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔“ (۲) ان کی موت پر عالم ناسوت (دنیا) سے گریہ وزاری کی آواز بلند ہوئی اور عالم ملکوت ان کی ملاقات سے خوشحال ہو گیا۔“ (۳)

یہ خیال بانی کے وہ نمونے ہیں جنہیں غلو پردازوں نے شیخ عبدالقادر گیلانی کی تعریف و توصیف میں پیش کئے ہیں، اگر ہم ایسی کرامتوں بلکہ یہ کہا جائے کہ ایسے خرافات جنہیں شیخ کی مدح میں نقل

۱۔ تفریح القاطن فی ترجمہ عبدالقادر ص ۱۲۵، مطبع مصر، مطبعہ عیسیٰ البابی الخلیفہ دہلی، دہلی ۱۳۹۰ھ

۲۔ تفریح القاطن ص ۳۸

۳۔ فجر ۲۷-۲۸

کیا گیا ہے، ایسے مطالب جو عقل و خرد اور منطق سے بہت دور اور اسلام کی مقدس شریعت کے قطعی برخلاف ہیں، جن کی نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی براہین ہی ان کی تصدیق کر رہے ہیں، تو بے شک ایک ضخیم دائرۃ المعارف تیار ہو جائے گا جو ایک اعتبار سے معملہ خیز اور دوسرے اعتبار باعث گریہ ہوگا۔

۵۱۔ اسماعیل حضرمی کے لئے سورج کا فریب

اس سے قبل (۱) اسماعیل حضرمی کے لئے سورج کے توقف کا واقعہ پیش کیا گیا کہ ایک دن سفر کے دوران اس نے اپنے نوکر سے کہا: سورج سے کہو کہ جب تک ہم گھر نہ پہنچیں وہ حرکت نہ کرے؛ اور سورج بھی ان کے گھر پہنچنے تک ٹھہرا رہا۔ پھر اس نے اپنے نوکر سے کہا: کیا اس قیدی (سورج) کو آزاد نہیں کرو گے؟ اور نوکر نے سورج کو حکم دیا کہ وہ ڈوب جائے، چنانچہ وہ ڈوب گیا اور آسمان تاریک ہو گیا۔ (۲) شاید جو دین خواہشات نفس کی اساس پر عالم وجود میں آیا ہو وہ ایسے بیہودہ اور بے شکے کلمات کو زبان پر لانے کی اجازت دے دے؛ میں ذکر فضائل میں غلو اور لاف گزائی سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

۵۲۔ دلاوی ایک بچے کو دودھ پلاتا ہے

یافعی ”مرآة البھان“ میں لکھتے ہیں:

”سید ابو محمد عبداللہ دلاوی (متوفی ۱۷۷۷ھ) کے پاس ایک بچہ تھا جس کی ماں نے اسے گم کر دیا تھا

اور وہ بچہ رو رہا تھا، چنانچہ اس کا سینہ دودھ سے بھر گیا، اس نے بچے کو دودھ پلایا تو وہ چپ ہوا۔“ (۳) میں نہیں جانتا، جو تاریخی کتابیں ایسے معملہ خیز واقعات سے بھری ہوں ان کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے

۱۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا صفحہ ۳۲۰

۲۔ سبکی نے یہ روایت طبقات ج ۵ ص ۵۱ پر نقل کی ہے نیز یافعی نے بھی مرآت ج ۳ ص ۱۷۸؛ اور ابن عمار نے شذرات ج ۵ ص

۳۶۲ (ج ۵ ص ۶۳۱ حوادث ۶۷۸)؛ ابن حجر نے الفتاویٰ الحدیثہ (ص ۳۱۶) پر نقل کی ہے۔

۳۔ مرآة البھان ج ۳ ص ۲۶۵

کہ علمی اعتبار سے ان سے استناد کرتے ہوئے قابل اعتماد قرار دیا جائے!؟

۵۳۔ شیخ ایک گائے کھا لیتا ہے

سنادی اپنی کتاب ”طبقات“ میں ابراہیم بن عبد ربہ (متوفی ۸۷۸ھ) کی زندگی کے ذیل میں لکھتے ہیں: ”انہوں نے شیخ محمد عمری اور شیخ مدین سے درس لیا ہے... ایک جشن ساگرہ کے موقع پر شیخ مدین کے گھر آئے اور جشن کا پورا کھانا کیلے کھا گئے، دوسری مرتبہ بھی ایک گائے کا پورا گوشت چٹ کر گئے اس کے بعد ایک سال تک کچھ بھی نہ کھایا۔ ان کی ایک کرامت کو شیخ امین الدین امام جماعت جامع مسجد عمری نے نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے پوچھا: آپ کی موت کے بعد اپنے اہم سوالات اور ضرورتیں کس سے پوری کریں؟ کہا: اسی سے پوچھنا جس کے بھائیوں اور اس کے درمیان چند بالشت زمین کا فاصلہ ہو جائے، میں وہیں سے تمام سوالات کا جواب دوں گا۔ ایک دن شیخ کی بیٹی مریض ہوئی، اس کے شفا کے لئے خربوزے کی ضرورت پیش آئی لیکن نہیں مل پایا، شیخ اپنے استاد کی قبر کے پاس آئے اور کہا: آج اپنا وعدہ وفا کریں! چنانچہ رات کے وقت جب وہ اپنے گھر آئے تو وہاں ایک خربوزہ پڑا ہوا پایا، انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آیا ہے۔“ (۱)

علامہ یعنی فرماتے ہیں:

وصاحب لی بطنہ کالہاویۃ کان فی احشاءہ معاویۃ
 ”میرا ایک دوست ہے جس کا پیٹ جہنم کے کنویں کی طرح ہے، ایسا لگتا ہے جیسے اس کے وجود میں معاویہ موجود ہے۔“

مجھے تین ناممکن اور محال چیزوں پر حیرت ہے: شیخ ایک مسلم گائے چٹ کر گیا، ایک سال بھوکا رہا اور کچھ نہیں کھایا نیز موت کے بعد مٹی کے نیچے سے اس نے خربوزہ عطا کیا۔ شاید اس کے اور معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان کوئی قریبی رشتہ داری ہوگی اور اس نے پوری گائے کھاتے وقت پر خوری کے مرض کو معاویہ سے وراثت میں حاصل کیا ہوگا۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ ایک سال تک بھوک برداشت کرنے کا ملکہ کس سے

وراثت میں حاصل کیا، اس لئے کہ نہ معاویہ اور نہ ہی کسی اور انسان میں اس کی طاقت ہے، اگر وہ دس گائے بھی کھالے پھر بھی ایک مخصوص مدت کے بعد بھوک اس کا تیا پانچہ کر دے گی۔ شاید آپ یہ کہیں: اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے بارے میں دو دعائیں مستجاب ہو گئی ہوں گی: ایک مسلم گائے کھانے کی جو اس کے فائدے میں ہے، دوسرے ایک سال تک بھوکا رہنے کی جو اس کے نقصان میں ہے۔ پہلی کرامت میں ایک مسلم گائے کھالیا اور دوسری کرامت میں صبر کا مظاہرہ کیا اور ایک سال تک بھوک برداشت کی۔ لیکن خربوزہ کے واقعہ کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی بالکل اسی طرح جیسے یہ تمام واقعات قطعی من گھڑت اور بے اساس ہیں۔

۵۴۔ سیوطی نے عالم بیداری میں رسول کو دیکھا

ابن عماد "شذرات الذہب" میں لکھتے ہیں:

شیخ عبدالقادر شاذلی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جلال الدین سوطی کا بیان ہے: میں نے رسول خدا کو عالم بیداری میں دیکھا: انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے شیخ! کچھ کہو۔ میں نے ان سے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں جنت میں رہنے والوں میں سے ہوں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: کیا عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔ (۱)

شیخ عبدالقادر کا بیان ہے: میں نے سیوطی سے پوچھا: آپ نے عالم بیداری میں کتنی مرتبہ رسول خدا سے ملاقات کی؟ کہا: ستر سے زائد مرتبہ۔

علامہ ابنی فرماتے ہیں: یہ مشکل اس وقت تک حل نہیں ہو سکتی جب تک سیوطی کی طرح ایک دوسرے شخص سے اس دعویٰ کے بارے میں سوال کیا جائے جس نے رسول خدا کو عالم بیداری میں دیکھا ہو تاکہ وہ بتا سکے کہ سیوطی نے ستر سے زائد مرتبہ رسول خدا سے جھوٹی بات منسوب کی ہے یا اس شخص سے سیوطی کی منزلت کے بارے میں پوچھا جائے جو جنت میں ناز و نعم میں زندگی بسر کر رہا ہوتا کہ وہ بھی کہہ سکے کہ میں نے اسے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

اگر ان دونوں طریقوں سے سیوطی کا دعویٰ ثابت نہ ہو سکے تو ہم اس واقعہ کو عقل سلیم کے حوالے کرتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی عقل سلیم اس واقعہ کو نہیں مانے گی۔
یہ بیداری میں رسول خدا کو دیکھنے کا دعویٰ ہے، عالم خواب میں تو انہوں نے ہزاروں بار رسول خدا کو دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ (۱)

۵۵۔ سیوطی اور طی الارض

شیخ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کا نوکر ”محمد بن علی حباک“ کہتا ہے:

میں ایک دن نماز ظہر کے بعد مصر کے قبرستان میں شیخ عبداللہ جیوشی کی قبر کے پاس تھا کہ شیخ نے مجھ سے کہا: کیا اپنی نماز عصر مکہ میں پڑھنا چاہتے ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ اس راز کو میری موت تک فاش نہ کرو گے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: اپنی آنکھیں بند کرو۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کیں، انہوں نے ستائیس قدم راستہ چلانے کے بعد کہا: اپنی آنکھیں کھولو۔ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ ہم مکہ میں باب المعلاۃ میں ہیں.....

ہم نے یہ واقعہ اور اس کے اور بھی نمونے اس سے قبل پیش کئے ہیں (۲) اور وہیں پر تفصیل سے ان کے بارے میں گفتگو کی ہے۔

کرامات و عجائب

النور السافر کے مولف لکھتے ہیں:

”شیخ علوی بن شیخ محمد بن علی، اپنے والد کی طرح خداوند عالم کی عظیم نشانیوں میں سے ایک تھا (من آیات اللہ الکبریٰ)؛ اس کے فضائل و مناقب یہ ہیں: اچھے اور برے انسانوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا کرتا تھا، خدا کے اذن سے مردے کو زندہ کرتا تھا، زندہ افراد کو موت دے دیتا تھا، خدا کے اذن سے اشیاء

پر تصرف کرتا تھا، ان کے علاوہ دوسری عظیم کرامتوں کا بھی حامل تھا جو دوسروں کے پاس نہیں تھیں۔ (۱) یہ تھے خرافاتی حکایتوں، جموٹے افسانوں اور بے نکی کرامتوں کے چند نمونے۔ (۲) جنہیں ہم نے مندرجہ ذیل کتابوں میں موجود ہزاروں واقعات میں سے انتخاب کیا ہے: ابو نعیم کی حلیۃ الاولیاء؛ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد؛ ابن جوزی کی صفۃ الصفوہ، المنتظم اور مناقب احمد بن حنبل؛ ابن عساکر کی تاریخ شام؛ تاریخ ابن خلکان؛ ابن کثیر کی البدایۃ والنہایۃ؛ سبکی کی طبقات الشافعیۃ؛ خوارزمی کی مناقب ابوحنیفہ؛ کردری کی مناقب ابوحنیفہ؛ شعرانی کی مرآة الجنان، روض الراحین، الکوکب الدرئیۃ، الروض الفائق اور طبقات کبری؛ ہمو کی تنبیہ المفترین؛ سیوطی کی الفتح الربانی؛ الفیض الرحمانی اور انیس الجلیس؛ ہمو کی شرح الصدور؛ شیخ نور الدین شافعی کی لطائف المنن والاخلاق اور بھچہ الاسرار؛ شیخ محمد حنبلی کی قلائد الجواہر؛ مشارق الانوار؛ النور السافر؛ تفریح الخاطر اور عمدة التحقيق؛ اور بھی دوسری تاریخی اور رجالی کتابیں جو ایسے جموٹے اور حیرت انگیز واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔

آخری بات

صفحہ ۵۱۲ سے لے کر یہاں تک خلفائے ثلاثہ، معاویہ بن ابی سفیان، اصحاب میں سے اس کے چاہنے والے اور دوسرے وہ افراد جنہیں ولی خدا اور امام دعالم کا نام دیا گیا ہے، کی حیات و کارناموں پر مشتمل اس تفصیلی گفتگو سے ہمارا مقصد دینی معاشرے میں غلو پر دازوں اور بے نکی بکواس کرنے والوں کو بچھوٹانا تھا اور یہ بتانا مقصود تھا کہ کون اس بات کے لائق ہے کہ اسے غلو پر داز اور بکواس کہا جائے؟! کیا غلو پر داز وہ ہے جو اہل بیت وحی سے وابستہ اور متمسک ہے، وہ اہل بیت جو تمام مسلمانوں کی نظر میں پاکیزگی اور کمالات سے آراستہ ہیں اور جو وحی الہی اور رسول خدا کی زبان مبارک سے مدح و ستائش کئے گئے ہیں؛ وہ اہل بیت جن کے آگے سب نے سر تعظیم خم کر کے اپنی گردنیں جھکا دی ہیں، وہ

۱۔ النور السافر ص ۳۱۳ (ص ۲۱۸)

۲۔ علامہ امینی نے لغد ریح ص ۱۱۳ ص ۱۳۳۔ ۲۵۰ پر ایسے سو نمونے درج فرمائے ہیں، ہم نے اسی پر اکتفا کیا ہے۔

کائنات کی ہر فضیلت سے آراستہ و پیراستہ ہیں!؟

یا پھر غلو پر دازی ان بعض لوگوں کے آثار و کارناموں کو بیان کرنے والوں کے لئے مناسب ہے جن کی فضیلت میں جمہورٹی حدیثوں اور جعلی افسانوں کے علاوہ کچھ بھی وارد نہیں ہیں، جن کی تاریخ ضلالتوں اور ذلتوں سے پر ہے، جنہیں خواہشات نفس کی ہواؤں نے اپنے اعتبار سے ادھر ادھر پھر پایا ہے!؟

نیرنگی زمانہ کا عالم یہ ہے کہ جن لوگوں نے عقل و منطق کے حدود سے نکل کر اپنے بزرگوں کی مدح میں فضیلتیں گڑھی ہیں اور خود بھی تسلیم کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں، کو عالی اور غلو پر داز نہیں کہا جاتا، لیکن ان لوگوں کو عالی اور غلو پر داز کہا جاتا ہے جنہوں نے اپنے قلوب رسول خدا کے نورانی خاندان اور صاحبان وحی سے وابستہ کر دیئے ہیں، خود کو ان اہل بیت سے متمسک کر دیا ہے جن کی کرامتوں کو کوئی بھی زہر آلود تیر اپنا ہدف قرار نہیں دے سکتا، ان کے مقام و مرتبہ اور علم تک کسی کا طائر فکر پہنچ ہی نہیں سکتا۔ جن کرامتوں سے خداوند عالم نے انہیں بہرہ مند فرمایا ہے، وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں جنہیں رواد و حفاظ اور اہل حدیث نے ان کی فضیلتوں کے سلسلے میں نقل کیا ہے۔

ان عالیوں کے لہجہ کلمات اور بے نگہی بکواس کو ہم نے اس لئے پیش کیا تاکہ قارئین متوجہ ہو کر غلو پر داز اور عالی کو حقیقت گو سے نیز یہ ہودہ اور بے نگہی بکواس کو دلیل و برہان سے آراستہ کلمات سے جدا کر سکیں۔

﴿ اَلَيْهَلِكُ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَنْحِيَا مَنْ حَىٰ عَنْ بَيِّنَةٍ ﴾

”تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل کے ساتھ“ (۱)

﴿ اَتَجَادِلُوْنِي فِيْ اَسْمَاءِ سَمِيْتُمْوْهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

سَلِيْلٍ سَكِيْتٍ

فَاَنْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴾

”کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے خود طے کر لئے ہیں اور خدا نے ان کے بارے میں کوئی برہان نازل نہیں کیا ہے تو اب تم عذاب کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں“۔ (۲)

بقیہ

عند لیبان غدیر

(نویں صدی ہجری)

۱۔ ضیاء الدین ہادی

۲۔ حسن آل ابی عبدالکریم



ضیاء الدین ہادی

ولادت ۷۵۸ھ

وفات ۸۲۲ھ

هذا و مذهبنا أن الإمام عقیب
 أعنى علیاً أمير المؤمنين و من
 الله انزل آیات مباركة
 و قال فيه رسول الله سيدنا
 من كنت مولاه ای اولی به فعلی
 قام النبى خطيباً فى معكسره
 و شال ضبعاً كريماً من أبى حسن
 كى لا يقال بأن النص مكتم
 فهو الخليفة بعد المصطفى و له
 و كان سابقهم فى كل مكرمة
 و كان اول من صلى لقبانهم
 و كان اقربهم قربى و أفضلهم
 المصطفى حيدر الأبطال و البهم
 بالعطف خص من الرحمن ذى القسم
 فى فضله عد هالى غير منتظم
 يوم الغدير بخم يوم حجهم
 اولى به و هو امولاهم بكلهم
 بهذا الخطبة الغرا لجمعهم
 فى يوم حر شديد الفح مضطرم
 ماكان الا صريحاً غير مكتم
 فضل التقدم لم يسجد الى صنم
 و كان فى كل الحرب ثابت القدم
 و أعلم الناس بالقرآن والحكم
 رغبى و اضربهم بالسيف فى القمم

”جان لو، ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول خدا کے بعد برحق امام و رہبر دشمنوں کا تیا پانچ کرنے والے اور

پہلوانوں کے شیر بہر ہیں، یعنی امیر المومنین حضرت علی جو صاحب قسم اور خدائے رحمان کی طرف سے مستحق عطا و نعت قرار پائے، خداوند عالم نے ان کی شان میں اتنی آیات نازل فرمائی ہیں کہ منظم طور پر انہیں کو شمار نہیں کیا جاسکتا، ہمارے آقا رسول خدائے جتہ الوداع اور غدیر خم کے دن ان کے متعلق فرمایا: جس کا میں مولا ہوں (یعنی اس سے زیادہ اس کے نفس پر قادر ہوں اور ولایت مطلقہ حاصل ہے) پس یہ علی بھی اس کا مولا ہے یعنی اس کے نفس پر اس سے زیادہ با اختیار ہے اور اسے مطلقہ ولایت حاصل ہے، وہ سب کا رہبر ہے رسول خدائے حاضرین بزم کے درمیان کھڑے ہو کر یہ بہترین خطبہ ارشاد فرمایا پھر جھلتے ہوئے دن میں جب گرمی کی شدت سے چہرے جل رہے تھے آپ نے امیر المومنین حضرت علی کے بازو کو پکڑ کر بلند کیا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ رسول نے حضرت علی کی امامت کی تصریح نہیں فرمائی، بلکہ واضح طور پر سب کی آنکھوں کے سامنے ان کی جانشینی کا اعلان فرمایا۔ لہذا رسول کے بعد وہ ان کے تنہا جانشین تھے جنہیں دوسروں پر تقدم حاصل ہے اس لئے کہ انہوں نے کسی بت کے سامنے سجدہ نہیں کیا ہے۔ وہ ہر فضیلت اور کرامت میں دوسروں پر سبقت رکھتے ہیں، ہر جنگ میں ڈٹے رہے اور دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی وہی پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے قبلہ کی طرف نماز پڑھی، وہ قرآن اور علوم و احکام کے سب سے زیادہ جانکار ہیں۔ وہ رسول خدائے قرہمی رشتہ دار تھے۔ رسول خدائے رغبت و محبت کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے برتر تھے، بہترین بہادروں کے درمیان شمشیر آبدار کی حیثیت رکھتے تھے۔“

شاعر کا تعارف

سید جمال الدین ضیاء الدین ہادی بن ابراہیم بن حسن بن علی بن ابی طالب، یحییٰ صنعائی زیدی۔ یہ یمن کے ان علماء اور دانشوروں میں سے تھے جنہیں مختلف علوم و ادبیات پر تسلط حاصل تھا۔

”مطلع البدور“ (۱) کے مؤلف (۲) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱- مطلع البدور (ص ۳۵۹)

۲- احمد بن صالح محمد بن ابی رجال یحییٰ: یہ صغاء میں ۱۰۹۲ھ کو پیدا ہوئے

”علامہ ابن وزیر ان کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں: امام ہادیؑ کی اولاد میں دنیا میں ان کے مانند کسی کو نہیں دیکھا، وہ مختلف علوم و دانش سے آگاہ تھے، نثر و نظم کے قالب میں مختلف علوم کو پھیلانے والے اور تقسیم کرنے والے ہیں، صاحب اسلوب بھی تھے، شطب میں پیداوالات ہوئی.... ان کی بہترین کتابیں یہ ہیں: کافضة الغممة عن حسن سيرة امام الامة؛ کریمۃ العناضری الذب عن سيرة الامام الناصر؛ والسیوف المرهفات علی من المحدثی الصفات۔ ان کا نام تمام علماء کے یہاں، تمام شہروں میں زباں زد تھا، حتیٰ اپنی تعصبات کے باوجود مصر کے علماء کی نظر میں بھی قابل احترام تھے، وہ ان کا تذکرہ کرتے تھے؛ چنانچہ حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی مصری نے اپنی تاریخ میں ان کا اور ان کے بھائی کا تذکرہ کرتے ہوئے تعریف و توصیف کی ہے۔

یہ ۱۹ رزی الحجہ ۸۲۲ھ کو ذمار میں دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے، ان کی ولادت ۲۷ محرم ۷۵۸ھ میں ہوئی، ان کی وفات اہل خانہ کے لئے بڑی سنگین اور سخت تھی اس لئے کہ ان کے بعد متولیوں نے شہروں میں رہنے سے منع کر دیا تھا۔“

حسن آل ابی عبدالکریم

و بايعه في يوم أحد و خبير
 و بيعة خم و النبي خطيبها
 و أحمد من فوق الحدائج رافع
 ألا فاسمعوا ثم ارشدوا كل غائب
 فمن كنت مولاه فمولاه حيدر
 علي أمير المؤمنين و من دعا
 فقالوا جميعا يا علي بخ بخ
 فمن مثل مولانا علي الذي له
 فيا رافع الاسلام من بعد خفضه
 لها في حدود الحادثات فلول
 لها في قلوب المسركين نصول
 يمينا علي المرتضى و يقول
 و يصغى عزيز منكم و ذليل
 علي و عن رب السماء أقول
 سواء بهذا مبطل و جهول
 و للقوم داء في القلوب دجيل
 محمد خير المرسلين خليل
 و ناصب دين الله حيث يميل

”احد اور خبير کے دن حضرت علیؑ نے رسول خدا کی بیعت کی، اسی بیعت کی وجہ سے زمانے کے گرم حوادث میں کمی آئی۔ نیز غدیر خم کی بیعت، رسول خدا نے اپنے خطبہ کے ذریعہ اس بیعت کا اعلان کیا، ایسا خطبہ دیا کہ (اس کی وجہ سے) مشرکوں کے دلوں پر تیر پوسٹ ہو گئے۔ احمد علی مرتضیٰ کا داہنا ہاتھ پکڑے ہوئے ہودج کی بلندی سے فرما رہے تھے: آگاہ ہو جاؤ، غور سے سنو اور تمہارے درمیان جو نہیں ہیں ان تک پہنچا دو، تم میں سے ہر عزیز و ذلیل کو یہ سننا چاہئے: جس کا میں مولا اور رہبر ہوں حیدر کرار علی بھی

اس کے مولا اور رہبر ہیں، میں آسمانوں کے پروردگار کی طرف سے یہ پیغام پہنچا رہا ہوں۔ صرف علی مومنوں کے امیر ہیں، ان کے علاوہ جو بھی خود کو امیر المومنین کہلوائے اس نے حکم الہی کو پامال کیا ہے، وہ انتہائی جاہل اور گنوار انسان ہے۔ چنانچہ سب نے رسول خدا کی جانشینی پر حضرت علیؑ کی خدمت میں تبریک و تہنیت پیش کی حالانکہ اس واقعہ سے دشمنوں کے دل چھلنی ہو گئے تھے۔ ہمارے مولا ”علیؑ“ کے مانند کون ہو سکتا ہے، جس کے خیر الانبیاء ”محمدؐ“ دوست اور محرم راز ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے پستی کے بعد اسلام کو بلندی عطا کی، دین خدا کو کجی کے بعد استوار کیا۔“

شاعر کا تعارف

شیخ حسن آل ابو عبد اللہ کریم مخزومی؛ آٹھویں صدی ہجری کے شیعہ شاعر ہیں۔ ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو پائی اسی لئے احتمال دیا جاتا ہے کہ یہ وہی ابن راشد ہی ہوں گے جنہوں نے ۸۳۰ھ کے بعد نویں صدی ہجری میں وفات پائی، ہم نے اسی لئے اس شاعر کے حالات زندگی کو نویں صدی تک ملتوی رکھا۔ واللہ العالم



عند لیبان غدیر

(دوویں صدی ہجری)

۱۔ شیخ کفعمی

۲۔ عزالدین عالی



٤٤
شيخ كفعمي

وقاات ٩٠٥

هنيا هنيا ليوم الغدير
ويوم الكمال لدين الاله
ويوم الفلاح ويوم النجاح
ويوم العمارة للمرتضى
ويوم الخطابة من جبرئيل
ويوم السلام على المصطفى
ويوم الاشتراط ولاء الوصى
ويوم الولاية فى عرضها
على الوصى وصى النبى
وغيث المحول وزوج البتول
أمان البلاد وساقى المعاد
همام الصفوف ومقرى الضيوف
ومن قد هوى النجم فى داره
ويوم الحبور ويوم السرور
واتمام نعمة رب غفور
ويوم الصلاح لكل امور
أبى الحسين الامام الأمير
بتقدير رب عليم القدير
وعترته الأ طهرين البدور
على المؤمنين بيوم الغدير
على كل خلق السميع البصير
و غوث الولى وحتف الكفور
وصنو الرسول السراج المنير
بيوم المعاد بعدد نمير
وعند الزحوف كليث هصور
ومن قاتل الجن فى قعر بير

و سل عنه بدر او احد اتري لهس طوات شجاع جسور
و سل عنه عمرا و سل مرحبا و فسی یوم صفین لیل الہریر
و کم نصر الدین فی معرک بسیف صقیل و عزم مریر
و ستا و عشرین حربا رای مع الهاشمی البشیر النزیر
امیر السرایا بامر النبی و لیس علیہ بہا من امیر



”غدیر کا دن مبارک ہو، مبارک ہو، خوشحالی، مسرت اور خوبصورتی کا دن۔ دین خدا کے کامل ہونے اور خدائے رحمان کے تمام نعمت کا دن۔ فلاح و بہبود اور کامیابی کا دن، ایسا دن جس کے وسیلے سے تمام افعال صحیح ہوتے ہیں۔ علی مرتضیٰ، حسین کے والد گرامی اور امیر المومنین کی حکومت و بادشاہی کا دن۔ جبرئیل امین کے خطاب کرنے کا دن، جنہوں نے خدائے عظیم و قدیر کا فرمان پہنچایا۔ محمد مصطفیٰ اور ان کے درخشاں خاندان کی سلامتی اور سلام کا دن۔ اپنے وحی کی ولایت کے سلسلے میں رسول خدا کا مومنوں سے شرط کرنے کا دن جو غدیر کا دن ہے۔ ایسا دن جب حضرت علیؑ کی ولایت ہر پیمانہ و ادانا مخلوق کے سامنے پیش کی گئی۔ حضرت علیؑ رسول خدا کے وحی، دوستوں اور چاہنے والوں کے فریادرس اور کافروں کو ختم کرنے والے ہیں۔ وہ خشکیوں کی حیات بخش بارش اور زہرائے بتول کے شوہر ہیں، وہ رسول خدا کے مہربان چچا زاد بھائی اور درخشاں چراغ ہیں۔ سرزمینوں کو امان دینے والے اور قیامت کے دن بندوں کو خوشگوار شربت سے سیراب کرنے والے ہیں۔ وہ شجاع یگانہ اور مہمانوں کی پذیرائی کرنے والے تھے، جنگی حملوں میں شیر بہر کے مانند تھے۔ انہیں کے گھر میں ستارہ اترا اور انہوں نے کنوئیں میں جن سے مقابلہ کیا۔ بدر و احد میں ان کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے کتنی شجاعت و بہادری کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ ان کی شجاعت عمر اور مرحب سے پوچھیں، ان کی بہادری صفین کے دن اور لیلۃ الہریر میں ملاحظہ کریں۔ (۱) انہوں نے کتنی ہی مرتبہ اپنے حملوں، شمشیر آبدار اور اپنے آہنیں

۱۔ لیلۃ الہریر: اس رات کو کہتے ہیں جس رات امیر المومنین اور معاویہ کے لشکر کے درمیان شدید جنگ ہوئی، امام کے لشکر انتہائی کاری ضربیں شام کے لشکر پر لگائیں۔

ارادوں سے دین خدا کی نصرت کی ہے۔ انہوں نے چھیس جنگوں میں بشیر و نذیر رسول خدا کے ساتھ رہ کر جنگ کی ہے۔ وہی رسول خدا کے حکم کے مطابق سریوں (۱) کے سردار تھے، جنگوں میں ان کے علاوہ کوئی سردار نہیں تھا۔“

شاعر کا تعارف

شیخ تقی الدین ابراہیم بن شیخ زین الدین علی بن..... بن شیخ اسماعیل حارثی ہمدانی خارنی عالمی کفعمی لویزی جہمی۔

یہ نویں صدی میں علم و ادب کو جمع کرنے والے علماء میں سے ہیں، ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے حدیث کے پرچم کو ہر جگہ لہرایا اور بہت سے نایاب اور مفید خزانون کو حاصل کیا۔ لوگ ان کی تالیفات، ان سے منقول احادیث اور ان کے بے پناہ فضل سے مستفیض ہوتے تھے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ وہ ایک پرہیزگار، متقی اور بہترین صفات و جذبات کے حامل انسان تھے، یہ خصوصیات، طلائی گلوبند کی طرح ان کی زندگی میں درخشان تھے، انہوں نے اپنی محنتوں سے معاشرے کو درخشان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا واقع سلسلہ نسب نور ولایت سے روشن ہوتے ہوئے عظیم تابعی ”حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی“ تک پہنچتا ہے، یہ علوی شخصیت جو عظیم مقام و مرتبہ اور واضح برہان کی حامل تھی، شیعہ فقہاء میں شمار ہوتی ہے، اس شاعر کے بھائی کی نسل میں شیخ بھائی کے والد گرامی ”شیخ حسن“ (۲) بھی ہیں، خدا ان کی مغفرت کرے، دائرۃ المعارف کی کتابوں میں ان کا تذکرہ کر کے مدح و ستائش کی گئی ہے۔ (۳)

۱۔ سریہ: ان جنگوں کو کہتے ہیں جن میں رسول خدا شریک نہیں تھے۔

۲۔ ان کا تذکرہ اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۶-۱۱۷ پر ہوگا

۳۔ ان کے حالات زندگی ان کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں: اہل الآل (ج ۱ ص ۲۸ نمبر ۵)؛ ریاض العلماء (ج ۱ ص ۲۱)؛روض الجنات ص ۶ (ج ۱ ص ۲۰ نمبر ۲)

بعض گر انقدر تالیفات

۱۔ المصباح: ۸۹۵ھ میں تالیف کی گئی۔

۲۔ البلد الامین

۳۔ شرح الصحیفۃ

اس شاعر کے والد گرامی ”شیخ زین الدین علی“ ہیں جو شیخ بہائی کے دادا کے دادا تھے، وہ شیعہ عالم اور برجستہ فقیہ تھے، ان کے فرزند (متذکرہ شاعر) نے ان سے نقل روایت کی ہے اور عظیم اور متقی فقیہ کے عنوان سے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

کشف الظنون (۱) کے مطابق: عظیم شاعر شیخ کفعمی نے ۹۰۵ھ میں کربلائے معلیٰ میں وفات پائی، انہوں نے اپنے خاندان سے وصیت کی کہ انہیں عقیر (۲) نامی جگہ پر حائر مقدس میں دفن کریں۔

۱۔ ملاحظہ ہو: ج ۲ ص ۶۱۷؛ طبع دوم ص ۱۹۸۲

۲۔ شاید ”عقر“ کربلا کے اطراف کی کوئی جگہ ہو جیسے غاضریہ اور شط فرات۔ چنانچہ جب امام حسین نے اس جگہ کا نام پوچھا تھا تو ایک جواب یہ بھی دیا گیا تھا کہ اس کا جگہ کا نام عقر ہے اور حضرت نے فرمایا تھا: اعوذ باللہ من العقر ”میں عقر سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں“۔ یا عقر نام رکھنے کی علت یہ ہو کہ لغت میں عقر کا مطلب متغول شریف ہے۔

عزالدین عالمی

الی م الام و امری شہیر	و اشفق من کل نذل حقیر
و حبی النبی و آل النبی	و قول بالعدل نعم الخفیر
ولی رحم تقتضی حرمة	ولی نسبة بولائی الخطیر
فلی فی المعاد عماد بهم	ولی فی القیام مقام نظیر
لانی انادی لدی النائب	ت و الخوف من أن ذنبی کبیر
أخا المصطفی و أبا السیدین	و زوج البتول و نجل الظہیر
و محبوب رب حمید مجید	و خیر نبی بشیر نذیر
و نور الظلام و کافی العظام	و مولی الانام بنص الغدیر
مجلی الکروب علیم الغیوب	نقی الجیوب بقول الخبیر
و اقضی الانام و اقصى المرام	و سیف السلام السمع البصیر

”مجھے ملامت کیسے کی جاسکتی ہے حالانکہ سب ہی میرے شغل و عقیدہ سے باخبر ہیں، میں ہر پستی و

ضلالت سے دور رہتا ہوں۔ رسول خدا اور ان کے اہل بیت سے محبت و دوستی اور عادلانہ باتیں، میرے بہترین حامی و نگہبان ہیں۔ میری نسل لائق احترام ہے، ولایت عظمیٰ سے میرا ارتباط ہے اور قیامت کے دن میرا تکیہ گاہ وہی ہے۔ میں قیامت میں نیک مرتبے پر فائز رہوں گا۔ کیونکہ میں سختیوں اور پریشانیوں

میں ایسے کی نصرت چاہتا ہوں جو رسول کے بھائی، حسنین کے والد گرامی، فاطمہ کے شوہر اور رسول خدا کے یاور و ناصر ہیں۔ ایسی شخصیت کے حامل تھے جس کی خدا نے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے ستائش کی ہے، وہ بہترین رسول بشیر و نذیر کے محبوب تھے۔ وہ تاریکیوں کو روشن کرنے والے اور تمام عظمتوں کے حامل ہیں۔ حدیث غدیر میں رسول خدا کی تصریح کے مطابق تمام لوگوں کے رہبر ہیں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے مصیبتوں کو ختم کیا، غیب سے باخبر تھے اور پاک و مطہر تھے، وہی قضاوت کے عنوان سے بہترین انسان اور لوگوں کی انتہائی آرزو اور خداوند سلام (۱)، مسیح و بصیر کی ششیر ہیں۔“

شاعر کا تعارف

عز الدین شیخ حسین بن عبدالصمد بن شمس الدین محمد بن زین الدین علی بن بدر الدین حسن بن صالح بن اسماعیل حارثی ہمدانی عاملی جمہی۔

یہ اس خاندان کی فرد ہیں جو حضرت علیؑ کے عہد میں اہل بیت عصمت و طہارت کی دوستی و محبت کی وجہ سے عظمت و شرافت سے بہرہ مند ہوا۔ یہ بات لائق توجہ ہے کہ امیر المومنین نے وفات کے وقت ان کے جد اعلیٰ یعنی حارث بن عبداللہ عمور ہمدانی خارنی (۲) کو صحیح عقیدہ و محبت اور خالص ایمان کی بشارت دی تھی۔

امیر المومنین نے جنگ صفین میں قبیلہ ہمدان (جس میں اس شاعر کے دادا عظیم بہادر حارث بھی

۱۔ خداوند عالم کا ایک نام سلام ہے، سورہ حشر کے آخر میں ہے: ﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّبُ الْقَزِيزُ النَّبَاتُ الْمَتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ ”وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہ بادشاہ، پاکیزہ صفات، بے عیب، امان دینے والا، بھرائی کرنے والا، صاحب عزت، زبردست اور کبریائی کا مالک ہے، وہ ان تمام باتوں سے پاک و پاکیزہ ہے جو مشرکین کیا کرتے ہیں۔“ (حشر ۲۳)

۲۔ خارنی: خارف سے منسوب ہے جو ہمدان کی ایک نسل تھی انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ حوت سے منسوب حوتی بھی ہمدان کی ایک نسل ہے

موجود تھے) کی اس طرح ستائش کی ہے: یا معشر ہمدان انتم درعی و رمحی ما نصرتم الا اللہ و ما اجبتم غیرہ ”اے ہمدان کے لوگو! تم لوگ میرے لئے جنگ کے نیزہ و شمشیر ہو، تم نے خدا کے علاوہ کسی اور کی مدد نہیں کی خدا کے علاوہ کسی اور کا حکم نہیں مانا۔“

اس عظیم خاندان میں عظمت و شرافت کے بانی (حارث ہمدانی) امیر المومنین کے نزدیک ناصر اور حضرت کی ولایت میں فانی تھے، وہ عظیم شیعہ فقیہ اور یگانہ روزگار تھے، بعض اہل سنت نے بھی ان کی مدح و ستائش کی ہے۔ (۱)

ذہبی ”میزان الاعتدال“ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں: وہ عظیم تابعی عالم تھے۔ (۲) ذہبی ایک دوسری جگہ اور ابن حجر ”تہذیب التہذیب“ میں ابو بکر بن ابی داؤد سے نقل کرتے ہیں: کان الحارث افقہ الناس و احب الناس و افرض الناس و تعلم الفرائض من علی ”حارث بہترین فقیہ، عظیم خاندانی فضیلت کے حامل اور علم فرائض (ارث) کے سب سے زیادہ واقف کار تھے، انہوں نے فرائض کا علم حضرت علی سے سیکھا تھا۔“ (۳) خلاصہ: تہذیب الکمال میں ہے: وہ شیعہ عالم تھے۔ (۴)

ذہبی کی میزان الاعتدال کے مطابق: حارث ہمدانی کی وفات ۶۵ھ ہوئی ہے۔ (۵) متذکرہ شاعر (شیخ حسین) شیعہ عالم، فقہ و اصول، کلام و ریاضی و ادب میں برجستہ دانشور اور اس صدی کی بہترین شخصیت کے حامل تھے؛ ایسی چمک تھے جس نے اس عہد کی پیشانی پر نور افشانی کی، ایسی خوشبو تھے جس کے عطر نے اس زمانے کی پوری فضا کو معطر کر دیا، ان کے ہم عصر اور بعد کے علماء نے مختلف علوم میں ان کی سبقت و پیش قدمی کا اعتراف کیا ہے۔ (۶)

۱۔ صرف بعض لوگ، جن کے دل میں اہل بیت کی دشمنی تھی، وہ ایسی چیزوں کی تلاش میں تھے تاکہ شیعوں پر عیب لگائیں؛ اسی لئے انہوں نے ان کے بارے میں جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں اور اس عظیم شخصیت کے حامل انسان پر تہمت طرازی کی ہے جو ایک محقق انسان کے نزدیک قطعی اہمیت نہیں رکھتیں۔

۳۔ تہذیب التہذیب ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۲۶)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۰۲ (ج ۱ ص ۳۳۵ نمبر ۱۶۲۷)

۵۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۳۳۷ نمبر ۱۶۲۷)

۳۔ خلاصہ الخرز ص ۸۵ (ج ۱ ص ۱۸۲ نمبر ۱۱۳۲)

۶۔ سکنول شیخ بحرانی مؤلف کتاب حدائق (ج ۲ ص ۲۰۲)؛ بحار الانوار (ج ۱۰۹ ص ۱۶۵ نمبر ۷۹)

ریاض العلماء میں ہے: وہ مرد فاضل، عظیم عالم، اصولی، مناظر، فقیہ، محدث اور برجستہ شاعر تھے، فن معما گوئی میں مہارت حاصل تھی، اپنے بیٹے شیخ بہائی کے ساتھ ان کے مشہور معما ہیں، انہوں نے بھی اپنے والد کے معموں کا بہترین جواب دیا ہے۔ ان کے بعض مشہور معے مجالس ادب میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ (۱)

اہل الآئل میں مرقوم ہے: وہ برجستہ دانشور، باریک بین محقق اور تمام علوم میں متبحر تھے اسی طرح ایک سخن پرداز ادیب، عظیم شاعر بلند ہمت انسان اور شہید ثانی کے لائق اعتماد اور فاضل شاگرد تھے۔ (۲)

ایران کے بادشاہ ”شاہ طہماسب صفوی“ اس انسان کے فضل و دانش سے باخبر تھا، وہ ان کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر ان کا خصوصی احترام کرتا تھا، قزوین میں شیخ الاسلام کے مرتبہ پر فائز کیا بعد میں خراسان میں اور اس کے بعد ہرات میں اسی مرتبہ پر فائز کیا، اسی طرح اس نے تعلیم و تدریس کی کرسی ان کے حوالے کیا، وہ استاد کرکی کے بعد ان کے ہم عصر تمام علماء پر ان کو برتری دیتا تھا۔

ان کے بعض آثار و کارنامے:

۱۔ شرح قواعد

۲۔ الفیہ شہید پر دو شعر ہیں

۳۔ الرسالة الطہماسیبیہ فی الفقہ

۳۔ الرسالة الطہماسیبیہ فی الفقہ

ولادت و وفات

اس عظیم شاعر نے یکم محرم الحرام ۹۱۸ھ کو دنیا میں آنکھیں کھولیں اور ۸ ربیع الاول ۹۸۳ھ کو بحرین کے ایک شہر ہجر کے مضافات میں مصلی نامی ایک دیہات میں وفات پائی مجموعی طور پر چھانچھٹ (۶۶) سال دو مہینے ساتھ دن کی عمر پائی۔

اس عظیم شاعر کے والد کے چچا ”شیخ ابراہیم کفعمی ہیں۔ (۳)

۱۔ ریاض العلماء (ج ۲ ص ۱۰۹)

۲۔ اہل الآئل (ج ۱ ص ۷۳ نمبر ۶۷)

۳۔ ان کے حالات زندگی صفحہ ۱۱۶ پر پیش کئے گئے۔

عند لیبان غدیر

(گیارہویں صدی ہجری)

- | | |
|-----------------------------|---------------------------|
| ۱۔ ابن ابی شافین بحرانی | ۲۔ زین الدین حمیدی |
| ۳۔ شیخ بہائی | ۴۔ حرفوشی عالمی |
| ۵۔ ابن ابی الحسن عالمی | ۶۔ شیخ حسین کرکی |
| ۷۔ قاضی شرف الدین | ۸۔ سید ابوعلی انسی یمنی |
| ۹۔ سید شہاب ابو معتوق موسوی | ۱۰۔ سید علی خان مشعشی |
| ۱۱۔ سید ضیاء الدین یمنی | ۱۲۔ مولی محمد طاہر نقی |
| ۱۳۔ قاضی جمال الدین مکی | ۱۴۔ ابو محمد بن شیخ صنعان |



ابن ابي شافين بحرانى

وفات ١٠٠٥هـ

وسار النبى الطهر من ارض مكة
ولما اتى نحو الغدير برحله
بنصب على و اليا و خليفة
فرد من القوم الذين تقدموا
ولم يك تلك الارض منزل راكب
رقى منبر الاكوار طهر مطهر
فأثنى على الله الكريم مقدساً
بان جاءنى فيه من الله عزمة
وانى على اسم الله قيمت مبلغاً
على اخى فى امتى و خليفتى
وطاعته فرض على كل مؤمن
الا فاسمعوا قولى و كونوا لامره
اليسست باولى منكم بنفوسكم
فقال الا من كنت مولاه منكم

وقد ضاق ذرعاً بالذى فيه اضمروا
تلقاه جبرئيل الامين يبشر
فذلك و حى الله لا يتأخر
و حط اناس رحلهم قد تأخروا
بحر هجير ناره تتسع
و يصدع بالامر العظيم و ينذر
وثنى بمدح المرتضى و هو منجبر
وان أنال م اصدع فانى مقصر
رسالته والله للحق ينصر
و ناصر دين الله و الحق ينصر
و عصيانه الذنب الذى ليس يغفر
مطيعين فى جنب الاله فتوجروا
فمولاه بعدى و الخليفة حيدر
فمولاه بعدى و الخليفة حيدر

”رسول پاک نے حجۃ الوداع کو انجام دیا اور سرزمین مکہ سے باہر آئے حالانکہ ان کے دل میں اہم مسئلہ موجود تھا، اسے آشکار ہونا چاہئے تھا، اس کی وجہ سے ان کا ہاتھ بندھا ہوا اور دل تنگ تھا۔ چنانچہ قافلہ غدیر کے نزدیک پہونچا جبرئیل امین یہ بشارت لے کر نازل ہوئے کہ علی کو جانشینی اور خلافت کے لئے معین کر دیں، یہ وحی الہی ہے، اس سے سرہنجی نہیں ہونی چاہئے۔ جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے انہیں واپس بلایا اور پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کیا۔ وہ ایسی سرزمین تھی کہ شدت حرارت کی وجہ سے ہر سوار کا اونٹ سے نیچے آنا مشکل تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے آگ شعلہ در ہو۔ رسول خدا پالان شتر کے منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کے اہم پیغام کو آشکار کرتے ہوئے سب تک پہونچا دیا۔ پہلے خدائے بزرگ دبر ترکی مدح و ثنا کی پھر مرتضیٰ کی مدح و ستائش کرتے ہوئے فرمایا: خداوند عالم نے علی کے سلسلے میں ایک واجب میری گردن پر رکھا ہے کہ اگر میں اسے بیان نہ کروں تو گویا کوتاہی کی ہے، میں نے خدا کے نام سے اپنی رسالت کو قائم رکھتے ہوئے تمام لوگوں تک پہونچا دیا، خدا ہی حق کے ابلاغ میں نصرت کرتا ہے، علی میری امت کے درمیان، میرا بھائی اور میرا جانشین ہے، وہی دین خدا کی نصرت کرتا ہے اور حق و حقیقت ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں، علی کی اطاعت ہر مومن پر واجب ہے، اور اس کی اطاعت سے سرہنجی ناقابل معافی گناہ ہے۔ ہاں! میری یہ بات سماعت کے ذریعہ دل میں اتار لو اور ہمیشہ اس کی اطاعت کرتے رہو، خدا کو ملحوظ خاطر رکھو تا کہ بہرہ مند ہو سکو۔ کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ، یہ خدا کا فرمان ہے جو بیان کیا جا رہا ہے۔ پھر فرمایا: آگاہ ہو جاؤ جس کا میں مولا اور رہبر ہوں یہ علی بھی اس کا رہبر ہے، میرا برحق جانشین حیدر ہے۔“

ہم نے یہ چند اشعار پانچواں (۵۸۰) اشعار پر مشتمل ابن ابی شافین کے طویل قصیدے سے اخذ کیا ہے، یہ قصیدہ قدیم کے خطی نسخوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

شاعر کا تعارف

شیخ داؤد بن محمد بن ابی طالب، ابن شافین کے نام سے مشہور تھے، جنسی، بحرانی کے جد تھے، دسویں

صدی کے ممتاز افراد میں سے تھے، بہت سی خصوصیات و مفاخرات سے آراستہ تھے۔ ادبی کتابوں اور عربی کی دائرۃ المعارف میں پراگندہ طور پر ان کے اشعار ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، محفلوں میں ان کے اشعار زباں زد خاص و عام تھے، جہاں بھی علم کی گفتگو چھڑتی تھی، ان کی ندرت کا تذکرہ ضرور ہوتا تھا، وہ شعر کی باریکیوں اور اسرار سے پوری طرح آگاہ تھے۔

سید علی خان نے ”السلافة“ میں ان کا تذکرہ کر کے اس طرح تعریف کی ہے:

”وہ ایسا موہیں مارتا ہوا دریا ہے جس کا پانی تلخی و آلودگی سے دور انتہائی خوشگوار ہے، وہ درخشاں اور نورانی ماہتاب ہے، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بے باک اور دلیر شیر، طبیعت میں عظیم مرتبہ پر فائز اور عزت نفس میں مشہور و معروف ہیں، ان کی منزلت نصف النہار کے سورج سے بھی بالاتر ہے، ان کے عہد میں کوئی بھی ان کے پایہ کا نہیں تھا، علم و دانش میں ایسے فاضل ہیں کہ کوئی بھی ان سے برتر نہیں، شعر و ادب کی دنیا میں فصل الخطاب کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے کلام کی دھار کو زمانہ کند نہیں کر سکتا، اگر گفتگو کی شمشیر کو کھینچ لیں تو مقصود و مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں، اگر ان کے سخن کی خوشبو پھیل جائے تو تمام فضا کو معطر کر دیتی ہے، ان کے اشعار نسیم صبح کی لطافت سے بھی زیادہ لطیف اور شگفتہ ہو اؤں سے بھی زیادہ خوشگوار ہیں، ان کے موزوں اور متناسب کلمات جو اہر نشان کپڑوں کی طرح مرتب رہتے ہیں، ان کے کلام کی خوبصورتی شہرہ آفاق ہے۔“ (۱)

زین الدین حمیدی

وفات ۱۰۰۵ھ

لم یملہ عن التقی زخرف اللہو ولا مال قط للأهواء
بت زهداً طلاق دنیاہ ما غرباً بالغرور بالاعراء
الحسب النسب اول لاق من ثنیات نسبة الاقرباء
الوزیر المشیر بالصواب فی الحر بالذی قد علا علی الجوزاء
و کفاه حدیث من کنت مولا ه فخاراً ناهیک ذا من ثناء

”دنیا کی آلودگیوں اور بیہودگیوں نے انہیں تقویٰ الہی سے کبھی دور نہیں رکھا، وہ خواہشات نفس کے کبھی اسیر نہیں ہوئے، انہوں نے زہد و پارسائی کی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے اسے طلاق دیا، فریبی دنیا انہیں دھوکہ نہیں دے پائی۔ بہترین اور پاک خاندان کے حامل تھے کہ رشتہ داروں میں رسول خدا سے سب سے زیادہ نزدیکی رشتہ داری کے حامل تھے۔ جنگوں میں رسول خدا کے سچے جانشین اور مشاوری تھے، ان کا مقام و مرتبہ جوزاء (ایک آسانی مخلوق) سے بھی بالاتر تھا۔ ان کی عظمت و منزلت کے لئے ”من کنت مولا...“ کی حدیث ہی کافی ہے۔ اس کے بعد کسی دوسری مدح و ثنا کی ضرورت ہی نہیں۔“

یہ چند اشعار اس عظیم قصیدے سے نقل کئے گئے ہیں جو ۳۳ اشعار پر مشتمل ہے، شاعر نے یہ قصیدہ رسول خدا کی مدح میں کہا ہے اور اس کا نام ”الدر المحکم فی مدح النبی الاعظم“ رکھا ہے،

۱۳۹ صفحات پر مشتمل ان کے دیوان میں یہ قصیدہ دیکھا جاسکتا ہے جو ۱۳۱۳ھ کو بولاق میں شائع ہوا، صفحہ ۲۲-۵ پر یہ قصیدہ موجود ہے۔

شاعر کا تعارف

زین الدین عبدالرحمن بن احمد (۱) بن علی حمیدی۔ مصر کے عظیم کتاب نویس (خطاط) تھے، شہاب خاچی نے اپنی کتاب ”ریحانۃ الالباء“ میں ان کی توصیف کی ہے۔ (۲)

۱۔ ریحانۃ الادب و خلاصۃ الاثر میں احمد کی جگہ محمد مذکور ہے۔

۲۔ ریحانۃ الالباء ص ۲۰ (ج ۲ ص ۱۱۳ نمبر ۱۱۴)

بہاء المملۃ والدین (شیخ بہائی)

ولادت ۹۵۲ھ

وفات ۱۳۳۱ھ

علی امیری و نعم الامیر مجیری غداً من لہیب السعیر
و کان لأحمد نعم النصیر و واخاه أمراً غدلة الغدیر
من اللہ نصابہ و اختیاراً

علی امامی و الافلا و من خصه اللہ رب العلا
تولیتہ و هو عقد الولا اعز الوری و أجل الملا

محللاً و ازکی قریش نجاراً

”علی میرے رہبر ہیں اور کتنے اچھے رہبر ہیں، کل قیامت کے دن مجھے آتش جہنم سے نجات دلائیں گے، وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین ناصر تھے، غدیر خم کے دن خدا کے حکم و انتخاب سے اپنی جانشینی کے لئے منتخب فرمایا۔ صرف علی میرے رہبر اور امام ہیں کوئی دوسرا نہیں، ان کو خداوند عظیم نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ میرے دل میں ان کی ولایت و محبت موجود ہے۔ وہ ولایت کے موتی اور بہترین مخلوق ہیں، مخلوقات میں بلند ترین مرتبہ کے حامل ہیں، خاندان قریش میں ان کا خاندان پاک و پاکیزہ ہے۔“

شاعر کا تعارف

شیخ محمد بن حسین بن عبدالصمد حارثی عالمی جمعی۔ شیخ الاسلام، بہاء الملئۃ والدین اور استاد الاستاذہ و مجتہدین تھے۔ مختلف علوم و فنون میں ان کی مہارت اور فضل و دانش اور دینداری میں ان کی مسلم حیثیت شہرہ آفاق تھی؛ اسی لئے ان کے مقام و مرتبہ کے سلسلے میں مدح و ستائش اور گفتگو کی چنداں ضرورت نہیں، جن لوگوں کو انہیں پہچانا چاہئے وہ پہچانتے ہیں، وہ ایک فقیہ محقق، خدا شناس حکیم، کامل و اکمل عارف، ندرت پسند مؤلف، مکتبہ خراج اور برجستہ مناظر، ادیب شاعر اور تمام علوم و فنون کے مالک تھے، امت مسلمہ میں نابغہ روزگار اور دانشوروں اور علم و دین کے پہلوانوں کے درمیان انگوٹھی میں نگینہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ محبی نے اپنی کتاب ”خلاصہ“ ان کی مدح و ستائش کرتے ہوئے لکھا ہے:

شیخ بہائی کی بہت سی کتابیں اور تحقیقات ہیں، ان کی شخصیت اس قابل ہے کہ ان کے حالات زندگی قلمبند کئے جائیں اور ان کی فضیلتوں کو منتشر کر کے دنیا کو ان کی فضیلتوں اور عظمتوں سے آشنا کیا جائے، وہ تھا ایک امت تھے، اس لئے کہ انہوں نے تمام علوم کو حاصل کیا تھا اور تمام علوم و فنون کے باریک نکات پر بھی مسلط تھے، میری نظر میں زمانہ ان کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ مختصر یہ کہ ان کے حالات کی حیرت انگیز باتیں ابھی سماعت تک نہیں پہنچی ہیں۔“ (۱)

ان کا سلسلہ نسب بزرگ علوی مذہب تابعی ”حارث ہمدانی تک پہنچتا ہے، شیخ بہائی کے والد محترم (شیخ حسین) کے حالات کے ذیل میں حارث ہمدانی کے متعلق قدرے گفتگو کی گئی۔ (۲)

ان کے حسب حال حالات زندگی اور مدح و ستائش بہت سی ان کتابوں (۳) میں دیکھی جاسکتی ہیں جو علماء کے حالات زندگی کے سلسلے میں لکھی گئیں ہیں۔

۱۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ج ۳ ص ۴۴۰

۲۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۶۷-۱۱۶۹ پر

۳۔ اہل الاثر ج ۲۸۹ (ج ۱ ص ۱۵۵ نمبر ۱۵۸)؛ رحیلۃ الالباء، شہاب الدین خفاجی ص ۱۰۳-۱۰۷ (ص ۲۰۷-۲۱۳)؛ جامع

الروایۃ، مقدسی اردبیلی (ج ۲ ص ۱۰۰)؛ اجازات البحار ص ۱۲۳ (بحار الانوار ج ۱۰۸ نمبر ۲۶)

اساتذہ اور مشائخ

شیخ بہائی نے اپنی عمر کا اکثر حصہ کسب علوم کے لئے سفر کرتے ہوئے گزارے ہیں، اپنے گمشدہ کی تلاش میں دور دراز علاقوں کو روندتے ہوئے اپنی آرزو کی تکمیل کے سلسلے میں بہت سے شہروں اور ملکوں کا سفر کیا ہے اور دین و مذہب کے علماء و رؤساء، مختلف علوم و فنون کے استادوں اور دانشوروں نیز نابغہ روزگار شخصیتوں سے ملاقات کی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ علوم و فنون اور قرأت کی تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں ان کے اساتذہ نیز ان کے مشائخ روایت بہت زیادہ ہیں؛ ان میں بعض یہ ہیں:

۱۔ ان کے والد گرامی؛ شیخ حسین بن عبدالصمد

۲۔ شیخ محمد بن محمد بن ابی الطیف مقدسی شافعی

۳۔ شیخ ملا عبداللہ یزدی، صاحب حاشیہ (متوفی ۹۸۱ھ)

شیخ بہائی کے تلامذہ اور رواۃ

بہت سے بزرگ علماء نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے ہوئے ان سے علوم دین اور فلسفہ و ادب حاصل کیا ہے؛ اسی طرح بہت سے مشہور دانشوروں نے ان سے روایت کی ہے۔ علامہ امینی نے الغدیر میں ان کے شیعہ دسی شاگردوں میں سے ۹۷ افراد کا نام حروف الف باء کی ترتیب سے درج کیا ہے۔ (۱)

شیخ بہائی کی گرانقدر تالیفات

موت سب کا مقدر ہے چنانچہ موت نے شیخ بہائی کو بھی نگاہوں سے اوجھل کر دیا لیکن ان کے بے پناہ علمی کارنامے اور قیمتی تحریریں، انہیں عرصہ کبھی پر زندہ رکھیں گے؛ یہاں آپ کی خدمت میں مختلف علوم

میں ان کی بعض گر افندر کتابوں کا نام پیش کیا جا رہا ہے:

- ۱۔ العروة الوثقی (علم تفسیر میں، مطبوعہ)
- ۲۔ جامع عباسی (علم فقہ میں، مطبوعہ)
- ۳۔ تشریح الافلاک (مطبوعہ)
- ۴۔ جبل التین (مطبوعہ)
- ۵۔ زبدۃ الاصول (مطبوعہ)
- ۶۔ خلاصۃ الحساب (مطبوعہ)
- ۷۔ الفوائد الصمدیۃ (مطبوعہ)

ولادت

شیخ بہائی کی تاریخ ولادت کے سلسلے میں سب سے معتبر نظریہ ریاض العلماء کے مولف کا ہے، وہ ان کے حالات زندگی میں، ان کے والد گرامی شیخ حسین کے خطی نسخے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”یہ مبارک مولود ۳ صفر ۹۵۰ھ کو دو شنبہ (سوموار) کی رات کو پیدا ہوا، اس کا بھائی ابوالفضل محمد بہاء الدین (خدا سے ہمیشہ صالح اور ہدایت یافتہ قرار دے) ۷ رزی الحجہ ۹۵۰ھ کو چہار شنبہ (بدھ) کے دن غروب کے وقت پیدا ہوا“۔ (۱)

وفات

علماء کی نظر میں شیخ بہائی کی معتبر تاریخ وفات ۱۰۳۰ھ ہے، انہوں نے اصفہان میں وفات پائی، وصیت کے مطابق مشہد مقدس میں، ان کو ان کے گھر میں ان کی آرامگاہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔

حرفوشی عالمی

وفات ۱۰۵۹ھ

من یلتوی قرضابہ فیہ التواء الافوانہ
 حتی یرویہ ویسر وی من دم الجانی سنانہ
 وینکص الرایات تع ثریالجماجم من جبانہ
 و اسأل بنعم کم لہ المختار من فضل أبانہ
 و اهلآلہ اطلقا اعداؤہ شوطاً عنانہ

”جس نے بیچ و تاب کھاتے ہوئے نرسانپ کو اپنے شمشیر آبدار سے نچایا۔

تاکہ اسے سیراب کر سکیں، وہ گذشتہ افراد کے مظالم کے خون سے اس کی نوک کو سیراب کرتے تھے۔

دشمنوں کے پرچم کو واپسی اور فرار پر مجبور کر دیتے تھے، حالانکہ یہ پرچم ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ صحرا میں نبرد آزما ہیں۔

ان کے مقام و مرتبہ کے متعلق خم کی سرزمین سے سوال کریں کہ رسول خدا نے ان کے بہت سے فضائل و مناقب کو واضح و آشکار کیا۔

اگر ان کے دشمن ان سے جنگ و جدال کو ایک لمحہ بھی ترک کر دیتے تھے تو کیا ہوتا۔“

شاعر کا تعارف

شیخ محمد بن علی بن احمد حرفوشی (۱) حریری شامی عالمی۔

ایسی برجستہ شخصیت کے حامل تھے جسے بہت سے علمائے علم و ادب پر تقدم حاصل تھا، وہ نایاب دانشوروں میں سے ایک تھے، وہ ہر فضیلت کی طرف مشتاقانہ طریقے سے آگے بڑھے اور ہر کرامت کو اعلیٰ مرتبہ پر حاصل کیا، ایسا لگتا ہے جیسے تمام فضائل و مناقب دائرے کی طرح ان کا حصار کئے ہوتے تھے۔

شیخ حرعالمی ان کی زندگی کے متعلق اہل الآمل میں لکھتے ہیں:

”وہ فاضل دانشور، باریک بین، برجستہ، ماہر، محقق، مدقق، شاعر، ادیب مولف، حافظ اور اپنے

عہد میں عربی علوم سے سب سے زیادہ آشنا تھے“۔ (۲)

علامہ مجلسی نے بھی بحار الانوار میں مولف ”السلافۃ“ کے حوالے سے ان کی مدح و ستائش کی

ہے۔ (۳)

مستدرک کے مطابق شہید ثانی کے پوتے ”شیخ علی زین الدین“ نے ان کے سامنے زانوئے

ادب تہہ کیا ہے اور سید ہاشم احسانی نے ان سے روایت کی ہے۔ (۴)

ان کے بعض گر انقدر کارنامے یہ ہیں:

۱۔ شرح قواعد شہید

۲۔ شرح الزبدہ (اصول میں)

۳۔ شرح صدیہ (نحو میں)

۴۔ مختلف النحاة (نحو میں)

۱۔ حرفوش کے خاندان سے منسوب ہے، وہ اپنے پردادا یعنی امیر حرفوش خزعی سے منسوب ہیں، جب ابو عبیدہ ابن جراح نے بعلبک پر حملہ کیا تھا تو وہ (امیر حرفوش) فرقہ کے لشکر میں پرچم دار تھے، ان کی اصالت عراق کے خزاعہ سے ہے؛ ملاحظہ ہو: اعیان الشیعہ

ج ۳ ص ۳۲۸ (ج ۲ ص ۲۱۶)

۲۔ بحار الانوار ج ۲۵ ص ۱۲۴ (ج ۱ ص ۱۰۹)

۳۔ منہج المقال ص ۳۵۲ (ج ۱ ص ۱۶۲ نمبر ۱۶)

۴۔ مستدرک ج ۳ ص ۴۰۶

ابن ابی الحسن عالمی

وفات ۱۰۶۸ھ

و نص علیہ فی الغدیر بانہ
 فادو عتموها غیر اهل بظلمکم
 امام الوری بالمنطق الصادع الفصل
 و ابعلمتموها ای بعد عن الاهل
 فاذا و رسول اللہ فی منع بنتہ
 تراثاً لها یا ساء ذلک من فعل
 و کم رکبوا غیاً و جاؤا بمنکر
 و کم عدلوا عن جانب الرشد و العدل

”رسول خدا نے غدیر کے دن واضح انداز میں صریحی طور پر حضرت علیؑ کو تمام لوگوں کے رہبر کی حیثیت سے نشاندہی فرمائی۔ تم لوگوں نے اس مقام کو نالائقوں کے حوالے کر کے جو شخصیت اس کے لائق تھی اس سے دوری اختیار کی۔ انہوں نے رسول خداؐ کی بیٹی کو ان کے میراث سے محروم کر کے آنحضرت کا دل دکھایا، انہوں نے کتابرا اور قبیح عمل انجام دیا۔ وہ ضلالت و گمراہی کے مرکب پر سوار اور قبیح افعال انجام دینے میں کتنے ثابت قدم تھے۔ وہ عدل و ہدایت سے کتنے دور تھے۔“

اس قصیدہ کو سید احمد عطار نے الرائق کی دوسری جلد میں نقل کیا ہے۔

شاعر کا تعارف

سید نور الدین علی (دوم) بن سید نور الدین علی بن حسین بن ابی الحسن، موسوی عالمی جہمی۔
 یہ مذہب تشیع کی ان برجستہ شخصیتوں اور علماء میں سے تھے جنہوں نے علم و ادب کو باہم جمع کیا اور

زہد و پارسائی کے زیور سے آراستہ تھے۔

چنانچہ ان کے والد بھی خاندان وحی کے بزرگوں، علم و فضیلت کی نایاب شخصیتوں اور شہید ثانی کے مشہور شاگردوں میں سے ایک تھے۔

متذکرہ شاعر نے اپنے والد سید شریف اور اسی طرح دو عظیم شخصیتوں سے درس لیا جن میں سے ایک ان کے پدری بھائی صاحب مدارک تھے اور دوسرے ان کے مادری بھائی، شہید ثانی کے فرزند شیخ حسن تھے، انہوں نے ان سے اجازت روایت لی ہے۔

جن کتابوں میں علماء کے حالات زندگی مرقوم ہیں، ان میں وقیع شاعر (نور الدین) کا تذکرہ

انتہائی عزت و احترام، تعریف و توصیف اور مدح و ثنا سے بھرپور انداز میں کیا گیا ہے۔ (۱)

شیخ حسین کرکی

وفات ۶/۱۰/۱۰۶۷ھ

فخاض امیر المؤمنین بسيفه لظاها و املاك السماء له جند
 وصاح عليهم صيحة هاشمية تكاد لها الشم الشوامخ تنهد
 غمام من الاعناق تهطل بالدماء ومن سيفه برق و من صوته رعد
 وصى رسول الله وارث علمه ومن كان فى خم له الحل والعقد
 لقد ضل من قاس الوصى بضده و ذوالعرش يابى أن يكون له ند

”امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنی تلوار کو آگ (جگ) کے دہانے میں ڈال دیا۔ انہوں نے دشمنوں پر ایسا تیز ہاشمی نعرہ بلند کیا کہ قریب تھا پہاڑ اس کی بیت سے اپنی جگہ چھوڑ دیں۔ کافروں کی گردن سے خون کی بارش ہونے لگی، ایسی بارش جس کی چمک حضرت علی علیہ السلام کی تلوار اور جس کی تھکنج ان کا بلند بانگ نعرہ تھا۔ حضرت علی علیہ السلام رسول خدا کے وصی و جانشین اور ان کے علم کے وارث ہیں، غدیر خم کے واقعہ میں انہیں کے حوالے حل و عقد کے امور کئے گئے۔ جو حضرت علی کا ان کے دشمن سے مقابلہ کرے وہ واقعاً گمراہ ہے۔ وہ بے نظیر ہیں بالکل اسی طرح جیسے عرش کا پروردگار کوئی مثل و نظیر اور شریک نہیں ہے۔“ (۱)

۱۔ اس قصیدہ کو الالآل (ج ۱ ص ۷۶ نمبر ۶۶) سے انتخاب کیا گیا ہے

شاعر کا تعارف

شیخ حسین بن شہاب الدین بن حسین بن خانداز (۱) شامی کرکی عالمی۔ جمیل عالم کے بہترین انسان اور ان دانشوروں میں سے تھے جنہوں نے مختلف علوم حاصل کر کے ان پر مہارت حاصل کر لی تھی، وہ ادبیات میں استاد کی حیثیت رکھتے تھے؛ جب وہ شعر کہتے تو انسان سمجھ نہیں پاتا تھا کہ وہ موتی پرور ہے ہیں یا سونے کا زیور آمادہ کر رہے ہیں۔

ان کے ہم عصر عالم ”الائل الائل“ میں ان کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں:

”وہ ہمارے عہد میں قدرتمند عالم و دانشور، ادیب و شاعر اور مؤلف تھے، انہوں نے چند کتابیں

لکھی ہیں کہ جن میں بعض یہ ہیں: شرح نوح البلاغ، عقود الدرر فی حل ایات المطول والمختصر، حاشیہ مطول

و.... انہوں نے ۶۷۰ھ کو ۶۸ رسال کی عمر میں وفات پائی“۔ (۲)

۱۔ خلاصۃ الاثر (ج ۲ ص ۹۰) پر خانداز مذکور ہے

۲۔ ائل الائل (ج ۱ ص ۷۰ نمبر ۶۶)؛ ان کے حالات زندگی اجازات بحار ص ۱۲۵ (بحار الانوار ج ۱۰۹ ص ۱۱۹) پر ملاحظہ کئے

قاضی شرف الدین

وفات ۹۷۹ھ

ولاه احمد فی الغدیر ولایة
 حتی اذا اجری الیہا طرفہ
 ماکان أسرع ما تناسوا عہدہ
 سہدوا بہا یوم الغدیر لحدیر
 اذعم من انوارہا الاشراق
 حادوہ عن سنن الطریق وعاقروا
 ظلماً و حلت تلکم الاطواق
 ”احمد نے غدیر خم کے دن، ان کو اپنی جانشینی اور ولایت کے مسند پر براجمان کیا، ایسی ولایت جو طوق کی طرح ان کی گردن پر پڑی ہوئی تھی۔ لیکن جب حضرت علیؑ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ان سے دشمنی کر کے سنت رسول اور واقعی اسلام کو نافذ کرنے میں ان کے رکاوٹ بنے، انہوں نے کتنی جلدی اپنا وعدہ بھول کر اپنا عہد و پیمانہ توڑ دیا۔ یہ لوگ غدیر کے دن گواہ تھے کہ کس طرح حضرت علیؑ کی ولایت کے نور سے پورا عالم روشن و منور تھا۔“ (۱)

شاعر کا تعارف

قاضی شرف الدین حسن بن قاضی جمال الدین بن بن عمر بن حنظل بن مطہر بن علی ہبلی (۲)

۱۔ یہ قصیدہ نمبر ۱۷۷۱ میں شمع و شمع (جلد ۷ ص ۱۷۷) پر دیکھا جاسکتا ہے

۲۔ حار پر زبر اور اس کے بعد ب ہے خو لان کا براخانہ ان ہے

خولانی یعنی صنعانی۔ یمن کے مشہور ادیب و عالم، دانشور مولف اور شاعر تھے، ان کا ”قلائد الجواہر“ کے نام کا ایک دیوان بھی تھا۔

نسمۃ السحر میں ہے:

یمن نے آغاز تاریخ سے لے کر ان کے زمانے میں ان سے زیادہ برجستہ شاعر نہیں دیکھا تھا۔
اس شاعر نے عالم جوانی میں صفر ۹۷۱ء کو وفات پائی، ان کے والد اور دوسروں نے ان کا مرثیہ کہا ہے۔

خلاصۃ الاثر کے مولف نے ان کا تذکرہ کر کے ان کی مدح و ستائش کی ہے اور ان کے بہت سے اشعار نقل کئے ہیں۔ (۱)

سید ابوعلی انسی

وفات ۹/۱۰۷۹ھ

و حدیث الغدیر یکفیه مما قال فیہ محمد و استقلا
 غیر ان الضغائن القرشیا ت بہا کانت اللیالی حبالا
 ”حدیث غدیر میں حضرت محمدؐ نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہی کافی ہے اور سب کا
 جواب ہے لیکن افسوس! راتیں قریش کی نفرتوں کا مرکز بن گئیں۔“ (۱)

شاعر کا تعارف

سید ابوعلی احمد بن محمد حسنی یمنی انسی (۲) یمن کے مولف و عالم تھے، جا رو دیہ کے رہنے والے تھے۔
 نسمۃ السحر نے ان کی مدح و ستائش کی ہے۔ (۳) عقائد کے سلسلے میں ان کے بہت سے اشعار ہیں،
 متوکل ان کی زبان سے ہر اسماں تھا۔ چنانچہ ایک دن جب وہ سووہ میں متوکل کے پاس آئے اور ان کی
 ضرورتیں پوری نہ ہوئیں تو متوکل کی مذمت کرنے لگے۔ متوکل نے حکم دیا کہ ان کی تمام ضرورتیں پوری



۱۔ نسمۃ السحر ج ۱ ص (مجلد ۶ ج ۱ ص ۹۰) پر یہ اشعار نقل کئے ہیں

۲۔ الف پرزہ اور نون پرزہ ہے، یہ یمن کے مشہور شہر حلاق انس سے منسوب ہے، (شاید غلط ہو)

۳۔ نسمۃ السحر (مجلد ۶ ج ۱ ص ۹۰)

کردی جائیں، اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ تمہاری ہر حاجت پوری ہو۔ سید نے کہا: جس ہندوستانی تکیہ پر بیٹھے ہو، مجھے اس کی ضرورت ہے۔ متوکل فوراً اٹھا اور سید نے اسے اٹھالیا پھر اپنے چند اشعار میں اس کی مدح کی۔ وہ ۹۰۶ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے فرزند سید احمد نے شعر و ادب کا ذوق اپنے والد سے میراث میں پایا تھا، چنانچہ بارہویں صدی ہجری کے شعراء میں ان کا تذکرہ آئے گا۔ (۱)

سید شہاب موسوی

ولادت ۱۰۲۵ھ

وفات ۱۰۸۷ھ

ظلم الضلالة فی ضیاء سراجہ	”نور مبین“ قد أنار دجی الہدی
ریح الشکوک و آض من لجلاجہ	و غدیر خم بعد ما لعبت بہ
(خیر المقال) و ضاق فی امواجہ	امطرته بسحابہ سمیتہا
فأرتنا المظموس من منہاجہ	و أبت فی (کت البیان) عن الہدی
تنسج یذا أحد علی منساجہ	و کذاک (منتخب من التفسیر) لم

”ان کے چراغ ”نور مبین“ (۱) کی روشنی میں ہدایت کی تاریکی اور ضلالت کے اندھیرے روشن و منور ہو گئے۔ غدیر (حوض) پر، مخالفین اور دشمنوں کے تمام تر شک و تردید کے بعد وہ حوض متلاطم ہوا۔ تم ”خیر المقال“ نامی کتاب کے بادل کے ذریعہ برسے، اس وقت وہ حوض (پانی سے سرشار ہوا اور) پانی کی موجوں میں تھگی آگئی۔ تم نے ”کت البیان“ نامی کتاب میں ہدایت سے پردہ اٹھایا اور جس راہ ہدایت کے نام و نشان مٹ رہے تھے، اس کی نشاندہی کی۔ اسی طرح کتاب ”منتخب التفسیر“ بھی ہے کہ کوئی اور ایسے اچھوتے انداز میں تحریریں پیش نہیں کر سکتا“

تذکرہ اشعار چالیس اشعار پر مشتمل شاعر کے قصیدہ سے منتخب کئے گئے ہیں جنہیں ان کے دیوان (۱) میں دیکھا جاسکتا ہے۔ انہوں نے یہ قصیدہ ۱۰۵ھ میں سید علی خان مشعشی (بعد والے شاعر) کی مدح میں کہا ہے، شاعر نے ان اشعار میں سید علی خان کی کتاب ”خیر المقال“ کا تذکرہ کیا ہے جو امامت کے موضوع پر مشتمل ہے جس میں حدیث غدیر کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ شاعر نے اپنے اشعار میں حدیث غدیر کو ثابت کیا اور اس کی دلالت کے سلسلے میں تمام تر شکوک و شبہات کو برطرف کیا ہے؛ اسی لئے ہم نے انہیں شعرائے غدیر کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

شاعر کا تعارف

سید شہاب بن احمد بن ناصر بن حوزی بن... بن امام موسیٰ کاظمؑ۔ یہ اہل بیت رسولؐ کے برجستہ شاعر تھے۔ ان کے اشعار سلیس، فصیح بہترین معانی پر مشتمل الفاظ کے حامل ہوتے تھے، کافی قوی اور سلیس اشعار کہتے تھے۔

سید ضامن بن شذم نے اپنی کتاب ”تحفة الازہار“ میں ان کے متعلق لکھا ہے:

وہ بزرگ سید، بہترین اخلاق کے مالک، عظیم خاندان کے حامل اور فصیح وادیب و شاعر تھے۔ (۲)
 وبتانی ”دائرة المعارف“ میں لکھتے ہیں:

وہ گیارہویں صدی کے علماء میں سے تھے جو ۱۰۸۲ھ میں فوت ہوئے، ان کے اشعار سلیس اور مقلع ہوتے تھے۔ (۳)

۱۔ دیوان سید شہاب موسوی ص ۱۳۰

۲۔ تحفة الازہار ج ۳

۳۔ دائرة المعارف ج ۱ ص ۵۸۹ (ج ۱ ص ۵۹۳)

سید علی خان مشعشی

وفات ۱۰۸۸ھ

و فی یوم خم اہان النبى موالاتہ برفیع الندا
 فاولہم کان سالمآلہ وفادیہ بالنفس لیل القدا
 و ناصرہ یوم فر الصحاب عنہ فراراً کسرب القطا

”رسول خدا نے غدیر خم میں حضرت علیؑ کی دوستی و ولایت کو بلند بانگ بیان فرمایا، علیؑ ہی سب سے پہلے اسلام لائے اور فداکاری کی رات میں رسول خداؐ کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔ وہ ان ایام میں رسول کے ناصر و مددگار تھے جن ایام میں اصحاب، رسول خداؐ سے اسی طرح فرار کر رہے تھے جس طرح پرندے پر اگندہ ہوتے ہیں۔“

یہ بہترین قصیدہ ایک سو بیس اشعار پر مشتمل ہے۔

شاعر کا تعارف

سید علی خان بن سید خلف بن سید عبدالمطلب بن.... بن امام موسیٰ بن جعفر (علیہا السلام) مشعشی

حویلی۔ (۱)

وہ جو یزید کے ایسے حاکم تھے جو علم کے نورانی لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے۔

شیخ حرعالمی نے اہل الآئل میں ان کا اس طرح تذکرہ کیا ہے:

وہ فاضل دانشور اور بلند مرتبہ ادیب و شاعر تھے، اصول اور امامت وغیرہ کے سلسلے میں ان کی

کتابیں بھی ہیں۔ (۱)

مستدرک کے مولف کے بقول: شیخ حسین بن محی الدین بن عبد اللطیف بن ابی جامع نے ان

سے روایت نقل کی ہے، خود انہوں نے بھی شہید ثانی کے نواسے شیخ علی زین الدین سے روایت نقل کی

ہے۔ (۲)

۱۔ اہل الآئل (ج ۲ ص ۱۸۷ نمبر ۵۵۴)

۲۔ مستدرک ج ۳ ص ۳۰۶، ۳۰۸

سید ضیاء الدین عینی

وقات ۱۰۸۸

امام الجراء اللہ من طینہ العلاء	ہمام لہ نہج من المجد لازب
لہ الشرف الاعلیٰ لہ نقطۃ السما	ہو البدر والال الکرام الکواکب
بہم قام دین اللہ فی الارض واعتلت	لامۃ خیر المرسلین المذہب
لیہنک ذالعید الذی انت عیدہ	و عیدی و من تحنو علیہ الاقارب
و یوما اقام اللہ للال حقہم	بہ و رسول اللہ فی القوم مخاطب
بہ قلند اللہ الخلافة اہلہا	و زحزح عنہا الابعدون الاجانب
فکان امیر المؤمنین علی الوصی	بنص اللہ فالامر واجب
و حسبک نفس المصطفیٰ و ولیہ	و ہارونہ النذب الہمام المحارب

”وہ ایسے امام ہیں جن کو خداوند عالم نے بہترین فطرت پر خلق فرمایا ہے، وہ ایسے آقا ہیں کہ ثابت و استوار طریقہ زندگی انہیں سے مخصوص ہے، برترین شرافت و بزرگی کے حامل تھے، آسمان کی روشنی و چمک انہیں کی وجہ سے ہے، وہ ماہتاب ہیں اور ان کا عظیم خاندان ستارے۔ انہیں کے وجود کی برکت سے خدا کا دین زمین پر قائم ہوا اور خیر الانبیاء کی امت کے عقائد مقدس ہوئے، یہ عید (۱) آپ کو مبارک

ہو، آپ ہی اس عید کی علت ہیں میری اور ان افراد کی عید کے سبب ہیں جنہوں نے اپنا دل آپ سے وابستہ کر دیا ہے۔ جس دن خداوند عالم نے علیؑ کی برکت سے آل رسولؐ کے حق کو ان کے لئے قائم کیا پھر رسول خداؐ نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا۔ خدا نے اس دن خلافت کو بہترین انسان کے سپرد کیا اور غیر اس سے دور ہو گئے۔ لہذا علیؑ خدا کی تصریح کے مطابق مومنوں کے امیر اور رسول خداؐ کے جانشین ہیں، ان کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ تمہارے لئے نفس رسولؐ، ان کے ولی و ہارون، پاک و پاکیزہ آقا اور ثابت قدم شجاع کی دوستی و محبت ہی کافی و دانی ہے۔“

شاعر کا تعارف

سید ضیاء الدین جعفر بن مطہر (۱) بن محمد حسین، جرموزی حسنی یمنی۔ یمن کے بزرگ، ادیب و شاعر اور مؤلف تھے، منصور کے بیٹے متوکل نے ابو الحسن اسماعیل بن محمد کی وفات کے بعد سرزمین عدین (۲) کا حاکم بنا دیا، وہ وہیں پر حکومت کرتے رہے، پھر امیر سید فخر الدین عبداللہ یحییٰ بن محمد، موید بن متوکل کے آغاز میں وہاں کا حاکم ہو گیا۔ انہوں نے شہر عدین میں ۱۰۹۶ھ کو وفات پائی۔

۱۔ یہ اپنے عہد کے برجستہ علمی و ادبی شخصیت تھے، ۱۰۷۱ھ میں وفات پائی، ان کے حالات زندگی خلاصہ الاثر ج ۳ ص ۳۰۶ پر ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

۲۔ یمن کے ایک شہر کا نام ہے: معجم البلدان (ج ۳ ص ۹۰) ملاحظہ ہو: نسمة البحر (مجلد ۶ ج ۱ ص ۱۵۵)

ملا محمد طاہر قسقی

وفات ۱۰۹۸ھ

ولاية المرتضى في خم قد ثبتت
 بنصر افضل خلق الله والرسول
 نص النبي عليه فوق منبره
 عليه اشهد اهل الدين و الدول

”علی مرتضیٰ کی ولایت، بہترین مخلوق خدا اور برترین رسول کی تصریح کے ذریعہ خم کی سر زمین پر سب پر ثابت ہو گئی ہے، رسول خدا نے منبر کی بلندی پر واضح طور سے اس ولایت کا اعلان فرمایا اور تمام اہل دین و دولت نے اس کی گواہی دی۔“

شاعر کا تعارف

ملا محمد طاہر بن محمد حسین، شیرازی پھر نجفی اور پھر قسقی۔ ان محدودے چند شخصیتوں میں سے تھے جنہوں نے مختلف علوم حاصل کئے، یہ روایت کرنے والے مشائخ اور ان افراد میں سے ہیں جن کی سندوں کا سلسلہ امام سے متصل ہوتا ہے، وہ فقہ کے ساتھ ساتھ صحیح اور عالی علم فلسفہ کے بھی حامل تھے، ان کی بات لائق اعتماد اور علم ادبیات میں کامل تھے، انہوں نے اپنے بے پناہ علوم کو مفید نصیحتوں اور بلیغ موعظوں سے مخلوط کر کے اپنے کلام میں بہت سی حکمتیں پیش کی ہیں، بہت سے اشعار کہے ہیں جن کے آگے موتیوں کے دانے بیچ نظر آتے ہیں۔

اہل الآئل کے مولف لکھتے ہیں:

وہ ہمارے عہد کے دانشور اور بہترین شخصیت ہیں، ایک صاحب تحقیق اور قابل اعتماد عالم، فقیہ اور مناظر و متکلم ہیں اس کے علاوہ جلیل القدر محدث بھی تھے۔ (۱)

محدث نوری نے مستدرک میں ان کی اس طرح ستائش کی ہے:

وہ جلیل القدر اور پاک و پاکیزہ عالم دین اور شیعیت کی معتبر شخصیت، بہت سی مفید کتابوں کے مالک ہیں۔

مولانا محمد طاہر نے سید نور الدین علی (۲) جن کا تذکرہ اس سے قبل کیا گیا، سے روایت کی ہے۔ علامہ مجلسی نے ۱۰۸۶ھ کے اجازہ (۳) کے مطابق، شیخ حر عاملی اہل الآئل (۴) کے مطابق، شیخ نور الدین اخباری اور ملا محمد محسن فیض کاشانی (۵) نے ان سے روایت نقل کی ہے۔ مختلف علوم میں ان کی گرانقدر کتابیں بھی ہیں۔

۱۔ اہل الآئل (ج ۲ ص ۲۵۷ نمبر ۸۱۹)

۲۔ بحار الانوار ج ۲۵ ص ۲۶۳ (ج ۱۱ ص ۱۳۰ نمبر ۱۰۳)؛ مستدرک الوسائل ج ۳ ص ۳۰۹

۳۔ اجازات بحار ص ۱۶۳ (ج ۱۱ ص ۱۲۹ نمبر ۱۰۳)

۴۔ اہل الآئل (ج ۲ ص ۲۷۸ نمبر ۸۱۹)

۵۔ مستدرک ج ۳ ص ۲۲۱

قاضی جمال الدین کی

وفات بعد از ۱۰۱۲ھ

انت نعم المولى لكل العباد	انت نعم النصير فى كل زاد
سيد الناس اوحده العباد	ذوالايادي والايديد أنت لعمري
فى رقاب الورى ليوم التناد	ولك الارث فى الولاء بحق
انت مالى للمؤمنين والمنقاد	لنمقال النبى فى ماء خم
وتمادى الغبى فى الانتقاد	فتهادى بالطوع قوم ففازوا
يا الهى ومن يعاديه عاد	ثم قال النبى وال علىاً
ويلعن ونقمة للمعادى	وتفضل برحمة للموالى

”آپ نختیوں میں بہترین نصرت کرنے والے اور زاد راہ ہیں، آپ تمام بندوں کے بہترین مولا ہیں۔ میری جان کی قسم! آپ بہترین نعمتوں اور قدرتوں کے مالک ہیں، لوگوں میں سب سے اچھے اور بندگان خدا میں یگانہ روز تھے۔ آپ ولایت کے برحق وارث تھے، قیامت تک سب کی گردن پر آپ کا حق ہے کیونکہ رسول خدا نے آپ کو ہر مومن و مطیع کا مولا و آقا قرار دیا ہے۔ بعض لوگ آپ کی اطاعت کے ذریعہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہوئے، جاہل اور بے خبر انسان آپ کی مخالفت کو آخر تک جاری رکھا۔ پھر رسول خدا نے فرمایا: خدایا! علی کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ، ان کے دوستوں کو اپنی

رحمت و مہربانی کا محور قرار دے اور ان کے دشمنوں پر عذاب نازل فرما۔“
 سلفۃ العصر اور سلوۃ الغریب کی جانب رجوع کریں، یہ دونوں سید علی خان مدنی کی کتابیں ہیں۔

شاعر کا تعارف

قاضی جمال الدین (۱) محمد بن حسن بن دراز کی۔ وہ خوش سخن ادیب، صاحب فضیلت، شعر کے نقاد، نابذ قضاات اور خلاق تھے۔

سید نے ”سلفۃ العصر“ میں ان کا بہترین انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے ان کی اس طرح ستائش کی ہے:

”وہ علوم و معارف میں درخشاں صورت اور ان کے وسیع سایہ سے بہرہ مند تھے، ان کے فضائل کے آفتاب و ماہتاب نے ہر جگہ کو روشن و منور کر رکھا تھا، انہوں نے علم کے سمندر اور اس کی موجوں کو متلاطم کیا اور علم و دانش کی آواز کو ہر جگہ پہنچایا، ان کا نام اور یاد ہر سر زمین پر پھیلا ہوا تھا“۔ (۲)

تذکرہ شاعر جمال الدین کے حالات زندگی محبی کی کتاب ”خلاصۃ الاثر“ (۳) میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، ذہ السلفۃ کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”میں اس شخصیت کی تاریخ و وفات کے متعلق جستجو کی لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا، بس اتنا علم ہے کہ وہ ۱۰۲۱ھ میں زندہ تھے، اس کے بعد زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہے، خدا ان کی مغفرت کرے۔“

۱۔ خلاصہ ص ۳۳ م ۳۲۰ پر اسی طرح مذکور ہے لیکن کتاب سلفۃ العصر ص ۱۰۷ پر یہ مرقوم ہے: جمال الدین بن محمد

۲۔ سلفۃ العصر ص ۱۰۷

۳۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ص ۳۳۰۔۳۲۷

ابو محمد بن شیخ صنعان

قدر الذی بصفاته وسماته ممسوس ذات اللہ فی الآثار
مصباح نور اللہ مشکاة الہدی فتاح باب خزائن الأسرار
صنو الرسول وکان اول مؤمن عبد الالہ کصنوه المختار
وبہ أقام اللہ دین نبیہ و أتم نعمته علی الأخیار

”وہ اپنے اسماء اور صفات کی وجہ سے بلند مرتبہ ہیں، روایات میں ان کا نام ”ممسوس ذات الہی“ (۱) ہے۔ وہ نور خدا کے چراغ، ہدایت کے چراغ و ان اور اسرار کے خزانوں کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔ علیؑ رسول خدا کے بھائی، وہ پہلے ایمان لانے والے تھے جنہوں نے اپنے منتخب بھائی (رسول) کی طرح خدا کی عبادت کی۔ خداوند عالم نے اپنے رسول کے دین کو ان کے وسیلے سے استوار کیا اور اپنی نعمتوں کو نیک بندوں پر کامل کیا۔“ (۲)

۱۔ یہ اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس البوصیر نے بطور مرفوع حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۸ پر نقل کیا ہے: لا تسبوا علیا فاسہ ممسوس فی ذات اللہ ”علیؑ کو گالی نہ دو کیونکہ وہ خدا کی ذات میں منضم ہو چکے ہیں“ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کے صفحہ ۹۱۳
۲۔ آیہ مبارکہ ﴿الہیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی﴾ کی طرف اشارہ ہے جو حدیث میں دن امیر المؤمنین کی شان میں نازل ہوئی ہے ہم نے اسی کتاب کے صفحہ ۶۸-۷۰ پر تفصیل سے اس سلسلے میں گفتگو کی ہے۔

شاعر کا تعارف

ابو محمد بن شیخ صنعان۔ ان کے حالات زندگی معلوم نہیں ہو پائے، لیکن متذکرہ اشعار ہی فن شاعری میں ان کی قدرت، نظم میں ان کی مہارت اور میدان ادب میں ان سبقت کی دلیل ہیں چنانچہ امام پاک امیر المومنین کے متعلق ان کی خالص محبت و ولایت کی دلیل ہیں۔



عند لیبان غدیر

(بارہویں صدی ہجری)

- | | |
|----------------------------|------------------------|
| ۱۔ شیخ محمد حر عالی | ۲۔ شیخ احمد بلا دی |
| ۳۔ شمس الادب یمینی | ۴۔ سید علی خان مدنی |
| ۵۔ شیخ عبدالرضا مقری کاظمی | ۶۔ علم الہدی محمد |
| ۷۔ شیخ علی عالی | ۸۔ ملا مسیحا فسوی |
| ۹۔ ابن بشارۃ غروی | ۱۰۔ شیخ ابراہیم بلا دی |
| ۱۱۔ شیخ ابو محمد شوکی | ۱۲۔ سید حسین رضوی |
| | ۱۳۔ سید بدرالدین یمینی |

شیخ حرعالمی

ولادت ۱۰۳۳ھ

وفات ۱۱۰۴ھ

وانت منه فی علی نصوص
قال فیہ هذا ولیی وصیی
وزعمتم بأن کل نبی
هو مولی من کان مولاه نصاً
ودعا بعدھا دعاء مجاباً
لم یحکم حول ربھا الاحصاء
وارئی ہکذا روی العلماء
لم یرث منه مالہ الاقرباء
منہ فلیترک الہوی والمرء
وبہ قد تواتر الانباء
یہ قصیدہ ۳۵۳ اشعار پر مشتمل ہے۔

”حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں رسول خدا کی طرف سے صریح اور واضح ارشادات ہم تک پہنچے کہ جس کو کوئی بھی شمار نہیں کر سکتا۔ علماء کی روایت کے مطابق حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وہ میرا ولی، وصی اور وارث ہے۔ حالانکہ تم سوچتے ہو کہ انبیاء اپنے رشتہ داروں کے لئے اموال کی میراث نہیں چھوڑتے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح طہ شاد کے مطابق: حضرت ہر اس شخص کے رہبر ہیں جس کے رسول خدا رہبر ہیں۔ لہذا اس مسئلے میں خواہش نفس اور جنگ و جدال کو چھوڑ دینا چاہئے اس کے بعد آنحضرت نے ایسی دعا فرمائی جو یقیناً مستجاب ہے، یہ مطلب متواتر روایات میں منقول ہے۔“

شاعر کا تعارف

محمد بن حسن بن علی بن... بن حرریاحی جو سبط رسول امام حسین شہید کے ہمراہ عاشور کے دن شہید ہوئے۔

یہ حر جو عاشور کے دن اور رسول خدا کے ہمراہ شہید ہوئے، یہ اپنے خاندان کے لئے عظیم شرافت و بزرگی کے بانی قرار پائے، ایسا خاندان جس میں علمائے دین، مذہبی شخصیتیں، نقادانِ سخن، فکر و فن کے رہبر، نابغہ، خطابت و تالیف، ماہر فقہاء، نقل حدیث کے ائمہ، فضل و ادب کے مالک اور برجتہ شعراء ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشہور متذکرہ شاعر شیخ حرعالمی ہیں جن کے محفوظ کارنامے، صفحہ تاریخ پر ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ ان کی وقیح اور گرانقدر کتاب ”وسائل الشیعہ“ ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے، یہ کتاب اسلامی شریعت کی ہچکی میں قطب کی حیثیت رکھتی ہے، علمائے شیعہ نے اپنے بہت سے فتوؤں میں اس سے استفادہ کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ اگر محدث نوری کی گرانقدر کتاب ”مستدرک الوسائل“ کو اس کے ساتھ رکھ دیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ دو دریا آپس میں مل گئے ہیں۔ بہت سے محققین ان دونوں کتابوں کی طرف رجوع کئے بغیر کوئی فتویٰ صادر نہیں کرتے۔ جی ہاں! اہل استنباط کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان دونوں کتابوں میں موجود احادیث کی سندوں میں غور و فکر کریں۔ جس کتاب رجال میں بھی شیخ حرعالمی کی سوانح حیات مرقوم ہے اس میں مدح و ستائش کے جملوں کے ذریعہ ”وسائل الشیعہ“ کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔

ان کی گرانقدر کتابوں کے نام ہمیشہ باقی رہیں گے، ان میں بعض یہ ہیں:

۱۔ اہل الآئل فی علماء جبل عامل؛ یہ کتاب جبل عامل اور دوسرے علماء کی سوانح حیات پر مشتمل

ہے۔

۲۔ اثبات الہدایۃ بالصوم والمعجزات؛ دو جلدوں میں یہ کتاب بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

شیخ حرعالمی نے اپنے والد شیخ حسن بن علی (متوفی ۱۰۶۲ھ)، اپنے چچا شیخ محمد بن علی (متوفی

۱۰۸۱ھ)، اپنے نانا شیخ عبدالسلام بن محمد حر، اپنے والد کے ماموں شیخ علی بن محمود عالمی، شیخ زین الدین بن

محمد بن حسن (صاحب معالم)، شیخ حسین ظہیری اور دوسروں علماء سے درس لے کر ان کے سامنے قرأت کی ہے۔

انہوں نے ابو عبد اللہ حسین بن حسن بن یونس عالمی اور علامہ مجلسی سے نقل روایت کے اجازے لئے ہیں۔ (۱) اور جیسا کہ ان کے اجازہ میں موجود ہے، علامہ مجلسی وہ آخری انسان ہیں جنہوں نے ان کو روایت کی اجازت دی ہے۔

جن لوگوں نے ان سے اجازت روایت (۲) لئے ہیں ان کے اسماء یہ ہیں: خود حر عالمی، شیخ محمد فاضل (۳) بن محمد مہدی مشہدی، سید نور الدین بن سید نعمت اللہ جزائری (۱۰۹۸ھ کو)، شیخ محمود بن عبد السلام بحرانی؛ جیسا کہ مستدرک میں مذکور ہے۔ (۴)

شیخ حر عالمی شب جمعہ ۸ رجب المرجب ۱۰۳۳ شہر مشغز (۵) میں پیدا ہوئے، چالیس سال تک اپنے بہترین خانوادے کے سائے میں تربیت پائی، وہاں سے دومرتبہ حج سے شرف ہوئے، پھر ائمہ کی زیارت کے لئے عراق کا سفر کیا پھر ابو الحسن الرضا کی زیارت کی توفیق ہوئی اور مشہد ہی میں مقیم ہو گئے، مشہد میں اقامت کے دوران دومرتبہ حج سے شرف ہوئے اور دومرتبہ ائمہ عراق کی زیارت بھی کی۔ مشہد میں انہیں شیخ الاسلام اور منصب قضاوت عطا کیا، یہاں تک کہ ۲۱ رمضان المبارک ۱۱۰۳ھ کو وفات پائی، امام رضا کے روضہ کے صحن عتیق میں مدرسہ میرزا جعفر کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے، ان کی قبر مشہور و معروف اور لوگوں کے لئے زیارت گاہ کی حیثیت رکھتی ہے، خدا ان کی روح کو شاد اور ان کے مزار مقدس کو نورانی فرمائے۔ (۶)

۱۔ انہوں نے ۱۰۵۹ھ کو اجازت مرحمت فرمائی جیسا کہ اجازات بحار ص ۱۶۰ (ج ۱۱۰ ص ۱۰۹ نمبر ۱۰۰) پر موجود ہے، یہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے اس عظیم شخصیت کو اجازت دی ہے۔

۲۔ شیخ حر عالمی کے ذریعہ ان کا اجازہ بحار ج ۲ ص ۱۵۹ (ج ۱۱۰ ص ۱۰۳ نمبر ۹۹) پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، یہ ۱۰۸۵ھ کی بات ہے

۳۔ ۱۰۸۵ھ میں چنانچہ اجازات بحار ص ۱۵۸ (ج ۱۱۰ ص ۱۰۷ نمبر ۱۰۰) پر دیکھا جاسکتا ہے۔

۴۔ مستدرک ج ۳ ص ۳۹۰ ۵۔ جبل عامل کا ایک شہر ہے عجم البلدان (ج ۵ ص ۱۳۴)

۶۔ ملاحظہ ہو: اہل الآل ص ۳۴۸ (ج ۱ ص ۱۴۱ نمبر ۱۵۴)؛ روضات الجنات ص ۵۴۲ (ج ۷ ص ۹۶ نمبر ۶۰۵)

شیخ احمد بلا دی

ونست عهوداً بالحمی سلفت ولن تعباً بنصنیهاق نزیرها
 یالرجال لامة ملعونة لم یکفها ماکان یوم غدیرها
 بنس العصابة من بغت و تنکبت عن دینها و تسارعت لفجورها

یہ قصیدہ ۶۸ اشعار پر مشتمل ہے۔

”جو عہد و پیمان اس سے قبل کئے گئے تھے، انہیں فراموش کر دیا گیا، رسول خدا کے گفتار اور سفارشات کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی، یہ امت کے کتنے لائق خدمت و فخرین افراد ہیں جن کے لئے غدیر کے دن کا پیغام کافی نہیں تھا، یہ کتنے قبیح اور نابکار افراد تھے، جنہوں نے ظلم کئے اور دین حق سے منحرف ہو کر فسق و فجور کی طرف چلے گئے۔“

شاعر کا تعارف

شیخ احمد بن حاجی بلا دی۔ فاضل وادیب دانشور اور اہل بیت کے مدوح و شاعر ہیں، انہوں نے بہت سے مرثیے کہے ہیں، کہا جاتا ہے کہ شہید کربلا امام حسین کی شان میں ہزار مرثیے کہے ہیں، ان کو دو جلدوں میں ترتیب دیا گیا ہے۔ انوار الہدیین سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں وفات پائی۔ (۱)

شمس الادب یمنی

وفات و اللہ

رأيت له الغدير السابريا	اذا ما البرق مل عليه سيفها
جرى من اجلهم بحراً أذيا	على ذلك الغدير غدیر دمعی
الى من ذكره يروى الصدياً	غدير طاب لي ذكره شوقاً
ولايته والبساها علباً	غدير قد قضى المختار فيه
و ذاك اليوم سماه الوصياً	وقام على الأنام بذا خطيباً
لقد تركوه ظهرياً نسياً	وانى تارك فيكم حديث
فتى عن قتل أبناه برياً	فمن أهل السقيفة ليس يلقى
ويحى والذين حل الغربا	فهم سبب لسفك دماء زيد
ونكت العهد لا تلقى عصيا	فلولا سل سيف البغى منهم
من الحوض الذى يروى الظمياً	أبا الحسين أرجو منك نهلاً
غداً بالبعث بعد الموت حياً	اذا ماجئت يوم الحشر فى من

”جب (گمراہی) کے برق نے اپنی تلوار اس پر کھینچی، تو غدیر نے حکم زرہ کی طرح اسے اپنے اوپر لے لیا۔ اس غدیر کی (مظلومیت) کی وجہ سے میری آنکھوں کے آنسو بحر مواج کی طرح جاری ہو جاتے ہیں۔ وہ غدیر جس کا تذکرہ میرے لئے شیریں اور حیات بخش ہے کیونکہ یہ اس انسان کے عشق و محبت اور

اشتیاق کو دل میں زندہ کرتا ہے جس کا تذکرہ پیاسوں کو سیراب کرنے والا ہے۔ وہ غدیر کہ خدا کے منتخب رسول اسلام نے اپنے جانشین کی نشاندہی کرتے ہوئے لباس ولایت علی کو پہنایا۔ آنحضرت لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور ایک خطبہ کے ضمن میں علی کو اپنا وصی قرار دیا۔ فرمایا: تمہارے درمیان اس حدیث کو یادگار کے طور پر چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسے بھول گئے۔ اہل سقیفہ میں کوئی ایسا جوان نہیں دکھائی دیتا جس کا ہاتھ رسول پاک کے فرزندوں کے قتل میں رنگین نہ ہوں۔ وہ زید (بن علی) اور سحبی (بن زید) کے خون بہانے کا سبب ہیں۔ یہ لوگ سر زمین نجف میں مدفون ہیں۔ اگر وہ ظلم کی تلوار ان کی جانب نہیں کھینچتے اور عہد شکنی نہیں کرتے تو پھر گناہ باقی نہیں ہوتا۔ اے حسنین کے والد گرامی! حوض کوثر کا ایک جام مجھے پلائیے، اس پانی سے پلائیے جس سے پیاسے مشتاقوں کو آپ سیراب کرتے ہیں۔ اسکے بعد میں محشر کے دن موت کے بعد زندہ ہونے والوں کے درمیان وارد ہوں گا۔“ (۱)

شاعر کا تعارف

سید شمس الادب احمد بن احمد بن محمد حسنی انسی۔ (۲) یمن کے دانشور، ادیب اور عالم تھے، کافی دنوں تک یہی کیفیت رہی پھر امام المہدی لدین اللہ ان سے ناراض ہو گیا اور حکم دیا کہ حبشہ کے ابتداء میں واقع ایک جزیرہ ”زیلع“ میں جلاوطن کر دیا جائے، وہ وہاں پر قید رہے پھر ۱۱۹ھ میں وفات پائی۔

۱۔ یہ اشعار نمبر ۱۵۸ (جلد ۶ ص ۶۷) سے نقل کیا ہے جسے مولانا محمد بن متوکل یحییٰ کی مدح و ستائش میں کہا ہے
 ۲۔ اس شاعر کے والد ”سید احمد“ کے حالات زندگی کے متعلق اس سے قبل گفتگو کی گئی ملاحظہ ہو: اسی کتاب کے صفحہ ۶۷۷ پر

سید علی خان مدنی

ولادت ۱۰۵۲ھ

وفات ۱۱۲۰ھ

و غدیر خم و هو أعظمها
واذکر مباہلۃ النبی بہ
وقرآ وأنفسنا و انفسکم
هدی المفاخر المکارم لا
من نال فیہ ولایۃ الامر
وبزوجه وابنیہ للنفر
فکفی بہا فخرا مدى الدهر
قعبان من لبن ولا خمیر

”امیر المؤمنین کے لئے سب سے عظیم افتخار غدیر خم میں نصیب ہوا جب امر ولایت (جانشینی رسول) کا مرتبہ ان کے سپرد کیا گیا۔

یاد کریں اس دن کو جب رسول خدا چند لوگوں یعنی علی، ان کی زوجہ اور ان کے دونوں فرزندوں کے ہمراہ مبارزہ آرائی (مباہلہ کی شکل میں) تشریف لے گئے۔ اور آئیے مباہلہ ﴿انفسنا و انفسکم﴾ (۱) کی تلاوت کی اور اس میں علی علیہ السلام کو اپنا نفس قرار دیا، یہی افتخار آرز زندگی تک کے لئے کافی ہے۔ یہ سب حضرت علی علیہ السلام کے افتخارات اور ان کی کرامتیں ہیں، دودھ و شراب کے جام نہیں۔“۔ (۲)

۱۔ آل عمران ۶۱

۲۔ اشعار پر مشتمل اس قصیدہ کو ان کے خطی دیوان سے حاصل کیا۔

شاعر کا تعارف

صدر الدین سید علی خان مدنی شیرازی، ابن نظام الدین احمد بن بن زید شہید بن امام سجاد زین العابدین۔

یہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس میں سبھی علم و شرافت اور سیادت سے منسوب تھے، اس پاک درخت سے ہیں جس کی شاخ آسمان کی بلندی پر ہے اور جو ہمیشہ اپنے ثمرات پیش کرتا ہے، اس درخت کی شاخیں دنیا کی تمام جگہوں میں جاز سے عراق و ایران تک پھیلی ہوئی ہیں، آج تک اس کے ثمرات سے استفادہ کیا جا رہا ہے، دیکھنے والے اسے دیکھ کر خوش اور بہرہ مند ہوتے ہیں۔

متذکرہ شاعر ”صدر الدین“ زمانے کے خزانے، عالم اور برجستہ افراد میں سے تھے جو ہر فن میں استاد اور ہر فضیلت کے علمبردار تھے، ان کے رشحات قلم میں غور و فکر کرنے کے بعد اس دعویٰ کی دلیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے، پھر اس کے اثبات کے لئے دوسرے دلائل پیش کرنے کی قطعی ضرورت نہیں؛ ان کے بعض کارنامے یہ ہیں:

۱۔ ریاض السالکین شرح صحیفہ کامل سجاد یہ

۲۔ الکلم الطیب والغیث الصیب (وہ دعائیں جو اہل بیت سے مروی ہیں)

۳۔ الحدائق الندیۃ فی شرح الصمدیۃ مولف شیخ بہائی

۴۔ صمدیہ کی دو دوسری شرحیں، (ایک متوسط اور دوسرے چھوٹی)

۵۔ رسالۃ فی اغالیط الفیر وز آبادی فی القاموس

۶۔ سلاۃ العصر (اپنے ہم عصر علماء کے حالات زندگی)

اس دانشور نے علم و دانش کو علمائے دین اور فضلاء سے حاصل کیا اور مختلف علوم میں ان کی مہارت سے استفادہ ہوتا ہے کہ تحصیل علم اور نقل روایت کے سلسلے میں ان کے بہت سے اساتذہ اور مشائخ تھے۔ بحار الانوار کے مولف علامہ مجلسی سے انہوں نے روایت کی ہے خود علامہ مجلسی نے بھی ان سے روایت کی ہے، اسی طرح صاحب معالم اور شہید ثانی کے فرزند ”شیخ علی بن فخر الدین محمد بن شیخ حسن“ (متوفی

۱۱۰۴ھ) نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

ولادت اور ان کی زندگی

سید علی خان مدنی ۱۵ جمادی الاول ۱۰۵۲ھ جمعہ کی رات کومدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پر علم و دانش کے حصول میں مشغول ہو گئے پھر ۱۰۶۸ھ کو حیدرآباد ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور ۱۰۸۱ھ کو سلفانہ العصر کی تالیف کا کام شروع کیا، نسۃ السحر میں ان کے ہم عصر دانشور کے بقول: وہ اڑتالیس سال تک ہندوستان میں مقیم رہے (۱) ۱۰۸۶ھ تک اپنے والد گرامی کے زیر سرپرستی میں رہے پھر اپنے والد کی وفات کے بعد برہان پور اورنگ زیب بادشاہ کے پاس منتقل ہو گئے۔ اورنگ زیب نے انہیں ایک ہزار تین سو اوروں کا سرپرست مقرر کیا اور خان کا لقب عطا کیا۔ جب بادشاہ احمد نگر جاتا تھا تو انہیں اورنگ آباد کا حاکم بنا دیتا تھا، اس اعتبار سے وہ کچھ دنوں تک وہاں مقیم رہے، اس کے بعد ان کو لاہور اور اس کے اطراف کا حاکم بنا دیا۔ پھر برہان پور کے دیوان کی سرپرستی حاصل کر کے دو سال تک وہاں حکومت کی، ۱۱۱۴ھ میں ہندوستان کے لشکر میں تھے پھر انہوں نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور حج اور زیارت امام رضا سے مشرف ہوئے۔ سلطان حسین کے زمانے میں ۱۱۱۷ھ کو اصفہان پہنچے اور کئی سالوں تک وہاں مقیم رہے، پھر شیراز واپس آ کر وہیں پرزعامت و تدریس کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ذی القعدہ ۱۱۲۰ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے اور مدرسہ منصور یہ (۲) کے بانی غیاث الدین منصور کے پہلو میں اور چراغ احمد بن امام موسیٰ بن جعفر کے حرم میں مدفون ہوئے۔

۱۔ نسۃ السحر (جلد ۸ ج ۲ ص ۳۹۷)

۲۔ ان کے حالات زندگی اہل الآل (ج ۲ ص ۷۶ نمبر ۵۲۹) اور ریاض العلماء (ج ۳ ص ۳۲۳) پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

شیخ عبدالرضا مقرئ کاظمی

وفات تقریباً ۱۱۲۰ھ

فأضاعوا وصية يوم خم	بعلی وصی وهم شهداء
عن لسان الروح الأمين عن	الله تعالى إلا له الإلاء
بعلی بلغ والأفما	بلغتو الله من عداك وقاء
بعد ما يخبروا وقالوا أصبحت	لكم دينكم وحق الهناء
ثم قالوا بأن احمد لم يو	ص وهذا منهم عليه افتراء

”غدیر خم میں حضرت علیؑ کی جانشینی کے متعلق رسول خداؐ کی تاکید کو لوگ بھول گئے حالانکہ وہ خود اس کے گواہ تھے۔ خداوند عالم کی طرف سے جبرئیل امین کی زبانی تمام نعمتیں اور قدرتیں انہیں سے مخصوص ہیں، یہ خطاب ہوا کہ اے رسول! علیؑ کو اپنے جانشین کی حیثیت سے نشانہ بنی کر دیں، اگر آپ نے یہ اہم کام انجام نہ دیا تو اپنی رسالت کو انجام نہیں دیا، خداوند عالم آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ اس کے بعد لوگوں نے تبریک و تہنیت پیش کی اور کہا کہ اے علیؑ! آپ ہمارے رہبر ہیں اور حقیقی ولایت آپ سے مخصوص ہے۔ حضرت علیؑ کے متعلق واضح آیت نازل ہوئی: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی﴾ اور خوشحالی و مسرت تحقق ہوئی۔ پھر لوگوں نے کہا: رسول خداؐ نے ان کی جانشینی کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی ہے لیکن یہ افترا پر دازی ہے جسے دشمنوں نے رسول سے منسوب کر دیا ہے۔“

شاعر کا تعارف

شیخ عبدالرضا بن احمد بن خلیفہ ابوالحسن مقرئ کاظمی - بارہویں صدی کے بے مثال اور ان دانشوروں میں سے ہیں جنہوں نے علم و ادب کو ایک ساتھ جمع کیا ہے۔ سید ابو محمد حسن نے تاملات الاصل میں ان کے حالات زندگی لکھ کر ان کے علم و دانش اور فضیلت کی مدح و ستائش کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

انہوں نے ۱۰۲۰ھ وقات پائی، امر کی مدح میں ایک دیوان بھی ان سے منسوب ہے جو حروف الفبا کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔

علم الہدی محمد

ضیاء الرشاد بہاء الہدی امام العباد رواہ النندی
 ولسی الانام بنص الغدیر امیر الکرام و نعم الأمير
 ”وہ راہ راست کی روشنی، ہدایت کے نور، تمام بندوں کے امام اور دعا کی طراوت ہیں، حدیث
 غدیر کی دلیل اور رسول خداؐ کے واضح ارشاد کے مطابق وہ سب کے رہبر ہیں، وہ مہربانوں کے رہبر ہیں
 اور کتنے اچھے رہبر ہیں۔“

شاعر کا تعارف

علم الہدی محمد بن ملا محمد محسن مرتضیٰ کاشانی۔ برجستہ علمی اور ادبی شخصیتوں میں سے ہیں، شریفانہ
 خاندان تھا، انہوں نے کمالات و فضائل کو اپنے اجداد سے میراث میں اور اپنی سعی و کوشش سے بھی حاصل
 کیا، یہ محقق فیض کاشانی کے فرزند ہیں جو فقہ و حدیث کے علمبردار، فلسفہ کی چوٹی، عرفان کے خزینہ، اخلاق
 کے مستحکم پہاڑ اور علوم و معارف کے سمندر تھے۔ یہ اس نابغہ روزگار انسان کے فرزند ہیں جو اپنے زمانے
 میں بے مثل و نظیر تھا، مائیں ایسا فرزند پیدا کرنے سے قاصر و عاجز ہیں۔

متذکرہ شاعر نے بھی اپنے والد کے نقش قدم پر قدم رکھا، ان کے محفوظ کارنامے، مختلف علوم و فنون
 پر ان کی مہارت کی دلیل ہیں؛ ان کے کارناموں میں یہ کتابیں شامل ہیں: کتاب مواعظ (بیس ہزار

اشعار پر مشتمل ہے)؛ فہرس الوافی (وائی ان کے والد گرامی نے تحریر کی ہے)؛ وافی پر حاشیہ؛ اپنے والد کی کتاب مفاتیح الشرائع پر تعلیقہ۔
ہمیں ان کی تاریخ ولادت و وفات معلوم نہ ہو سکی۔ (۱)


(۱) آقائی طہرانی نے طبقات اعلام الشیعہ فی القرن الثانی عشر ص ۴۸۸ پر ان کے حالات زندگی، کتابیں اور ان کے بعض فرزندوں اور ان کے حالات کا تذکرہ کیا ہے اور تاریخ ولادت ۱۰۹۳ اور وفات ۱۱۱۵ھ قرار دی ہے۔

شیخ علی عاملی

وقال فی یوم خمین قال له جبرئیل بلغ مقالا غیر مردود
من کنت مولاه حقاً فالوصی له مولی علی شاهد منهم و مشهود
القائد الخیل فی الهیجاء مقرنة من النجائب بالمهرية القود

”جب جبرئیل امین نے رسول خدا کو آواز دی کہ اس پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیجئے تو آنحضرت نے غدیر خم میں فرمایا: جس کا میں رہبر ہوں وہ جان لے کہ یہ علی میرا وصی اور جانشین ہے اور ہر شاہد و مشہود اور حاضر و غائب کا مولود آقا ہے، ان بہادروں کا حاکم ہے جنہوں نے اپنے اندر نیک خصلتیں جمع کر لی ہیں اور میدان کارزار میں تیز گھوڑے پر سوار ہو کر اسلام کے دشمنوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔“

شاعر کا تعارف

شیخ علی بن احمد فقیہ عادل علی فروی۔ جبل عامل (۱) کی اہم شخصیت تھے جو عراق میں سکونت پذیر ہوئے، وہاں علم و ادب اور فضیلت میں کافی معروف و مشہور تھے۔  سہیل سکینہ

برجستہ استاد ”سید نصر اللہ حائری“ کے یہاں درس لیا اور انہیں کے حکم سے اپنا شعری دیوان مرتب کیا۔

اس شاعر کا دیوان ایک مقدمہ، چند ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ انہوں نے بہت زیادہ سفر کیا ہے اور گزارش کے سلسلے میں ایران کے مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے شیراز اور اصفہان گئے اور وہیں پر مقیم ہو گئے، ۱۱۳۰ھ میں ایران کو ترک کیا اور نجف اشرف منتقل ہو گئے۔

شیخ علی عالی نے امیر المومنین حضرت کی مدح میں طویل قصیدے اور شہید کر بلا امام حسین کی شان میں مرعے کہے ہیں۔

مولا مسیحا فسوی

ولادت ۱۰۳۷ھ

وفات ۱۱۲۷ھ

من كان نص رسل الله عينه	لامرسة الشرع تبليغا بالان
يوم الجماهير في بيداء قد ملئت	بكل من كان من أعقاب عدنان
وقال صحب رسول الله قاطبة	بخ لذاك و كان الاول الثانى
من بعد ما شدد الرحمن امرته	على الرسول الله باحكام و اتقان
وقال بلغ والا فادر انك ما	بلغت حق رسالتى و تبيانى
تقدمته اناس ليس عينهم	نص الاله والا منطوق برهان
لا اضحك الله سن الدهر ان له	قواعداً عدلت عن كل ميزان
نصفو جبك قد احييت مهتدياً	لدتك نفسى يا دينى و ايمانى
و در فيضك ما دار السما و جرى	وادام ظلك ما كر الجديدان

”جس شخص کی دینی رہبری کو رسول خدا نے معین کرتے ہوئے اس موضوع کو سب تک پہنچا دیا

اس دن تمام گروہ اور قبیلے اور نسل عدنان کا ہر شخص اس وسیع صحرا میں موجود تھا۔ رسول خدا کے تمام اصحاب نے اسی لئے حضرت علی کو تہنیت پیش کی اور جس نے سب سے پہلے مبارک باد پیش کیا وہ خلیفہ دوم

تھے (۱) جب خداوند عالم نے امت کی رہبری اور جانشینی کے سلسلے میں رسول خدا کو تاکید فرمائی تو آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا: اس معاملہ کو تمام لوگوں تک پہنچادیں ورنہ جان لیں کہ رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ لیکن جن لوگوں نے (ان کا حق غضب کیا اور) ان پر مقدم ہوئے، ان کے متعلق خدا کی طرف سے کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور ان کے تقدم پر کوئی دلیل بھی موجود نہیں تھی۔ خدا زمانے کو ہنسی سے محروم رکھے اس لئے کہ اس میں ایسے قوانین رائج ہو گئے جس سے عدالت کا مفہوم ہی بدل گیا اور کسی بھی ترازو سے سازگار نہیں ہے۔ آپ نے اپنی خالص محبت کے ذریعہ، ہدایت کے تمام متلاشی کو زندہ کیا۔ اے میری ادا دین و ایمان، میری جان آپ پر قربان ہو۔ جب تک آسمان ہے، آپ کے فیضان کی بارش ہوتی رہے، جب تک گردش لیل و نہار ہے آپ کا سایہ ہمارے سروں پر برقرار رہے۔“

پورا قصیدہ ۹۱ اشعار پر مشتمل ہے علامہ سید احمد عطار کی کتاب ”الرائق“ کی دوسری جلد میں دیکھا

جاسکتا ہے۔

شاعر کا تعارف

علامہ مسیح، معروف بہ سیما، ابن ملا اسماعیل فندشکونی فسوی، فارسی شعروں میں ان کا تخلص ”مسنی“ اور عربی اشعار میں ”مسیح“ ہوتا تھا۔

وہ فلسفی عالم، برجستہ حکیم، متحر فقیہ، ادیب شاعر اور بہترین خطیب و مولف تھے، ان کے شاگرد شیخ علی حزین نے اپنی کتاب ”سوانح“ میں ان کی تعریف و توصیف کی ہے، اسی طرح ”نجوم السماء“ (۲)، ”فارسانہ نامصری“ (۳) اور دوسری تمام کتابوں میں ان کا بہترین انداز میں تذکرہ کیا گیا ہے۔

انہوں نے استاد کل ”آقا حسین خوانساری سے علم و دانش حاصل کیا اور بہت سے علماء نے بھی ان

۱۔ عمر بن خطاب وہ پہلے انسان تھے جنہوں نے غدیر خم میں حضرت علیؑ کو مبارک باد پیش کی اور وہی دوسرے انسان تھے جنہوں نے ناحق لباس خلافت کو پہنچا تاں کہ ہمیں لیا

کے سامنے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔

سلیمان اور سلطان شاہ حسین کی حکومت کے زمانے میں شیراز کے شیخ الاسلام تھے، ان دونوں بادشاہوں کی حکومت کے زمانے میں بہت سے مبلغ خطبے بھی دیئے ہیں۔

نوع (۹۰) سال کی عمر میں ۱۱۲ھ کو وفات پائی، ان کے گرانقدر کارنامے یادگار کے طور پر محفوظ

ہیں۔

ابن بشارۃ غروی

وفات بعد از ۱۱۳۸ھ

صهر النبی ابو الائمة خیرهم	و به الخلالة قد سما مقدارها
بغدیرخم للولاية حازها	حقناً و لیس بممکن انکارها
و اذا وقى للوعظ صهوة منبر	یصغی لزاجر وعظه جبارها
و براحتیه تفجرت عين الندی	فالواردون جمعهم یمتارها
وله العلوم الفائضات علی الوری	فیضی الغمام اذهما مهمارها
نهج البلاغه من جواهر لفظه	فیه العلوم تبینت أسرارها
لؤلؤه ما عبد الاله بأرضه	یوماً ولا بخعت له کفارها (۱)

”وہ رسول خدا کے داماد اور ائمہ کے والد محترم ہیں، انہیں کے وسیلے سے خلافت نے اہمیت حاصل کی۔ غدیر خم میں رسول کی ولایت و جانشینی ان کے حوالے کی گئی، یہ ان کا حق تھا، اس کا انکار قطعی ممکن نہیں پھر حضرت علیؑ نصیحت کے لئے منبر پر تشریف لے گئے، حتی دشمنوں اور کینہ توڑوں نے بھی ان کی نصیحت اور مواعظ کو سنا، ان کے دو ہاتھوں سے ایسا پاکیزہ چشمہ جاری ہوا کہ جو بھی اس چشمہ میں داخل ہوا اس سے بہرہ مند اور سیراب ہوا۔ وہ ایسے علوم و معارف کے مالک ہیں کہ ان کے بادل ہمیشہ سب پر اپنے

فیضان کی بارش کرتے ہیں۔ نبج البلاغ ان کے کلمات کا ایسا گوہر ہے جس نے علوم کے راز کو آشکار کیا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو ایک دن بھی زمین پر خدا کی عبادت نہ ہوتی اور کافر حق کا اقرار نہ کرتے۔“

شاعر کا تعارف

ابورضا شیخ محمد علی چغتائی نجفی، موتی خاندان میں بشارۃ کے فرزند ہیں، وہ نابغہ روزگار تھے۔ یہ دنیائے فضیلت کی نادر شخصیت اور شعر و ادب میں ماہر استاد تھے، جنہوں نے فضل و ادب کو اپنے شاعر والد علامہ شیخ بشارۃ سے میراث میں حاصل کیا تھا، وہ بہت سے نابغہ علم اور اساتذہ بیان کے ہم عصر تھے، انہوں نے ان سے استفادہ کیا اور پھر علم و دانش اور فضیلت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے، چنانچہ سب نے اپنی تحسینی زبان سے ان کی تعریف و توصیف کی ہے، ان کا شمار علم و دانش کے عظیم افراد میں ہوتا ہے، ان کے شعر و ادب ان کا نام زندہ رکھیں گے، ان کے گرانقدر علمی اور ادبی کارنامے تاریخ کے سینہ میں محفوظ ہیں جس کی وجہ سے ان کی ہمیشہ مدح و ستائش ہوتی رہے گی؛ ان میں سے بعض کارنامے یہ ہیں:

نشوة السلافة و محل الاضافة؛ شرح نبج البلاغ؛ کتاب ریحانہ النجو۔

شیخ ابراہیم بلاوی

وأشهد انه ولي علياً ولي الله للدين اهتماماً
 وصيره الخليفة يوم خم بأمر الله عهداً والتزاماً
 ونص على الأئمة من بينه هناك على المنابر حين قاما
 فواخاه النبي وفي البرايا بحكم الله صيره اماماً
 وعظمه ولقبه بوحي أمير المؤمنين فلن يراما
 وزوجه البتول لها سلام من الله الوصول ولا انصراما
 فكان لها الفتى كفواً كريماً فأولدها أئمتنا الكراما

”گو اہی دیتا ہوں کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ کو اپنا ولی قرار دیا، انہوں نے خدا کے ولی بن کر دین کی راہ میں خدمت کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ رسول خدا نے غدیر خم میں خدا کی تاکید اور اس کے حکم سے، ان کو اپنا جانشین منتخب فرمایا، رسول منبر کی بلندی پر کھڑے ہوئے اور علیؑ کے فرزندوں میں سے تمام ائمہ کی تصریح فرمائی، آنحضرت نے انہیں اپنا بھائی کہا اور خدا کے حکم سے انہیں تمام لوگوں کا رہبر بتایا۔ ان کو اہمیت دیتے ہوئے وحی خدا کے مطابق امیر المؤمنین کا لقب عطا فرمایا، ان کے علاوہ کوئی بھی اس لقب کے لائق نہیں تھا اور نہ ہوگا۔ آنحضرت نے زہرائے بتول کو ان کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا۔ علیؑ زہرا کے مثیل تھے جن کی نسل میں کریم ائمہ پیدا ہوئے ہیں۔“ (۱)

۱۔ یہ اشعار ان کے خطلی دیوان سے حاصل کئے گئے ہیں، اسی دیوان میں غدیر سے متعلق دوسرا قصیدہ بھی ہے۔

شاعر کا تعارف

ابوریاض شیخ ابراہیم بلاادی بحرانی، امین شیخ علی بن شیخ حسن بن شیخ یوسف بن شیخ حسن بن شیخ علی بحرین کے دانشور اور عالم تھے، ادبیات اور شعر گوئی میں کافی مشہور و معروف تھے۔

بعض کتابوں کے مطابق وہ انوار البدرین کے مولف کے جد اعلیٰ ہیں، الاقتباس والتضمین من کتاب اللہ المسبین، نام کا ایک منظومہ ہے جو خالص استدلالی ہے اور دین کے عقائد کے اثبات کے لئے لکھا گیا ہے، ان کی دوسری کتاب جامع الریاض ہے جس کے ہرروضہ اور حصے میں کسی معصوم امام کی مدح و ستائش ہے، اسی لئے ان کو ”ابوریاض“ کی کنیت دی گئی، اسی طرح ان کا شعری دیوان بھی ہے حروف الفبا کی ترتیب سے کئی قصائد پر مشتمل ہے، اس میں اصول پنجگانہ ”توحید، نبوت، امام، ائمہ، عدل اور معاد“ کے سلسلے میں ایک سو بیس دو بیٹی قصیدے اور ایک سو آٹھ اشعار پر مشتمل قصیدہ سمیہ بھی ہے۔

شیخ ابو محمد شویکی

فله الشان علی کاسمه صاحب الاحسان غوثی فی مالی
حجة الله بنص ثابت یوم خم فهو من الاله و الی
و امیر المؤمنین المرتضی من اله العرش ربی ذی الجلال
فی فراش المصطفی بات ولم یخش من أعدائه أهل النکال

”حضرت علی کا مقام و مرتبہ ان کے نام کی طرح بلند و بالا ہے، وہ صاحب احسان قیامت کے دن

میرے پناہ گاہ اور میرے فریادرس ہیں۔ غدیر خم میں رسول خدا کے صریح اور ناقابل تغیر ارشاد کے ذریعہ

حجت خدا کی حیثیت سے چکھوائے گئے، جو انہیں دوست رکھتا ہے خدا سے دوست رکھتا ہے، خدائے

بزرگ و برتر اور خالق عرش کی طرف سے امیر المؤمنین ہوئے، وہی رسول خدا کے بستر پر ان کی جگہ سوائے

اور ڈرپوک دشمنوں سے ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوئے۔“

اور اسی طرح کہتے ہیں:

فولاه النبی للعبد درع عن نبال الردی و للنصر آله
و ولای من بعدہ لعلی حیث أن قبل موتہ أوصی له
و ارضاه الامام فی یوم خم فهو للخصم قاطع أو صالہ

”رسول خدا کی ولایت ایسی زرہ ہے جو بندوں کو ہلاکت و بدبختی کے تیروں سے محفوظ رکھتا ہے

اور وہ کامیابی کا وسیلہ ہے۔ رسول کے بعد علی میرے ولی ہیں کیونکہ آنحضرت نے اپنی وفات سے قبل ان سے متعلق یہ تاکید فرمائی ہے، رسول نے غدیر خم میں ان کو امام بنایا، انہوں نے دشمنوں کا قلع قمع کیا۔“

شاعر کا تعارف

ابو محمد عبداللہ شونکی خطلی، ابن محمد بن حسین بن محمد۔ ادبیات، ان کے کہے ہوئے اشعار اور اس سلسلے کی فنی مہارت میں انہوں نے قابل قدر پیش قدمی کی، لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے اشعار متوسط ہوتے تھے، ائمہ معصومین کی زندگی کے متعلق انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے، رسول خدا اور ان کے اہل بیت کی مدح و ستائش میں جو اہر العظام نامی ان کا ایک دیوان بھی ہے، اسی طرح اہل بیت کے مراثی پر مشتمل ان کا ایک دوسرا دیوان بھی ہے جو ”مسبل العبرات و رثاء السادات“ کے نام سے مشہور ہے۔

سید حسین رضوی

وفات بعد از ۱۱۵۶ھ

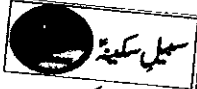
صانوا النبی امیر المؤمنین أبو السبطین باب المعلوم المرتضی الشیم
فی السر والجهر سواہ وکان لہ ردء ایصلقہ فی الحکم والحکم
وفیہ جاء عن المختار منقبة من کنت مولاه فهو الحق فاعتصم

”وہ رسول خدا کے بھائی، امیر المؤمنین، حسین کے والد گرامی، اور تمام علوم کے دروازہ ہیں، ان کے اخلاق و کردار خدا کی نظر میں قابل قبول ہیں، پوشیدہ اور آشکارا رسول کے مانند ہیں، ان کے لئے ایسے ناصر تھے جو احکام اور حکمتوں میں ان کی تصدیق کرتا تھا، خدا کے منتخب رسول نے ان کے بارے میں یہ فضیلت بیان فرمائی کہ جس کا میں مولا ہوں یہ علی بھی اس کا برحق مولا اور ہر ہے، لہذا ایسے برحق رہبر سے متمسک ہو جاؤ۔“

شاعر کا تعارف

سید حسین رضوی ہندی نجفی حائری، ابن امیر رشید بن قاسم۔ ایسے برجستہ انسان تھے جنہوں نے اپنے علم کو ادب ناب کے ساتھ جمع کیا، ایسے نابغہ تھے جو اپنے بلند و پاکیزہ خاندان کے ساتھ اپنے بے پناہ علم اور شعر کے ذریعہ صدف میں موتی کی طرح چمکے، وہ بلند مرتبہ عالم، ادیب و ناقد اور ایسے انسان تھے

جس کی ایک فضیلت اسے دوسرے فضائل و مناقب اور کرامتوں کی جستجو سے باز نہیں رکھتی تھی۔ ان کے والد ہندوستان سے نجف لائے، وہیں پر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے، کئی سالوں بعد امام شہید اور کربلائے معلیٰ کی زیارت کی غرض سے نجف کو ترک کیا اور منفرد استاد سید نصر اللہ حائری سے کسب فیض کیا۔



انہوں نے کربلائے معلیٰ میں ۱۱۵۶ھ اور ۱۱۶۰ھ کے درمیان وفات پائی۔ اس شاعر کی زندگی کے بعض گوشے اور ان کے متعلق علمائے دین کے ستائشی جملے اعیان الشیعہ کی ۲۶ ویں جلد میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ (۱)

سید بدرالدین

ولادت ۱۰۶۲ھ

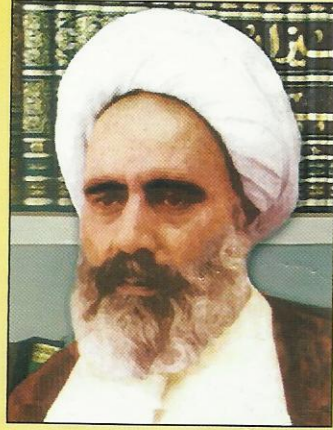
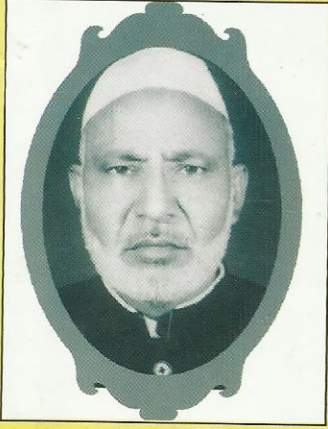
بِاللّٰهِ يَا وَرَقَ اَنْ شَدَوْتُ عَلٰى
 وَاَنْ رَاَيْتَ السَّحَابَ هَامِيَةً
 فَفِيْهِ رَمَسٌ مَّطْهَرٌ هَبَطْتُ
 فِيْهِ الْاِمَامَ الْوَصِيَّ حَيْدَرِيَةً
 فِيْهِ شَقِيْقًا لِرَسُوْلِ شَاغِعًا
 فِيْهِ اَخُوْهُ وَمَنْ فَدَاہُ عَلٰى
 فِيْهِ الَّذِيْ فِيْ الْغَدِيْرِ عَيْنُهُ
 سَفُوْحٌ سَلَعٌ فِدُوْنَا السَّجْفَ
 فَقُلْ مَرَامُ الْمَوْلَعِ النَّجْفِ
 عَلَيْهِ اَمْلَاكٌ مِنْ لَهِّ الصَّحْفِ
 مَوْلٰى الْبِرَايَا وَمِنْ لَهِّ الشَّرْفِ
 وَنَفْسُهُ اَنْ تَوْسَطَ الطَّرْفِ
 فَرَاشَهُ اَنْ رَوَّوْا اَنْ حَرَفُوْا
 وَبَخِيْخِ الْقَوْمِ فِيْهِ وَاَعْتَرَفُوْا

”اے کبوتر! اگر چاہتا ہے تو پہاڑوں کے شکاف میں آواز لگا، میں تمہیں ان کے مقابل پر وہ کھینچنے کے سلسلے میں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ اگر دیکھو کہ بادل اشک بارانی کر رہے ہیں تو کہہ دو کہ انہیں ایسے انسان کی زیارت کی آرزو ہے جو نجف کی سرزمین میں آرام فرما رہے ہیں۔ وہاں ایسی پاکیزہ مٹی ہے جہاں اس خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں جس کے لئے آسمانی کتابیں ہیں۔ وہاں شیر خدا، شریف انسان اور ایسا امام آرام کر رہا ہے جو رسول کا وحی اور تمام مخلوقات کا رہبر ہے، وہاں دوست، بھائی اور

نفس رسول سوراہا ہے، یہی گوشہ چشم سے ہماری شفاعت کریں گے، وہاں بھائی اور وہ انسان مدفون ہے جس نے اپنی جان رسول پر قربان کر دی، چاہے اس فضیلت کو بیان کیا جائے یا تحریف کی جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہاں وہ انسان ہے جسے رسول خدا نے غدیر کے دن اپنا جانشین مقرر فرمایا، اس دن تمام لوگوں نے تبریک و تہنیت پیش اور ان کے منصب کا اقرار کیا۔“

شاعر کا تعارف

بدر الدین محمد بن حسین بن حسن بن منصور باللہ قاسم بن محمد حنیٰ صنعانی۔ یمن کے عظیم دانشور اور نیک انسان تھے، انہوں نے مختلف علوم حاصل کئے، علم کلام، طب اور ادب و شعر پر مکمل مہارت حاصل تھی، ان کی کئی گراں قدر کتابیں ہیں جن میں سے ایک علم کلام میں ایک رسالہ ہے، ان کے اساتذہ میں علامہ شیخ صالح بحرانی متیم ہندوستان اور فاضل حکیم محمد بن صالح جیلانی متیم یمن کا نام لیا جاسکتا ہے۔ یہ صفر ۱۰۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ہم نے ان کے حالات زندگی اور اشعار کا خلاصہ رسمۃ السحر سے نقل کیا ہے۔ (۱)



ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گو پال پوری مرحوم

حضرت علامہ عبدالحسین الایمنی النجفی (طاب ثراه)

ولادت: ۱۹۴۷ء

ولادت: ۲۵ صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۶ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۰ فروری ۲۰۰۲ء

وفات: ۲۸ ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰ھ

کتاب ”الغدیر“ زمانہ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدو جزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

”الغدیر“ گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۲۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق و تنقح کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضیٰ مطہری: یہ کتاب تمام زہرا نگین پر ویسٹمنڈ کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن و سنت کی منطق پر استوار ہے، تشبیح پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام ائمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ نئے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۱۹۹۰ء میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیا علی رضوی بھیک پوری کی زحمت و مشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم نے بے رصعہ کے حساس موضوع کو مد نظر رکھتے ہوئے تھوڑی تہفیف کے ساتھ ”الغدیر“ کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے ”نہیں“ کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً غنبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل و آسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات کا مسامدہ ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی تیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہو گئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند مولانا سید شاہد جمال رضوی نے بحسن و خوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کہ علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف و تحقیق میں برسوں زحمتیں برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعہ دائرۃ المعارف کی حیثیت سے ”کتاب الغدیر“ فنی تشبیح پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

کتابستانہ پبلی کیشنز، لاہور